لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل اولئک اعظم درجۃ من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا وکلا وعد اللہ الحسنیٰ

سلسلۂ دار المصنفین

نمبر ۳۳

سیر الصحابہؓ کے حصۂ مہاجرینؓ کی دوسری جلد

مہاجرینؓ

حصۂ اول

جسمین

بقیہ حضرات عشرہ مبشرہؓ واکابر بنی ہاشم وقریش اور ان حضرات صحابہؓ کے حالات وسوانح
اخلاق وفضائل، اور اون کے مذہبی علمی سیاسی مجاہدات اور کارنامے ہین جو فتح مکہ سے
پہلے اسلام لائے شروع مین ایک مقدمہ ہے جسمین قریش کی تاریخ اور قبائل مہاجرینؓ کی تفصیل ہے

از

مولوی حاجی معین الدین صاحب ندوی، سابق رفیق دار المصنفین

کیٹلاگر پبلک اورینٹل لائبریری پٹنہ

باہتمام مولوی مسعود علی ندوی

سنہ ۱۳۴۷ھ مطبع معارف دار المصنفین اعظم گڈہ مین چھپی سنہ ۱۹۲۸ء

سیر الصحابہ

رسول اللہ صلعم کے بعد مسلمانوں کے لیے صرف صحابہ کرامؓ کی ذات اسوۂ عمل ہے، لیکن ان کے حالات، واقعات اور اخلاق وعادات بھی اسی تنقید وتنقیح کے محتاج تھے، اور یہ سلسلہ بھی اسی اصول کو پیش نظر رکھکر زیادہ تر قرآن وحدیث سے اخذ کرکے لکھا گیا ہے، اب تک اس کے پانچ حصے شائع ہو چکے ہین، دو حصون مین انصارؓ کے حالات حروف تہجی کے مطابق لکھے گئے ہین اور مقدمہ مین انصارؓ کے نسب، تمدن وغیرہ کے متعلق متعدد مباحث ہین، ایک حصے مین صرف صحابیاتؓ، ازواج مطہراتؓ وبنات طیباتؓ کے حالات مذکور ہین، اس سلسلے کے اہم ترین دو حصے وہ ہین جو اسوۂ صحابہ کے نام سے شائع ہوئے ہین، اور یہ ایک ایسی کتاب ہے جس کی نظیر عربی فارسی مین نہین ملتی، یعنی اس کے پہلے حصے مین صحابہ کرامؓ کے عقائد، اعمال، عبادات اور اخلاق ومعاشرت وغیرہ کے متعلق نہایت مستند اور پر اثر واقعات درج کئے گئے ہین، جو بیشتر قرآن وحدیث سے ماخوذ ہین،

دوسرے حصہ مین صحابہ کرامؓ کے سیاسی، مذہبی اور علمی خدمات کی تفصیل کیگئی ہے، اور اس مین بھی زیادہ تر احادیث سے کام لیا گیا ہے، صحابیاتؓ کے متعلق اس قسم کے جو واقعات تھے ان کو الگ کرکے ایک مستقل رسالہ مین جمع کر دیا گیا ہے، جو لوگ عہد رسالت اور عہد صحابہ کی تمام اخلاقی، مذہبی، سیاسی اور علمی برکتون سے مستفید ہونا چاہتے ہین، ان کے لیے سیرت کیساتھ اس سلسلہ کا مطالعہ بھی ازبس ضروری ہے،

قیمت:- اسوۂ صحابہؓ جلد اوّل ؎۳، جلد دوم ؎۸، سیر الانصار حصہ اوّل ؎۳، حصہ دوم ؎۳، سیر الصحابیاتؓ ؎۳، اسوۂ صحابیاتؓ ؎۳

فہرست مضامین مہاجرینؓ حصۂ اوّل

فہرست اسمائے مہاجرین حصۂ اوّل
بہ ترتیب حروف تہجی

فہرست اسماء بلحاظ ترتیب کتاب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ جلد ان حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے حالات میں ہے، جو فتح مکہ کے پہلے اسلام لائے، چونکہ اسلام میں ان بزرگوں کی حیثیت بہت بڑی ہے اس لیے ان کو سب سے اول جگہ دیگئی، اور ان میں بھی چاروں خلفائے راشدینؓ کے بعد جنکے حالات میں ایک مستقل جلد چھپ چکی ہے، عشرہ مبشرہؓ میں سے باقی چھ بزرگوار اس جلد میں مذکور ہیں، اور ان کو تمام مہاجرینؓ میں سب سے پہلے ذکر کیا گیا ہے،

یہ جلد بھی ہمارے رفیق عزیز مولوی حاجی معین الدین صاحب ندوی کی تالیف ہے، مقدمہ اور حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے فضل و کمال و اخلاق کا حصہ ان کے ہمنام اور ہم مدرسہ مولوی شاہ معین الدین احمد صاحب ندوی رفیق دار المصنفین نے لکھا ہے، آیندہ حصہ تمام و کمال انھیں کا ہوگا،

کتاب میں دو فہرستیں لگائی گئی ہیں، ایک میں کتاب کی ترتیب کے مطابق ناموں کی فہرست ہے اور دوسری میں حروفِ تہجی کے اعتبار سے نام لکھے گئے ہیں، تاکہ تلاش و مراجعت میں لوگوں کو آسانی ہو،

سید سلیمان ندوی، ناظم دار المصنفین

۲۳ اکتوبر ۱۹۲۸ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

اسلام سے پہلے مہاجرین کے خانوادے

مورخین اسلام اور علماء انساب نے عرب کی تین قسمین قرار دی ہین، بائدہ، عاربہ اور مستعربہ، بعض صرف دو پر اکتفا کرتے ہین، عاربہ اور مستعربہ،

عرب بائدہ عرب کے وہ قبائل ہین، جن کا زمانہ اسقدر قدیم ہے، کہ تاریخون مین ان کے تفصیلی حالات نہین ملتے، البتہ عرب کے اشعار مین جابجا ان کا ذکر آجاتا ہے، یا الہامی کتابون مین کہین کہین حالات مل جاتے ہین، یہ قبائل عاد، ثمود، طسم، جدیس وغیرہ ہین، عرب عاربہ وہ قحطانی قبائل ہین، جو یمن اور اُسکے قرب وجوار مین آباد ہوئے، ان میں سے حمیر، کہلان، بنی عمرو، وغیرہ مشہور ہین، اُن کے حالات کثرت سے ملتے ہین، اور ان کی عظیم الشان یادگارین ابھی تک سرزمین عرب مین موجود ہین،

تیسرا طبقہ عرب مستعربہ کا ہے، اور یہی ہمارا موضوعِ بحث ہے، کہ اسی سے سلسلۂ اسمٰعیلی کی ابتدا ہوئی، جسمین مہاجرین کے اکثر خاندان داخل ہین، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنے بیٹے اسمٰعیل اور

اپنی بیوی ہاجرہ کو "وادیِ غیر ذی زرع" میں بسایا، تو وہان اسوقت جرہمی قبائل آباد تھے، ان مین حضرت اسمٰعیلؑ نے شادی کی، اوران سے جو نسل چلی، وہ "عرب مستعربہ" کے نام سے موسوم ہوئی حضرت اسمٰعیلؑ کے گیارہ اولادین ہوئین جن مین ایک کا نام قیدار تھا، قیدار کی نسل مین سب سے مشہور عدنان گذرا ہے، قریش کے تمام قبائل، اور مہاجرین کے اکثر قبیلون کا سلسلۂ نسب عدنان ہی تک آکر منتہی ہوجاتا ہے، اس طرح یہ سلسلۂ تاریخ کے تین دورون پر منقسم ہوجاتا ہے، ایک حضرت اسمٰعیلؑ سے عدنان تک، دوسرا عدنان سے فہر تک، اور تیسرا فہر سے آخر تک، مہاجرین کے حالات مین اگرچہ پہلے اور دوسرے دورون کا تذکرہ کرنا ضروری نہین ہے، اور صرف قریش کے حالات کا لکھدینا کافی ہے، مگر اس خیال سے کہ اس سلسلہ کی تمام کڑیان سامنے آجائین، پہلے دور کا اجمالی اور دوسرے دور کا کسیقدر تفصیلی اور تیسرے دور کا نہایت مفصل طور پر تذکرہ کرتے ہین،

دورِ اوّل

حضرت اسمٰعیلؑ کی گیارہ اولادون مین نابت اور قیدار نے نہایت جاہ و جلال اور دنیاوی اعزاز حاصل کیا، مورخین اس بارہ مین مختلف الرائے ہین، کہ عدنان آلِ نابت سے تھا، یا آلِ قیدار سے، بعض عدنان کو نابت کی اولاد بتاتے ہین، اور بعض قیدار کی، مگر اکثریت اسی طرف ہے، کہ عدنان کا سلسلۂ نسب قیدار سے ملتا ہے، چنانچہ مورخ ابوالفداء نے اس اختلاف کو لکھکر اسی قول کو ترجیح دی ہے[1]، قیدار اپنے تمام بھائیون مین زیادہ ممتاز اور نام آور تھا، اور اسی کی نسل سے مشہور قبائل اور اشخاص پیدا ہوئے، حتی کہ دنیا کا سب سے بڑا انسان یعنی آنحضرت صلعم بھی اسی کی نسل مین پیدا ہوئے، الہامی صحائف مین قیدار کا نام ایک صاحب سطوت شخص اور اسکی اولاد کا تذکرہ ایک

[1] ابوالفداء جلد اصفحہ ۱۰۹

جری و بہادر قوم کی حیثیت سے آیا ہے، چنانچہ یسعیاہ نبی فرماتے ہین کہ "قیدار کی ساری حشمت جاتی رہے گی، اور تیر اندازون کے جو باقی رہے، قیدار کے بہادر لوگ گھٹ جائینگے کہ خداوند اسرائیل کے خدا نے یون فرمایا" (یسعیاہ باب ۲۱ آیۃ ۱۶، ۱۷)

اس عظمت و شجاعت کے علاوہ تعداد کی کثرت کے اعتبار سے بھی ان کی بستیان کی بستیان آباد تھین، چنانچہ یسعیاہ نبی فرماتے ہین، "قیدار کی آباد بستیان اپنی آواز بلند کرین گی" (یسعیاہ باب ۴۲ آیۃ ۱۱) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عام بدویون کی طرح ان کے قبائل منتشر نہ تھے، بلکہ ان کی بستیان منظم اور ان کی معاشرت اجتماعی تھی، اجتماعی زندگی کے لئے ایک نظام اور ناظم کی سخت ضرورت ہے، جو لوگون کو منتظم اور منضبط رکھ سکے، ورنہ اجتماعی زندگی نہین پیدا ہو سکتی، چنانچہ آل اسمٰعیل مین بھی اگرچہ باقاعدہ حکومت نہ تھی، تاہم وہ ایک سردار کے ماتحت زندگی بسر کرتے تھے، اور بنو اسمٰعیل کے علاوہ ان کے پڑوسی قبائل بھی اس سردار کی اطاعت ضروری سمجھتے تھے، چنانچہ بنو جرہم ہمیشہ آل اسمٰعیل کے اطاعت گذار رہے[1]، آل قیدار کی زندگی اگرچہ بدویانہ تھی، اور ان کا تمدن سادہ تھا، تاہم بالکل بدوی نہ تھے، بلکہ تمدن کے کچھ آثار بھی ان مین پائے جاتے تھے، اور تنہا بھیڑ بکریون کی کھال اور دودھ پر انکی زندگی کا دارومدار نہ تھا، اس سے ترقی کرکے وہ تجارت بھی کرتے تھے، چنانچہ حزقیال نبی فرماتے ہین "عرب اور قیدار کے سب امیر تجارت کی راہ مین تیرے علاقہ مند تھے، وہ برے اور مینڈھے اور بکری لیکے تیرے ساتھ تجارت کرتے تھے (حزقیال باب ۲۷، آیۃ ۲۱) اسمٰعیلی قبائل نے تجارت کو اسقدر فروغ دیا کہ وہ تجارتی اشیاء لیکر ملکون ملکون پھرتے تھے، چنانچہ وہ مشہور قافلہ جس نے حضرت یوسفؑ کو کنوئین سے نکالا تھا، اسمٰعیلی تھا، اور بغرض تجارت مصر جا رہا تھا، چنانچہ توراۃ مین ہے کہ "جب حضرت یوسفؑ نے آنکھ اُٹھائی تو دیکھا کہ اسمٰعیلیون کا ایک قافلہ جلعاد سے گرم مصالحہ اور روغن بلسان اور مر اونٹون پر لادے ہوئے ہے،

[1] ابن قتیبہ ص ۲۵۴

کہ انہیں مصر کو لیجائے، (پیدائش باب ۳۷ آیہ ۲۵) اس تجارتی ترقی کا نتیجہ تمول اور تمول کا نتیجہ تمدن تھا، چنانچہ ان کی عورتیں سونے کے زیورات استعمال کرتی تھیں۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہی کہ تمول کے ساتھ ان میں تمدن بھی آچلا تھا، توراۃ میں ایک موقعہ پر ان زیورات کا ذکر آیا ہے "جدعون نے انھیں کہا کہ میں تم سے ایک سوال کرتا ہون، اور وہ یہ ہے کہ تم میں سے ہر ایک شخص اپنے لوٹ کے کرن پھول مجھے دے۔ کہ ان کے کرن پھول سونے کے تھے، اسلئے کہ وہ اسمٰعیلی تھے" (قضاہ باب ۸ آیہ ۲۴)

ان مذکورہ بالا شہادتوں سے معلوم ہوا کہ اسمٰعیلی قبائل بداوت کے ابتدائی دور میں نہ تھے، بلکہ اس سے نکلکر تمدنی شاہراہ اختیار کرلی تھی یعنی ان میں دنیاوی شان وشوکت کے ساتھ ساتھ تجارت بھی پھیلی ہوئی تھی، معاشرت بھی اجتماعی اور منتظم تھی، ان کی عورتیں سونے کے زیورات استعمال کرتی تھیں،

یہ تو بنی اسرائیل کے صحیفون کی شہادتیں ہین، ہماری تاریخون مین بھی کثرت سے ان کے حالات ملتے ہین، اور ان سے بھی ان کی عزت واحترام کا پتہ چلتا ہے، بنو اسمٰعیل کی ابتدائی تاریخ خانہ کعبہ سے وابستہ ہے اسلئے ہم بھی خانہ کعبہ ہی کی روشنی مین ان کے حالات تلاش کرتے ہین، خانۂ کعبہ کی تولیت آل اسمٰعیل مین بہت بڑی عزت کی چیز تھی، کعبہ کا متولی ایک مذہبی پیشوا کی حیثیت رکھتا تھا، تمام قبائل اسکا احترام کرتے تھے، دوسرے لفظون مین کعبہ کی تولیت عرب کی بادشاہی کے مرادف تھی، حضرت اسمٰعیلؑ کے بعد اس تولیت کا شرف قیدار کو حاصل ہوا، مگر حضرت اسمٰعیلؑ کی نسل سے یہ سلسلہ دو ہی پشتوں کے بعد منقطع ہوگیا، کیونکہ جب حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد مین نفوس کی کثرت ہوئی، اور ارض حرم مین اتنی گنجایش باقی نہ رہی، کہ وہ ان سب کو اپنے دامن مین سمیٹ سکے، تو وہ لوگ حرم سے نکل کر اس کے اطراف وجوانب مین پھیل گئے، اور صرف چند اشخاص حرم کی پاسبانی

کے لئے رہ گئے، مگر یہ سب صغیر السن تھے، اور اس صغر سنی کی وجہ سے تولیتِ کعبہ کے فرائض نہین ادا کرسکتے تھے، حضرت اسمٰعیلؑ کے سرالی قبیلہ جرہم مین یہ عہدہ منتقل ہوگیا، اور مضاض جرہمی اسپر فائز ہوا، چنانچہ حارث جرہمی کہتا ہے[1]،

وکنا ولاۃ البیت من بعد نابت نطوف بذلک البیت والامر ظاہر،

بنو جرہم مین اس اعزاز کو دیکھکر سمیدع بن ہوبر عمالقی کو رشک ہوا، اور مضاض جرہمی سے آمادۂ جنگ ہوگیا، مگر شکست کھائی، اور جرہم مین کئی پشتون تک یہ منصب قائم رہا، مگر اُنھون نے اپنی حکومت کے زعم مین ظلم وستم اور فسق وفجور کا ایک ہنگامہ برپا کردیا، اور سب سے زیادہ نفرت انگیز اور قابلِ مذمت حرکت یہ کی، کہ حرمتِ کعبہ کا بھی خیال نہ رکھا، اور حجاج پر زیادتیان کرنے لگے، حرم کا چڑھاوا کھا جاتے، لوگونکو طرح طرح سے ستاتے، غرضکہ ہر طرح خلق اللہ کو پریشان کرنا شروع کردیا، آل اسمٰعیل ان کی نارواحرکتونکو دیکھتے تھے، مگر اول تو عزیزداری کے پاس سے کچھ نہین بولتے تھے، دوسرے حرم مین کشت وخون کو ناپسند کرتے تھے، کہ ان کے اخراج مین خونریزی کا ہونا یقینی تھا، آخرکار حرم کی توہین اور خلق اللہ کے مصائب کو دیکھکر بنو بکر اور غبشان نے سختی سے اسکا تدارک کیا، یہانتک کہ جنگ کی نوبت آئی، اور ایک خونریز جنگ کے بعد بنو جرہم کو یمن کیطرف بھگا کر حرم کو ہمیشہ کے لئے ان کی نجاستون سے پاک کردیا، شکست خوردہ تو تھے ہی، انھون نے چلتے چلتے حجر اسود اُکھاڑ کر اسکو حرم کے دیگر تبرکات کے ساتھ چاہ زمزم مین پھینک کر کوئین کو پاٹ دیا[2]،

اس تاریخ سے حرم کی تولیت اور مکہ کی سیادت پھر آل اسمٰعیل مین لوٹ آئی، اور چند پشتون کے بعد عدنان تک پہونچی، ابھی عدنان کا دور تھا، کہ بخت نصر کا ملک عرب پر زبردست حملہ ہوا،

---

[1] ابو الفداء جلد ا صفحہ ۱۰۵،

[2] سیرۃ ابن ہشام صفحہ ۶۴، ۶۵،

جس سے عربون کی قوتین ٹوٹ گیئن، سارا عرب ویران ہوگیا، اور تمام ملک مین خاک اڑنے لگی، عدنان اسی حملہ مین مارا گیا، مگر اسکے لڑکے معد کو ارمیا نبی نے بچالیا، جس سے آئندہ نسل پھیلی[1]،

دور دوم

پہلے دور مین حضرت اسمٰعیلؑ سے لیکر عدنان تک کے مختصر حالات لکھے گئے ہین، دوسرے دور مین عدنان سے فہر تک کیقدر تفصیل ہوگی، کیونکہ مہاجرین کا سلسلۂ نسب اسی تک منتہی ہوتا ہے، عدنان کا سلسلۂ نسب باتفاقِ نسابین حضرت اسمٰعیلؑ تک پہونچتا ہے، لیکن درمیانی پشتون کی تعداد اوران کے نامون مین اختلاف ہے، اس اختلاف کی وجہ تو یہ ہے، کہ وہ عبری سے عربی مین منتقل ہوئے ہین، اور جب ایک زبان کے نام دوسری زبان مین جاتے ہین، تو لامحالہ کچھ لب ولہجہ کے اختلاف اور کچھ حروف کے تغیرات سے ان کی اصل صورت باقی نہین رہتی، اسلئے یہ اختلاف قابلِ توجہ نہین ہی البتہ درمیانی کڑیون کی تعداد کا اختلاف ضرور قابلِ لحاظ ہے، بعض عدنان سے حضرت اسمٰعیلؑ تک صرف آٹھ دس پشتین بتاتے ہین، اور بعضون کے نزدیک ان کی تعداد چالیس تک پہونچ جاتی ہے، اور یہی آخری قول صحیح ہے، کیونکہ اگر صرف نو دس پشتین مانی جائین، تو عدنان اور حضرت اسمٰعیلؑ کے درمیان زمانہ بہت کم رہجاتا ہے، جو تاریخی مسلمات کے بالکل منافی ہے، چنانچہ علامہ سہیلی روضۃ الالف مین لکھتے ہین "کہ عادۃً محال ہی کہ عدنان اور حضرت اسمٰعیلؑ کے درمیان چار یا سات پشتین یا دس بیس پشتین ہون، کیونکہ ان دونون کے درمیان اس سے بہت زیادہ زمانہ ہے[2]"،

یہ تو قیاس عقلی ہے، اسکے علاوہ بہت سے علماء عرب مین ایسے تھے جنکو چالیسون پشتین برزبان یاد تھین، چنانچہ علامہ طبری لکھتے ہین" کہ مجھسے بعض عرب نسابون نے کہا کہ وہ بہت سے ایسے

[1] ابن خلدون جلد ۲ صفحہ ۲۳۹، ۲۹۹، [2] روض الالف ص۸ جلد ۱ مطبوعۂ مصر،

علماے عرب کو جانتے ہین جنکو معد بن عدنان سے حضرت اسمٰعیلؑ تک چالیس پشتین نام بنام حفظ تھین، اور وہ اسپر اشعارِ عرب سے استدلال کرتے تھے، اور ان نسابون نے، علمار کے محفوظ نامون کا اہل کتاب کے بتائے ہوئے نامون سے مقابلہ کیا تو تعداد بالکل صحیح نکلی، البتہ لہجہ و زبان کے تغیر سے نامون مین اختلاف ہو گیا تھا[1]،،

اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ عربون کے نزدیک چونکہ عدنان کا حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد سے ہونا یقینی تہا، اسلئے انہون نے صرف مشہور لوگون کے نام یاد رکھے، اور پورا سلسلہ محفوظ نہین رکھا، لیکن بہرحال تاریخی شہادت اور عقلی قیاس کا فیصلہ یہی ہے، کہ عدنان اور حضرت اسمٰعیلؑ کے درمیان چالیس پشتین تھین،

قبائلِ عدنان[2] | عدنان کی اولاد اس کثرت سے پہیلی کہ اسکا استقصار اس دیباچہ مین مشکل ہے اور ہمارے موضوعِ سخن کے لئے وہ زیادہ کارآمد بھی نہین ہے، اسلئے ہم ان کے مشہور قبائل، اور ان مین سے بھی خاصکر انہین کا تذکرہ کرینگے، جس سے ہماری کتاب کو کچھ تعلق ہوگا، اس سے قبائلِ عدنان کا اجمالی خاکہ ذہن مین آجائیگا، اور آیندہ جہان جہان قبائل یا اشخاص کے نام آئینگے، وہان اسکے سمجھنے مین دقت نہ ہوگی،

عدنان کے دو لڑکے تھے، عک اور معد، مگر آیندہ نسل صرف معد کے لڑکے نزار سے پھیلی، اس سے پانچ مشہور قبیلے نکلے، جنکو تاریخِ عرب مین بہت اہمیت حاصل ہوئی، انمار، ایاد، ربیعہ، قضاعہ اور مضر، انمین سے انمار اور ایاد بہت کم پھیلے، البتہ ربیعہ، قضاعہ اور مضر نے کثرتِ تعداد، دنیاوی اعزاز اور تاریخی اہمیت وغیرہ کے لحاظ سے بہت شہرت حاصل کی،

ربیعہ بن نزار کے متعدد اولادین ہوئین، جن سے بڑے بڑے قبائل نکلے، اور نہایت

---

[1] طبری صفحہ ۱۱۱۸، [2] قبائل کی تفصیل ابن خلدون جلد ۲ سے ماخوذ ہے،

دنیاوی اعزاز حاصل کیا، اور حکومتین قائم کین، ان کے مشہور قبائل و بطون یہ ہین، بنو جدیلہ، نہب بن افصے (خاندان حضرت صہیبؓ) بنو وائل، بکر بن وائل، بنو عجل، بنو عبد قیس، بنو تغلب وغیرہ، پھران سے بھی بہت سے بطون شاخ در شاخ ہو کر نکلے ہین،

قضاعہ کو عام مورخین اگرچہ قحطانی النسل خیال کرتے ہین، مگر از روے تحقیق وہ عدنانی ہین، بنو قضاعہ نے بھی دنیاوی حکومت اور قبائل کی کثرت کے اعتبار سے بہت شان و شوکت حاصل کی، حافی بن قضاعہ کے تین لڑکے تھے، عمرو، عمران، اور اسلم، انہین تینون سے تمام بطون و شعوب پھیلے،

بنو عمرو کے مشہور بطون عیدان، بلی (حضرت کعب بن عجرہ، خدیج بن سلامہ، سہل بن رافع، ابو بردہ رضوان اللہ علیہم کا خاندان) بہرا (حضرت مقداد بن اسودؓ کا خان)

بنو اسلم کے مشہور بطون ہذیم، جہینہ اور نہد ہین،

بنو عمران کے مشہور قبائل بنو سلیم، بنو ضجعم، بنو جرم، بنو اسد، بنو تمر، بنو کلب وغیرہ ہین، پھر ان مین بھی شاخ در شاخ ہو کر سینکڑون بطون نکلے،

مضر بن نزار بطون و قبائل کی وسعت اور تاریخی اہمیت مین قضاعہ اور ربیعہ سے زیادہ ممتاز ہے، مضر کے دو لڑکے تھے، الیاس اور قیس عیلان انہین دونون کی نسل سے تمام مضری قبائل کا سلسلہ پھیلا،

بطون خندف بن الیاس بن مضر الیاس کے تین لڑکے تھے، مدرکہ، طابخہ، قمعہ، یہ تینون قبیلۂ قضاعہ کی ایک عورت خندف قضاعیہ کے بطن سے تھے اسلئے یہ اسی کی طرف منسوب ہوئے، اور ان کے تمام بطون خندف کہلائے،

قمعہ کے مشہور قبائل بنو خزاعہ اور بنو افصے ہین، بنو خزاعہ سے بنو مصطلق، بنو کعب (حضرت عمران بن حصینؓ کا خاندان) بنو عدی (ام المومنین حضرت جویریہؓ کا خاندان) بنو جہینہ وغیرہ نکلے ہین،

اور بنو اقصے سے بنو مالک، اور بنو اسلم (حضرت سلمہ بن اکوعؓ کا خاندان) پیدا ہوئے، یہ قبائل مرظہران اور اسکے قرب وجوار مین آباد تھے،

طابخہ کے مشہور بطون وقبائل ضبہ، رباب، تمیم اور مزینہ (بجیر وکعب مداح رسول اکرمؐ ومعقل بن یسارؓ کا خاندان) ہین، چھوٹے بطون مین صوفہ اور محارب وغیرہ کا شمار ہے، پھر تمیم کی شاخین بنو حارث، بنو اسید (حضرت ہند بن زرارہ صحابیؓ اور حنظلہ بن ربیع کاتب نبوی کا خاندان) بنو مالک اور بنو سعد وغیرہ ہین، یہ سب عراق اور نجد مین آباد تھے،

مدرکہ کے مشہور قبائل ہذیل، قارہ، اسد، اور کنانہ ہین، پھر بنو اسد سے بنو کاہل، بنو غنم (ام المومنین حضرت زینبؓ اور عکاشہ بن محصن کا خاندان)، بنو ثعلبہ وغیرہ نکلے، یہ بھی اضلاع نجد مین آباد تھے، کنانہ سے بنو عبد مناۃ، بنو مالک اور بنو نضر تھے، بنو عبد مناۃ سے بنو بکر، بنو مرہ، بنو حارث، اور بنو عامر تھے، بنو بکر سے بنو لیث (ابو واقد اور قیس بن شداخ کا خاندان) بنو سعد (عبدہ بن سعد کا خاندان) بنو خزرع وغیرہ پیدا ہوئے،

بطون قیس عیلان | بنو خندف کیطرح بنو قیس سے بھی بطون وشعوب کا وسیع سلسلہ پھیلا، قیس عیلان کے تین لڑکے تھے، عمرو، کعب، اور خصفہ، ان تینون سے الگ سلسلے چلے،

بنو عمرو کے بطون بنو فہم، بنو عدوان وغیرہ ہین، ان دونون کی اولادین طائف اور نجد مین بستی تھین،

بنو سعد کے مشہور قبائل غنی، باہلہ، غطفان، مرہ، پھر غطفان کے بنو عبس، بنو ذبیان، بنو اشجع، (خاندان حضرت معقل بن سنانؓ) پھر بنو عبس سے بنو حارث (خاندان حضرت حذیفہ بن یمانؓ) اور ذبیان سے بنو ثعلبہ، بنو فزارہ، بنو مرہ (خاندان حضرت سمرہ بن جندبؓ)

بنو خصفہ بن قیس کے دو بڑے بطن بنو سلیم، اور بنو ہوازن مستقل صدہا بطون کا منبع تھے، بنو مازن

(خاندانِ عتبہ بن غزوان) بھی بنو خفصہ کا ایک بطن تھا، مگر اسکی مستقل ہستی نہ تھی، بلکہ سلیم اور ہوازن کے تحت مین تھا،

بنو سلیم کے بطون بنو ذکوان، بنو عبس (خاندان حضرت عباس بن مرداس رض)، بنو ثعلبہ، بنو بھز (خاندان حضرت حجاج بن علاط) بنو زغبہ، بنو عوف، بنو سلیم، ان مین سے کچھ نجد کے بالائی حصہ مین آباد تھے، کچھ خیبر کے اطراف مین، اسکے علاوہ افریقہ مین ان کی بڑی تعداد تھی،

بنو ہوازن کے مشہور قبائل بنو معاویہ، بنو منبہ، بنو سعد (آنحضرت صلعم کا رضاعی تعلق اس خاندان سے تھا)، پھر بنو منبہ سے بنو ثقیف، بنو ہیم، بنو سعد وغیرہ ہین، یہ سب کے سب طائف مین آباد تھے، اور بنو معاویہ سے بنو نصر، بنو جشم، بنو سلول، بنو مرہ، بنو عامر وغیرہ تھے، ان مین بھی شاخ در شاخ ہو کر صدہا بطون نکلے،

قبائل کی تقسیم مین بعض خانوادون کی کسی قدر تفصیل کر دی گئی ہے، اور بعض مین صرف مورث اعلیٰ کی طرف تمام شاخون کو منسوب کر دیا گیا ہے، اور شاخ در شاخ کی تفصیل نہین کی گئی ہے، اور نہ درمیانی واسطون کا ذکر کیا گیا ہے،

عدنان کی حکومتین، بنی عدنان نجد، حجاز، اور تہامہ مین آباد تھے، اور ابتداءً اسب بدویانہ زندگی بسر کرتے تھے، جہان شاداب مرغزار اور پانی کے چشمے ملتے، وہین خیمہ زن ہو جاتے، اونٹ اور بکریون کے گلے ان کا ذریعۂ معاش تھے، ایک عرصہ تک اسی حالت مین رہے، مگر عدنان کی چوتھی پشت کے بعد اسکی اولاد مین اس قدر کثرت ہوئی، کہ قدیم اقامت گاہین ان کے لئے کافی نہو سکین، چنانچہ عدنان کی پانچون شاخین اپنے اپنے مستقر سے نکلکر تمام اطراف مین پھیل گئین، ان مین سے ربیعہ، قضاعہ، اور مضر نے بڑا دنیاوی اعزاز حاصل کیا، متعدد بڑی بڑی حکومتین اور چھوٹی چھوٹی ریاستین قائم کین، جو صدیون تک بڑی شان و شوکت سے چلتی رہین، چنانچہ بنو قضاعہ کی حکومتین حجاز سے لیکر شام اور عراق تک پھیلی ہوئی

تھین[۱]، اوران کے حکمران قبائل مین تنوخ اور سلیم نے بڑا جاہ وجلال حاصل کیا، اور دونون یکے بعد دیگرے شام کے تختِ حکومت پر بیٹھے[۲]، شام کی سلطنت کے علاوہ تبوک اور دومۃ الجندل مین بھی ان کی ریاستین تھین[۳]، بنو قضاعہ کیطرح اگرچہ ربیعہ کی کوئی باقاعدہ سلطنت نہ تھی، تاہم ان کی سیادت اوران کا اقتدار تمام قبائل مین مسلم تھا، چنانچہ یہ اظہارِ سیادت اور تفوق کے لئے اپنا ایک شعار مخصوص کر لیتے تھے، جو تمام قبائل کے لئے واجب التسلیم ہوتا تھا، اور کوئی قبیلہ اسکی مخالفت کی جرأت نہین کر سکتا تھا، حتیٰ کہ اس کی ادنیٰ مخالفت بھی اعلانِ جنگ تصور کی جاتی تھی[۴]، آلِ مضر مین بکر و تغلب کی ریاستین حجاز مین تھین، اور بنو عامر کی حکومت عراق مین تھی[۵]، ان کے علاوہ نجد مین کندہ نے بڑی شاندار حکومت قائم کی، اگرچہ علماے انساب کندہ کو حمیر کی شاخ بتاتے ہین، مگر قیاسات و قرائن کی روسے نسباً وہ عدنانی ہین، اس کی بڑی دلیل یہ ہے، کہ مشہور شاعر امراء القیس کندہ کا آخری شہزادہ فصیح عدنانی زبان مین شاعری کرتا تھا، اور اسکے کلام مین حمیری زبان کی جھلک تک نہ تھی، اس لسانی استدلال کے علاوہ وہ خود عدنانی ہونے کا مدعی تھا، چنانچہ اپنے باپ کے مرثیہ مین کہتا ہے[۶]

وجرہم قد علموا اشمائلہ ۔۔۔ حمیر معدّ حسبا و نائلہ

دوسرے موقعہ پر اپنی مدح مین کہتا ہے،

وانا الذی عرفت معدّ فضلہ

اسکے برخلاف حمیر کا بھی متعدد اشعار مین ذکر کیا ہے، مگر کہین ہم نسبی کا دعویٰ نہین کیا،

عدنان کی تجارت، | اگرچہ قریش کے علاوہ تمام عدنانی بدویانہ زندگی بسر کرتے تھے، تاہم عام عربون

[۱] ابن خلدون جلد ۲ صفحہ ۲۴۹، [۲] ایضا، [۳] ایضاً،

[۴] ابن اثیر جلد ۱ صفحہ ۳۸۴، [۵] ابن خلدون جلد ۲ صفحہ ۳۰۰،

[۶] ارض القرآن، جلد ۲ صفحہ ۱۰۸

کی طرح ان کا مخصوص پیشہ تجارت تھا، مقامی خرید و فروخت کے علاوہ ملکوں ملکوں پھر کر بھی بیوپار کرتے تھے چنانچہ بخت نصر کے مشہور حملہ کے وقت جس مین عدنان کام آیا، عدنانی کاروانِ تجارت اس کے حدودِ سلطنت مین موجود تھے، اور بخت نصر نے پہلے انہین کو گرفتار کرایا تھا[1]

آل عدنان کا مذہب دنیا کے سب سے بڑے موحد خلیل بت شکن نے دنیا کے سامنے ایک ایسا دین حنیف پیش کیا تھا، جو شرک و بدعات کی آمیزش سے یکسر پاک تہا، اور خانہ کعبہ کی بنیاد توحید خالص پر رکھی تھی، تاکہ آستانون پر جھکنے والی گردنین صرف ایک خداے قدوس کی عتبۂ توحید پر ناصیہ سائی کرین،

وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَنْ لَا تُشْرِكْ بِي شَيْئًا وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ، وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَى كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ،

(حج ۴)

اور جب ہم نے خانہ کعبہ کے مقام مین ابراہیم کو ٹہکانا دیا، تو کہا کہ میرا شریک نہ ٹہرانا، اور میرے اس گھر کو طواف کرنیوالون، نماز مین کھڑے ہونیوالون، رکوع کرنیوالون، اور سجدہ کرنیوالون کے لئے پاک صاف کرنا، اور لوگون مین حج کا اعلان کردے، وہ تیرے پاس پیادہ اور سفر سے دبلی ہوجانیوالی سواریون پر دور دراز راستہ سے آئین گے،

مگر چند ہی پشتون کے بعد دینِ ابراہیم کے شفاف آئینہ مین شرک و بدعات کا زنگ لگ گیا، اور اس نسل مین عمرو بن لحی ایک شخص پیدا ہوا جس نے مکہ مین بت پرستی رائج کی، اور خانہ کعبہ مین متعدد بت لاکر نصب کئے[2]، چونکہ خانہ کعبہ تمام عرب کا مذہبی مرکز تھا، اور تمام اکناف عرب کے لوگ یہان موسم حج مین جمع ہوتے تھے، اور عمرو بن لحی نے بت بھی اسی قلبِ توحید مین نصب کئے تھے، اس لئے بہت جلد آل عدنان نے بت پرستی قبول کرلی، اور چند ہی دنون مین یہ وبا تمام عرب مین پھیل گئی، اسکی

[1] ابن خلدون جلد ۲ صفحہ ۲۳۷، [2] سیرۃ ابن ہشام جلد ۱ صفحہ ۴۷،

تفصیل آیندہ قریش کے حالات مین آئے گی، بت پرستی کے علاوہ عدنانیون مین یہودیت نصرانیت اور مجوسیت کا اثر بھی جابجا موجود تھا، چنانچہ قضاعہ اور ربیعہ مین نصرانیت کا اثر غالب تھا، بنی کنانہ مین یہودیت کے اثرات موجود تھے، تمیم مین مجوسیت کی جھلک پائی جاتی تھی، تمیم اور کنانہ دونون مین کچھ لوگ ستارہ پرستی کی طرف مائل تھے،[1] کچھ لوگ عقلی بلند پروازی کی آخری حد الحاد تک پرواز کر چکے تھے، انہین کے متعلق قرآن مین آیا ہے،

وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا	اور یہ لوگ کہتے ہین، کہ جو کچھ ہے، بس یہی ہماری دنیا دی
نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ	زندگی ہے، اور ہم مرتے ہین اور جیتے ہین، اور ہم کو صرف
(جاثیہ ع ۳)	زمانہ ہی مارتا ہے،

اگرچہ ان تمام مذکورہ مذاہب کا اثر آلِ عدنان مین غالب تھا، مگر خال خال، ان کا عام مذہب بگڑا ہوا ابراہیمی تھا،[2]

ایام عدنان آل عدنان مین صدہا خونریز جنگین ہوئین، اور ادنی ادنی سی باتون پر صدیون تک لڑائی کا سلسلہ جاری رہا، اگر اسلام نے آکر ان مین اخوۃ اور مواساۃ کی بنیاد نہ رکھی ہوتی، تو عجب نہین کہ یہ قوم صفحۂ ہستی سے نابود ہو جاتی، یہ لڑائیان ایام عرب کے نام سے مشہور ہین، اور دو قسم کی ہین، ایک وہ لڑائیان ہین، جو آل عدنان اور دوسری نسل سے ہوئین، اور دوسری خود عدنانیون کی خانہ جنگیان ہین،

آل عدنان کی لڑائیان دوسری نسل والون کیساتھ عدنانیون مین خانہ جنگیون کے علاوہ دوسری متعدد جنگین بھی ہوئین، جن مین، یوم بیضاء، یوم خزار، یوم صفقہ، یا یوم مشقر، یوم کلاب ثانی، یوم ذی قار، زیادہ

---

[1] طبقات الامم اندلسی صفحہ ۴۳

[2] یعقوبی ج ۱ ص ۲۹۴

مشہور ہین، یوم بیضا بنو مذحج یمنی اور بنو معد عدنانی کے درمیان ہوئی تھی، جس مین یمن والون نے بہت سخت ہزیمت اٹھائی تھی، جنگ خزار بھی بنو معد عدنانی اور یمنیون کے درمیان ہوئی، اس مین بھی عدنانی غالب رہے جنگ صفقہ یا مشقر فارس اور تمیم عدنانی مین ہوئی، اس مین اہل فارس نے تمیم کے بہت آدمی دہوکے سے قتل کرا ڈالے، جنگ کلاب ثانی بنو مذحج اور تمیم کے درمیان ہوئی، اسمین تمیم غالب رہے، یوم ذی قار عرب اور عجم کی عظیم الشان جنگ تھی، اس مین عجمیون نے بہت بُری طرح شکست کھائی، اسی جنگ کے متعلق عربون مین یہ مثل مشہور ہے کہ ھذا اول یوم انتصرت العرب علی العجم یعنی پہلا دن تھا جسمین عرب عجم پر غالب ہوئے[1]،

عدنانیون کی خانہ جنگیان | عدنانی قبائل مین بے شمار خانہ جنگیان ہوئین جن کا استقصا مشکل اور بے سود بھی ہے، اس لئے ہم صرف چند مشہور مشہور لڑائیون کے مختصر تذکرہ پر اکتفا کرتے ہین،

ایام بکر و تغلب | ایام عرب مین بکر و تغلب کی لڑائیان بہت شہرت رکھتی ہین، اس کی ابتدا ایک معمولی واقعہ سے ہوئی، اور چالیس سال تک اسکا سلسلہ برابر قائم رہا، یہ لڑائیان حرب بسوس کے نام سے بھی مشہور ہین، اسمین پانچ لڑائیان بہت زیادہ شہرت رکھتی ہین، یوم عنیزہ، یوم واردات، یوم حنو، یوم قصیبات، یوم قضہ پہلی مین طرفین برابر رہے، دوسری مین تغلب پر بنو بکر غالب رہے، تیسری مین بکر تغلب پر فتحیاب ہوئے، چوتھی مین بکر نے بڑی زبردست ہزیمت اٹھائی، اس کے علاوہ جنگ نقیع، جنگ فصیل متعدد چھوٹی چھوٹی لڑائیان ہوئین[2]،

ایام عبس و ذبیان | عبس و ذبیان کی لڑائیان داحس و غبرا کے نام سے مشہور ہین، داحس اور غبرا، دو گھوڑے تھے، انہین کا مقابلہ بنائے فساد ہوا، اور اس سلسلہ مین متعدد لڑائیان ہوئین، جن مین یوم عراعر، یوم ہباءة

[1] ابن اثیر ایام عرب، [2] ابن اثیر صفحہ ۳۰۸ تا ۳۹۷،

یوم تبوار، یوم جراجر، یوم عزق، وغیرہ زیادہ مشہور ہیں[1]،

ایام ربیعہ ومضر بنو تمیم مضری اور بنو بکر ربعی مین بہت لڑائیان ہوئین، مشہور لڑائیون کے نام یہ ہین، یوم نباج، یوم وثیل، یوم ذی طلوح، یوم جدود، یوم آیاد، یوم عبیط، یوم شقیقہ، ان لڑائیون مین بنو بکر بنو تمیم پر غالب رہے، یوم فلج، یوم وقیط، یوم زوبرین، یوم نعف قشاوہ، یوم مبائض، یوم شیطین ان مین بنو بکر نے شکست کھائی، اور بنو تمیم فتحیاب ہوئے، ان لڑائیون کے علاوہ متعدد چھوٹی چھوٹی لڑائیان یوم ذی قار، یوم ساہوق، یوم اہباد، یوم نقیعہ وغیرہ ہوئین[2]،

ایام بنو عامر بنو عامر قیس عیلان کی شاخ ہوازن کا بہت مشہور قبیلہ تھا، اور قبائل عرب مین ممتاز درجہ رکھتا تھا، مضری قبائل سے اس کی متعدد لڑائیان ہوئین، جنمین مشہور لڑائیون کے نام یہ ہین، یوم شعب جبلہ یوم ذی نجب، یوم نسار، یوم جفار، یوم مروت، یوم رقم، یوم شعب جبلہ اور ذی نجب، بنو عامر اور بنو تمیم مین ہوئی، پہلی مین عامر غالب رہے، دوسری مین تمیم[3]، یوم نسار اور جفار کا معرکہ بھی انہین دونون مین ہوا، اسمین بنو عامر اگرچہ ثابت قدم رہے، تاہم ان کا بہت نقصان ہوا[4]، یوم مروت معمولی جھڑپ تھی، جنگ رقم بنو عامر اور غطفان مین ہوئی، اور غطفان غالب رہے[5]،

دیگر ایام مشہورہ یوم اباغ منذر بن ماء السماء التغلبی اور حارث غسانی کے درمیان ہوئی[6]، یوم کلاب اول ایام عرب مین بہت مشہور ہے، یہ باہم حارث کندی کی اولاد مین ہوئی، جس مین معد کے بھی متعدد قبائل شریک تھے[7]، یوم رحرحان، اس جنگ مین بنو تمیم، بنو عامر، بنو عبس اور بنو ہوازن وغیرہ سب شریک تھے[8]، یوم اوارۃ الاول بنو منذر بن امرء القیس اور بنو بکر بن وائل مین ہوئی[9]،

---

[1] تفصیل کے لئے دیکھو ابن اثیر صفحہ ۴۰۲ تا ۴۴۳، [2] ایام عرب ابن اثیر جلد ۱، [3] ابن اثیر جلد ۱ صفحہ ۴۳۵، [4] ایضاً صفحہ ۴۶۳ [5] ایضاً صفحہ ۴۰۲، [6] ایضاً صفحہ ۳۹۰ [7] ایضاً صفحہ ۳۰۲، [8] ایضاً صفحہ ۴۰۹، [9] ایضاً صفحہ ۴۰۸،

دورِ سوم

قریش

مہاجرین کی اصل تاریخ فہر (قریش) سے شروع ہوتی ہے، کیونکہ ان کی بڑی تعداد اسی کی نسل سے تھی، اس خاندان کا بانی فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ ہے، "قریش" فہر کے مورث اعلیٰ نضر کا خطاب تھا، مگر چونکہ اس کی نسل میں صرف فہر ہی سے سلسلہ پھیلا، اس لئے یہ خطاب بھی فہر کیطرف منتقل ہوگیا، اور بنو فہر سب کے سب قریش کہلانے لگے، بنو نضر تجارت پیشہ تھے، اور "تقرش" تجارت کے معنون میں آتا ہے، اسلئے بنو نضر کا خطاب قریش پڑ گیا، اس کے علاوہ قریش ایک بڑی قسم کی مچھلی ہے، جو تمام دریائی جانوروں کو کھا جاتی ہے، لہذا قوت وغلبہ کے اظہار کے لئے اپنے کو قریش کہنے لگے[1]:

قبائل قریش اور انکے مشاہیر[2] قریش کے عام حالات معلوم کرنے کے قبل ان کے قبائل کی تقسیم سمجھ لینی چاہئے، قریش ایک خاندان کا نام نہین ہے، بلکہ چھوٹے بڑے دس خانوادون پر مشتمل ہے، جو سب کے سب فہر کی نسل سے نکلے، فہر کے تین لڑکے تھے، محارب، حارث، غالب، محارب اور حارث کی نسل زیادہ نہ پھیلی، تاہم بعض اکابر صحابہؓ اور نامورانِ اسلام اس سے تعلق رکھتے تھے، چنانچہ ضحاک بن قیس، ضرار بن خطاب، کرز بن جابر وغیرہ بنو محارب سے تھے،

عشرہ مبشرہ میں ابو عبیدہ بن جراحؓ، ان کے علاوہ عقبہ بن نافع، فاتحِ افریقیہ بانیِ شہر قیروان اور عبد الملک بن قطبی والی اندلس وغیرہ بنو حارث سے تھے.

[1] ابن خلدون جلد ۲ صفحہ ۳۲۲، وروض الانف جلد ۱ صفحہ ۷۱، [2] قبائل قریش کی تقسیم، ابن خلدون جلد ۲، از صفحہ ۳۲۴، تا ۳۴۱ ماخوذ ہے،

البتہ غالب کی اولاد بہت پھلی پھولی، قریش کے دسوں خانوادے انکی نسل سے تھے،

بنوہاشم، بنوامیہ، بنونوفل، بنوعبددار، بنواسد، بنوتیم، بنومخزوم، بنوعدی، بنوجمح، بنوسلیم،

مشاہیر قریش، **بنوامیہ** خاندانِ سلاطین بنوامیہ دمشق واندلس، ابوسفیان رض، امیر معاویہ رض، حضرت عثمان رض ام المومنین ام حبیبہ رض،

بنوعدی = خاندان حضرت عمر بن خطاب رض، سعید بن زید رض، جو عشرہ مبشرہ رض میں سے ایک تھے،

بنوتیم = خاندان حضرت ابوبکر صدیق رض، حضرت طلحہ رض، عمر بن عبداللہ، عبداللہ بن جدعان وغیرہم،

بنی عبددار، حضرت عثمان بن طلحہ رض، مصعب بن عمیر رض،

بنی اسد = زبیر بن عوام رض، ورقہ بن نوفل، ام المومنین حضرت خدیجہ رض وغیرہ،

بنومخزوم = خالد بن ولید رض، عیاش بن ربیعہ، ابوجہل، ابوسلمہ، ام المومنین ام سلمہ رض،

بنوجمح = صفوان بن امیہ، ابومحذورہ، موذن نبی صلعم، عثمان بن مظعون رض،

بنوسہم = عمرو بن العاص رض فاتحِ مصر،

بنوہاشم = خاندانِ رسالت، عباس رض، حمزہ رض، مطلب، حضرت علی رض وغیرہ،

قریش کے ان چند مشہور خانوادوں کے علاوہ کچھ اور چھوٹے گھرانے تھے، جن کو انہیں کی شاخ سمجھنا چاہیئے؛

بنوزہرہ = خاندان حضرت آمنہ، وعبدالرحمٰن بن عوف رض، وسعد بن وقاص رض،

بنوعبدالعزیٰ = خاندان ابوالعاص داماد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم،

بنوحبیب = خاندان عبداللہ بن عامر والیِ عراق،

بنوامیہ اصغر،

قریش کے مذکورہ خانوادے طرز زندگی کے اعتبار سے دو قسم کے تھے، قریش الظواہر اور اور قریش البطائح، قریش ظواہر، قریش کے وہ قبائل کہلاتے تھے، جو عام بدویون کی طرح خانہ بدوش زندگی بسر کرتے تھے،

قریش البطائح وہ کہلاتے تھے جو مکہ مین آباد تھے، اور متمدن زندگی بسر کرتے تھے، تفصیل یہ ہے،

بطائح	ظواہر
بنو محارب	بنو قصی بن کلاب
بنو تیم الادرم	بنو کعب بن لوی
بنو خزیمہ بن لوی	
بنو سعد	
بنو حارث	

ایامِ قریش

عام عربون کیطرح قریش بھی سخت جنگجو تھے، بات بات پر تلوارین نکل آتی تھین، ادنیٰ ادنیٰ باتون پر قتل و غارت کا ہنگامہ برپا ہو جاتا تھا، ان کی مشہور لڑائیون مین سے بعض یہ ہین،

یوم فجار اول یہ لڑائی قریش کنانہ اور قیس عیلان کے درمیان ہوئی، اس کی ابتدا اسطرح ہوئی کہ ایک کنانی بنو نصر (قیس عیلان) کے قبیلہ کے ایک شخص کا قرضدار تھا، مگر تنگدستی کی وجہ سے اسکو ادا نہ کر سکتا تھا، نصری قرضخواہ ایک بندر کو بازار عکاظ مین لیکر آیا، اور کنانی کو ذلیل کرنیکے خیال سے کہا، کہ

اس بندر کو کنانی قرضدار کی رقم کے مساوی قیمت پر کون خریدتا ہے، اتفاق سے ایک کنانی ادہر سے گذر رہا تہا، اُس نے سن لیا، اور غصہ مین بندر پر ایسی تلوار لگائی، کہ وہین ٹھنڈا ہوکر رہگیا، نضری شخص نے بنو قیس سے فریاد کی، اور کنانی نے اپنے قبیلہ سے مدد مانگی، طرفین کے آدمی جمع ہوئے، مگر جنگ کی نوبت نہین آئی، اور آپس مین صلح ہوگئی، یہ واقعہ متعدد صورتون سے بیان کیا جاتا ہے، مگر نتیجہ سب کا صلح ہے[1]،

یوم فجار ثانی | حرب فجار عرب کی سب سے بڑی اور مشہور جنگ ہے، جو عام فیل کے بیس سال بعد ہوئی، اسکا واقعہ یہ ہے، کہ براض قبیلہ کنانہ کا ایک شخص تھا، اسکے قبیلہ والون نے اسکو نکال دیا، یہ اپنے قبیلہ سے نکلکر نعمان بن منذر کے یہان آیا، نعمان بن منذر تجارت پیشہ تھا، اور ہر سال کچھ نہ کچھ مال بازار عکاظ وغیرہ مین بغرض فروخت بھیجا کرتا تھا، عکاظ کے میلہ کا زمانہ آیا، تو براض نعمان کے یہان موجود تھا، اتفاق سے عروہ رحال بھی وہین موجود تھا، یہ شخص سلاطین اور امراء کے دربارون مین بہت آیا جایا کرتا تھا، نعمان نے کہا مین کچھ سامان عکاظ بھیجنا چاہتا ہون، تم مین سے کون شخص ذمہ داری لیتا ہے، عروہ اور براض دونون نے اس خدمت کے لئے اپنے کو پیش کیا، اور اس مسابقت مین سخت کلامی کی نوبت آگئی، مگر چونکہ عروہ زیادہ تجربہ کار تھا، اسلئے نعمان نے یہ خدمت اسی کے سپرد کی، جب عروہ مال لیکر نکلا، تو براض بھی بدلہ لینے کے لئے اسکے پیچھے ہولیا، اور موقعہ پاکر اسکو قتل کرکے سامان پر قبضہ کرلیا، جب عروہ کے قتل کی خبر مشتہر ہوئی، تو قبیلہ قیس کے کچھ لوگ براض سے بدلہ لینے کو نکلے، مگر براض نے ان کو بھی دھوکے سے قتل کردیا، اور مکہ کی طرف روانہ ہوگیا، اور امیہ بن حرب سے کہلا دیا کہ مین نے عروہ کو قتل کیا ہے، تو بنو قیس اس کا بدلہ ضرور لین گے اسلئے پہلے سے تیار رہنا چاہیئے، امیہ کو یہ پیام عکاظ مین ملا، اس نے تمام رؤسائے قریش کو خبر کردی، اور پھر باہمی مشورہ سے عامر بن مالک سردار بنو قیس کے پاس ایک وفد مصالحت بھیجا،

[1] ابن اثیر ج ۱ ص ۴۳۹،

ابھی طرفین میں صلح کی گفت شنید ہو رہی تھی، کہ قریش کے کچھ لوگون کو یہ غلط خبر ملی، کہ قریش اور بنو قیس میں جنگ ہوا چاہتی ہے، قریش یہ سنکر مکہ کی طرف روانہ ہوئے، عامر بن مالک کو جب قریش کی روانگی کی خبر ہوئی تو سمجھا کہ قریش نے دہوکا دیا، اسلئے ایک جمعیت لیکر قریش کا تعاقب کیا، مکہ کے قریب مقابلہ ہوا، قریش کے پانون اکھڑنے ہی کو تھے، کہ بڑہکر حرم میں داخل ہو گئے، اور بنو قیس واپس ہو گئے، مگر یہ کہتے گئے کہ آیندہ سال عکاظ میں ہمارا تمہارا مقابلہ ہوگا، چنانچہ سال بھر میں دونون نے پوری تیاری کی اور حسب وعدہ عکاظ میں سخت مقابلہ ہوا، ابتداءً قریش پسپا ہو رہے تھے، لیکن ان کے عزم و ثبات نے جنگ کا رُخ بدلدیا، اور بنو قیس نے سخت ہزیمت اٹھائی، آخر میں اس شرط پر صلح ہوگئی، کہ طرفین کے مقتولین شمار کئے جائیں جس کے زیادہ ہون، بقدر زیادتی دوسرا اسکی دیت ادا کرے، اس جنگ میں آنحضرت صلعم بھی شریک تھے، اور آپ کا سن مبارک ۲۰ سال کا تھا،[1]

واقعۂ فیل | اصحاب فیل کا واقعہ آنحضرت صلعم کی پیدایش کے چالیس سال قبل ہوا، اس موقعہ پر بھی بڑی ہولناک جنگ ہوتے ہوتے رہگئی، اسکا واقعہ یہ ہے کہ یمن کے عیسائی حبشی بادشاہ ابرہہ اشرم نے یمن میں ایک عظیم الشان کنیسہ تیار کرایا، اور نجاشی اور قیصر روم کو لکھا، کہ میں نے ایک بےمثل کنیسہ تعمیر کرایا ہے، اور میں چاہتا ہون کہ خانہ کعبہ کے حجاج کو اسطرف پھیر لون، عربون نے سنا تو بہت برافروختہ ہوئے اور اسی حالت غضب میں ایک کنانی نے کنیسہ میں نجاست ڈالدی، ابرہہ کو اس حرکت کی خبر ہوئی، تو اسکے بدلہ میں خانہ کعبہ کو منہدم کرنے کے لئے چلا، مکہ کے پاس پہونچکر لوٹ مار شروع کردی، قریش اور کنانہ کو معلوم ہوا تو مقابلہ کا ارادہ کیا، مگر پھر مشورہ سے طے ہوا کہ، چند قریش ابرہہ کی ٹڈی دل فوج کا مقابلہ نہیں کرسکتے، اسلئے خاموش ہو رہے، مکہ کے سردار اسوقت عبد المطلب تھے، اسلئے ابرہہ نے ان کے پاس کہلا بھیجا کہ ہم صرف خانہ کعبہ کو ڈھانے کے ارادہ سے آئے ہیں، اگر تم اس میں کسی قسم

---

[1] ابن اثیر، جلد ۱، ۴۴۴، ۴۴۴، [2] سیرۃ ابن ہشام صفحہ ۳۰، ۳۵،

کا تعرض نہ کرو، تو خواہ مخواہ ہمکو تم سے لڑنے کی ضرورت نہین ہی، عبد المطلب خود گئے اور جاکر کہا، کہ ہم مین اتنی طاقت نہین ہے، کہ تمہارا مقابلہ کرسکین، خدا خود اپنے گھر کا محافظ ہے، اگر اسکو اپنی حرمت کا پاس ہوگا، تو خود ہی بچالیگا، چنانچہ اس گفتگو کے بعد عبد المطلب واپس آئے، اور قریش کو محفوظ مقامات مین بھیجدیا، اور خود مع چند قریش کے خانہ کعبہ کی زنجیر پکڑ کر نہایت رقت انگیز دعائین مانگین، اور چلے گئے جب ابرہہ نے حملہ کیا، تو خدا نے اپنے گھر کو اس کے شر سے بچالیا[1]، اور اس کی فوج پر آفت آئی، سپاہیون مین چیچک کی بیماری پھیلی، اور اللہ تعالیٰ نے ان پر پرندون کا جھنڈ بھیجا،

ایک جنگ قریش، کنانہ، خزاعہ اور قضاعہ مین تولیت حرم کے بارہ مین دو لڑائیان ہوئین تفصیل یہ ہے کہ قصی جب مکہ مین آیا، تو حرم کے متولی بنو صوفہ تھے، قصی چند کنانی اور قضاعی اشخاص کیساتھ عقبہ گیا اور بنو صوفہ سے کہا، کہ تولیت حرم کے ہم تم سے زیادہ حقدار ہین، مگر انھون نے انکار کردیا، جسپر طرفین مین جنگ ہوئی، اور بنو صوفہ نے شکست کھائی، بنو خزاعہ نے جب یہ دیکھا، تو انکو یقین ہوگیا، کہ قصی عنقریب صوفہ کیطرح انکے اختیارات بھی سلب کرکے انکو حرم سے الگ کردیگا، اسلئے بنو بکر کو لیکر قصی سے علیحدہ ہوگئے، اور چاہا کہ لڑکر قصی کو الگ کردین، قریش کے معاون قضاعہ اور کنانہ تھے، غرضکہ دونون مین سخت جنگ ہوئی، فریقین کے ہزارون آدمی کام آئے جب دونون خوب لڑکر تھک گئے، تو یعمر بن عوف کنانی کو حکم بنایا، اسنے فیصلہ کیا کہ متولی قصی کو تسلیم کیا جائے وہ اپنے مقتولین کا معاوضہ نہ لے، اور بنو بکر و خزاعہ کے مقتولین کی دیت ادا کرے، اسپر طرفین راضی ہوگئے[2]

یوم ذات نکیف چونکہ قصی بنو بکر کو خانہ کعبہ کی تولیت سے بیدخل کرکے خود متولی ہوگیا تھا، اسلئے قبیلۂ بنو بکر مین قریش کے خلاف ہمیشہ رشک و رقابت کی آگ سلگتی رہی، مگر کوئی موقعہ نہ ملا، آخر کار عبد المطلب کے زمانہ مین دفعتہ یہ آگ بھڑک گئی، چنانچہ انہون نے ارادہ کرلیا کہ کسی نہ کسی طرح لڑ بھڑ کر قریش کو حرم سے نکالدین، اور جنگ کی تیاریان شروع کردین، ادہر قریش بھی مقابلہ کے لئے آمادہ ہوگئے، عبد المطلب نے بنو ہون، بنو حارث، اور بنو مصطلق کو جمع کرلیا، اور ذات نکیف مین دونون کا مقابلہ ہوا، بنو بکر بری طرح مغلوب ہوئے، اور ان کے بہت سے آدمی مارے گئے

[1] سیرۃ ابن ہشام صفحہ ۳۰ تا ۳۵، [2] طبری صفحہ ۱۰۹۶ تا ۱۱۰۰، [3] ابن اثیر جلد ۱ صفحہ ۳۳۸

خانہ کعبہ کی مرمت | خانہ کعبہ کی مرمت کے موقعہ پر بھی ایک خونریز جنگ ہوتے ہوتے رہ گئی، اسکا واقعہ یہ ہے کہ خانہ کعبہ کی عمارت امتدادِ زمانہ سے بہت کمزور ہوگئی تھی، دیوارین پست تھین، چھت گرگئی تھی، اس لئے قریش نے اسکو منہدم کرکے ازسرنو تعمیر کرنیکا ارادہ کیا، اور اسقدر اہتمام کیا تھا کہ ناجائز مال سے ایک حبہ بھی نہین لگایا، جب دیوارین اس قدر بلند ہوگئین، کہ حجر اسود نصب کیا جائے تو قبائلِ قریش مین سخت اختلاف ہوا، کہ اسکا شرف کسکو حاصل ہو، یہ اختلاف اس حد تک بڑھ گیا، کہ بنو عبدالدار اور بنو عدی نے موت کا حلف لے لیا، چار دن اسی کشمکش مین گذرے، آخر مین یہ طے پایا، کہ صبح سویرے جو شخص سب سے پہلے مسجد مین داخل ہو، وہ حکم مانا جائے، حسن اتفاق سے دوسرے دن سب سے پہلے آنحضرت صلعم داخل ہوئے، سب نے باتفاق آپ کو حکم مان لیا، ابھی تک آنحضرت صلعم اس سے بے خبر تھے، آپکو اطلاع دی گئی، تو آپ نے رفع شر کی بہترین صورت نکالی، کہ ایک چادر پھیلا کر حجر اسود کو اسمین رکھ دیا، اور فرمایا، کہ ہر قبیلہ کا ایک ایک شخص چادر کا ایک ایک کونہ پکڑ کر اٹھائے، غرضکہ اس عاقلانہ تدبیر سے یہ فتنۂ عظیم رک گیا[1]،

قریش کی سیاسی خودمختاری

مکہ چونکہ حجاز مین تھا، اسلئے وہ عرب کے دوسرے صوبون کی بہ نسبت زیادہ سیاسی اہمیت رکھتا تھا، اور اسی اہمیت کی وجہ سے قدرۃً آس پاس کے حکمرانون کی نظرین اس طرف اٹھتی تھین، چنانچہ عجمی سلطنتون مین روم اور ایران نے اور عربون مین حمیری اور حبشی حکومتون نے بارہا حجاز کو لینا چاہا، مگر ہمیشہ ناکام رہین، یہانتک کہ بعض محققین نے مکہ کی وجہ تسمیہ یہ بتائی ہے، کہ بکہ تبک سے مشتق ہے، جسکے معنی ہین نخوت اور غرور توڑنا، اور سرکشون کی گردن جھکانا، چونکہ مکہ کی تسخیر مین

[1] سیرۃ ابن ہشام

مین بڑے بڑے جبابرہ کی گردنین جھک جاتی تھین اسلئے اسکو بکہ کہنے لگے[1]، بہرحال مکہ اغیار کی دست بردسے ہمیشہ بچتا رہا، حتی کہ وہان خود عربون کی حکومت بھی نہ قائم ہوئی، اسی آزادی کا یہ نتیجہ تھا، کہ مکہ کے آس پاس بسنے والے قبائل مین کوئی باقاعدہ نظامِ حکومت قائم نہ تہا، بلکہ عام غیر متمدن اقوام کیطرح ایک سردار کی ماتحتی مین زندگی بسر کرتے تھے، خاص مکہ مین جہان بہت کچھ تمدن موجود تھا، کوئی نظام اجتماعی نہ تھا، البتہ ان کا ایک مشترک مرکز خانہ کعبہ تھا، جسکے گرد قبائل جمع ہوسکتے تھے، چنانچہ آیندہ چلکران منتشر قبائل نے جو کچھ بھی حکومت کی شکل اختیار کی، اسکا دارومدار اسی خانہ کعبہ پر تہا، قبائل کے آزاد پسند طبائع اگرچہ کسی کے تابعِ فرمان ہونا عار سمجھتے تھے، تاہم متولیِ کعبہ کا وقار ان کی نگاہون مین بحیثیت مذہبی پیشوا کے ضرور تھا،

قصی کا ظہور اور قریش کا اجتماع وحشت اور تمدن کی بھی طبعی عمر ہوتی ہے، جسکو ختم کرکے تمدن تباہ ہوتا ہے اور وحشت تمدن کی شکل اختیار کرتی ہے، چنانچہ قریش کی بداوت کا دور بھی ختم ہوا، اور تمدن کی بنیاد پڑی، اگرچہ شہر مکہ کے قریش ضرور کچھ نہ کچھ متمدن تھے لیکن عام طور پر ان مین بدویت ہی کا دور تھا، لیکن فہر کی پانچوین پشت مین کلاب بن مرہ کی پشت سے قصی نامی ایک مدبر پیدا ہوا، جس نے قریش کی کایا پلٹ دی، قصی ابھی بچہ ہی تھا، کہ باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا، مان نے قبیلہ بنی عذرہ مین دوسری شادی کرلی، قصی کی بھی نشو ونما وہین ہوئی، جوان ہوا، تو غیور طبیعت نے اجنبیون مین رہنا گوارا نہ کیا، مان کی زبانی اپنی خاندانی وجاہت وعظمت کا حال معلوم کرکے، فوراً مکہ کا رخ کیا، دادھیال والون نے ہاتھون ہاتھ لیا، اسوقت حرم کی ولایت حلیل بن حبشیہ خزاعی کے ہاتھ مین تھی، قصی نے حلیل کی لڑکی سے شادی کرلی، جب حلیل مرگیا، تو قصی کو خیال ہوا کہ قریش کے ہوتے بنو خزاعہ کو ولایتِ حرم کا کیا حق ہے، چنانچہ اس نے قریش وکنانہ کو آمادہ کرکے بنو خزاعہ کو لڑکر

[1] معجم البلدان صفحہ ۱۳۴ جلد ۸،

حرم سے نکالدیا، چونکہ قصی سے زیادہ خدمتِ حرم کا اہل و مستحق کوئی دوسرا نہ تھا، اسلئے یہ معز زعہدہ اسی کے سپرد ہوا، اس سے فراغت کے بعد قصی نے دیکھا، کہ قریش کے تمام قبائل منتشر ہین، کوئی پہاڑون پر بساہے، کوئی خانہ بدوش ہی، نہ ان مین کوئی نظام ہے، اور نہ اصول، جس سے ان کی قوت بالکل ٹوٹی ہوئی ہے، چنانچہ اس نے سب کو پہاڑون اور صحراؤن سے اکٹھا کرکے ایک جگہ آباد کیا، اسی لئے اسکو مجمع بھی کہتے ہین، اب اس اجتماعی زندگی کے لئے ایک ایسی طاقت کی ضرورت تھی، جو اُسکو منتظم صورت مین قائم رکھ سکے، اسلئے قصی نے ایک چھوٹی سی جمہوری حکومت قائم کی، جو باہمی مشورہ سے چلتی تھی، اس دن سے قریش کی تاریخ کا نیا دور شروع ہوا، اور یہ پہلا دن تھا، جبکہ قریش کو حجاز مین سیاسی اہمیت حاصل ہوئی، تمام مورخین کا اتفاق ہی، کہ قصی پہلا شخص ہی جسکی اطاعت تمام قبائلِ قریش نے قبول کی، اور وہ خود اس سرزمین کا بادشاہ ہوا[1]،

قریش کا تمدّن

حکومت کی بنیاد ڈالنے کے بعد سب سے پہلا اور اہم کام یہ تھا، کہ فوجی اور عدالتی نظام کو علٰحدہ علٰحدہ منتظم صورت مین قائم کیا جائے، چنانچہ فوجی، عدالتی، اور مذہبی نظام علٰحدہ علٰحدہ قائم کئے گئے، اور جمہوریت کے اصول کو ہر شعبۂ حکومت مین ملحوظ رکھا گیا، چنانچہ تمام شعبون مین ہر قبیلہ کے اشخاص لئے گئے، ان مین بعض بعض عہدے بہت قدیم تھے، لیکن قصی نے قدیم صیغون کو ترقی دیکر بہت سے نئے عہدے بھی اضافہ کئے، ان صیغون اور عہدون کی تقسیم حسب ذیل تھی[2]،

نظام عسکری قریش نے چار فوجی عہدے قائم کئے تھے، عقاب، قبۃ، اعنۃ، سفارہ،

---

[1] طبری صفحہ ۱۰۹۹، سیرۃ ابن ہشام جلد ۱ صفحہ ۶۹،

[2] عقد الفرید جلد ثانی صفحہ ۳۱ مین یہ مناصب بلاترتیب بیان کئے گئے ہین،

نام عہدہ	توضیح	نام قبیلہ
عقاب	نشان قومی کی علمداری	بنوامیہ
قبہ	فوجی کیمپ کا انتظام اور اسکی دیکھ بھال	بنومخزوم
اعنہ	فوج کی سپہ سالاری	"
سفارت	قبائل اور حکومت کے درمیان مراسلت کرنا	بنو عدی

عدالتی نظام — اسکے دو شعبے تھے، حکومت واشناق،

نام عہدہ	توضیح	قبیلہ
حکومت	مقدمات کی سماعت اوران کا فیصلہ	بنوسہم
اشناق	جرمانہ خونبہا، اورمالی تاوان کی نگرانی	بنوتیم

نظام مذہبی — قریش چونکہ خانہ کعبہ کے متولی تھے، جہان حج کے موقعہ پر ہزارون لاکھون آدمیون کا اجتماع ہوتا تھا، اسپر بڑی بڑی جائدادین وقف تھین، لاکھون روپیہ نقد اور جنس کی صورت مین جمع ہوتا تھا، اس بنا پر اسکے لئے نہایت وسیع انتظام کی ضرورت تھی، چنانچہ قریش نے اسکا انتظام بہت وسیع پیمانہ پر کیا تھا، اوراس سے زیادہ مکمل ان کا کوئی انتظام نہ تھا، اس لئے چھ عہدے تھے، سقایہ، عمارہ، رفادہ، سدانہ، ایسار، اموال محجرہ، سقایہ، اور رفادہ حجاج کے متعلق تھے، اورباقی خاص خانہ کعبہ کے متعلق

سقایہ یعنی حج کے موسم مین لاکھون انسانون کو پانی پلانا، یہ اہم ذمہ داری بنو ہاشم کے سپرد تھی،

رفادہ، یعنی حجاج کے خورد ونوش کا انتظام، نادارحجاج کی مالی امداد اوران کے کھانے پینے کی خبرگیری، اس کارخیر کی بنیاد قصی نے ڈالی تھی، ایکدن اسنے تمام قریش کو جمع کرکے تقریر کی، کہ برادرانِ قریش حجاجِ بیت اللہ معلوم نہین کتنی مصیبتین اٹھاکر بڑی بڑی مسافتین طے کرکے محض زیارتِ بیت اللہ کے خاطر آتے ہین، اور خدا کے مہمان ہوتے ہین، اورتم اپنے آپ کو جیران اللہ خدا کے پڑوسی کہتے ہو، کیا

تمہارا اسقدر بھی فرض نہین کہ تم ان کی خاطر و مدارات کرو مفلسون کو کھانا کھلاؤ، نادارون کی مالی امداد کرو، اور ہر طرح ان کی آسایش کا سامان بہم پہنچاؤ[1]، اس تقریر کا قریش پر بہت اثر ہوا، اور ہر شخص نے ایک سالانہ رقم مقرر کردی، جو حجاج پر صرف ہوتی تھی[2] اسکا انتظام بنو نوفل کے سپرد تھا،

عمارہ - چونکہ قریش کی ساری عظمت خانہ کعبہ سے تھی اسلئے ان کو اس کی نگرانی اور دیکھ بھال مین خاص اہتمام تھا، اور اسکے لئے علیحدہ عہدہ عمارہ قائم کیا تھا، جسکے منتظم بنو ہاشم تھے،

سدانہ - خانہ کعبہ کی کلید برداری یا دربانی، چونکہ خانہ کعبہ ایک حجرے کی شکل کا تہا، اور اس مین بیش قیمت سامان بھی رہتا تھا، اسلئے عموماً بند رہا کرتا تھا، صرف ضرورت کے اوقات مین کھولا جاتا تھا، اس دربانی کا شرف بنو عذار کو حاصل تھا،

الیسار - خانہ کعبہ مین کچھ تیر رکھے ہوئے تھے، جن سے ضرورت کیوقت استخارہ کیا جاتا تھا، اس استخارہ کی خدمت بنو جمح کے سپرد تھی،

اموال محجرہ - حجاج و زائرین کعبہ بتون پر بڑے بڑے چڑھاوے چڑھایا کرتے، اور جائدادین وقف کرتے تھے، اسلئے اوقاف و محاصل کے انتظام کے لئے مخصوص ایک عہدہ قائم تھا، جسکو اموال محجرہ کہتے تھے، اس کی نگرانی بنو سہم کے متعلق تھی،

ندوہ | دار الندوہ ایک عمارت تھی جسکو قصی نے خانہ کعبہ کے بالمقابل تعمیر کیا تھا، اسمین اہم کامون کے وقت قریش جمع ہو کر مشورہ وغیرہ کرتے تھے، بلکہ بہت سی تقریبات بھی یہین انجام پذیر ہوتی تھین،

مشورہ | اگرچہ قریش کے تمام کام پبلک کے مشورہ سے انجام پاتے تھے، تاہم بنو اسد کا قبیلہ مشورہ کیلئے مخصوص تھا، بغیر ان سے مشورہ کئے ہوئے کوئی کام نہین انجام پاتا تھا،

حلف فضول | عام نظام عدالت کے علاوہ قریش نے انسداد مظالم کے لئے ایک خاص انجمن قائم کر رکھی تھی

---

[1] طبری صفحہ ۱۰۹۶، [2] ایضاً،

جسکا محرک ایک واقعہ تھا، وہ یہ کہ بنو زبید کا ایک شخص مکہ مین کچھ مال بغرض فروخت لایا، جس کو عاص بن وائل نے خرید لیا، مگر اس کی قیمت نہین ادا کی، وہ بیچارہ قبائل قریش کے پاس فریاد لیکر گیا، مگر عاص بن وائل کی وجاہت سے اس کی فریاد رسی کی کسی کو ہمت نہ ہوتی تھی، ایک صبح کو جب قریش خانۂ کعبہ کے گرد جمع تھے، تو اس تاجر نے چند دردناک اشعار پڑھکر اپنی بیکسی ظاہر کی، زبیر بن عبدالمطلب پر اسکا بہت اثر ہوا، اور اس نے بنو ہاشم، بنو زہرہ، بنو تیم بن مرہ کو عبداللہ بن جدعان کے گھر مین جمع کیا، اور سبھون نے حلف لیکر عہد کیا، کہ جب تک بحر صوفہ مین پانی روان رہیگا، اور جب تک حرا، اور ثبیر[1] اپنی جگہ پر قائم رہین گے، اسوقت تک ہم سب مظلوم کی اعانت کرنا اپنا فرض سمجھین گے، جب تک کہ ظالم سے مظلوم کا بدلہ نہ لے لین،

اس حلف کی بنیاد ایسے پاکیزہ مقاصد کے لئے رکھی گئی تھی، کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا[2] کہ :-

شهدت فی دار عبد الله بن جدعان حلفا	یعنی عبداللہ بن جدعان کے گھر مین ایسے حلف مین شریک
لو دعیت به فی الاسلام لاجبت	ہوا کہ اگر اس کی شرکت کی دعوت مجھکو زمانہ اسلام مین بھی دیجائے تو قبول کرون،

قریش کا مذہب قریش کا مذہب اگرچہ مذہب ابراہیمی تھا، لیکن اصنام پرستی ان مین اسقدر چھا گئی تھی کہ دین حنیف کے تمام خط وخال بالکل دھندلے ہوکر رہ گئے تھے، اور ان کا پہچاننا مشکل تھا، مکہ کی پاک اور مقدس سرزمین مین بت پرستی کا سب سے پہلا بانی عمرو لحی ہے، یہ ایک مرتبہ کسی ضرورت سے شام گیا، وہان ایک شہر مین لوگون کو بت پوجتے دیکھا، تو پوچھا کہ ان کو کیون پوجتے ہو، انہون نے کہا یہ ہمارے معبود ہین، ہم ان کی پرستش کرتے ہین، اسکے صلہ مین یہ پانی برساتے ہین، اور ہر قسم کی امداد کرتے ہین، عمرو بن لحی نے کہا، لاؤ ہمکو بھی دو، ہم اپنے یہان لیجاکر ان کی پرستش کرین گے، لوگون نے ہبل نامی

---

[1] حرا وثبیر پہاڑ کے نام ہین، [2] روض الانف جلد ا صفحہ ۹۱،

بت اسکو دیدیا جسکو لاکر اس نے مکہ مین نصب کیا، اور لوگون کو اس کی پرستش کی ترغیب دینا شروع کردی[۱]
اس بڑے بت کے علاوہ عمرو بن لحی نے چند چھوٹے چھوٹے بت بھی خانہ کعبہ کے گرد نصب کردئے، اور
مناۃ کو مکہ اور مدینہ کے درمیان مقام قدید پر لب ساحل نصب کیا تھا[۲]، غرضکہ یہ وبا عمرو بن لحی نے عام
عرب مین پھیلائی، چنانچہ آنحضرت صلعم نے اسکے متعلق فرمایا ہے "یجرّ قصبہ فی النار"[۳] یعنی اس کی آنتین
آگ مین گھسیٹی جاتی ہین، قریش بھی اس سے مستثنیٰ نہ تھے، اور ان کا بھی عام مذہب یہی بت پرستی تھا، وہ
متعدد بتون کی پوجا کرتے تھے جن مین بعض تو قریش کے مخصوص بت تھے، اور بعض قریش اور دیگر قبائل
مین مشترک تھے، چنانچہ اساف و نائلہ چاہ زمزم کے پاس نصب تھے، اور قریش کے مخصوص بت تھے،
اور وہ ان کے پاس قربانی کیا کرتے تھے، ان دونون بتون کے متعلق قریش کا یہ اعتقاد تھا، کہ یہ
قبیلۂ بنو جرہم کے مرد و عورت تھے، لیکن بعض گناہون کے باعث پتھر کے ہوگئے[۴]،

لات - بنو ثقیف کا بت تھا، مگر قریش اور کنانہ بھی اسکی پوجا کرتے تھے[۵]، اس کی تاریخ یہ ہے
کہ لات مکہ مین ایک پتھر تھا، جس پر حجاج کے لئے ستو گوندھا جاتا تھا، اور اسی نام کا ایک شخص بھی بنی
ثقیف مین تھا، وہ مرگیا، تو لوگون نے کہا کہ وہ مرا نہین، بلکہ اپنے ہمنام پتھر مین گھس گیا ہے، اس وہم
سے اس پتھر کی پرستش بھی شروع ہوگئی،

عزیٰ - بنو غطفان کا بت تھا، مگر قریش بھی اس کی پرستش کرتے تھے، اور تبرکاً اسی کے
نام پر نام رکھتے تھے چنانچہ عبد العزیٰ قریش کا مشہور نام ہے، یہ بت بنی غطفان کے ایک باغ مین نصب
تھا، قریش برابر وہان تحائف لیجاتے تھے، اور قربانیان کرتے تھے[۶]،

مناۃ - بنو خزاعہ اور ہذیل کا بت تھا، مگر قریش لات اور عزیٰ کی طرح اس کی بھی پرستش کرتے

[۱] سیرۃ ابن ہشام، جلد ۱ صفحہ ۷۸ مطبوعۂ مصر، [۲] معجم البلدان جلد ۸ صفحہ ۱۶۷، [۳] روض الانف جلد ۱ صفحہ ۶۱، مطبوعہ مصر،
[۴] سیرۃ ابن ہشام جلد ۱ صفحہ ۴۹ مطبوعہ مصر، [۵] معجم البلدان جلد ۸ صفحہ ۲۴۲، [۶] معجم البلدان جلد ۶ صفحہ ۳۱۰،

تھے، چنانچہ طواف کرتے وقت کہا کرتے تھے، وَاللَّاتَ وَالْعُزّٰی وَمَنَاۃَ الثَّالِثَۃَ الْاُخْرٰی فانہن الغرانیق العلیٰ وان شفاعتہن لترتجی، ان تینون بتون کو قریش خدا کی بیٹیان سمجھتے تھے، اور ان کا اعتقاد تھا، کہ قیامت کے دن یہ ان کی سفارش کرین گے،[1] اس اعتقاد کی تردید قرآن پاک مین ان الفاظ مین آئی ہے،

اَفَرَءَیْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰی وَمَنٰوۃَ الثَّالِثَۃَ الْاُخْرٰی اَلَکُمُ الذَّکَرُ وَلَہُ الْاُنْثٰی تِلْکَ اِذًا قِسْمَۃٌ ضِیْزٰی اِنْ ھِیَ اِلَّا اَسْمَآءٌ سَمَّیْتُمُوْھَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُکُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰہُ بِھَا مِنْ سُلْطٰنٍ (سورۂ نجم رکوع ۱)

کیا تم نے لات اور عزیٰ اور تیسرے بت مناۃ پر نظر کی، کیا تمہارے لئے بیٹے اور خدا کے لئے بیٹیان ہین، اگر ایسا ہے تو بڑی غیر منصفانہ تقسیم ہے، یہ تو نام ہی نام ہین، جن کو تم نے اور تمہارے باپ دادون نے رکھ لیا ہے، خدا نے ان کے معبود ہونے کی کوئی سند نہین اتاری،

ہبل قریش کا یہ بت خانہ کعبہ کے عین وسط مین نصب تھا، اور قریش کے تمام بتون مین سب سے زیادہ معزز تھا، یہ سنگ سرخ کا انسانی مجسمہ تھا، اس پر انسانی قربانیان بھی چڑھائی جاتی تھین، چنانچہ عبدالمطلب نے منت مانی تھی، کہ وہ جب وقت دس بیٹون کو جوان دیکھین گے، تو ایک کی نذر چڑھائین گے،[2] لڑائیون مین ہبل کی جے پکارتے تھے، جنگ احد کے موقع پر جب مسلمانون کو پسپائی ہوئی، اور دشمنون نے مشہور کر دیا کہ خدانخواستہ آنحضرت صلعم شہید ہو گئے، تو ابو سفیان نے خوشی و مسرت مین اس کی جے کا نعرہ لگایا،[3] خانہ کعبہ کے بتون کی تعداد تین سو ساٹھ تھی، جن مین حضرت اسمٰعیلؑ اور حضرت ابراہیمؑ کی مورتین بھی شامل تھین[4] ہبل کے سامنے سات تیر رکھے ہوئے تھے، جن سے شادی اور غمی وغیرہ کے موقع پر قریش استخارہ کیا کرتے تھے، اگر راست آتا تو وہ کام کرتے ورنہ نہ کرتے،[5]

---

[1] معجم البلدان جلد ۶ صفحہ ۱۶۶، [2] سیرۃ ابن ہشام جلد ۱، [3] بخاری جلد ۲ کتاب المغازی باب غزوۂ احد [4] بخاری جلد ۱ ص ۲۱۸

[5] سیرۃ ابن ہشام جلد ۱ ص ۸۲

بدعاتِ حج | اگرچہ قریش مذہب ابراہیمی کے پیرو تھے، مگر امتدادِ زمانہ سے اسمین اسقدر تغیر و تبدل ہو گیا تھا کہ مذہب کی اصل صورت مسخ ہو کر رہ گئی تھی، چونکہ حضرت ابراہیمؑ بیت اللہ کے بانی تھے، اس لئے حج ان کی تعلیمات مین راس العبادات تھا، قریش بلکہ پورا عرب اس فریضہ کو ادا کرتا تھا، مگر اسکے ارکان اور طریقۂ ادا مین طرح طرح کی بدعات رائج کر دی تھین، شہر حرام یعنی رجب، ذیقعدہ، ذی الحجہ اور محرم کو ضرورت کے وقت بدلدیتے تھے یعنی محرم کا نام بدلکر صفر رکھدیتے، اور اسمین تمام وہ باتین جائز سمجھتے، جو غیر شہر حرام مین جائز ہین، حج کے مہینے مین عمرہ کرنا گناہ سمجھتے تھے[1]، خاموش حج کرتے یعنی دورانِ حج مین منہ سے نہ بولتے، ایک شخص دوسرے شخص کو لگام لگا کر گھسیٹتا ہوا طواف کراتا[2]،

قریش اپنے کو عام حجاج سے ممتاز رکھنے کے لئے بجائے عرفات کے مزدلفہ مین ٹھہرتے[3]، اسی پر یہ آیۃ نازل ہوئی، "ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ" (سورۂ بقرہ)

آفتاب نکلنے کے بعد افاضہ کرتے تھے[4]، حجاج بغیر متولی کی اجازت اور اس کی ابتدا کے رمی جمار نہین کر سکتے تھے، رمیِ جمار کے بعد بغیر متولی کے واپس ہوئے لوٹ نہین سکتے تھے[5]، طواف کے وقت "واللات والعزی ومناۃ الثالثۃ الاخری فانہن الغرانیق العلی وان شفاعتہن لترجی" پڑھتے تھے[6]، تلبیہ مین خدا کے نام کے ساتھ ساتھ بتون کو بھی داخل کر لیتے تھے[7]، قرآن مجید کی اس آیۃ مین اسی کیطرف اشارہ ہے، "وما یؤمن اکثرہم باللہ الا وہم مشرکون" یعنی ان کے اکثر لوگ خدا پر ایمان بھی لاتے ہین، تو اس مین دوسرون کو بھی شریک کر لیتے ہین،

قریش مین تنہا اصنام پرستی یا بدعاتِ حج ہی نہین رائج تھین بلکہ تمام وہ اخلاق ذمیمہ جنمین سارا عرب مبتلا تھا، مثلاً شراب خواری، قمار بازی، دختر کشی، عیاشی، اوہام پرستی وغیرہ وغیرہ ان سے

---

[1] بخاری جلد ا باب بنیان الکعبہ باب ایام جاہلیت ص ۵۴۳، [2] بخاری جلد ا کتاب المناسک ص ۲۲۰، [3] بخاری جلد ا ص ۲۲۶، [4] ایضاً ص ۲۲۸، [5] سیرۃ ابن ہشام ج ا ص ۶۹، [6] معجم البلدان ج ۶ ص ۱۶۶، [7] سیرت ابن ہشام ج ا ص ۴۷،

قریش بھی مستثنیٰ نہ تھے، بلکہ علی الاعلان نہایت فخر و مباہات سے یہ کام کرتے تھے، سوتیلی ماں لڑکے کو بطور وراثت ملتی تھی، غرضکہ اس قبیل کی صدہا برائیاں ان میں رائج تھیں، تاہم ان برائیون کے ساتھ ساتھ ان مین بہت سی خوبیاں بھی تھیں، مظلومون کی دادرسی ان کا خاص شعار تھا، حلف الفضول کا ذکر اوپر آچکا ہے، جس سے قریش کے اس شریفانہ جذبہ کا بخوبی اندازہ ہوا ہوگا، مہمان نوازی تو ان کی ضرب المثل تھی، موسم حج مین ہزارون حجاج کی ضیافت کرتے تھے، نادارون کیساتھ نقدی سلوک بھی کرتے تھے، اور اس سعادت مین قریش کا ہر فرد برابر کا حصہ لیتا تھا[1]، حجاج کے پاس کپڑا نہ ہوتا، تو کپڑا دیتے[2]، یہ خاطر تواضع کچھ حجاج کے ساتھ مخصوص نہ تھی، بلکہ عام مہمانون کے لئے بھی قریش کا دسترخوان اسی طرح وسیع تھا، ایفاے عہد مین خواہ کتنا ہی شدید جانی و مالی نقصان کیون نہ ہو، مگر عہد سے نہ پھرتے تھے،

مورخ یعقوبی نے قریش کی اجمالی حالت کا یہ نقشہ کھینچا ہے کہ مہمانون کی مہمان نوازی کرتے تھے، شہر حرام کی عظمت کرتے تھے، فواحش مظالم اور قطع رحم کو برا سمجھتے تھے، جرائم کا تدارک کرتے تھے[3]، حرم کے احترام کا اس سے اندازہ ہوگا، کہ قصی جو قریش کا سب سے بڑا محسن تھا، اور قریش پر اسکا اثر بھی کافی تھا، جب اس نے صفائی کے خیال سے حرم کے درختون کو کاٹنا چاہا، تو تمام قریش نے انکار کردیا،

کفر و شرک کی اس عام تیرگی مین کہین کہین خداپرستی کا نور بھی پرتوفگن تھا، چنانچہ قریش مین خدا پرستون کی خاصی تعداد موجود تھی، مثلاً زید بن عمرو بن نفیل زمانہ جہالت مین موحد تھے، دین حنیف کی پیاس مین موسوی اور عیسوی چشمون کی طرف لپکے، مگر کہین پیاس نہ بجھی، آخر مین خانہ کعبہ مین کھڑے ہوکر خدا کو شاہد بنایا، کہ خدایا مین تجھے گواہ بناتا ہون کہ مین دین ابراہیم پر ہون، وہ اس نعمت

---

[1] روض الانف، [2] بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۴۰، [3] یعقوبی جلد ۱ صفحہ ۲۹۴،

روم سے اجازت نامے حاصل کیئے، تاکہ قریش آسانی اور امن سے ان کے حدودِ حکومت مین اپنا تجارتی کاروبار پھیلا سکین، اس زمانہ مین اگرچہ راستے پر امن نہ تھے، لاہزنی اور لوٹ مار عام تھی تاہم قریش کے کاروانِ تجارت سے کوئی تعرض نہین کرتا تھا، اور وہ بے خوف وخطر گھوم پھر کر اپنا بیوپار کرتے تھے، اسکی وجہ یہ تھی کہ قریش حرم کے متولی ہونے کی وجہ سے "جیران اللہ" خدا کے پڑوسی کہلاتے تھے، اور خانہ کعبہ کی عظمت تمام عرب کرتے تھے اس نسبت سے وہ لوگ قریش کا بھی بہت احترام کرتے تھے، اور ان سے کسی قسم کا تعرض نہین کرتے تھے، قریش مین اس درجہ تجارت کا چرچا تھا، کہ انمین مرد عورت بوڑھے جوان، بچے سب اپنا سرمایہ لگاتے تھے، چنانچہ حضرت خدیجہؓ بیوگی کے زمانہ مین بڑے پیمانہ پر تجارت کرتی تھین، بروایت ابن سعد تنہا حضرت خدیجہؓ کا مالِ تجارت کل قریش کے سامانِ تجارت کے برابر ہوتا تھا، خود آنحضرت صلعم حضرت خدیجہؓ کا مال لیکر بصرے تشریف لے گئے ہین[۱]، آنحضرت صلعم بہ نفس نفیس بھی تجارت فرماتے تھے، اور آپ کی تجارت کے واقعات کتبِ احادیث مین مذکور ہین، چنانچہ سائب نامی ایک شخص کی اور آپ کی تجارت مشترک تھی، اور بعد اسلام اُنہون نے آپکی خوش معاملگی کی شہادت بھی دی[۲]، آپ یمن کے بازار جرش مین دو بار تشریف لے گئے، بحرین مین بھی آپ کا جانا ثابت ہے، ابو طالب بھی تاجر تھے، اکابرِ قریش مین ابو سہل اور ابو سفیان وغیرہ تجارت کرتے تھے[۳]، حضرت ابو بکرؓ کا بھی شغل تجارت تھا، مدینہ مین مقام سنخ پر آپ کا ایک پارچہ بافی کا کارخانہ تھا[۴]، کبھی کبھی خود مال لیکر باہر تشریف لیجاتے تھے، چنانچہ اسلام کے بعد بصریٰ مالِ تجارت لیکر جاتے تھے[۵]،

حضرت عمرؓ بھی تاجر تھے[۶]، ان کی تجارت کا سلسلہ ایران تک پھیلا ہوا تھا[۷]، اور بذات خود

۱؎ سیرۃ ابن ہشام جلد ۱ صفحہ ۱۰۰، ۲؎ ابوداود جلد ۲ صفحہ ۲۱۷، ۳؎ ارض القرآن صفحہ ۱۳۸ جلد ۱، ۴؎ ابن سعد جلد ۳ صفحہ ۱۳۰، ۵؎ ابن ماجہ باب المزاح، ۶؎ مسند ابن حنبل جلد ۱ صفحہ ۶۲، ۷؎ ایضاً جلد ۳ صفحہ ۳۴۷،

توحید کو تنہا اپنی ذات تک محدود رکھنا چاہتے تھے، بلکہ قریش مین اپنے عقائد کی اشاعت بھی کرتے تھے، بت کی قربانیون پر قریش کو ملامت کرتے تھے، دختر کشی کی ممانعت کرتے حتی کہ لڑکیون کو لیکر خود پرورش کرتے تھے[۱] اس کے علاوہ قریش کے اور متعدد اشخاص بھی بت پرستی سے نفرت کرتے تھے، چنانچہ ورقہ بن نوفل، عبداللہ بن جحش، عثمان بن حویرث، زید کے ساتھ ایک مرتبہ بت خانہ مین گئے، تو ان کو خیال ہوا کہ یہ بھی کیا حماقت ہے کہ ہم پتھر کو پوجتے ہین، جو نہ سن سکتا ہے، نہ دیکھ سکتا ہے، اور نہ کسی کو فائدہ نقصان پہنچا سکتا ہے[۲]، خود صحابہ کرام مین متعدد مثالین ایسی ملتی ہین، جو زمانۂ جاہلیت مین فطرت سلیمہ رکھتے تھے، مثلاً حضرت ابوبکر صدیقؓ،

لوازم تمدن

تجارت

قریش کا پیشہ تجارت تھا، زراعت کو وہ عار سمجھتے تھے، حتی کہ ابوجہل مرتے وقت بھی زراعت پیشہ لوگون کے ہاتھ سے قتل کے عار کو نہ برداشت کر سکا[۳]، قریش کی تجارت کا سلسلہ بہت وسیع تھا، ان کے تجارتی قافلے ملکون ملکون پھر کر بیوپار کرتے تھے، عموماً ان کے کاروانِ تجارت سال مین دو مرتبہ جاتے تھے، سورۂ قریش مین اسی کی طرف اشارہ ہے،

لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ اِلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّیْفِ فَلْیَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَیْتِ الَّذِیْۤ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ (قریش)

تعجب ہے، کہ قریش کو اپنے جاڑے اور گرمی کے سفر (تجارت) سے کسقدر الفت ہے، ان کو چاہئے، کہ اس گھر کے رب کو پوجین، جس نے ان کو بھوک سے بچانے کیلئے کھانا کھلایا، اور خوف سے امن بخشا،

قریش کی تجارت کو قصی نے بہت با اصول اور منتظم کر دیا تھا، نجاشی شاہ حبش اور قیصر شاہ

---

[۱] بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۴۰، [۲] سیرۃ ابن ہشام ج ۱ صفحہ ۷۶، [۳] بخاری جلد ۲ صفحہ ۵۶۵،

تجارت کے سلسلہ مین بہت آیا جایا کرتے تھے، چنانچہ خود کہتے ہین، کہ بہت سے ارشادات نبوی مین تجارت کی دوڑ دہوپ کی وجہ سے نہ سُن سکا[1]، حضرت عثمانؓ عرب کے بہت بڑے تاجر تھے، اسی بناپر ان کو غنی کہا جاتا ہے، بنو قینقاع کے بازارون مین آپ کا کھجورون کا کاروبار تھا، زمانہ جاہلیت مین ربیعہ بن حارث کی شرکت مین تجارت کرتے تھے[3]، حضرت علیؓ نے بھی اذخر کی تجارت کی ہے[4]، ابان بن سعید قرشی بھی تاجر تھے، اور شام وغیرہ جاکر تجارت کرتے تھے[5]، آنحضرت صلعم نے شاہانِ عالم کے نام دعوتِ اسلام کے خطوط بھیجے، توان مین ایک خط قیصرِ روم کے نام بھی تھا، جب قاصد خط لیکر پہونچا، تواسوقت قریش کے تاجر وہان موجود تھے، چنانچہ قیصر نے ان سے آنحضرت کے متعلق سوالات کئے[6]، غرضکہ تمام قریش تجارت پیشہ تھے، چنانچہ ابن اسحاق کے الفاظ یہ ہین، کہ کانت قریش قوماً تجاراً[7]، چنانچہ قریش نے جب مسلمانون کو حج سے روکا، توانھون نے یہ دہکی دی کہ ہم تمہاری شام کی تجارت روک دین گے، عرب عموماً ان چیزون کی تجارت کرتے تھے، (۱) کھانے کا مسالہ اور خوشبودار جڑین، (۲) سونا لوہا جواہرات، (۳) خام کھالین، بنا ہوا چمڑا، زین پوش اور بھیڑ بکری وغیرہ

توراۃ مین جا بجا ان چیزون کا ذکر آیا ہے، قریش بھی غالباً ان ہی چیزون کی تجارت کرتے ہون گے بعض تصریحات سے معلوم ہوتا ہے، کہ وہ چمڑا اور چاندی کی تجارت زیادہ کرتے تھے، قریش نے مہاجرین کے خلاف جو وفد نجاشی کے پاس تحفہ لیکر بھیجا، وہ تحفہ بھی یہی چمڑا تھا[8]، طبری نے لکھا ہے، کہ "ومعه فضة كثيرة وهي عظم تجارتهم[9]۔"

---

[1] بخاری جلد ا ص ۲۷، [2] مسند احمد بن حنبل [3] اصابہ جلد ۲ ص ۱۹۷، [4] بخاری جلد ا ص ۲۸۰، [5] اسد الغابہ جلد ا ص ۳۶،

[6] بخاری جلد ص ۴، [7] سیرۃ ابن ہشام، ص ۱۰۰ [8] مسند حنبل مسند اہل بیت،

[9] طبری ص ۱۳۷۴،

عرب کی دس تجارتی منڈیاں تھین، ان مین قریش زیادہ تر بازار ذوالمجاز اور عکاظ مین شریک ہوتے تھے[۱]، زمانۂ اسلام مین لوگون نے اس غرض سے حج کی شرکت کو برا جانا جس پر یہ آیت نازل ہوئی[۲]

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ (بقرہ ۲۵) — تمہارے لئے اس مین کوئی حرج نہین (کہ زمانۂ حج مین) اپنے رب کا فضل تلاش کرو،

زمانۂ اسلام مین تجارت اور زیادہ چمکی، چنانچہ مہاجرین کا زیادہ وقت بازارون مین کاروبار تجارت مین گزرتا تھا[۳]، اور زمانۂ جہالت کی منڈیون مین بھی وہی چہل پہل باقی رہی، اور زمانۂ اسلام مین تقریباً سوا سو برس تک یہ بازار گرم رہے، سب سے پہلے ۱۲۹ھ مین بازار عکاظ خارجیون کی لوٹ مار کے خوف سے بند ہوا[۴]،

علوم و فنون | یون تو شاعری اور زبان آوری کا مذاق تمام عرب مین تھا، تاہم بعض مخصوص قبائل ایسے تھے جن کی زبان معتبر اور قابلِ اسناد سمجھی جاتی تھی، از آنجملہ قبیلۂ مضر کی زبان زیادہ معتبر تھی، ان مین بھی قریش، زیادہ فصیح اللسان مانے جاتے تھے، ان کی فصاحت کی سند اس سے بڑھکر اور کیا ہو سکتی ہے، کہ قرآن کریم جو فصاحت و بلاغت کا سرچشمہ ہے، قریش کی زبان مین اترا[۵]، خود آنحضرت صلعم نے قریش کے فصیح اللسان ہونیکا تذکرہ فرمایا ہے، کہ "مین تم سب مین فصیح تر ہون، اس لئے کہ مین قریش کے خاندان سے ہون، اور میری زبان بنی سعد کی زبان ہے[۶]، قریش مین بڑے بڑے باکمال شعرا پیدا ہوئے، بلکہ خاص بنو ہاشم مین متعدد شعرا تھے، خلفائے اربعہ کو بھی شاعری کا ذوق تھا، چنانچہ ابن رشیق نے کتاب العمدہ مین ان کے اشعار بھی نقل کئے ہین[۷]، قریش مین ذوق شاعری کے ساتھ

---

[۱] یعقوبی ص۳۱۴ جلد ۱، [۲] بخاری کتاب البیوع باب ما جاء فی قول اللہ تعالیٰ فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض، [۳] بخاری ج ۱ ص۲۷۴، [۴] فتح الباری جلد ۳ ص۴۷۳، [۵] بخاری جلد ۱ ص۴۹۷، [۶] طبقات ابن سعد جلد ۱ ص۱، [۷] کتاب العمدہ ص۱۳، ۱۴

ساتھ تعلیم کا بھی کچھ نہ کچھ رواج تھا، اگرچہ ان مین تعلیم عام نہ تھی، تاہم ظہورِ اسلام کے وقت پڑھے لکھے اشخاص کی خاصی تعداد موجود تھی، چنانچہ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ حضرت عثمانؓ، ابوعبیدہؓ طلحہؓ یزید بن ابی سفیانؓ، ابوحذیفہ بن عتبہ، حاطب بن عمرو، ابوسلمہ بن عبد الاسد، ابان بن سعید، خالد بن سعید، عبداللہ بن سعد ابوسفیان بن حرب امیر معاویہ وغیرہم اچھی طرح پڑھنا لکھنا جانتے تھے، یہ تعلیم صرف مردون تک محدود نہ تھی، بلکہ مشہور عورتون مین ام المومنین حضرت حفصہؓ لکھنا پڑھنا جانتی تھین، اور حضرت ام سلمہؓ صرف پڑھ سکتی تھین، لکھ نہین سکتی تھین، ان کے علاوہ قریش کی غیر معروف عورتین مثلاً ام کلثوم بنت عقبہ، کریمہ بنت مقداد لکھنا جانتی تھین، عائشہ بنت سعد نے تعلیم حاصل کی تھی،[۱]

رفاہِ عام کے کام قریش کی مذہبی سیادت کے علاوہ ان کے دوسرے اعمال بھی عام حجازیون سے ان کو ممتاز کرتے تھے، جس سے ان کے معاصر قبائل مین ان کی قدر ومنزلت زیادہ ہوتی تھی، چنانچہ اہل مکہ اور اس کے قرب وجوار کے قبائل کی آسایش کے خیال سے قریش کے خاندان نے متعدد کنوئین مختلف مقامات پر کھدوائے تھے، اہل مکہ کی سب سے بڑی خدمت یہی تھی، کہ اس بے آب وگیاہ زمین مین ان کے لئے آب شیرین مہیا کیا جائے، ان کے کنوؤن اور ان کے مالکون کے نام کی تفصیل یہ ہے،[۳]

شہر مکہ کے اندرونی کنوئین

نام شخص	نام کنوان	جگہ
عبد شمس	.	مکہ کے بالائی حصہ مین
ہاشم بن عبد مناف	بذر	ابوطالب کی گھاٹی پر
مطعم بن عدی	سجلہ	

۱؎ فتوح البلدان بلاذری صفحہ ۴۷۷، ۴۷۸، ۲؎ بخاری جلد ۲ صفحہ ۹۰۹، ۳؎ سیرۃ ابن ہشام جلد ۱ صفحہ ۸۹،

نام شخص	نام کنوان	جگہ
بنو اسد ابن عبد العزی	سقیہ	
بنو عبد دار	ام احراد	
بنو جمح	سنبلہ	
بنو سہم	غمر	
	مکہ کے بیرونی کنوئین	
مرہ بن کعب	احرم	
بنی کلاب بن مرہ	خم خم	

اسلام کا ظہور

قریش بلکہ پورے عرب پر جہالت کی گھٹا چھائی ہوئی تھی، کہ دفعۃً افقِ مکہ پر برقِ تجلی چمکی، اور نورِ حق کا اجالا تمام عرب مین پھیل گیا، ابھی آفتابِ رسالت کی نین پھوٹی ہی تھین، کہ خیرہ چشمون کی آنکھین تابِ نظارہ نہ لاسکین، اور ہر چہار جانب سے ظلم و تعدی کے بادل امنڈنے لگے، کہ نورِ حق کی روشنی کو تاریکی مین چھپا دین، یعنی آنحضرت صلعم نے دعوتِ اسلام کی ابتدا ہی کی تہی، کہ ہر طرف سے مخالفت کے طوفان اٹھنے لگے، مگر سیلِ صداقت برابر پھیلتا گیا، یہانتک کہ ریگستانِ عرب کو رشکِ گلزار بنا دیا،

آنحضرت صلعم نے جب دعوتِ اسلام شروع کی، تو ابتداءً مشرکین نے آپ کی تعلیم کو زیادہ اہمیت نہ دی، مگر رفتہ رفتہ جب اس کا حلقہ وسیع ہونے لگا، اور لوگ برابر دائرۂ اسلام مین داخل ہونا شروع ہوئے، تو ان کو سخت تشویش پیدا ہوئی، اور اسکے استیصال کی تمام امکانی کوششین شروع کردین، وہ اشاعتِ اسلام سے زیادہ پیچ و تاب اپنے مذہب اور اپنے معبودون کی مذمت پر کھاتے تھے، پہلے تو آنحضرت صلعم کو خود سمجھاتے بجھاتے رہے، مگر جب آپ پر اسکا کوئی اثر نہ ہوا اور آپ کی تبلیغی سرگرمی برابر جاری رہی، تو مجبورًا انلوگون کو ابوطالب کی طرف رجوع کرنا پڑا،

که وه آپ کے کفیل تھے، چنانچہ عمائد قریش کا ایک وفد ان کے پاس گیا، اور اپنے اراده سے آگاه کیا، که تمہارا بھتیجا ہمارے معبودون کو برا بھلا کہتا ہے، ہمارے مذہب کی مذمت کرتا ہے، ہمارے سمجھدار اشخاص کو بے شعور کہتا ہے، اور ہمارے آبا و اجداد کو گمراه بتاتا ہے، اسلئے یا تم اس کو روکو، ورنہ ہمارے حوالہ کردو، اسوقت ابوطالب نے خوش اسلوبی سے معاملہ کو رفع دفع کردیا، مگر پھر مشرکین نے دیکھا که اس شکایت کا بھی کوئی اثر آنحضرت صلعم پر نہ پڑا اور آپکے سابق طرز عمل مین کوئی تبدیلی نہین ہوئی تو دوباره ابوطالب کے پاس آئے، اس مرتبہ ابوطالب نے آنحضرت صلعم کو بہت سمجھایا، که بیٹا! چچا پر ناقابل برداشت بوجھ نہ ڈالو، اور اپنی قوم کی مخالفت چھوڑ دو، یہ سنکر آنحضرت صلعم کو خیال پیدا ہوا که اب چچا ہماری طرف سے مدافعت نہین کرسکتے، اور ان کی شفقت بھی ہمارا ساتھ چھوڑ دیگی، اس سے آپ بہت متاثر ہوئے، مگر اس بےبسی کے عالم مین بھی آبدیده ہوکر جواب دیا، که چچا! خدا کی قسم اگر کفار میرے داہنے ہاتھ پر آفتاب، اور بائین پر ماہتاب رکھدین، که مین اس فریضہ کو چھوڑ دون، تو بھی نہین چھوڑ سکتا، تا آنکہ اسمین مین ہلاک ہوجاؤن، یا کامیاب ہون، اس جواب سے ابوطالب بہت متاثر ہوئے، اور کہا که بیٹا! جاؤ جو جی مین آئے کرو مین تم کو کسی حالت مین نہین چھوڑون گا[1] جب قریش کو ابوطالب کے اس فیصلہ کی اطلاع ہوئی، تو تیسری مرتبہ پھر آئے، مگر اس مرتبہ انہون نے صاف جواب دیدیا، جب وه لوگ اسطرف سے بالکل مایوس ہوگئے، تو آنحضرت صلعم کو جاه و ثروت کا لالچ دلانا شروع کیا، که شاید اس سے وه باز آجائین، چنانچہ ابوالولید نے رؤسای قریش کے مشوره سے متعدد دنیاوی دلفریبیان آپکے سامنے پیش کین، که اگر تم اپنے مذہب کی اشاعت سے مال جمع کرنا چاہتے ہو، تو ہم تمہارے لئے اسقدر مال جمع کردین، که تم ہم سب سے زیاده دولت مند بنجاؤ، اور اگر سرداری کی خواہش ہے، تو تمکو اپنا سردار بنالین، اور اگر بادشاہی کی تمنا ہے، تو بادشاه بنانے پر

---

[1] سیرة ابن ہشام جلد ۱ ص ۱۴۷،۱۳۹

بھی تیار ہین،

جب تمام ترغیبات ابو الولید دیچکا، تو آنحضرت صلعم نے فرمایا، کہ اب میری بھی کچھ سنو!
یہ کہکر آپنے سورہ حٰم سجدہ کی چند آیتین تلاوت فرمائین، عتبہ نہایت خاموشی اور تاثر سے سنتا رہا، جب سن چکا، تو آپنے فرمایا کہ یہ میرا جواب ہے،

عتبہ جب یہان سے اپنے ساتھیون مین گیا، تو وہ لوگ اسکا بدلا ہوا رنگ دیکھکر سرگوشیان کرنے لگے، کہ یہ تو وہ عتبہ نہین معلوم ہوتے، جو یہان سے بھیجے گئے تھے، سبھون نے ماجرا پوچھا، انھون نے کہا، مین نے عجیب و غریب کلام سنا ہی، خدا کی قسم اس سے بہتر کلام آجتک میرے کانون نے نہین سنا، واللہ نہ وہ جادو ہے، نہ وہ شعر ہے، اور نہ وہ کہانت ہی، میری رائے ہے، کہ تم اس شخص کو اُسکی حالت پر چھوڑ دو، عجب نہین، کہ اس کا کلام غیبی آواز ہو، بالفرض اگر وہ کامیاب ہی ہو گیا، تو اس کی بادشاہت تمہاری بادشاہت اور اس کی عزت تمہاری عزت ہے، اور اگر وہ ناکام رہا، تو عربون کی کامیابی بھی تمہاری کامیابی ہی، عتبہ کے یہ خیالات سنکر لوگون نے کہا، کہ تم اس کی زبان سے مسحور ہو گئے ہو، عتبہ نے جواب دیا کہ جو کچھ بھی ہو، مگر یہ میری رائے ہے، آیندہ تملوگ جو چاہو کرو،[1]

غرض جب ترغیب و ترہیب کوئی چیز کارگر نہ ہوئی، اور آنحضرت صلعم کسی طرح اپنے فریضہ سے دست کش نہ ہوئے، بلکہ انہماک اور سرگرمی پہلے سے بھی زیادہ بڑہتی گئی، اور قبائل قریش مین مسلمانون کا روز افزون اضافہ ہوتا گیا، اکابر قریش مین حضرت عمرؓ، اور حضرت حمزہؓ مشرف باسلام ہو چکے، تو مشرکین کا جنون اور تیز ہو گیا، اور شان نبوت مین طرح طرح کی گستاخیان شروع کر دین، کوئی آپ پر خاک ڈالتا، کوئی آپکے دروازہ پر غلاظت ڈال جاتا، کوئی آپ کے برتنون مین گندی چیزین

[1] سیرۃ ابن ہشام ج ۱ ص ۱۵۴، ۱۵۵،

ڈالدیتا، امیہ بن خلف آپکے چہرہ مبارک پر غلاظت پھینک دیتا، ایک مرتبہ آپ سجدہ مین تھے، کہ عقبہ بن ابی معیط آپ کی گردن پر سوار ہوگیا، اوراس زور سے دبایا، کہ آنکھین نکل پڑین بعض مرتبہ یہ سنگدل اسطرح سے گلا گھونٹتے، کہ دم گھٹتے گھٹتے رہجاتا، ایک مرتبہ قریش کچھ مشورہ کررہے تھے، اتفاقاً آنحضرت صلعم اسطرف سے گذرے، سبھون نے دوڑ کر گھیر لیا، اور پوچھا، کہ کیا تمہین ہمارے معبودون کو بُرا کہتے ہو؟ آپ نے فرمایا، ہان مین ہی ہون، اسپر ایک شخص نے مجمع سے نکلکر آپ کی چادر سے آپ کا گلا بڑی زور سے گھونٹنا شروع کیا، حضرت ابوبکرؓ موجود تھے، یہ دردناک منظر نہ دیکھ سکے، اور روکر فرمانے لگے، کہ کیا تم ایسے آدمی کی جان صرف اس بات پر لینے کو آمادہ ہو، کہ وہ خدا کو ایک کہتا ہے[۱]،

آنحضرت صلعم کا خاندان قریش مین بہت معزز تھا، اسلئے ان مخالفتون کے باوجود آپکے بہت سے حامی موجود تھے، آنحضرت صلعم کے علاوہ دوسرے اکابر قریش جو مشرف باسلام ہوچکے تھے، ان کو بھی خاندانی عظمت اور وجاہت سے زیادہ نہ ستا سکتے تھے، اسلئے سارا غصہ ان غریب سلمانون پر ٹوٹتا تھا، جنکا کوئی یار و مددگار نہ تھا، اور کفار کے بس مین جو کچھ بھی تھا، بھوک پیاس، مارپیٹ ہر طرح سے ان غریب و خستہ حال مسلمانون پر مظالم ڈہاتے، ان کی زندگی کی داستان صرف مارپیٹ پر ختم نہین ہوتی، بلکہ مارپیٹ کے علاوہ نئے نئے اندازِ ستم ایجاد کرتے تھے،

امیہ بن خلف حضرت بلالؓ کو چلچلاتی ہوئی دہوپ مین جبکہ مکہ کی زمین توے کی طرح تپتی ہوتی، گرم ریت پر لٹاتا، اور سینہ پر بھاری پتھر رکھدیتا، کہ جنبش نہ کرسکین، اور کہتا، کہ محمد سے توبہ کرکے لات وعزیٰ کی پرستش کا اقرار کرو، ورنہ یون ہی سسک سسک کر مرجاؤگے، مگر اسوقت بھی اس شیدائے رسالت کی زبان سے احد احد کی صدا بلند ہوتی[۲]،

[۱] سیرۃ ابن ہشام ج ۱ ص ۱۵۱، بخاری باب بنیان الکعبہ باب مبعث النبی مین بھی یہ واقعہ تھوڑے تغیر کے ساتھ مذکور ہے،

[۲] سیرۃ ابن ہشام ج ۱ صفحہ ۱۷۰ و اسد الغابہ جلد ۱ ص ۲۰۶،

حضرت عمار بن یاسرؓ بھی بے یار و مددگار تھے، اس لئے قریش کا دست ستم ان پر بہت دراز ہوتا، اور ان کو دوپہر کیوقت انگارون پر لٹاتے، پانی مین غوطہ دیتے، مگر زبان کلمہ حق سے نہ پھرتی، ایک مرتبہ مشرکین ان کو انگارون پر لٹارہے تھے، کہ آنحضرت صلعم ادھر سے گذرے، اور آپ نے سر پر ہاتھ پھیر کر فرمایا یَا نَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلَامًا عَلٰی عَمَّارٍ کَمَا کُنْتِ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ اچھے ہونیکے بعد بھی ان کی پیٹھ پر زخم کے نشانات باقی تھے،[1]

خباب بن ارتؓ بھی مشرکین کے ظلم وستم کے شکار تھے، وہ خود حضرت عمرؓ کو اپنی مظلومی کی داستان سناتے تھے، کہ مشرکین انگارے دہکاتے اور مجکو پیٹھ کے بل لٹاتے، اور ایک شخص چھاتی پر پتھر رکھکر جنبش نہ کرنے دیتا، اور اس عذاب مین اسوقت تک مبتلا رہتا، جب تک کہ خود میرے زخمون کی رطوبت آگ کو نہ بجھا دیتی،[2]

حضرت صہیبؓ بھی انہین بیکس لوگون مین تھے، جنکو ستا کر مشرکین دل ٹھنڈا کرتے تھے، جب اونھون نے ہجرت کا ارادہ کیا، تو مشرکین نے کہا، کہ تو ہمارے یہان افلاس وفقر کی حالت مین آیا تھا، یہان رہکر دولت مند ہوا، اب چاہتا ہے، کہ جان مال لیکر نکل جائے، ایسا ہرگز نہین ہوسکتا، انھون نے فرمایا، اگر مین سب مال متاع تم کو دیدون، تو مجھے جانے دوگے انہون نے کہا ہان، انہون نے سارا مال حوالہ کر دیا، آنحضرت صلعم نے اس قربانی کی خبر سنی تو فرمایا، "ربح صہیب ربح صہیب" صہیب نفع مند رہے، صہیب نفع مند رہے،[3]

یہ تو مردون کی مثالین تھین، ان اشقیا کے دست ستم سے عورتین بھی نہ بچ سکین،

حضرت سمیہؓ حضرت عمار بن یاسرؓ کی والدہ سابقات اسلام مین تھین، ان کو ابوجہل بہت ستاتا تھا، حتی کہ نیزے سے زخمی کر کے شہید کر ڈالا،[4]

---

[1] طبقات ابن سعد جزو ثالث قسم اول، ص ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، [2] ایضاً ص ۱۱۷، [3] ایضاً ص ۱۶۲، [4] اصابہ جلد ۸ ص ۱۱۴،

حضرت زنیرہؓ دائرہ اسلام مین ابتدا ہی مین داخل ہوئین، ابو جہل ان کو بہت اذیتین دیتا تھا، حضرت عمرؓ بھی قبل از اسلام ان کو بہت مارا کرتے تھے[1]، انہین مین ایک خاتون لبینہ تھین، منجملہ دیگر ضعفاے اسلام سے حضرت ابو بکرؓ نے ان کو بھی خرید کر آزاد کر دیا تھا،

یہ تمام مہاجرین ضعفاے اسلام مین تھے، جنکا کوئی حامی و مددگار نہ تھا، اسلیئے ان پر جو ستم ڈہاتے، کم تھے، جبکہ ان کی زد سے ذی وجاہت اور صاحب حیثیت لوگ نہ بچ سکے، حضرت ابو بکرؓ زمانۂ جاہلیت مین خاصی عمر کے تھے، اور اپنے قبیلہ مین معزز تھے، تاہم کسی مشرک نے آنحضرت صلعم کی حمایت پر ان کی ڈاڑھی نوچ لی[2]،

حضرت عثمانؓ جب مشرف باسلام ہوئے، توان کے چچا حکم بن ابو العاص رسی سے باندھتے، اور کہتے کہ اب بھی اس نئے دین کو نہ چھوڑو گے[3]؟

حضرت عمرؓ نے قبل از اسلام اپنی بہن فاطمہؓ اور بہنوئی سعید بن زیدؓ کو اسلام پر اسقدر مارا کہ ان کے چہرے سے خون کے فوارے چھوٹنے لگے[4]، یہ مذکورۂ بالا چند واقعات مثال کے طور پر لکھدئے گئے، ورنہ ان کی فہرست اس سے کہین زیادہ طویل ہے،

پہلی ہجرت

یا مہاجرین کی پہلی جماعت

حبشہ کی پہلی ہجرت مظلوم مسلمان کفار کی سختیان سہتے سہتے عاجز آ گئے تھے، نہ وہ کفار کے خوف سے کہین چل پھر سکتے تھے، اور نہ عبادت کر سکتے تھے، اسلیئے ان کو ایسی جاے پناہ کی تلاش تھی جہان وہ کچھ اطمینان و سکون حاصل کر سکین، اسلیئے آنحضرت صلعم نے مشورہ دیا کہ تم لوگ فی الحال حبشہ کو ہجرت کر جاؤ، وہان کا بادشاہ رحمدل اور منصف مزاج ہے، وہ تم کو آرام سے رکھیگا، اس

[1] اصابہ جلد ۸ صفحہ ۹۹، [2] ایضاً صفحہ ۱۹۱، [3] سیرۃ ابن ہشام صفحہ ۱۵۳ جلد ۱، [4] طبقات جزو اول قسم اول صفحہ ۲۲۲،

قسم کے حکم کے لوگ منتظر ہی تھے حکم پاتے ہی بڑی تعداد ہجرت کیلئے آمادہ ہوگئی، اور مسلمانون کا یہ پہلا مصیبت زدہ قافلہ راہ خدا مین غریب الوطن ہوا، یہ جماعت ذیل کے اشخاص پر مشتمل تھی حضرت عثمان بن مظعونؓ رئیس قافلہ تھے

مرد	عورتین
حضرت عثمانؓ	حضرت رقیہؓ
حضرت ابوحذیفہؓ	سہلہ بنت سہیلؓ
حضرت زبیر بن عوامؓ	
حضرت مصعب بن عمیرؓ	
حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ	
حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسدؓ	ام سلمہؓ
حضرت عثمان بن مظعونؓ	
حضرت عامر بن ربیعہؓ	لیلے بنت ابی حثمہؓ
حضرت ابوسبرہ بن ابی رہمؓ	
حضرت سہیل بن بیضاءؓ	
حضرت حاطب بن عمروؓ،	

اس قافلہ کی روانگی کے بعد لوگ برابر ہجرت کرتے رہے، یہانتک کہ حبشہ مین مسلمانونکی کافی تعداد ہوگئی، اور بہت آرام وآسایش کی زندگی بسر کرنے لگے، مگر قریش مسلمانون کا آرام وآسایش کب گوارا کرسکتے تھے،

حبشہ سے مسلمانون کے اخراج کی کوشش

اسلئے نجاشی کے پاس ایک وفد ہدایا وتحائف کیساتھ بھیجا، کہ وہ کسی نہ کسی طرح پناہ گزین مسلمانون کو وہان سے نکالدے، اس وفد کے ارکان ہین عبداللہ

۱؎ طبقات ابن سعد جزو ۳ قسم اول اسلام عمر بن الخطاب

بن ربیعہ اور عمرو بن العاص تھے، یہ دونون حبش پہونچے، اور نجاشی کے دربار مین حاضری کے قبل پہلے درباری بطریقون سے ملے، اور فرداً فرداً ہر ایک کو تحفہ دیکر کہا، کہ ہماری قوم کے چند سادہ لوح لونڈون نے اپنا آبائی مذہب چھوڑ کر ایک نیا دین اختیار کر لیا ہے، جو ہمارے اور تمہارے دونون کے مذہب سے مختلف ہی، اور وہ اپنے وطن سے بھاگ کر نجاشی کی حکومت مین پناہ گزین ہوئے ہین، ہم ان کو پکڑنے آئے ہین، اسلئے آپ لوگون کیخدمت مین ہماری درخواست ہی، کہ جسوقت ہم بادشاہ سلامت کے حضور مین عرضگذار ہون، تو براے مہربانی آپ لوگ ہماری تائید فرمائین، اور ان کو مشورہ دین، کہ ہمارے مفرورین ہمارے حوالہ کر دئے جائین، اسکے بعد نجاشی کی خدمت مین باریاب ہو کر ہدایا پیش کئے، اور عرض کیا، کہ ہمارے چند سادہ لوح لڑکون نے اپنا آبائی مذہب چھوڑ کر ایک نیا مذہب ایجاد کیا ہے، جو ہمارے اور آپ دونون کے مذہب سے مختلف ہے، اسلئے ہم عرضگذار ہین، کہ ان کو ہمارے حوالہ کرنے کا حکم صادر فرمایا جائے، بطارقہ کو پہلے ہی ہموار کر لیا تھا، اسلئے انہون نے پرزور طریقہ سے تائید کی، کہ بیشک یہ لوگ ان لڑکون کی بہ نسبت زیادہ تجربہ کار اور ان کے واقف کار ہین، اسلئے ان کا حوالہ کر دینا ہی مناسب ہے،

نجاشی کا جواب نجاشی یہ درخواست سنکر بہت برہم ہوا، اور کہا، کہ جب تک مین ان لوگون کو بلا کر خود تحقیقات نہ کر لون گا، اسوقت تک مین اپنے مہمان اور پناہ گزینون کو ہرگز حوالہ نہین کر سکتا، البتہ اگر وہ تمہارے بیان کے مطابق ہین، تو مجھے حوالہ کرنے مین کوئی عذر نہ ہوگا، اور اگر ایسا نہین ہے، تو تم لوگ کسی طرح ان کو نہین لیجا سکتے، اور وہ جب تک ہماری پناہ مین رہین گے آزادی سے رہ سکین گے،

نجاشی کا مسلمانون کو تحقیق حال کیلئے طلب کرنا چنانچہ نجاشی نے مسلمانون کو بلایا، چونکہ یہ واقعہ ان لوگون

کے لئے بالکل نیا تہا، اسلئے بہت گھبرائے، اور سوچنے لگے، کہ کیا جواب دینا چاہیئے، مگر آخر مین یہ فیصلہ کیا، کہ جو کچھ واقعہ ہے صحیح صحیح بیان کردین گے، خواہ نتیجہ کچھ بھی ہو،

جب یہ لوگ حاضر ہوئے، تو نجاشی نے پوچھا، کہ تمہارا کون سا دین ہے، جسکے باعث تم نے آبائی مذہب کو چھوڑ دیا، اور وہ تمہارا جدید مذہب ہم سب لوگون کے مذہب سے نرالا ہے، اسکا جواب حضرت جعفرؓ نے ایک مختصر تقریر مین دیا،

حضرت جعفرؓ کی تقریر

ایہا الملک، ہم ایک جاہل قوم تھے، بتون کو پوجتے تھے، مردار خوار تھے، فواحش مین مبتلا تھے، قطع رحم کرتے تھے، پڑوسیون کیساتھ بُرا برتاؤ رکھتے تھے، ہمارا زبردست زیردست کو کھا جاتا تھا، ہماری یہ حالت تھی، کہ ہم مین خدا نے ایک ایسا پیغمبر مبعوث کیا، جسکے صدق، عفاف، امانت اور نسب کو ہم جانتے ہین، اس نے ہمکو خدائے واحد کیطرف بلایا، کہ ہم صرف اسی کی پرستش کرین، اور اپنے اور اپنے آبا کے اصنام کی پرستش چھوڑ دین، اس نے ہمکو سچ بولنے، امانت ادا کرنے، صلہ رحمی کرنے، پڑوسیون کیساتھ حسن سلوک سے پیش آنے، حرام باتون اور خونریزی سے محترز رہنے کا حکم دیا، اور فواحش سے، جھوٹ بولنے سے، یتیم کا مال کھانے سے، عفیفہ عورتون پر تہمت لگانے سے منع کیا، اور خدائے واحد کی تنہا عبادت کا حکم دیا، کہ اسمین کسیکو شریک نہ کرین، اور صوم وصلوٰۃ اور زکوٰۃ کا حکم دیا، ہمنے اسکو مانا، اور اس پر ایمان لائے، اب جبکہ ہمنے شرک چھوڑ کر خدا پرستی اختیار کی، اور حلال کو حلال، اور حرام کو حرام جانا، تو اسپر ہماری قوم ہماری دشمن ہوگئی، اور ہمکو طرح طرح کی تکلیفین پہونچانے لگی، کہ پھر ہم خدا پرستی کو چھوڑ کر اصنام پرستی شروع کر دین[۱]،

نجاشی کا آیات قرآنی سے متاثر ہونا، اور اسلام کی حقانیت کا اعتراف

نجاشی نے کہا، خدا کا کلام تم کو کچھ یاد ہے، حضرت جعفرؓ نے کہا ہان!

---

[۱] سیرۃ ابن ہشام ج ۱ ص ۱۸۱ و ۱۸۲،

نجاشی نے سننے کی خواہش کی، حضرت جعفرؓ نے کھیعص کا تھوڑا سا ابتدائی حصہ سنایا، جسکو سنکر نجاشی اور اس کے درباری اسقف اسقدر متاثر ہوئے کہ روتے روتے ڈاڑھیاں تر ہوگئیں، نجاشی نے کہا، کہ یہ اور عیسیٰ کا لایا ہوا مذہب ایک ہی چراغ کے دو پرتو ہیں،

وفد مشرکین کی ایک چال | اور عمرو بن العاص اور عبد اللہ بن ابی ربیعہ سے کہا، کہ تم واپس چلے جاؤ، یہ لوگ کسی طرح تمہارے حوالہ نہیں کئے جا سکتے، جب یہ دونوں اسطرح ناکام ہوئے، تو ایک دوسری تدبیر سوچی، وہ یہ کہ نجاشی کے سامنے مسلمانوں سے حضرت عیسیٰؑ کے متعلق ان کا عقیدہ دریافت کیا جائے، عیسائی ان کو ابن اللہ کہتے ہیں، اور مسلمان عبد اللہ بتائیں گے، ان کے اس عقیدہ کا اثر نجاشی پر برا پڑے گا، غرض دوسرے دن عمرو بن العاص نے نجاشی سے کہا، کہ یہ لوگ حضرت عیسیٰؑ کے متعلق بہت غلط عقیدہ رکھتے ہیں، اور ان کی شان میں ناروا الفاظ استعمال کرتے ہیں، ہمارے اس قول کی تصدیق آپ ان کو بلاکر کر سکتے ہیں، یہ آزمایش پہلے سے بھی زیادہ سخت تھی، تاہم ان لوگوں نے یہی فیصلہ کیا، کہ قرآن میں جو کچھ حضرت عیسیٰؑ کے متعلق مذکور ہے، وہی نجاشی کے سامنے بیان کریں گے، خواہ اس کا نتیجہ خراب ہی کیوں نہ نکلے

مسلمانوں کی دوبارہ طلبی اور وفد کی ناکامی | غرضکہ یہ لوگ دربار میں بلائے گئے، نجاشی نے سوال کیا، کہ عیسیٰ کے متعلق کیا عقیدہ رکھتے ہو، حضرت جعفرؓ نے جواب دیا کہ ہماری کتاب کی رو سے وہ خدا کے بندے اور اس کے رسول اور اس کی روح تھے، نجاشی نے زمین پر ہاتھ مار کر ایک تنکا اٹھایا، اور کہا، کہ جو تم کہتے ہو، حضرت عیسیٰ اس تنکے سے ذرہ برابر بھی اس سے زیادہ نہیں تھے، اس پر بطارقہ بہت چیں بجبیں ہوئے، اور قریش کی سفارت ناکام رہی[1]،

مہاجرین حبش کی واپسی | ابھی مہاجرین حبش میں کچھ ہی دن رہے تھے، کہ ان کو اہل مکہ کے اسلام کی

---

[1] یہ واقعات سیرۃ ابن ہشام جلد ۱ اور مسند احمد بن حنبل جلد ۱ صفحہ ۲۰۲، ۲۰۳ میں مفصل مذکور ہیں،

غلط خبر ملی، اس خبر سے فطرۃً اُن کو وطن لوٹنے کا شوق پیدا ہوا، کہ اب وہان بھی امن و امان نصیب ہوگا، اس خیال سے یہ لوگ مکہ روانہ ہوگئے، مگر مکہ کے قریب پہونچکر معلوم ہوا کہ یہ خبر غلط تھی، اب یہ لوگ بڑی کشمکش مین پڑے، نہ پاے رفتن نہ جاے ماندن، لیکن بالآخر یہ سب کسی نہ کسی کی امان مین داخل ہوگئے، البتہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ دو ایک دن ٹھہر کر واپس چلے گئے،

دوسری ہجرت

حبشہ کی دوسری ہجرت مہاجرین مکہ مین قیام پذیر تو ہوگئے، مگر مشرکین مکہ ان کو کب چین لینے دیتے، بالخصوص اسوجہ سے اور جلے ہوئے تھے، کہ قریش کی سفارت مہاجرین کے مقابلہ مین دربارِ حبش سے ناکام واپس ہوئی تھی، اور مہاجرین وہان آرام و اطمینان کی زندگی بسر کرتے تھے، اسلئے پھر پہلے کی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ ایذا رسانی شروع کردی، اسلئے آنحضرت صلعم نے دوبارہ ہجرتِ حبشہ کی اجازت دیدی، مگر اس مرتبہ پہلی ہجرت کیطرح آسانی سے قافلہ چلا جانا دشوار تھا، کفار نے سخت مزاحمت کی، طرح طرح کی رکاوٹین ڈالنا شروع کین، تاہم ۸۳ مرد اور ۲۰ عورتون کا قافلہ کسی نہ کسی طرح حبش روانہ ہوگیا، اکثر[1] کے اسماے گرامی حسب ذیل ہین،

۱	حضرت عثمان بن عفان رضؓ	۷	حضرت عبدالرحمن بن عوف رضؓ
۲	" ابوحذیفہ رضؓ	۸	" عبداللہ بن مسعود رضؓ
۳	" عبداللہ بن جحش رضؓ	۹	" مقداد بن عمرو رضؓ
۴	" شجاع بن وہب رضؓ	۱۰	" ابوسلمہ بن عبدالاسد رضؓ
۵	" عتبہ بن غزوان رضؓ	۱۱	" معتب بن عوف رضؓ
۶	" طلیب بن عمیر رضؓ	۱۲	" عامر بن ربیعہ رضؓ

[1] طبقات ابن سعد جزو اول قسم اول صفحہ ۱۳۹،

۱۳	حضرت خنیس بن حذافہ رضؓ	۳۲	حضرت عمرو بن امیہ رضؓ
۱۴	" عثمان بن مظعون رضؓ	۳۳	" یزید بن زمعہ رضؓ
۱۵	" عبداللہ بن مظعون رضؓ	۳۴	" ابوالروم بن عمیر رضؓ
۱۶	" قدامہ بن مظعون رضؓ	۳۵	" خراس بن نضر رضؓ
۱۷	" سائب بن عثمان رضؓ	۳۶	" جہم بن قیس رضؓ
۱۸	" ابوسبرہ بن ابی رہم رضؓ	۳۷	" ابوفکیہہ رضؓ
۱۹	" عبداللہ بن مخرمہ رضؓ	۳۸	" مطلب بن ازہر رضؓ
۲۰	" حاطب بن عمرو رضؓ	۳۹	" عتبہ بن مسعود رضؓ
۲۱	" عبداللہ بن سہیل رضؓ	۴۰	" شرحبیل بن حسنہ رضؓ
۲۲	" سعد بن خولہ رضؓ	۴۱	" حارث بن خالد رضؓ
۲۳	" ابوعبیدہ بن جراح رضؓ	۴۲	" عمرو بن عثمان رضؓ
۲۴	" سہیل بن بیضار رضؓ	۴۳	" عباس بن ابی ربیعہ رضؓ
۲۵	" معمر بن ابی سرح رضؓ	۴۴	" ہاشم بن ابوحذیفہ رضؓ
۲۶	" عیاض بن زہیر رضؓ	۴۵	" ہبار بن سفیان رضؓ
۲۷	" جعفر بن ابی طالب رضؓ	۴۶	" عبداللہ بن سفیان رضؓ
۲۸	" خالد بن سعید رضؓ	۴۷	" معمر بن عبداللہ رضؓ
۲۹	" معیقیب بن ابی فاطمہ رضؓ	۴۸	" عبداللہ بن حذافہ رضؓ
۳۰	" خالد بن حزام رضؓ	۴۹	" قیس بن حذافہ رضؓ
۳۱	" اسود بن نوفل رضؓ	۵۰	" ہشام بن عاص رضؓ

۵۱	حضرت ابوقیس بن حارث رضہ	۶۰	حضرت سفیان بن معمر رضہ
۵۲	،، سائب بن حارث رضہ	۶۱	،، خالد بن سفیان رضہ
۵۳	،، حجاج بن حارث رضہ	۶۲	،، جنادہ بن سفیان رضہ
۵۴	،، تمیم بن حارث رضہ	۶۳	،، نبیہہ بن عثمان رضہ
۵۵	،، سعید بن حارث رضہ	۶۴	،، سلیط بن عمرو رضہ
۵۶	،، سعید بن عمرو رضہ	۶۵	،، سکران بن عمرو رضہ
۵۷	،، محمیہ بن جزء رضہ	۶۶	،، مالک بن زمعہ رضہ
۵۸	،، حاطب بن حارث رضہ	۶۷	،، عمرو بن حارث رضہ
۵۹	،، خطاب بن حارث رضہ		عثمان بن عبد غنم رضہ

۱	حضرت سودہ بنت زمعہ رضہ	۱۱	،، ام کلثوم اسما بنت سہیل رضہ
۲	،، فاطمہ بنت علقمہ رضہ	۱۲	،، فاطمہ بنت صفوان رضہ
۳	،، عمیرہ بن سعدی رضہ	۱۳	،، امینہ بنت خلف رضہ
۴	،، حسنہ ام شرجیل رضہ	۱۴	،، خزیمہ بنت جہم رضہ
۵	،، حبیبہ بنت ابوسفیان رضہ	۱۵	،، ام حرملہ رضہ
۶	،، ام سلمہ بنت ابی امیہ رضہ	۱۶	،، فاطمہ بنت مجلل رضہ
۷	،، ربطہ بنت حارث رضہ	۱۷	،، فکیہہ بنت یسار رضہ
۸	،، رملہ بنت ابی عوف رضہ	۱۸	،، برکہ بنت یسار رضہ
۹	،، لیلیٰ بنت ابی حثمہ رضہ	۱۹	،، اسماء بنت عمیس رضہ
۰۱	،، سہلہ بنت سہیل رضہ		

غریب مسلمانوں کو خانماں برباد کرنیکے بعد بھی قریش کی آتش غضب نہ ٹھنڈی ہوئی، چنانچہ انہوں نے آنحضرت صلعم کو اور آپ کی حمایت کے جرم میں بنو ہاشم کا مقاطعہ کر دیا، اور ایک معاہدہ مرتب کیا جس کی رو سے بنو ہاشم کے ساتھ ہر قسم کے تعلقات جرم قرار دیئے گئے، اس ظالمانہ معاہدہ کے بعد بنو ہاشم شعب ابی طالب میں پناہ گزین ہو گئے، اور تین سال تک قید و بند میں گذارے بالآخر قریش کے ایک نرم دل آدمی ہشام بن عمرو کو بنو ہاشم کی بیکسی پر رحم آیا، اور انہوں نے چند معززین کی تائید سے اس معاہدہ کو منسوخ کر کے چاک کر ڈالا، اور ہاشمیوں کو قید تنہائی سے نجات ملی[1]،

حضرت ابو طالب اور حضرت خدیجہؓ کا انتقال اس معاہدہ کی تنسیخ کو تھوڑے ہی دن ہوئے تھے، کہ آنحضرت صلعم کے حامی اور چاہنے والے چچا ابو طالب کا انتقال ہو گیا، اس سانحہ کے تقریباً سوا مہینہ بعد ام المومنین حضرت خدیجہؓ نے بھی داغ مفارقت دیا، اور دو ڈھائی مہینہ کے اندر اندر آنحضرت صلعم کے دونوں محافظ اٹھ گئے،

قریش کی ایذا رسانی، اب قریش کے لئے کوئی رکاوٹ باقی نہ رہی، ابو طالب کی حمایت اور حضرت خدیجہؓ کا تمول اور ان کی وجاہت، سب ختم ہو چکے تھے، اسلئے ان کو دل کھولکر بخار نکالنے کا موقع ملا، اور انہوں نے کسی ممکن ایذا رسانی سے دریغ نہ کیا، ان میں اکثر واقعات اوپر گذر چکے ہیں، ایک مرتبہ ایک گستاخ نے مٹی لاکر فرق مبارک پر جھونک دی، آپ اسی حالت میں گھر تشریف لائے، ایک صاحبزادی نے اس حالت میں دیکھا، تو زار و قطار رونے لگیں، سر سے مٹی دھوتی جاتی تھیں، اور آنسو بہتے جاتے تھے، سرور عالم تشفی دیتے تھے، کہ جان پدر مت رو، خدا تمہارے باپ کو کفار کی دراز دستیوں سے روکنے والا ہے، اس موقع پر

[1] سیرۃ ابن ہشام ج ۱ صفحہ ۲۰۳، ۲۰۵

آپنے یہ بھی ارشاد فرمایا، کہ ابوطالب کی زندگی تک قریش میرے ساتھ کوئی ناروا سلوک نہ کرسکے[۱]،

ابوطالب اور حضرت خدیجہؓ کے انتقال کے بعد تبلیغ اسلام در طائف سنہ ۱۰ نبوی

ابوطالب اور حضرت خدیجہؓ کے انتقال کے بعد مشرکین مکہ کے جور وستم نے سرزمین حرم آنحضرت صلعم کے لئے تنگ کردی، اس لئے آپنے زید بن حارثہؓ کی معیت مین طائف کا رخ کیا، کہ شاید وہان کچھ بندگان خدا توحید کی صدا پر لبیک کہین، چنانچہ طائف پہنچکر سرداران ثقیف کے سامنے اسلام پیش کیا، لیکن جواب کیا ملتا ہے؟ کیا خدانے تمکو بھیجا ہے!!؟ کیا خدا کو تمہارے علاوہ دوسرا پیغمبر نہین ملا؟ خدا کی قسم ہم تم سے بات نہین کرینگے، کیونکہ اگر تم پیغمبر ہو جیسا کہ تمہارا خیال ہے، تو تم سے گفتگو کرنے مین بڑا خطرہ ہے، اور اگر جھوٹے ہو، تو قابل التفات نہین[۲]، آپ یہ جواب سنکر ایک گونہ مایوس ہوگئے، تاہم دس دن ٹھہر کر قبیلۂ ثقیف کے ایک ایک آدمی اور وہ شخص سے ملے، لیکن سب نے جواب دیا کہ محمد ہمارے یہان سے نکل جاؤ، اور جہان تمہاری آواز سننے والے ہون وہان جاؤ، صرف اس جواب پر اکتفا نہین کیا، بلکہ کچھ اوباشون کو لگا دیا جنھون نے ذات اقدس پر سنگ باری شروع کردی، اور اسقدر پتھر برسائے کہ آپکے دونون پاؤن زخمون سے چور ہوگئے، زید بن حارثہؓ آپ کو بچاتے تھے، اس مدافعت مین وہ بھی زخمی ہوئے[۳]،

مکہ کی واپسی اور مطعم بن عدی کی امان

غرض اس طرح آپ وہان سے مغموم و ناکام واپس ہوئے، راستہ مین زید بن حارثہؓ نے گذارش کی، کہ مکہ مین ہم کس طرح رہ سکتے ہین، جبکہ قریش ہمارے نکالنے پر تلے ہوئے ہین، آپنے فرمایا، کہ خدا اپنے مذہب کا حافظ و ناصر ہے، وہ خود ہماری حفاظت کا سامان کرے گا، چنانچہ خدانے آپ کی حفاظت کا سامان کیا، اور مطعم بن عدی نے اپنی پناہ مین لیکر عام اعلان کردیا کہ مین نے محمد صلعم کو پناہ دی ہے، اسلئے کوئی آپ کو

---

[۱] سیرۃ ابن ہشام ج اول صفحہ ۲۲۶، [۲] ایضاً صفحہ ۲۲۹ زید بن حارثہؓ کا نام طبقات مین ہے، [۳] ابن سعد حصہ سیرۃ صفحہ ۱۴۲

ستانے کا ارادہ نہ کرے، اور آپ اطمینان سے ان کے گھر مین رہنے لگے،[1]

مطعم بن عدی کا گھر اور تبلیغ اسلام

اسلام اور بانیِ اسلامؐ کے خلاف غیظ و غضب کا جو طوفان اٹھا تھا، وہ طائف سے واپسی کے بعد پہلے سے بھی زیادہ تند ہو گیا، لیکن آنحضرت صلعم اس سے مطلق خوف زدہ اور مایوس نہ ہوئے، بلکہ مطعم بن عدی کے گھر مین بیٹھ کر اور قبائل کا دورہ کر کے بدستور اشاعتِ اسلام فرماتے رہے، اور اجتماع کا کوئی موقع ایسا نہ چھوڑا جسمین خدا کا پیغام نہ پہنچایا ہو، حج کے موسم مین حجاج کے فرودگاہون پر، بالخصوص عکاظ، مجنہ، اور ذوالمجاز کے بازارون مین، غرض جہان کہین خدا کے کچھ بندے یکجا ہوتے، وہان آپ ان کے کانون تک اسکا پیغام پہنچا دیتے، پورے دس سال تک آپ اس فرض نبوت کو نہایت جانفشانی اور تندہی کے ساتھ ادا کرتے رہے، جن قبائل مین آپ نے گشت لگا کر پیام خداوندی پہنچایا، ان کی فہرست حسب ذیل ہے[2]

بنو عامر، بنو محارب، بنو فزارہ، غسان، مرہ، حنیفہ، سلیم، عبس، بنو نصر، بکا، کندہ، کعب، حارث بن کعب، عذرہ، حضارمہ، لیکن اس دعوت کا مشترک جواب یہ ملتا، کہ آدمی کا قبیلہ اس آدمی کے حالات زیادہ جانتا ہے، یعنی جب قریش نے تمہاری دعوت کو ستر د کر دیا، تو دوسرے کیون قبول کرین گے،

تبلیغ کا اثر قبائل پر

اگرچہ عرب کے تمام قبائل مین اسلام کے خلاف یکسان فضا تھی، تاہم انفرادی طور پر ان مین ایسے نفوسِ صالحہ موجود تھے، جن کی فطرت سلیمہ دعوت حق سننے پر مستعد تھی، اور ان کے قلب سلیم کا عارضی زنگ تھوڑی کوشش سے دور ہو سکتا تھا، چنانچہ کفر و ضلالت کے بیابان مین توحید کی آواز بالکل بے اثر نہ رہی، بلکہ بہتیرے قبائل مین اسلام

[1] ابن سعد حصہ سیرۃ ص ۱۴۲، [2] زرقانی ج ۱ ص ۳۰۹،

کا خاصا پر تو پڑا، ان قبائل اور ان کے ان مقدس نفوس کا اجمالی خاکہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے
اس سے اندازہ ہوگا، کہ ہجرت کے قبل مکہ کی زندگی میں اسلام نے کن کن قبائل کو متاثر کیا،

نام قبیلہ یا بطن	اسمائے گرامی
بنو ہاشم	حضرت حمزہ بن عبد المطلب رض " جعفر بن ابو طالب رض " علی بن ابو طالب رض
موالی بنو ہاشم	" انسہ مولی آنحضرت صلعم " ابو کبشہ رض " " زید بن حارثہ رض "
بنو مطلب	" عبیدہ بن حارث رض " طفیل بن حارث رض
بنو مطلب کے حلیف	" ابو مرثد غنوی رض " مرثد بن ابی مرثد رض
بنو عبد شمس	" عثمان بن عفان رض " خالد بن سعید رض
بنو شمس کے حلیف	" عبد اللہ بن جحش رض " ابو احمد بن جحش رض " عکاشہ بن محصن رض " شجاع بن وہب رض

بنوشمس کے علیف	حضرت عتبہ بن وہب رضؓ
بنو نوفل کے حلیف	،، عتبہ بن غزوان رضؓ
بنو اسد بن عبد العزیٰ	،، زبیر بن عوام رضؓ
بنو اسد کے حلیف	،، حاطب بن ابی بلتعہ رضؓ
بنو عبد دار	،، مصعب بن عمیر رضؓ
بنو عبد بن قصی	،، طلیب بن عمیر رضؓ
بنی زہرہ بن کلاب	،، عبد الرحمٰن بن عوف رضؓ ،، سعد بن ابی وقاص رضؓ ،، طلیب بن ازھر رضؓ ،، عبد اللہ الاصغر رضؓ ،، عبد اللہ بن شہاب رضؓ ،، عامر بن ابی وقاص رضؓ ،، مطلب بن ازہر رضؓ
بنی زہرہ کے حلیف	،، عبد اللہ بن مسعود رضؓ ،، مقداد بن عمرو رضؓ ،، خباب بن ارت رضؓ ،، مسعود بن ربیع رضؓ ،، عتبہ بن مسعود رضؓ ،، شرجبیل بن حسنہ رضؓ

بنو تیم بن مرہ :	حضرت ابو بکر صدیق رضؓ " طلحہ بن عبید اللہ رضؓ " عامر بن فہیرہ خادمِ صدیق اکبر رضؓ " حارث بن خالد رضؓ " عمرو بن عثمان رضؓ
بنو مخزوم بن یقظہ	" ابو سلمہ بن عبد الاسد رضؓ " ارقم بن ارقم رضؓ " شماس بن عثمان رضؓ " عیاش بن ابی ربیعہ رضؓ " سلمہ بن ہشام رضؓ " ہاشم بن ابو حذیفہ رضؓ " ہبار بن سفیان رضؓ " عبد اللہ بن سفیان رضؓ
بنو مخزوم کے حلیف	" عمار بن یاسر رضؓ " معتب بن عوف رضؓ
بنو عدی	" عمر بن الخطاب رضؓ " زید بن خطاب رضؓ " سعید بن زید رضؓ " عبد اللہ بن عمر رضؓ

بنو عدی	حضرت عمرو بن سراقہ رض " نعم النجام بن عبداللہ رض " معمر بن عبداللہ رض " عدی بن نضلہ رض " عروہ بن ابی اثاثہ رض " مسعود بن سوید رض " عبداللہ بن سراقہ رض
حلیف بنو عدی	" عامر بن ربیعہ رض " عاقل بن ربیعہ رض " خالد بن ربیعہ رض " ایاس بن ربیعہ رض " عامر بن ربیعہ رض " خولی بن ابی خولی رض " مہجع بن صالح غلام عمر بن خطاب رض
بنو سہم	" خنیس بن حذافہ رض " عبداللہ بن حذافہ رض " ہشام بن عاص رض " ابو قیس بن حارث رض " عبداللہ بن حارث رض

بنو سہم :	حضرت سائب بن حارث رض
	" حجاج بن حارث رض
	" تمیم بن حارث رض
	" سعید بن حارث رض
	" سعید بن عمرو رض
بنی جمح بن عمرو	" حضرت عثمان بن مظعون رض
	" عبداللہ بن مظعون رض
	" قدامہ بن مظعون رض
	" سائب بن عثمان رض
	" معمر بن حارث رض
	" خطاب بن حارث رض
	" سفیان بن معمر رض
	" خالد بن سفیان رض
	" جنادہ بن سفیان رض
	" نبیہہ بن عثمان رض
بنو عامر بن لوئی	" ابو سبرہ بن ابی رہم رض
	" عبداللہ بن مخرمہ رض
	" حاطب بن عمرو رض
	" عبداللہ بن سہیل رض

بنو عامر بن لوئی	حضرت عمیر بن عوف رض " وہب بن سعد رض " سلیط بن عمرو رض " سکران بن عمرو رض " مالک بن زمعہ رض
بنو فہر بن مالک	" ابو عبیدہ بن جراح رض " سہیل بن بیضا رض " معمر بن ابی سرح رض " عیاض بن زہیر رض " عمرو بن حارث رض " عثمان بن عبد غنم رض
بنو اسد بن عبد العزیٰ	" سعید بن عبد قیس رض " خالد بن حزام رض " اسود بن نوفل رض " عمرو بن امیہ رض " یزید بن زمعہ رض
بنو عبد دار بن قصی	" ابو الروم بن عمیر رض " فراس بن نضر رض " جہم بن قیس رض

بنو عبد دار بن قصی کے حلیف	حضرت ابو فکیہہ رض
بنی سعد کے حلیف	" محمیہ بن جزء رض
قبیلۂ دوس	" طفیل بن عمرو دوسی رئیس قبیلہ رض " معیقیب بن ابی فاطمہ دوسی رض

قبیلۂ دوس کی خواہش جبکہ مکہ مین چارون طرف مشرکین کی یورش اور دشمنانِ اسلام کا نرغہ تھا، اسوقت بھی اطرافِ مکہ کے وہ قبائل جن پر اسلام کا پرتو پڑ چکا تھا، ذاتِ نبوی کی حمایت اور امداد پر آمادہ تھے، چنانچہ قبیلۂ دوس جو مستحکم قلعہ کا مالک تھا، اسکے سردار طفیل بن عمرو نے خواہش کی کہ آنحضرت صلعم یہان ہجرت کر آئین، لیکن آپ نے انکار کر دیا[۱]، اسی طریقہ سے ایک ہمدانی نے آپ کی حفاظت پر آمادگی ظاہر کی[۲]، لیکن آپ بغیر حکم الٰہی کے مجبور تھے،

مدینہ کا خواب بالآخر جس چیز کا انتظار تھا، آنحضرت صلعم کو عالمِ رویا مین اسکا مشاہدہ کرا دیا گیا، اور آپ نے خواب دیکھا کہ مکہ سے کھجورون والی زمین مین ہجرت کر رہے ہین، اس سے آپ یمامہ یا ہجر سمجھے، لیکن درحقیقت یہ یثرب کی بابرکت زمین تھی[۳]،

اہل مدینہ کا قبولِ اسلام اوپر گذر چکا ہے، کہ آنحضرت صلعم حج کے موسم مین حجاج مین تبلیغ اسلام فرماتے تھے، اس سلسلہ مین آپ کو چند خزرجی اشخاص ملے، آپ نے ان کے سامنے اسلام پیش کیا، ان کا آئینۂ قلب اسکے پہلے ہی عکس مین توحید کے پرتو سے چمک اٹھا، البتہ ان کی تعداد اور اولیت مین اختلاف ہے، کہ پہلی مرتبہ کتنے لوگ مشرف باسلام ہوے اور وہ کون کون لوگ تھے، ان کی تعداد باختلاف روایت ۲، ۶، اور ۸ ہے، لیکن

---

[۱] مسلم ج ۱، باب الدلیل علی ان قاتل نفسہ لا یکفر، [۲] مستدرک حاکم ج ۲ ص ۶۱۳،
[۳] بخاری ج ۱ ص ۵۵۱،

۶ کی روایت مرجح ہے، اور اس صورت مین واقعہ کی صورت یہ ہے، کہ آنحضرت صلعم کو موسم حج مین بنو نجار کے کچھ آدمی ملے، آپنے دریافت فرمایا، کہ تم یہود کے حلیف ہو؟ انہون نے اثبات مین جواب دیا، آپ نے اسلام پیش کیا، اور قرآن کی چند آیتین تلاوت فرمائین، اور وہ لوگ مشرف باسلام ہو گئے، ان کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہین[۱]،

حضرت اسعد بن زرارہ رضہ	حضرت عوف بن حارث رضہ
حضرت رافع بن مالک رضہ	حضرت قطبہ بن عامر رضہ
حضرت عقبہ بن عامر رضہ	حضرت جابر بن عبد اللہ رضہ

انصار کی پہلی بیعت دوسرے سال موسم حج مین خزرج کے بارہ آدمی آئے، اور آنحضرت صلعم کے دست مبارک پر بیعت کی، یہ بیعت جہاد نہ تھی، بلکہ چند اخلاقی باتون کا عہد تھا، یعنی شرک، چوری، زنا، قتل اولاد اور بہتان سے احتراز، اور امر بالمعروف مین اطاعت، یہ لوگ جب بیعت کرکے واپس جانے لگے، تو آنحضرت صلعم نے مصعب بن عمیرؓ کو تعلیم قرآن کے لئے ساتھ کردیا، یہ وہان امامت بھی کرتے تھے[۲]،

انصارؓ کی دوسری بیعت تیسری مرتبہ خزرجی مسلمان بہتر اشخاص اپنے ساتھ لائے، اور ان سبھون نے بیعت کی، مگر یہ بیعت آسان نہ تھی، اس مین جان کی بازی تھی، کہ وہ ہزارون دشمنان اسلام کے درمیان آنحضرت صلعم کی حفاظت اپنے اہل وعیال کی طرح کرین[۳] گے،

عام ہجرت انصارؓ کی بیعت اور اذن ہجرت کے بعد ستم رسیدہ مسلمانون کے لئے بیت الامن مدینہ کی شاہراہ کھل گئی، اور آنحضرت صلعم نے عام مسلمانون کو مژدہ سنادیا، اور ہجرت کا سلسلہ شروع ہو گیا، سب سے پہلے حضرت ابوسلمہ بن عبد الاسدؓ اور عامر بن ربیعہؓ[۴] نے ابتدا کی، اسکے

[۱] ابن سعد حصہ سیرۃ ص ۱۴۷، [۲] سیرۃ ابن ہشام ج ۱ ص ۲۳۷، [۳] ایضاً ص ۲۴۳، [۴] سیرۃ ابن ہشام ج ۱ ص ۲۵۶

بدمسلمان ہرطرف سے جوق در جوق اس جائے پناہ مین آنے لگے، ان کی فہرست بہت طویل ہے، اکثرون کے اسماے گرامی یہ ہین[1]

عبداللہ بن جحش رض	زبیر بن عبیدہ رض	عامر بن بکیر رض
ابواحمد بن جحش رض	تمام بن عبیدہ رض	عاقل بن بکیر رض
عکاشہ بن محصن رض	سخبرہ بن عبیدہ رض	خالد بن بکیر رض
شجاع بن وہب رض	محمد بن عبداللہ بن جحش رض	طلحہ بن عبیداللہ رض
عقبہ بن وہب رض	عمر بن خطاب رض	صہیب بن سنان رض
اربد بن حمیرہ رض	عیاش بن ابی ربیعہ رض	حمزہ بن مطلب رض
منقذ بن نباتہ رض	زید بن خطاب رض	زید بن حارثہ رض
یزید بن رقیش رض	عمرو بن سراقہ رض	کناز بن حصین رض
سعید بن رقیش رض	عبداللہ بن سراقہ رض	آنسہ رض
محرز بن نضلہ رض	خنیس بن حذافہ رض	ابوکبشہ رض
قیس بن جابر رض	سعید بن زید رض	عبیدہ بن حارث رض
عمرو بن محصن رض	عمرو بن نفیل رض	طفیل بن حارث رض
مالک بن عمرو رض	واقد بن عبداللہ رض	حصین بن حارث رض
صفوان بن عمرو رض	خولی بن ابی خولی رض	مسطح بن اثاثہ رض
ثقیف بن عمرو رض	مالک بن ابی خولی رض	سویبط بن سعد رض
ربیعہ بن اکثم رض	ایاس بن بکیر رض	طلیب بن عمیر رض

[1] نامون کی تفصیل سیرۃ ابن ہشام ج ۱ ص ۲۵۲ تا ۲۶۳،

خباب مولیٰ عتبہ بن غزوان رض
زبیر بن عوام رض
ابو سبرہ رض
مصعب بن عمیر رض
ابو حذیفہ رض
سالم مولیٰ ابو حذیفہ رض

عتبہ بن غزوان رض
عثمان بن عفان رض

مستورات

زینب بنت جحش رض
ام حبیب بنت جحش رض
جذامہ بنت جندل رض
ام قیس بنت محصن رض
ام حبیب بنت ثمامہ رض
آمنہ بنت رقیش رض
سخرہ بنت تمیم رض
حمنہ بنت جحش رض
ام سلمہ رض

ہجرت کا سلسلہ فتح مکہ سے قائم رہا اور اسکے اسباب

مدینہ آنے کے بعد مسلمانون کی زندگی بڑی حد تک محفوظ و مطمئن ہو گئی تھی، تاہم ہجرت عظمیٰ کے بعد اسکا سلسلہ منقطع نہین کیا گیا، اور کچھ نہ کچھ لوگ برابر ہجرت کرتے رہے، اسکے متعدد وجوہ و اسباب تھے، اول یہ کہ ابھی بہت سے ستم رسیدہ مسلمان مشرکین کے پنجۂ ظلم مین اسیر تھے، جب جب ان کی گلو خلاصی ہوتی گئی، مدینہ آتے گئے، دوسرے یہ کہ ان مسلمانون کے لئے جو مکہ سے دور دراز مقامات پر رہتے تھے، اتنا وقت درکار تھا، کہ ہجرت کے لئے ضروری انتظامات کر سکین تیسرا اور سب سے اہم سبب یہ تھا، کہ ہجرت کے بعد بھی اسلام مین اتنی قوت پیدا نہ ہوئی تھی، کہ وہ اپنے ان پرستارون کے جان و مال کی پوری حفاظت کر سکے، جو مدینہ کے علاوہ دوسرے مقامات پر رہتے تھے، اور یہ اسوقت تک ناممکن تھا، جب تک کہ مشرکین کی قوت نہ ٹوٹ جائے، اور ان کا سب سے بڑا قلعہ اور مرکز مکہ مکرمہ مسلمانون کے قبضہ مین نہ آجائے، اسلئے ہجرت کا سلسلہ اسوقت تک قائم رہا جب تک خانۂ کعبہ پر توحید کا علم نصب نہ ہو گیا، اور ہجرت عظمیٰ کے بعد سے فتح مکہ تک برابر مسلمان آتے رہے، چنانچہ غزوۂ خیبر کے قبل تک جو فتح مکہ سے کچھ ہی دن پیشتر ہوا، قابل ذکر اشخاص مین حضرت سعید بن عامر بن حذیم، حجاج بن علاط اور عوف

بن مالک اشجعیؓ آئے، پھر عین غزوۂ خیبر کے موقعہ پر مہاجرینِ حبش کا پورا قافلہ مدینہ آگیا، ان سب کے نام اوپر لکھے جاچکے ہین، پھر فتحِ مکہ کے کچھ دن پہلے مسلمانون کی کافی تعداد آئی جن مین ذیل کے اشخاص قابلِ ذکر ہین، حضرت عمرو بن عاصؓ، خالد بن ولیدؓ، مغیرہ بن شعبہؓ، سلمہ بن اکوعؓ، ابوہریرہ دوسیؓ، عبداللہ بن ابی اوفیؓ، کعب اسلمیؓ، سلیمان بن صردؓ، اور یہ سلسلہ فتحِ مکہ تک قائم رہا، فتحِ مکہ کے دن آنحضرت صلعم نے اعلان فرمادیا کہ

لا ھجرۃ بعد الفتح الا جہاد و نیۃ[1] — فتحِ مکہ کے بعد ہجرت نہین، اب صرف جہاد اور نیت کا ثواب ہے،

کیونکہ اب اسلام کو کل عرب مین امن وامان حاصل ہوگیا تھا اور مسلمانون کی حفاظت کے لئے کسی خاص دارالامان کی ضرورت نہین تھی،

مہاجرینؓ کے فضائل ومناقب

کلام اللہ اور مہاجرین انسان کے لئے تھوڑے عرصہ تک مصائب برداشت کرلینا زیادہ دشوار نہین ہے، کچھ دنوں کے لئے وہ مالی نقصان بھی اُٹھاسکتا ہے، جسمانی اذیتین بھی برداشت کرسکتا ہے، بلکہ اس سے بڑھکر ایک مرتبہ جان بھی دے سکتا ہے، مگر جیتے جی ہمیشہ کے لئے خویش واقارب، اہل وعیال، اور مال ودولت سب چھوڑ کر جلاوطنی کی مصیبت نہین سہ سکتا، مہاجرین رضوان اللہ علیہم اجمعین کا سب سے بڑا ایثار، سب سے بڑی قربانی اور سب سے بڑا شرف یہی ہے کہ وہ صرف خدا اور رسول کی خوشنودی کے لئے اپنے وطن، اپنے اہل وعیال اور اپنے مال وجائداد سب کو چھوڑ کر بے خانمان ہوئے، یہ وہ جذبۂ فدویت ہے جس کی مثال مذاہب

---

[1] بخاری کتاب الجہاد، باب وجوب النفیر وما یجب من الجہاد

عالم کے تاریخی صفحون مین نہین مل سکتی، جب وہ گھر سے بے گھر ہوئے تو ان کے جیب و دامن مال و دولت کے زخارف سے خالی تھے، کھانے پینے تک کا سہارا نہ تہا، نہ کپڑا تھا، نہ غلہ تھا، غرض وہ ہر قسم کی مادی دولت سے تہی دامن تھے، لیکن ان کے دل ایمان، خدا اور رسول کی محبت، اور دولۂ مذہب کی دولت سے معمور تھے، اور اس نے ان کو تمام مزخرفات دنیوی سے بے نیاز کر دیا تھا،

خدا نے ان کے یہ تمام صفات قرآن پاک مین خود بیان فرمائے ہین، چنانچہ سورۂ حشر مین مہاجرینؓ کی یہ خصوصیات شمار کرائی گئی ہین،

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ (حشر ع ۱)

(مال غنیمت مین) ان محتاج مہاجرین کا بھی حق ہوتا ہے جو اپنے وطن سے نکالے گئے، اور اپنی جائداد و دولت سے محروم کر دئے گئے، اور خدا کے فضل اور اسکی رضامندی کے متلاشی ہین، اور اسکے رسول کی مدد کرتے ہین، یہ ہین راست باز لوگ،

ان کے اقوال و افعال یہ تھے،

اَلَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ؕ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝ اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا

وہ لوگ اپنے گھروں سے ناحق اس جرم مین نکالے گئے کہ وہ کہتے ہین کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے، اور اگر اللہ لوگون کو ایک دوسرے کے ہاتھ سے نہ ہٹوا دیتا تو کلیسے اور گرجے اور عبادت خانے اور مسجدین جنمین کثرت سے خدا کا نام لیا جاتا ہے، گرا دئے جا چکے ہوتے، اور جو اللہ کی مدد کرے گا، اللہ ضرور اسکی مدد کریگا، بیشک اللہ قوت والا اور غالب ہے یہ لوگ (مہاجرین)

الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ ؕ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ (حج ع ٦)

اگر ہم انکو حکومت دیکر زمین قادر کردین تو یہ نماز بن پڑھینگے زکوۃ دینگے اور لوگون کو اچھے کام کیلئے کہینگے اور برے کامون سے منع کرینگے اور انجام خدا ہی کے اختیار مین ہے

ان کی قربانیون کے صلہ مین دنیا اور آخرت کی سب سے گرانبہا نعمت ان کو حاصل تھی یعنی رضائے الٰہی اور اسکی رحمت، درجات اور مراتب کے اعتبار سے بھی وہ خدا کے نزدیک سب سے بلند تر تھے،

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ یُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِیْهَا نَعِیْمٌ مُّقِیْمٌ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا (توبہ ع ٢)

جو لوگ ایمان لائے، اور ہجرت کی، اور جان و مال سے اللہ کے راستہ مین جہاد کیا، یہ لوگ اللہ کے نزدیک بہت بلند مرتبہ ہین، اور یہی لوگ کامیاب ہونیوالے ہین، ان کا رب ان کو اپنی خوشنودی اور رحمت اور ایسے باغون کی خوشخبری دیتا ہے، جن مین انکو دائمی آسایش ہے، اور یہ لوگ ان مین ہمیشہ ہمیشہ رہین گے،

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہجرت کے علاوہ ان کی شان یہ بھی ہے کہ وہ اپنی جان اور اپنا مال خدا کی راہ مین لٹاتے ہین،

ایک دوسری آیت مین نہ صرف مہاجرین کے لئے بلکہ مہاجرین کے نقش قدم پر چلنے والوں کے لئے بھی اس خوشنودی کا مژدہ سنایا گیا ہے،

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ

اور مہاجرین وانصار مین سے جن لوگون نے اسلام مین سبقت کی اور وہ لوگ جنھون نے خلوص قلب سے ان کا اتباع کیا، خدا ان سے راضی ہے، اور وہ لوگ خدا سے راضی ہین، اور ان کے لئے ایسے باغ تیار کرائے گئے

اَلْفَوْزُ الْعَظِیْمُ

(توبہ ع ۱۳)

ہین، جن کے نیچے نہرین روان ہین، ان مین وہ ہمیشہ ہمیشہ رہین گے، یہ بڑی کامیابی ہے،

ایمان والون کی شان یہ ہے، کہ وہ رحمت الٰہی سے ناامید نہین ہوتے، اس لئے مہاجرین ہمیشہ اس کی رحمت کے امیدوار رہتے تھے،

وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ، اُولٰٓئِكَ یَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ. (بقرع ۲۷)

جو لوگ ایمان لائے، اور ہجرت کی، اور راہ خدا مین جہاد کیا، یہی لوگ خدا کی رحمت کے امیدوار ہین، اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے،

خدا ان کی اس امید رحمت کو اسطرح پورا کرے گا، کہ ان کے تمام گناہون سے درگذر کرے گا، اور ان کی خطائین ان کے نامۂ اعمال سے مٹا دیگا،

فَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

(آل عمران ع ۲۰)

پس جن لوگون نے ہجرت کی اور اپنے وطن سے نکالے گئے، اور میرے راستے مین تکلیفین پہنچائے گئے، اور لڑے اور مارے گئے، ہم ان کی برائیون کو مٹا دینگے اور ان کو ایسے باغون مین داخل کرین گے جن کے نیچے نہرین روان ہون گی،

خدا ان کی اس خانہ بربادی کے صلہ مین ان کو دنیا مین بھی بلند مرتبہ کرے گا، اور آخرت مین بھی سرفراز فرمائیگا،

وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا فِی اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ ۵ (نحل ع ۶)

اور جن مسلمانون نے اپنی مظلومیت کی وجہ سے ہجرت کی ان کو ہم دنیا مین ضرور اچھی جگہ بٹھائین گے، اور آخرت کا اجر اس سے بہت بڑا ہے، کاش وہ لوگ جانتے،

مہاجرین نے راہِ خدا مین تمام شدائد اٹھائے، جلائے وطن ہوئے، ہر طرح کی جسمانی اور روحانی تکلیفین برداشت کین مگر ابرو پر شکن تک نہ آئی، اور صبر کا دامن ہاتھ سے چھوٹا، خدا نے ان کو اس استقامت اور صبر کا صلہ دیا،

ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جَاهَدُوْا وَصَبَرُوْا اِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (نحل ع ۱۴)	پھر خدا ان لوگون کے لئے جنہون نے مصیبت مین مبتلا ہونے کے بعد گھر بار چھوڑا، اور جہاد کیا، اور (ان کی تکلیفون پر) صبر کیا، بیشک تمہارا خدا (ان امتحانون کے بعد) بخشنے والا مہربان ہے،

سورۂ حج مین ایک موقعہ پر اپنے انعام واکرام کا ذکر ان الفاظ مین کیا ہے،

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْا اَوْ مَاتُوْا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ٥ لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ (حج ع ۸)	جن لوگون نے خدا کی راہ مین ہجرت کی، پھر شہید ہوگئے یا مرگئے، ان کو ضرور خدا اچھا رزق دے گا، بیشک خدا ہی روزی دینے والون مین بہتر روزی دینے والا ہے، وہ ان کو ایسی جگہ داخل کرے گا جس سے وہ لوگ خوش ہوجائین گے،

تنگدستی وعسرت کے وقت جبکہ تمام رشتہ داریان منقطع ہوجاتی ہین اور احباب کنارہ کش ہوجاتے ہین، مہاجرین نے آنحضرت صلعم کا ساتھ دیا، خدا نے اس کے عوض مین ان پر اپنا یہ فضل کیا،

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ (توبہ ع ۱۴)	اللہ تعالی نے نبی صلعم اور ان مہاجرین وانصار پر اپنا فضل وکرم کیا، جنہون نے عسرت کی گھڑیون مین نبی کا ساتھ دیا،

خدانے صرف اپنے فضل وکرم پر اکتفا نہ کیا، بلکہ صاحب مقدور مسلمانون کوان کے ساتھ حسن سلوک اور ان کی خطاؤن سے درگذر کرنے کی ہدایت فرمائی، اور اس کو موجب مغفرت قرار دیا،

وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا ۗ أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ

(نور ع ۳)

تمہارے صاحب فضل اور صاحب مقدور لوگ قرابت والون اور محتاجون اور مہاجرین فی سبیل اللہ کی (مالی) مدد نہ کرنے کی قسم نہ کھائین، بلکہ چاہئے کہ انکی خطائین معاف کردین، اور ان سے درگذر کرین، کیا تم نہین چاہتے، کہ خدا تمہاری مغفرت کرے، اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے،

ہجرت اخلاص فی الاسلام کی علامت اور ایمان کی کسوٹی ہے، اس سے مومنین اور منافقین مین امتیاز ہوتا ہے، بغیر ہجرت ان پر اعتماد کی اجازت نہین،

فَلَا تَتَّخِذُوا مِنْهُمْ أَوْلِيَاءَ حَتَّىٰ يُهَاجِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ (نساء ع ۱۱)

جب تک یہ لوگ (منافقین) خدا کی راہ مین ہجرت نہ کرجائین، اسوقت تک ان مین سے کسی کو دوست نہ بناؤ،

مسلمانون مین صرف وہی ایک دوسرے کے دوست ہین، جنہون نے راہ خدا مین گھر چھوڑے، اور اسکے راستہ مین جانی ومالی جہاد کیا، یا جنہون نے مہاجرین کی امداد کی،

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوْا وَنَصَرُوا أُولَٰئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ

جو لوگ ایمان لائے، اور انہون نے ہجرت کی اور راہ خدا مین اپنے جان ومال سے جہاد کیا، اور جن لوگون نے ان (مہاجرین) کو جگہ دی، اور ان کی مدد کی، یہی

(انفال ع ۱۰) : لوگ ایک دوسرے کے دوست ہین،

وراثت کے لئے تنہا ایمان کافی نہین، بلکہ ایمان کیساتھ ساتھ ہجرت بھی نہایت ضروری ہے، ورنہ وارث مورث کی میراث نہین پا سکتا،

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا، (انفال ع ۱۰)	اور وہ لوگ جو ایمان لائے مگر ہجرت نہین کی، تو تم کو ان کی وراثت سے کوئی تعلق نہین، جب تک وہ ہجرت نہ کر جائین،

ایمان کی پختگی کا دارومدار ہجرت اور جہاد فی سبیل اللہ پر ہے،

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ (انفال ع ۱۰)	اور جو لوگ ایمان لائے، اور انہون نے ہجرت کی، اور خدا کے راستہ مین جہاد کیا، اور جنلوگون نے انکو جگہ دی اور انکی مدد کی یہی لوگ پکے ایمان والے ہین، اور ان کے لئے مغفرت اور عزت کی روزی ہے،

احادیث نبوی | قران کے علاوہ احادیث مین بھی ہجرت کی اہمیت اور مہاجرین کے فضائل کا کافی ذخیرہ موجود ہے، چنانچہ آنحضرت صلعم ایک موقعہ پر مہاجرین کی فضیلت اس پیرایہ مین ظاہر کرتے ہین،

لولا الهجرة لكنت امرأ من الانصار[1]	اگر ہجرت نہ ہوتی، تو مین بھی انصار کا ایک فرد ہوتا،

ہجرت حفاظتِ دین کی خاطر کی جاتی تھی،

فقالت لا هجرة اليوم كان المومنون يفر احدهم بدينه الى الله ورسوله[2]	حضرت عائشہؓ نے فرمایا، کہ اب ہجرت کا حکم منسوخ ہوگیا، یہ مومنین کے لئے اسوقت تھی جب وہ اپنے دین کو بچانے

[1] بخاری، باب بنیان الکعبہ، باب ہجرت النبی، [2] ایضاً،

کے لئے خدا اور اُس کے رسول کیطرف فتنہ کے خوف سے بھاگ کر پناہ گزین ہوتے تھے،

ہجرت کا معاملہ نہایت سخت ہے، اور وہی لوگ اسکو کر سکتے ہین، جو اپنے ایمان و اعتقاد مین نہایت سخت ہون،

جاء اعرابی الی النبی صلے اللہ علیہ وسلم فسألہ عن الھجرۃ فقال ویحک ان الھجرۃ شانہا شدید[۱]

ایک اعرابی نے آنحضرت صلعم کے پاس آکر ہجرت کے بارہ مین سوال کیا، آپنے فرمایا، تجھپر افسوس ہے، ہجرت بہت ہی سخت ہے،

ہجرت کا ثمرہ نیت پر ہے،

عن عمر قال سمعت النبی صلے اللہ علیہ وسلم یقول الاعمال بالنیۃ فمن کانت ھجرتہ الی دنیا یصیبہا او امرأۃ یتزوجہا فھجرتہ الی ما ھاجر الیہ ومن کانت ھجرتہ الی اللہ ورسولہ فھجرتہ الی اللہ ورسولہ[۲]

حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مین نے آنحضرت صلعم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اعمال کا دارومدار نیت پر ہے، پس جس کی نیت ہجرت دنیا کے لئے یا کسی عورت سے شادی کی نیت سے ہوگی، تو یہ انہین چیزون کے لئے ہوگی، اور جو ہجرت اللہ و رسول کے لئے ہوگی، اسکا اللہ و رسول کی خوشنودی مین شمار ہوگا،

اور صحابۂ کرامؓ کی ہجرت جاہ و دولت کے لئے نہ تھی، بلکہ جس چیز کے لئے تھی اسکو خود حضرت خبابؓ بیان کرتے ہین،

کنا ھاجرنا مع رسول اللہ صلعم نبتغی وجہ اللہ فوجب اجرنا علی اللہ،[۳]

ہم لوگون نے رسول اللہ صلعم کے ساتھ خالصۃً لوجہ اللہ ہجرت کی تھی، اسلئے ہم اجر کے مستحق ہو گئے،

---

[۱] بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۵۳، [۲] بخاری جلد ۱، باب ہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم و اصحابہ الی المدینۃ، [۳] ایضاً،

چونکہ مہاجرینؓ اپنے وطن کو خالصتاً لوجہ اللہ چھوڑتے تھے، اس لئے دوبارہ اس زمین مین رہنا اور مرنا تک گوارا نہ کرتے تھے، چنانچہ حضرت سعدؓ ہجرت کے بعد کسی ضرورت سے مکہ آئے، اور وہان آکر بیمار پڑ گئے، حالت نازک ہوئی، تو محض اس خیال سے زیادہ پریشان تھے، کہ مکہ ہی مین انتقال نہ ہو جائے، آنحضرت صلعم بھی اسکو ناپسند فرماتے تھے، چنانچہ آپ خود بیان کرتے ہین،

عن سعد بن ابی وقاص قال جاءنی النبی صلعم یعودنی وانا بمکۃ وھو یکرہ ان یموت بالارض التی ھاجر منھا[1]	حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلعم میری عیادت کو مکہ تشریف لائے، اور آپ اس مقام پر موت کو ناپسند فرماتے تھے، جہان سے ہجرت کی گئی ہو،

اسی حدیث مین اس موقع پر ایک روایت مین ہے، کہ خود حضرت سعدؓ نے آنحضرت صلعم سے دعاے صحت کی درخواست کی تاکہ ان کی ہجرت ناکام نہ رہجائے،

قال مرضت فعادنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقلت یارسول اللہ ادع اللہ ان لا یردنی علی عقبی[2]	حضرت سعدؓ فرماتے ہین کہ مین بیمار ہوا آنحضرت صلعم میری عیادت کو تشریف لائے، مین نے درخواست کی کہ حضورؐ میرے لئے دعا فرمائین کہ خدا مجھکو اُلٹے پاؤن نہ لوٹائے،

اس درخواست پر آپنے یہ دعا فرمائی،

اللھم امض اصحابی ھجرتھم ولا یردھم علی اعقابھم[3]	خدایا میرے اصحاب کی ہجرت پوری کر دے، اور ان کو اُلٹے پاؤن نہ لوٹا،

اکابر اصحابؓ ہجرت کو اپنے لیے سرمایۂ فخر سمجھتے تھے، چنانچہ حضرت عثمانؓ فخریہ

---

[1] بخاری جلد اول صفحہ ۳۸۳، [2] ایضاً، [3] بخاری باب ہجرت الحبشہ،

فرماتے تھے، کہ ھاجرت الہجرتین اولیٰ،،

مہاجرین قیامت کے دن عام مسلمانون سے ممتاز اور آفتاب کی طرح تابان ہون گے،

عن ابن عمر قال کنا عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوماً حین طلعت الشمس فقال سیاتی ناس من امتی یوم القیمۃ نورھم کضوء الشمس قلنا من اولئک یا رسول اللہ، فقال فقراء المہاجرین تتقی بھم المکارہ یموت احدھم وحاجتہ فی صدرہ یحشرون من اقطار الارض[۲]

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہین، کہ ایک دن ہم لوگ طلوع آفتاب کے وقت آنحضرت صلعم کے پاس تھے، آپ نے فرمایا کہ عنقریب قیامت کے دن میری امت کے کچھ لوگ ایسے اٹھین گے کہ جنکا نور ضیائے شمس کے مماثل ہوگا، ہم لوگون نے کہا یا رسول اللہ! وہ کون لوگ ہون گے، فرمایا فقراء مہاجرین جن کے ذریعہ سے مصیبتون کا تحفظ کیا جاتا ہے اور اپنی حسرتین اور تمنائین سینون مین لئے ہوئے دنیا سے اٹھتے ہین، یہ لوگ مختلف اقطاع عالم سے اٹھائے جائین گے،

مہاجرین کے لئے عام مسلمانون سے مدتون پہلے جنت کے دروازے کھل جائین گے،

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتعلم اول زمرۃ تدخل الجنۃ من امتی فقراء المہاجرین یاتون یوم القیمۃ الی باب الجنۃ ویستفتحون فتقول لھم خزنۃ او قد حوسبتم قالوا بای شئی نحاسب وانما

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے، کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا، کہ کیا تم میری امت کے اس زمرہ کے لوگون کو جانتے ہو، جو سب سے پہلے جنت مین داخل ہوگا، وہ فقراء مہاجرین ہون گے قیامت کے روز وہ جنت کے دروازہ پر آکر باب جنت کھلوانا چاہین گے،

[۱] بخاری باب ہجرۃ الحبشہ [۲] کنز العمال جلد ۷، ص ۱۳۳،

كانت اسيافنا على عواتقنا فى سبيل الله حتى متنا على ذالك فيفتح لهم فيقيلون فيها اربعين عاما قبل ان يدخلها الناس[1] (مسند ابن عمر)

دربان سوال کرین گے، کہ کیا تمہارا حساب ختم ہو چکا، وہ لوگ جواب دین گے، کہ ہمارا کس چیز کا حساب ہوگا، خدا کے راستہ مین ہماری تلوارین ہمارے زیب دوش رہین، اور اسی آن کے ساتھ جان دی، اس کے بعد جنت کے دروازے کھول دئے جائین گے، اور عام لوگون کے داخلہ سے چالیس سال قبل وہ لوگ اس مین آرام کرین گے،

مہاجرین کسی حالت اور کسی وقت مین بھی اسلام کی خدمت سے پہلوتہی نہ کرتے تھے، فاقہ پر فاقہ ہوتے، مگر ان کی جانفروشیون مین فرق نہ آتا، غزوۂ خندق کے موقعہ پر علی الصباح کڑکڑاتے جاڑون مین خالی پیٹ خندق کھودتے تھے، چنانچہ اسی موقعہ پر ایک دن صبح سویرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نکلے، تو یہ منظر دیکھا،

قال خرج رسول الله صلے الله عليه وسلم الى الخندق فاذا المهاجرون والانصار يحفرون فى غداة باردة فلم يكن لهم عبيد يعملون ذالك فلما رأى ما بهم من النصب والجوع

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خندق کی طرف گئے تو آپ نے دیکھا، کہ مہاجرین اور انصار سردی کی صبح مین خندق کھود رہے ہین، اور ان کے پاس کوئی نوکر چاکر نہین، کہ اس کام کو کردے، اور ان کی تھکن اور بھوک کو دیکھکر یہ دعا فرمائی،

اللهم ان العيش عيش الاخرة فاغفر الانصار والمهاجرة[2]

خدایا اصل عیش آخرت کا عیش ہے، مہاجرین اور انصار کی مغفرت فرما،

---

[1] کنز العمال جلد ۶، صفحہ ۱۳۰

[2] بخاری جلد ۲ کتاب المغازی باب غزوۂ خندق

ان فضائل کے علاوہ مہاجرینؓ کی ایک نمایاں فضیلت یہ تھی کہ ان کا دامن نفاق کے داغ سے پاک و صاف تھا، اس لیے کہ منافق وہ لوگ تھے جو درپردہ تو اسلام کے دشمن تھے مگر خوف سے اس کا اظہار نہ کرسکتے تھے یا وہ تھے جو مال و دولت کی طمع مین مسلمان ہوئے تھے یا وہ تھے جو جوب سے اسلام لائے تھے، اور مہاجرین رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اسلام ان تینوں چیزون کی آمیزش سے پاک تھا، اس لیے کہ جب یہ لوگ مشرف باسلام ہوئے، اس وقت اسلام بالکل ابتدائی حالت مین تھا، نہ اس کے پاس مال و زر تھا، نہ قوت و حکومت تھی بلکہ اس زمانہ مین جو لوگ مسلمان ہوئے ان کی جان اور ان کا مال خود خطرہ مین پڑگیا تھا اس لیے ان کا اسلام خالصۃً للہ تھا، ایک سبب یہ بھی تھا کہ مکہ کی سیزدہ سالہ زندگی مین مسلمان تعداد اور قوت دونون حیثیتون سے کفار کے مقابلہ مین ضعیف تھے اس لیے وہ مسلمانون کا مقابلہ اپنی قوت کے بل پر کرتے تھے اس لیے ان کی دوستی و دشمنی دونون کھلی ہوئی تھین،

اس کے برعکس مدینہ مین انصارؓ کے علاوہ کچھ لوگ تو خوف سے اسلام کے دائرہ مین داخل ہوئے اور کچھ لوگون نے مال و زر کی طمع مین اسلام قبول کیا، اس کے علاوہ جن لوگون کے اقتدار کو اسلام نے صدمہ پہنچایا تھا وہ درپردہ تو ان کے مخالف تھے، مگر علی الاعلان اسکا اظہار نہین کرسکتے تھے، کہ مسلمانون مین کافی طاقت آچکی تھی، خود انصار ان کے پشت پناہ تھے، چنانچہ عبداللہ بن ابی وغیرہ اسی قسم کے لوگون مین تھے، اسلئے مکی سورتون مین کہین نفاق و منافقت کا تذکرہ نہین ہے، اور مدنی سورتون مین اسکا بکثرت ذکر آتا ہے۔ نساء، توبہ، انفال، احزاب، حدید اور فتح مدنی سورتین ہین اور ان سب مین مذمت کے ساتھ نفاق کا ذکر ہے، سورۂ منافقون مخصوص طور پر ان کی پردہ دری مین نازل ہوئی ہے، سورۂ توبہ مین بھی نہایت تفصیل کے ساتھ ان کی نفاق آمیز دوستی کا راز فاش کیا گیا ہے،

اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّ نِفَاقًا وَّ اَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يَّتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا وَّيَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَآئِرَ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ،

(توبہ ع ۱۲)

دیہاتی بدو کفر اور نفاق مین بہت سخت ہین، اور یہ اسی لائق ہین کہ خدا نے اپنے رسول پر جو اتارا ہے اُس کے احکام کو نہ جانین اور اللہ جاننے والا الحکمت والا ہے، دیہاتیون مین کچھ ایسے بھی ہین کہ جو کچھ خدا کی راہ مین صرف کرتے ہین اس کو تاوان سمجھتے ہین اور تم مسلمانون پر گردش زمانہ کے منتظر ہین سوانھین پر بُری گردش ہوگی اور خدا سننے والا اور جاننے والا ہے،

خداوند تعالیٰ نے دوسرے موقع پر مدینہ کی بھی صراحت کردی ہے،

وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ،

(توبہ ع ۱۳)

اور مسلمانو! تمہارے آس پاس کے دیہاتیون مین منافق ہین اور خود مدینہ والون مین جو نفاق پر اڑے ہوئے ہین، ان کو تم نہین جانتے ہم ان کو جانتے ہین عنقریب ہم انکو دہرا عذاب دینگے پھر بڑے عذاب کی طرف لوٹائے جائینگے

علامہ ابن تیمیہ نے منہاج السنہ مین مہاجرینؓ کی اس فضیلت کا ذکر ان الفاظ مین کیا ہے،

"کہ احمد بن حنبل اور دوسرے علماء کہتے ہین کہ مہاجرینؓ مین کوئی منافق نہ تھا بلکہ نفاق انصار کے قبیلون مین ظاہر ہوا، جب مدینہ مین اسلام کا غلبہ ہوا اور اس مین اوس اور خزرج کے قبیلے داخل ہوئے اور مسلمانون کو ایک ایسا محفوظ گھر مل گیا جس کے ذریعہ سے وہ اپنی حفاظت کرنے اور لڑنے پر قادر ہوگئے تو مدینہ کے باشندے اسلام مین داخل ہوگئے اور اس کے قرب و جوار کے اعراب خوف اور جان بچانے کے لئے اسلام لائے، یہ لوگ منافق تھے جیسا کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے،

وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ سَنُعَذِّبُهُمْ مَرَّتَيْنِ، اسی لیے نفاق کا ذکر مدنی سورتون مین ہے، مکی سورتون مین نہین ہے، کیونکہ جو لوگ ہجرت سے قبل مکہ مین اسلام لائے تھے ان مین کوئی منافق نہ تھا اور جن لوگون نے ہجرت کی ان مین بھی کوئی منافق نہ تھا بلکہ یہ سب اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے تھے، اور اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھنے والے تھے، اور اللہ اور اسکا رسول ان کو ان کے اہل و عیال اور ان کے مال و دولت سے زیادہ محبوب تھا،

شاہ معین الدین احمد ندوی ۱۰ جولائی ۱۹۵۶ء
دار المصنفین اعظم گڈھ،

---

۵۱ منہاج السنہ جلد ۲ صفحہ ۱۲۰،

حضرت زبیر بن العوامؓ

نام ونسب، خاندان زبیر نام، ابوعبداللہ کنیت، حواری رسول اللہ لقب، والد کا نام عوام اور والدہ کا نام صفیہ تھا، پورا سلسلۂ نسب یہ ہے، زبیر بن العوام بن خویلد بن اسد بن عبدالعزی بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئ القرشی الاسدی، حضرت زبیرؓ کا سلسلۂ نسب قصی بن کلاب پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملجاتا ہے، اور چونکہ ان کی والدہ حضرت صفیہؓ سرورِ کائنات کی پھوپھی تھین، اسلئے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی تھے، اسکے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ محترمہ ام المومنین حضرت خدیجہؓ کے بھی حقیقی بھتیجے تھے، اور حضرت صدیقؓ کے داماد ہونے کے سبب سے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساڑھو بھی تھے، اور اسطرح ذات نبوی کیساتھ اونکو متعدد نسبتین حاصل تھین،

حضرت زبیرؓ ہجرت نبوی سے اٹھائیس سال قبل پیدا ہوئے، بچپن کے حالات[1] کم معلوم ہین، لیکن اسقدر یقینی ہے، کہ ان کی والدہ حضرت صفیہؓ نے ابتدا ہی سے ان کی ایسی تربیت کی تھی، کہ وہ جوان ہو کر ایک عالی حوصلہ، بہادر اولوالعزم مرد ثابت ہون، چنانچہ وہ بچپن میں عموماً انہین مارا پیٹا کرتین، اور سخت سے سخت محنت ومشقت کے کام کا عادی بناتی تھین، ایک دفعہ نوفل بن خویلد جو اپنے بھائی عوام کے مرنے کے بعد ان کے ولی تھے، حضرت صفیہؓ پر نہایت خفا ہوئے، کہ کیا تم اس بچے کو اسطرح مارتے مارتے مار ڈالوگی؟ اور بنو ہاشم سے کہا کہ تملوگ صفیہ کو سمجھاتے کیون نہین، حضرت صفیہ نے حسب ذیل رجز مین اس خفگی کا جواب دیا[1]،

[1] ابن سعد واصابہ تذکرۂ زبیر،

من قال انی ابغضہ فقد کذب　　انما اضربہ لکے یلب

جس نے یہ کہا کہ میں اس سے بغض رکھتی ہوں اس نے جھوٹ کہا، میں اس کو اس لیے مارتی ہوں کہ عقلمند ہو،

ویھزم الجیش ویاتی بالسلب الخ

اور فوج کو شکست دے اور مال غنیمت حاصل کرے،

اس تربیت کا اثر یہ تھا، کہ وہ بچپن ہی میں بڑے بڑے مردوں کا مقابلہ کرنے لگے تھے ایک دفعہ مکہ میں ایک جوان آدمی سے مقابلہ پیش آیا، انھوں نے ایسا ہاتھ مارا کہ اسکا ہاتھ ٹوٹ گیا، لوگ اُسے لادکر شکایۃً حضرت صفیہؓ کے پاس لائے، تو انھوں نے معذرت وعفوخواہی کی بجائے سب سے پہلے یہ پوچھا کہ تم نے زبیر کو کیسا پایا، بہادر یا بزدل؟[1]

اسلام | حضرت زبیرؓ صرف سولہ برس کے تھے، کہ نور ایمان نے ان کے خانۂ دل کو منور کیا،[2] بعض روایتوں سے ظاہر ہوتا ہے، کہ وہ پانچویں یا چھٹے مسلمان تھے، لیکن یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا، تاہم سابقین اسلام میں وہ ممتاز اور نمایاں تقدم کا شرف رکھتے ہیں،

حضرت زبیرؓ اگرچہ کمسن تھے، لیکن استقامت وجان نثاری میں کسی سے پیچھے نہ تھے، قبول اسلام کے بعد ایک دفعہ کسی نے مشہور کر دیا، کہ مشرکین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گرفتار کر لیا ہے، یہ سنکر جذبۂ جان نثاری سے اسقدر رنجود ہوئے، کہ اسی وقت ننگی تلوار کھینچکر مجمع کو چیرتے ہوئے آستانۂ اقدس پر حاضر ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو پوچھا، زبیر! یہ کیا ہے؟ عرض کی "مجھے معلوم ہوا تھا، کہ (خدانخواستہ) حضور گرفتار کر لئے گئے ہیں" سرور کائنات نہایت خوش ہوئے، اور ان کے لئے دعائے خیر فرمائی، اہل سیر کا بیان ہے، کہ یہ پہلی تلوار تھی، جو راہ فدویت وجان نثاری میں ایک بچے کے ہاتھ سے برہنہ ہوئی،[3]

---

[1] اصابہ ج ۱، تذکرہ زبیرؓ [2] مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۳۵۹، [3] اسد الغابہ تذکرہ زبیر بن عوامؓ

ہجرت | عام بلاکشانِ اسلام کی طرح حضرت زبیرؓ مشرکینِ مکہ کے پنجۂ ظلم وستم سے محفوظ نہ تھے؛ انکے چچانے ہر ممکن طریقہ سے ان کو اسلام سے برگشتہ کرنا چاہا، لیکن توحید کا نشہ ایسا نہ تہا، جو اتر جاتا، بالآخر اس نے برہم ہوکر اور بھی سختی شروع کی، یہان تک کہ چٹائی مین لپیٹ کر باندہ دیتا، اور اسقدر دہونی دیتا، کہ دم گھٹنے لگتا، لیکن وہ ہمیشہ یہی کہے جاتے "کچھ کرو؛ اب مین کافر نہین ہوسکتا؛"

غرض مظالم وشدائد سے اسقدر تنگ آئے، کہ وطن چھوڑکر حبش کی راہ لی، پھر کچھ دنون کے بعد وہان سے واپس آئے، تو خود سرورِ کائناتؐ نے مدینہ کا قصد کیا، اسلئے انھون نے بھی یثرب کی مبارک سرزمین کو وطن بنایا،

مواخات | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مین حضرت طلحہؓ کو حضرت زبیرؓ کا اسلامی بھائی قرار دیا تھا، لیکن جب مدینہ پہونچے کے بعد انصار و مہاجرین مین تعلقات پیدا کرنے کے لئے ایک دوسری مواخات منعقد ہوئی، تو اس دفعہ حضرت سلمہ بن سلامؓ انصاری سے رشتۂ اخوت قائم کیا گیا، جو مدینہ کے ایک معزز بزرگ اور بیعت عقبہ مین شریک تھے،

غزوات | غزوات مین ممتاز حیثیت سے شریک رہے، سب سے پہلے غزوۂ بدر پیش آیا، حضرت زبیرؓ نے اس معرکہ مین نہایت جانبازی و دلیری کیساتھ حصہ لیا، جسطرف نکل جاتے تھے، غنیم کی صفین تہ وبالا کردیتے تھے، ایک مشرک نے ایک بلند ٹیلے پر کھڑے ہوکر مبارزت چاہی[1] حضرت زبیرؓ بڑہکر اس سے لپٹ گئے، اور دونون قلابازیان کھاتے ہوئے نیچے آئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ ان دونون مین جو سب سے پہلے زمین پر گرے گا، وہ مقتول ہوگا، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وہ مشرک پہلے زمین پر گرکر حضرت زبیرؓ کے ہاتہ سے واصلِ

[1] اصابہ ج ۱ تذکرۂ زبیرؓ

جہنم ہوا، اسی طرح عبیدہ بن سعید سے مقابلہ پیش آیا، جو سر سے پاؤن تک زرہ پہنے ہوئے تھا، صرف دونون آنکھین کھلی ہوئی تھین، حضرت زبیرؓ نے تاک کر اس زور سے آنکھ مین نیزہ مارا کہ اس پار نکل گیا، اسکی لاش پر بیٹھکر بمشکل نیزہ کو نکالا، پھل ٹیڑھا ہو گیا تھا، آنحضرت صلعم نے بطور یادگار حضرت زبیرؓ سے اس نیزہ کو لے لیا، اس کے بعد پھر خلفا مین تبرکاً منتقل ہوتا رہا، یہان تک کہ خلیفۂ ثالث کے بعد حضرت زبیرؓ کے وارث حضرت عبداللہؓ کے پاس پہنچا، او ران کی شہادت تک ان کے پاس موجود تھا،[1]

وہ جس بے جگری کیساتھ بدر مین لڑے، اسکا اندازہ صرف اس سے ہو سکتا ہے کہ ان کی تلوار مین دندانے پڑ گئے تھے، تمام جسم زخمون سے چھلنی ہو گیا تھا، خصوصاً ایک زخم اسقدر کاری تھا، کہ وہان پر ہمیشہ کے لیے گڑھا پڑ گیا تھا، حضرت عروہ بن زبیرؓ کا بیان ہے، کہ ہم ان مین انگلیان ڈال کر کھیلا کرتے تھے،[2]

معرکۂ بدر مین حضرت زبیرؓ زرد عمامہ باندھے ہوئے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ آج ملائکہ بھی اسی وضع مین آئے ہین،[3] غرض مسلمانون کی شجاعت وثابت قدمی نے میدان مار لیا، حق غالب رہا، اور باطل کو شکست ہوئی،

غزوۂ اُحد ۳ھ مین معرکۂ احد کا واقعہ ہوا، اثنائے جنگ مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تلوار کھینچکر فرمایا، کون اسکا حق ادا کرے گا؟ تمام جان نثارون نے بیتابی کیساتھ اپنے ہاتھ پھیلائے حضرت زبیرؓ نے تین دفعہ اپنے آپ کو پیش کیا، لیکن یہ فخر حضرت ابو دجانہ انصاریؓ کے لئے مقدر ہو چکا تھا،[4]

جنگ احد مین جب تیر اندازون کی بے احتیاطی سے فتح شکست سے مبدل ہو گئی، اور مشرکین کے اچانک حملے سے غازیانِ دین کے پاؤن متزلزل ہو گئے، یہانتک کہ شمعِ نبوت کے گرد صرف چودہ صحابہؓ پروانہ وار ثابت قدم رہ گئے تھے، تو اسوقت بھی یہ جان نثار حواری جانثاری کا فرض ادا کر رہا تھا،[5]

غزوۂ خندق ۵ھ مین یہودیون کی مفسدہ پردازی سے تمام عرب مسلمانون کے خلاف امنڈ آیا،

---

[1] کنز العمال ج ۶ ص ۴۱۶ [2] بخاری باب غزوۂ بدر [3] کنز العمال ج ۶ ص ۴۱۶، [4] زرقانی ج ۲ ص ۳۲ [5] ایضاً،

سرورِ کائنات نے مدینہ کے قریب خندق کھود کر اس طوفان کا مقابلہ کیا حضرت زبیرؓ اس حصہ پر مامور تھے جہان عورتین تھین[1]،

بنو قریظہ اور مسلمانون مین باہم معاہدہ تھا لیکن اسی عام سیلاب مین وہ بھی اپنے عہد پر قائم نہ رہے، رسول اللہ صلعم نے دریافت کے لیے کسی کو بھیجنا چاہا اور تین بار فرمایا "کون اس قوم کی خبر لائیگا؟" حضرت زبیرؓ نے ہر مرتبہ بڑھ کر عرض کی کہ "مین" آنحضرت صلعم نے خوش ہوکر فرمایا "ہر نبی کیلئے حواری ہوتے ہین، میرا حواری زبیر ہے[2]" اس نازک وقت مین حضرت زبیرؓ کی اسطرح بے خطر تنہا آمد ورفت سے آنحضرت صلعم ان کی اس جانبازی سے اس قدر متاثر تھے کہ فرمایا فداك ابی وامّی، یعنی میرے باپ مان تم پر فدا ہون[3]،

کفار بہت دنون تک خندق کا محاصرہ کئے رہے لیکن پھر کچھ تو ارضی وسماوی مصائب اور کچھ مسلمانون کے غیر معمولی ثبات واستقلال سے پریشان ہوکر بھاگ کھڑے ہوئے،

غزوۂ خیبر غزوۂ خندق کے بعد غزوۂ بنو قریظہ اور بیعتِ رضوان مین شریک ہوئے پھر خیبر کی مہم مین غیر معمولی شجاعت دکھائی، مرحب یہودی خیبر کا رئیس تھا وہ مقتول ہوا تو اسکا بھائی یاسر غضبناک ہوکر ھل من مبارز کا نعرہ بلند کرتے ہوئے میدان مین آیا حضرت زبیرؓ نے بڑھ کر اس کا مقابلہ کیا وہ اس قدر تنومند اور قوی ہیکل تھا کہ ان کی والدہ حضرت صفیہؓ نے کہا یا رسول اللہ! میرا لختِ جگر آج شہید ہوگا آنحضرت صلعم نے فرمایا نہین "زبیر اسکو مارے گا" چنانچہ درحقیقت تھوڑی دیر رد وبدل کے بعد وہ واصلِ جہنم ہوا[4]،

غرض خیبر فتح ہوا اور اس کے بعد فتحِ مکہ کی تیاریان شروع ہوئین، مشہور صحابی حضرت حاطب

---

[1] مسند ج ۱ صفحہ ۱۶۴ ، [2] بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ خندق [3] مسند ج ۱ صفحہ ۱۶۴ و بخاری کتاب المناقب باب مناقبِ زبیر، [4] سیرت ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۱۸۲ ،

بن ابی بلتعہؓ نے تمام کیفیت لکھکر ایک عورت کے ہاتھ قریشِ مکہ کے پاس روانہ کی، لیکن آنحضرت صلعم کو خبر ہوگئی، اور ایک جماعت اس عورت کی گرفتاری پر مامور ہوئی حضرت زبیرؓ بھی اس مین شریک تھے، وہ گرفتار ہوکر آئی اور خط پڑھا گیا تو ابن ابی بلتعہؓ کا سر ندامت سے جھک گیا، رحمۃ للعالمین نے ان کی عفو خواہی پر جرم معاف فرمایا، اور یہ آیت نازل ہوئی، یا ایھا الذین امنوا لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء تلقون الیھم بالمودۃ الآیۃ[1] (ممتحنہ ع ۱)

فتح مکہ رمضان ۸ھ مین دس ہزار مجاہدین کیساتھ رسول اللہ صلعم نے مکہ کا قصد کیا اور شاہانہ جاہ وجلال کے ساتھ اس سرزمین مین داخل ہوئے جہان سے آٹھ سال قبل طرح طرح کے مصائب وشدائد برداشت کرنے کے بعد بے بسی کی حالت مین نکلنے پر مجبور ہوئے تھے، اس عظیم الشان فوج کے متعدد دستے بنا دیے گئے تھے، سب سے چھوٹا اور آخری دستہ وہ تھا جس مین خود سرورِ دوعالم موجود تھے، حضرت زبیرؓ اس کے علمبردار تھے[2]

آنحضرت صلعم جب مکہ مین داخل ہوئے اور ہر طرف سکون واطمینان ہوگیا تو حضرت زبیرؓ اور حضرت مقداد بن اسودؓ اپنے گھوڑون پر بارگاہ نبوت مین حاضر ہوئے، آنحضرت صلعم نے کھڑے ہوکر ان کے چہرون سے گرد وغبار صاف کیا اور فرمایا مین نے گھوڑے کے لیے دو حصے اور سوار کے لیے ایک حصہ مقرر کیا ہے جو ان حصون مین کمی کرے گا خدا اس کو نقصان پہنچائیگا[3]

مختلف غزوات فتح مکہ کے بعد واپسی کے وقت غزوۂ حنین پیش آیا، کفار کمین گاہون مین چھپے ہوئے مسلمانون کی نقل وحرکت دیکھ رہے تھے، حضرت زبیرؓ اس گھاٹی کے قریب پہنچے تو ایک شخص نے اپنے ساتھیون سے پکار کر کہا، "لات وعزی کی قسم یہ طویل القامت سوار یقیناً زبیر ہے، تیار رہو جاؤ اس کا حملہ نہایت خطرناک ہوتا ہے" یہ جملہ ختم ہی ہوا تھا کہ ایک زبردست جمعیت نے اچانک

---

[1] بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الفتح [2] بخاری باب غزوۃ الفتح [3] طبقات ابن سعد قسم اول جز ثالث صفحہ ۳،

حملہ کر دیا حضرت زبیرؓ نے نہایت پھرتی اور تیز دستی کے ساتھ اس آفت ناگہانی کو روکا اور اس قدر شجاعت وجانبازی سے لڑے کہ یہ گھاٹی کفار سے بالکل صاف ہو گئی،

اس کے بعد جنگ طائف اور تبوک کی فوج کشی مین شریک ہوئے۔ پھر سنہ ۱۰ھ مین رسول اللہ صلعم نے حجۃ الوداع کا قصد کیا حضرت زبیرؓ اس سفر مین بھی ہمرکاب تھے،

حج سے واپس آنے کے بعد سرور کائنات صلعم نے وفات پائی اور حضرت ابوبکر صدیقؓ مسند آرائے خلافت ہوئے بعض روایات کے مطابق حضرت زبیرؓ کو بھی خلیفہ اول کی بیعت مین پس و پیش تھا، تاہم وہ زیادہ دنون تک اس پر قائم نہین رہے،

جنگ یرموک کا حیرت انگیز کارنامہ

سوا دو برس کی خلافت کے بعد خلیفہ اوّل بھی رہ گزین عالم جاودانی ہوئے اور فاروق اعظمؓ نے مسند حکومت پر قدم رکھا، خلیفہ اوّل کے عہد مین فتوحات کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا حضرت عمرؓ نے تمام عرب مین جوش پھیلا کر اس کو اور بھی زیادہ وسیع کر دیا۔ حضرت زبیرؓ کا دل گو رسول اللہ صلعم کی وفات سے افسردہ ہو چکا تھا، تاہم ایک مرد میدان و جانباز بہادر کے لئے اس جوش و ولولہ کے وقت عزلت نشین رہنا سخت ننگ تھا، خلیفہ وقت سے اجازت لیکر شامی رزمگاہ مین شریک ہوئے، اس وقت یرموک کے میدان مین ملک شام کی قسمت کا آخری فیصلہ ہو رہا تھا، اثنائے جنگ مین لوگون نے کہا اگر آپ حملہ کر کے غنیم کے قلب مین گھس جائین تو ہم بھی آپ کا ساتھ دین، حضرت زبیرؓ نے کہا تم لوگ میرا ساتھ نہین دیسکتے، لوگون نے عہد کیا تو اس زور سے حملہ آور ہوئے کہ رومی فوج کا قلب چیرتے ہوئے تنہا اس پار سے اس پار نکل گئے، اور کوئی رفاقت نہ کر سکا پھر واپس لوٹے تو رومیون نے گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور نرغہ کر کے سخت زخمی کیا، گردن پر دو زخم اس قدر کاری تھے کہ اچھے ہونے کے بعد بھی گڑہے باقی رہگئے، عروہ بن زبیرؓ کا بیان ہے کہ بدر کے زخم کے بعد یہ دوسرا زخم کا گڈھا تھا جسمین

بچپن مین ہم اس مین انگلیان ڈال کر کھیلا کرتے تھے[1]،

غرض انھین حیرت انگیز جان بازیون کا نتیجہ تھا کہ رومیون کی ٹڈی دل فوج بھاگ کھڑی ہوئی اور فرزندانِ توحید تمام ملک شام کے وارث بنگئے،

فسطاط کی فتح فتح شام کے بعد حضرت عمرو بن عاص رضؓ کی سرکردگی مین مصر پر حملہ ہوا انھون نے چھوٹے چھوٹے مقامات کو فتح کرتے ہوئے فسطاط کا محاصرہ کر لیا اور قلعہ کی مضبوطی نیز فوج کی قلت دیکھکر دربارِ خلافت سے اعانت طلب کی، امیر المومنین حضرت عمرؓ نے دسہزار فوج اور چار افسر بھیجے اور خط مین لکھا کہ ان افسرون مین ایک ایک ہزار سوار کے برابر ہے، افسرون مین حضرت زبیرؓ بھی تھے ان کا جو رتبہ تھا اس کے لحاظ سے عمروؓ نے ان کو افسر بنایا اور محاصرہ وغیرہ کے انتظامات ان کے ہاتھ مین دیئے انھون نے گھوڑے پر سوار ہو کر خندق کے چارون طرف چکر لگایا اور جہان جہان مناسب تھا مناسب تعداد کے ساتھ سوار اور پیادے متعین کئے اس کے ساتھ منجنیقون سے پتھر برسانے شروع کئے، اس پر پورے سات مہینے گذر گئے اور فتح و شکست کا کچھ فیصلہ نہ ہوا، حضرت زبیرؓ نے ایک دن تنگ آکر کہا کہ آج مین مسلمانون پر فدا ہوتا ہون یہ کہکر ننگی تلوار ہاتھ مین لی اور سیڑھی لگا کر قلعہ کی فصیل پر چڑھ گئے، چند اور صحابہؓ نے ان کا ساتھ دیا فصیل پر پہنچکر سب نے ایک ساتھ تکبیر کے نعرے بلند کئے ساتھ ہی تمام فوج نے نعرہ مارا کہ قلعہ کی زمین دہل اٹھی عیسائی یہ سمجھکر کہ مسلمان قلعہ کے اندر گھس آئے بدحواس ہو کر بھاگے، ادہر حضرت زبیرؓ نے فصیل سے اتر کر قلعہ کا دروازہ کھول دیا اور تمام فوج اندر گھس آئی ہتو قس حاکم مصر نے یہ دیکھکر صلح کی درخواست کی اور اسی وقت سب کو امان دیدیگئی[2]،

اسکندریہ کی تسخیر فسطاط فتح کرکے اسلامی فوج نے اسکندریہ کا رخ کیا اور وہ تو ن قلعہ کا محاصرہ

---

[1] بخاری کتاب المغازی، [2] فتوح البلدان ص ۲۲۰

کئے پڑی رہی، لیکن جسقدر زیادہ دن گذرتے جاتے تھے، اسی قدر دربارِ خلافت سے اس کے جلد فتح کرلینے کا تقاضا بڑھتا جاتا تھا، غرض ایک روز عمرو بن العاص ؓ نے آخری اور قطعی حملہ کا ارادہ کرلیا اور حضرت زبیرؓ اور مسلمہ بن مخلدؓ کو فوج کا ہراول بنا کر اس زور سے یورش کی کہ ایک ہی حملہ مین شہر فتح ہوگیا،

مفتوحہ ممالک کی تقسیم کا مطالبہ

مصر کامل طور پر مسخر ہوگیا تو حضرت زبیرؓ نے عمرو بن العاص ؓ سپہ سالارِ فوج سے اراضیِ مفتوحہ کی تقسیم کا مطالبہ کیا اور فرمایا کہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو مجاہدین پر تقسیم فرمادیا تھا، اسی طرح تمام ممالک مفتوحہ کو تقسیم کردینا چاہیئے، عمرو بن العاص ؓ نے کہا خدا کی قسم مین امیر المومنین ؓ کی اجازت کے بغیر کچھ نہین کرسکتا، حضرت عمرؓ کو لکھا گیا تو انھون نے لکھا کہ اس کو اسی طرح رہنے دینا چاہیئے تاکہ آئندہ نسلین بھی اس سے مستفید ہوتی رہین، حضرت زبیرؓ کے ذہن مین بھی اسکی مصلحت آگئی اور خاموش ہورہے[1]،

۲۳ھ مین خلیفۂ وقت حضرت عمرؓ نے ایک مجوسی کے ہاتھ ناگہانی طور پر زخمی ہوکر سفرِ آخرت کی تیاری کی تو عہدۂ خلافت کے لیے چھ آدمیون کے نام پیش کئے اور فرمایا کہ حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم آخر وقت تک ان سے راضی رہے تھے، ان چھ بزرگون مین ایک حضرت زبیرؓ بھی تھے، لیکن تین دن کی مسلسل گفت وشنید اور بحث ومباحثہ کے بعد مجلس شوریٰ نے حضرت عثمان ذوالنورینؓ کو اس مسندِ گرامی پر بٹھادیا حضرت زبیرؓ نے بھی بے چون وچرا اس انتخاب کو تسلیم کرکے بیعت کرلی[2]،

خلیفۂ ثالث ؓ کے عہد مین حضرت زبیرؓ نے نہایت سکون وخاموشی کی زندگی بسر کی اور کسی قسم کے ملکی مہم مین شریک نہین ہوئے، درحقیقت عمر بھی اس حد سے متجاوز ہوچکی تھی، لیکن ۳۵ھ

---

[1] مسند ابن حنبل ج ۱ صفحہ ۱۶۶ [2] بخاری کتاب المناقب باب قصۃ البیعۃ،

مین مصری مفسدون نے بارگاہِ خلافت کا محاصرہ کیا تو انھون نے اپنے بڑے صاحبزادہ عبداللہؓ بن زبیرؓ کو امیرالمومنین کی مساعدت وحفاظت پر مامور کردیا،

غرض اٹھارھوین ذی الحجہ جمعہ کے روز حضرت عثمانؓ مفسدین کے ہاتھ سے شہید ہوئے حضرت زبیرؓ نے حسب وصیت پوشیدہ طریقہ پر رات کے وقت نمازِ جنازہ اداکی اور مضافاتِ مدینہ مین حش کوکب نامی ایک مقام مین سپردِ خاک کیا،

خلیفہ وقت کے قتل سے تمام مدینہ مین مفسدین کا رعب طاری ہوگیا، ہر شخص دم بخود تھا، حضرت عثمانؓ کے طرفدار اور تمام بنو امیہ مکہ اور دوسرے مقامات کی طرف بھاگ گئے، چونکہ مصری حضرت علیؓ کے طرفدار تھے، اسلیے انھون نے ان کو خلافت کا بارِ گران اُٹھانے پر مجبور کیا اور اور مسجدِ نبویؐ مین لوگون کو بیعت کے لیے جمع کیا، حضرت طلحہؓ وزبیرؓ گو برابر کے دعویدار تھے، تاہم مصریون کے خوف سے زبان نہ ہلا سکے اور کسی طرح بیعت کرلی[1]،

حضرت علیؓ کی مسند نشینی کے بعد بھی مدینہ مین امن وامان قائم نہ ہوسکا، سبائی فرقہ جو اس انقلاب کا بانی تھا، اور فتنہ وفساد کے نئے کرشمے دکھاتا رہتا تھا، جاہل بدوی جو ہمیشہ ایسے لوٹ مار کے موقعون پر شریک ہوجاتے ہین، سبائیون کے ساتھ ہوگئے، حضرت علیؓ نے کوشش کی کہ یہ لوگ اپنے اپنے وطن کی طرف لوٹ جائین اور بدویونکو بھی شہر سے نکال دیا جائے، لیکن سبائیون کے ضد اور انکار سے کامیابی نہ ہوئی[2]،

حضرت زبیرؓ جو اساطینِ اُمت مین تھے کبتک خاموشی کے ساتھ اس شورش وہنگامہ آرائی کا تماشا دیکھتے، اصلاحِ حال اور رفعِ فساد کا انتظار کرتے کرتے کامل چار ماہ گذر گئے، لیکن امن و سکون کی کوئی صورت پیدا نہ ہوئی، آخر تھک کر حضرت طلحہؓ کے ساتھ حضرت علیؓ کے پاس آئے،

---

[1] تاریخ طبری صفحہ ۳۰۷۷ [2] ایضاً صفحہ ۳۰۸۱،

اور اصلاح واقامتِ حدود کا مطالبہ کیا، انھون نے جواب دیا "بھائی! مین اس سے غافل نہین لیکن ایک ایسی قوم کے ساتھ کیا کر سکتا ہون جسپر میرا کچھ اختیار نہین، بلکہ وہ خود مجھپر حکمران ہے[1]؟" غرض جب اس طرف سے بھی مایوسی ہوئی تو یہ دونون خود عملاً اس شورش کو رفع کرنے کے لیے مکہ کی طرف روانہ ہوگئے،

ام المومنین حضرت عائشہؓ حج کے خیال سے مکہ آئی تھین اور اب تک مدینہ کی شور شون کا حال سنکر یہین مقیم تھین، حضرت طلحہؓ و زبیرؓ سب سے پہلے ام المومنینؓ کی خدمت مین حاضر ہوئے اور ان لفظون مین مدینہ کی بدامنی کا نقشہ کھینچا،

انا تحملنا بقینا ھرا با من المدینۃ من غوغاء	ہم اعراب کے شور وشر کے خوف سے مدینہ سے بھاگ آئے ہین
اعراب وفارقنا قوما حیاری لا یعرفون	اور ہم نے وہان ایسی حیران قوم کو چھوڑا ہے جو نہ حق کو پہچانتی
حقا ولا ینکرون باطلا ولا یمنعون	ہے اور نہ باطل سے احتراز کرتی ہے، اور نہ اپنی جانوں کی
انفسھم[2]،	حفاظت کرتی،

ام المومنینؓ نے فرمایا "تو پھر کوئی رائے قائم کرکے اس شورش کو فرو کرنا چاہیئے،" غرض تھوڑی دیر کی بحث ومباحثہ کے بعد علمِ اصلاح بلند کرنے پر سب کا اتفاق ہوا، بنو امیہ بھی جو مدینہ سے بھاگ کر یہان مجتمع ہوگئے تھے جوشِ انتقام مین ساتھ ہوگئے اور اس طرح داعیانِ اصلاح کی ایک ہزار جماعت بصرہ کی طرف روانہ ہوئی تاکہ وہان سے اپنی قوت مضبوط کرکے مدینہ کا رخ کرے راہ مین امویون نے خلافت و امامت کی بحث چھیڑ کر حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کو لڑانا چاہا، لیکن ام المومنینؓ کی مداخلت سے معاملہ رفت وگذشت ہوگیا، بصرہ کے قریب پہنچے تو عثمان بن حنیف والی بصرہ نے مزاحمت کی لیکن وہان داعیانِ اصلاح کے حامیون کی ایک بڑی جماعت بھی

---

[1] تاریخ طبری صفحہ ۳۰۷۰ [2] ایضاً صفحہ ۳۰۹۹،

موجود تھی وہ خود عثمانؓ کے ساتھیوں سے دست وگریبان ہوگئی، یہان تک کہ کشت وخون کی نوبت پہنچگئی، عثمان بن حنیف کا یہ بیان تھا کہ جب طلحہؓ وزبیرؓ حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کر چکے تو پھر انھین علم مخالفت بلند کرنے کا کیا استحقاق ہے؟ ان دونون کا یہ جواب تھا کہ ہم قہراً وجبراً شریک بیعت ہوئے اور اگر فرض کرو کہ یہ بیعت صحیح تھی تب بھی اس سے مطالبۂ اصلاح کی نفی نہین ہوتی، غرض معاملہ زیادہ طول کھینچا تو مصالحت کی یہ صورت قرار پائی کہ ایک شخص تحقیقات کے لیے مدینہ روانہ کیا جائے اگر ثابت ہو کہ طلحہؓ وزبیرؓ بیعت پر مجبور کئے گئے تھے تو عثمان بن حنیف مزاحمت سے باز آئین گے ورنہ ان دونون کو اس جماعت سے کنارہ کش ہونا پڑیگا چنانچہ کعبؓ اس تحقیقات پر مامور ہوئے، انھون نے جمعہ کے روز مسجد نبویؐ مین داخل ہو کر حاضرین سے بآنگ بلند سوال کیا،

یا اھل المدینۃ انی رسول اھل البصرۃ الیکم اکرہ ھؤلاء القوم ھذین الرجلین علی بیعۃ علی ام اتیا طائعین،	اے اہل مدینہ! مین اہل بصرہ کا قاصد بنکر آیا ہون کیا واقعی اس قوم نے ان دونون کو علی کی بیعت پر مجبور کیا تھا یا وہ خوشی سے اس پر تیار ہوئے تھے؟

مجمع مین تھوڑی دیر تک سناٹا رہا لیکن اسامہ بن زیدؓ سے نہ رہا گیا بول اٹھے "خدا کی قسم ان دونون نے سخت ناپسندیدگی کے ساتھ بیعت کی تھی" اس سے ایک ہلچل پڑگئی تمامؓ اور سہل بن حنیفؓ اسامہؓ سے الجھ پڑے صہیبؓ بن سنانؓ، ابوایوبؓ اور محمد بن مسلمہؓ وغیرہ کبار صحابہ نے دیکھا کہ لوگ اسامہؓ کو مار ڈالین گے تو سب نے یک زبان ہو کر کہا، ہان! خدا کی قسم اسامہؓ نے سچ کہا" غرض اس طرح سے اسامہؓ کی جان بچگئی، اور کعب بصرہ واپس آئے،

دوسری طرف حضرت علیؓ کو ان واقعات کی اطلاع مل چکی تھی انھون نے عثمان بن حنیفؓ کو لکھا کہ اولاً تو یہی صحیح نہین کہ وہ مجبور کیے گئے اور اگر مان بھی لو تو قوم وملک کی بہتری کے لیے

ایسا ہونا ضروری تھا، اور اگر وہ مجھے معزول کرنا چاہتے ہین تو اُن کے پاس کوئی معقول عذر نہین اور اگر کچھ اور مقصد ہے تو اس پر غور ہو سکتا ہے"، اس خط کے بعد عثمانؓ نے اپنی رائے بدل دی اور کعب کی تحقیقات کے باوجود داعیانِ اصلاح کی مزاحمت پر اڑے رہے،

حضرت طلحہؓ وزبیرؓ نے دیکھا کہ اب سہولت کے ساتھ یہ معاملہ طے نہ ہوگا تو ایک روز عشا کے وقت اپنے ساتھیون کے ساتھ مسجد پہنچے اور عبدالرحمن بن عتابؓ کو نماز پڑھانے کے لیے کھڑا کر دیا، عثمان بن حنیف نے اس کو اپنے حقوق مین مداخلت تصور کرکے ایرانی "زط" اور "سیابچہ" سپاہیون کو حملہ کا حکم دیدیا، لیکن حضرت طلحہؓ وزبیرؓ نے پامردی کے ساتھ مقابلہ کرکے ان کو بھگا دیا، دوسری طرف چند آدمی دارالامارت مین گھس گئے اور عثمان بن حنیف کو پکڑ کر سامنے لائے، ان لوگون نے اس بیرحمی کے ساتھ ان کو مارا تھا اور داڑھیان نوچی تھین کہ چہرہ پر ایک بال بھی باقی نہ تھا حضرت طلحہؓ وزبیرؓ کو یہ سخت ناگوار گذرا اور حضرت عائشہؓ سے اس کے متعلق دریافت کیا، انھون نے حکم دیا کہ عثمان کو چھوڑ دو جہان جی چاہے جائے، غرض اس طرح بصرہ پر قبضہ ہوگیا[1]، اور ایک بڑی جماعت اس مہم مین ساتھ دینے پر تیار ہوگئی،

جنگ جمل اور حضرت زبیرؓ کی حق پسندی

حضرت طلحہؓ وزبیرؓ نے اہل کوفہ کو بھی خطوط لکھکر شرکت کی ترغیب دی لیکن وہان حضرت امام حسنؓ نے پہنچکر پہلے ہی ان کو اپنا طرفدار بنا لیا اور تقریباً نوہزار کی عظیم الشان جمعیت مقام ذی قار مین حضرت علیؓ کی فوج سے ملکر بصرہ کی طرف بڑھی، حضرت طلحہؓ وزبیرؓ کو معلوم ہوا تو انھون نے بھی اپنی فوج کو مرتب ومنظم کرکے آگے بڑھایا، دسوین جمادی الاٰخرہ ۳۶؁ھ جمعرات کے دن دونون فوجون مین مٹ بھیڑ ہوئی، کیسا عبرت انگیز نظارہ تھا، چند دن پیشتر جو لوگ بھائی بھائی تھے آج باہم ایک دوسرے کے خون کے پیاسے

[1] ابن اثیر ج ۳ صفحہ ۱۷۲،

ہو کر نگاہ غیظ و غضب سے اپنے مقابل کو گھور رہے ہین; لیکن ذاتی مخاصمت و عداوت سے نہین بلکہ
حق و صداقت کے جوش مین، یہی وجہ ہے کہ ایک ہی قبیلہ کے کچھ آدمی اس طرف ہین تو کچھ
اس طرف، چونکہ دونون جماعتون کے سربراہ کارون کو اصلاح مد نظر تھی اس لیے پہلے مصالحت
کی سلسلہ جنبانی شروع ہوئی، حضرت علیؓ تنہا گھوڑا آگے بڑھا کر بیچ میدان مین آئے اور حضرت
زبیرؓ کو بلا کر کہا "ابو عبد اللہ! تمھین وہ دن یاد ہے جبکہ ہم اور تم دونون ہاتھ مین ہاتھ دیئے رسالتمآب
صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گذرے تھے اور رسول اللہ صلعم نے تم سے پوچھا تھا کہ کیا تم اس کو دوست
رکھتے ہو؟ تم نے عرض کی تھی، ہان! یا رسول اللہؐ، یاد کرو اس وقت تم سے حضور انور صلعم نے فرمایا
تھا کہ ایک دن تم اسی سے ناحق لڑو گے۔"[۱] حضرت زبیرؓ نے جواب دیا ہان! اب مجھے بھی یاد آیا،
حضرت علیؓ تو صرف ایک بات یاد دلا کر پھر اپنی جگہ پر چلے گئے لیکن حضرت زبیرؓ
کے قلب حق پرست مین ایک سخت تلاطم برپا ہو گیا، تمام عزائم اور ارادے فسخ ہو گئے ام المومنینؓ
کے پاس آکر کہنے لگے "مین بر سر غلط تھا، علیؓ نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقولہ یاد
دلایا" حضرت عائشہؓ نے پوچھا پھر اب کیا ارادہ ہے؟ بولے "اب مین اس جھگڑے سے کنارہ کش
ہوتا ہون" حضرت زبیرؓ کے صاحبزادہ حضرت عبد اللہؓ نے کہا "آپ ہم لوگون کو دو گروہون کے
درمیان پھنسا کر خود علیؓ کے خوف سے بھاگنا چاہتے ہین" حضرت زبیرؓ نے کہا مین قسم کھا چکا
ہون کہ علیؓ سے نہین لڑون گا" عبد اللہ نے کہا قسم کا کفارہ ممکن ہے، اور اپنے غلام مکحول کو بلا کر
آزاد کر دیا، لیکن حواری رسولؐ کا دل اچاٹ ہو چکا تھا کہنے لگے "جان پدر! علیؓ نے ایسی بات
یاد دلائی کہ تمام جوش فرو ہو گیا بے شک ہم حق پر نہین ہین آؤ تم بھی میرا ساتھ دو" حضرت
عبد اللہؓ نے انکار کیا تو تنہا بصرہ کی طرف چل کھڑے ہوئے تاکہ وہان سے اپنا اسباب و سامان

۱؎ مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۳۶۶،

ے کر حجاز کی طرف نکل جائیں، احنف بن قیس نے حضرت زبیرؓ کو جاتے دیکھا تو کہا دیکھو یہ کسی وجہ سے واپس جا رہے ہیں کوئی جا کر خبر لائے، عمرو بن جرموز نے کہا میں جاتا ہوں اور ہتھیار سجکر گھوڑا دوڑاتے ہوئے حضرت زبیرؓ کے پاس پہنچا، وہ اس وقت اپنے غلاموں کو اسباب و سامان کے ساتھ روانگی کا حکم دے کر بصرہ کی آبادی سے دور نکل آئے تھے غرض ابن جرموز نے قریب پہنچکر پوچھا،

ابن جرموز۔ ابوعبداللہ! آپ نے قوم کو کس حال میں چھوڑا؟

حضرت زبیرؓ۔ سب باہم ایک دوسرے کا گلا کاٹ رہے تھے،

ابن جرموز۔ آپ کہاں جا رہے ہیں،

حضرت زبیرؓ۔ میں اپنی غلطی پر متنبہ ہو گیا اسلیے اس جھگڑے سے کنارہ کش ہو کر کسی طرف نکلجانیکا قصد ہے،

ابن جرموز نے کہا چلیے مجھے بھی اسی طرف کچھ دور تک جانا ہے،

غرض دونوں ساتھ چلے، ظہر کی نماز کا وقت آیا، تو حضرت زبیرؓ نماز پڑھنے کے لیے ٹھہرے، ابن جرموز نے کہا میں بھی شریک ہونگا، حضرت زبیرؓ نے کہا میں تمھیں امان دیتا ہوں کیا تم بھی میرے ساتھ ایسا ہی سلوک روا رکھو گے، اس نے کہا ہاں! اس عہد و پیمان کے بعد دونوں اپنے گھوڑوں سے اترے اور معبود حقیقی کے سامنے سرنیاز جھکانے کو کھڑے ہو گئے،

شہادت | حضرت زبیرؓ جیسے ہی سجدہ میں گئے کہ عمرو بن جرموز نے غداری کر کے تلوار کا وار کیا اور حواری رسولؐ کا سر تن سے جدا ہو کر خاک و خون میں تڑپنے لگا، افسوس! جس نے اعلاء کلمۃ اللہ کی راہ میں کبھی اپنی جان کی پروانہ کی اور جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے بارہا مصائب و شدائد کے پہاڑ ہٹائے تھے وہ آج خود ایک کلمہ خوان اور پیرو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شقاوت و بیرحمی کا شکار ہو گیا، انا للہ وانا الیہ راجعون،

ابن جرموز حضرت زبیرؓ کی تلوار اور زرہ وغیرہ لے کر بارگاہ مرتضویؓ میں حاضر ہوا، اور فخر کے ساتھ اپنا کارنامہ بیان کیا، جناب مرتضیٰؓ نے تلوار پر ایک حسرت کی نظر ڈال کر فرمایا "اس نے بارہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے مصائب کے بادل ہٹائے ہیں، اے ابن صفیہ کے قاتل تجھے بشارت ہو کہ جہنم تیری منتظر ہے[1]"۔

حضرت زبیرؓ نے چونسٹھ برس کی عمر پائی اور ۳۶ھ میں شہید ہو کر وادی السباع میں سپرد خاک ہوئے نور اللہ مرقدہ وحسن مثواہ،

اخلاق وعادات حضرت زبیرؓ کا دامن اخلاقی زر وجواہر سے مالامال تھا، تقویٰ، پارسائی، حق پسندی، بے نیازی، سخاوت اور ایثار آپ کا خاص شیوہ تھا، رقت قلب اور عبرت پذیری کا یہ عالم تھا کہ معمولی سے معمولی واقعہ پر دل کانپ اٹھتا تھا،

خشیت الٰہی جب یہ آیت نازل ہوئی انک میت وانھم میتون ثم انکم یوم القیامۃ عند ربکم تختصمون الآیہ تو سرور کائنات صلعم سے پوچھا یا رسول اللہ! کیا قیامت کے روز ہمارے جھگڑے پھر دہرائے جائیں گے؟" ارشاد ہوا ہاں! ایک ایک ذرہ کا حساب ہو کر حقدار کو اسکا حق دلایا جائے گا، یہ سنکر دل کانپ اٹھا کہنے لگے "اللہ اکبر! کیسا سخت موقع ہوگا[2]"۔

تقویٰ وپرہیزگاری حضرت زبیرؓ کی کتاب اخلاق کا سب سے روشن باب ہے، وہ خود اس کا خیال رکھتے تھے اور دوسروں کو بھی ہدایت کرتے تھے، ایک دفعہ وہ اپنے غلام ابراہیم کی دادی ام عطاء کے پاس گئے، دیکھا کہ یہاں ایام تشریق کے بعد بھی قربانی کا گوشت موجود ہے کہنے لگے "ام عطاء! رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو

[1] مسند جلد ۱ صفحہ ۸۹، [2] ایضاً جلد ۱ صفحہ ۱۶۷،

تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے" انھون نے عرض کی کہ "مین کیا کرون لوگون نے اس قدر ہدیے بھیجدیئے کہ ختم ہی نہین ہوتے"[1]

حضرت زبیرؓ نے جب دعوتِ اصلاح کا علم بلند کیا تو ایک شخص نے آکر کہا "اگر حکم دیجئے تو علیؓ کی گردن اڑادون" بولے تم تنہا اس قدر عظیم الشان فوج کا کیسے مقابلہ کروگے؟ اسنے کہا مین علیؓ کی فوج مین جا کر مل جاؤن گا اور کسی وقت موقع پاکر دھوکے سے قتل کرڈالون گا" فرمایا نہین، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "ایمان قتل ناگہانی کی زنجیر ہے اس لیے کوئی مومن کسی کو اچانک نہ مارے"[2]

قلتِ روایت کا سبب حضرت زبیرؓ اگرچہ رسول اللہ صلعم کے حواری اور ہر وقت کے حاضر رہنے والون مین تھے لیکن محض کمالِ اتقار کے باعث بہت کم حدیثین روایت کرتے تھے، ایک دفعہ آپکے صاحبزادہ حضرت عبداللہؓ نے کہا، پدر بزرگوار! کیا سبب ہے کہ آپ حضور کی اوتنی باتین بیان نہین کرتے جتنی اور لوگ بیان کیا کرتے ہین، فرمایا جانِ پدر! حضور کی رفاقت اور معیت مین دوسرون سے میرا حصہ کم نہین ہے، مین جب سے اسلام لایا، رسول اللہ صلعم سے جدا نہین ہوا، لیکن حضور کی صرف اس تنبیہ نے مجھے محتاط بنادیا ہے،

من کذب علی متعمداً فلیتبوأ مقعدہ من النار۔ یعنی جس نے قصداً میری طرف غلط بات منسوب کی اسے چاہیے کہ جہنم مین اپنا ٹھکانا بنائے،[3]

مساوات پسندی مساوات اسلامی کا اس قدر خیال تھا کہ دو مسلمان لاشون مین بھی کسی تفریق یا امتیاز کو جائز نہین سمجھتے تھے، جنگ احد مین آپ کے مامون حضرت حمزہؓ شہید ہوئے تو حضرت صفیہؓ

---

[1] مسند ج ۱ ص ۱۶۶ [2] ایضاً [3] ابوداؤد کتاب العلم باب فی التشدید فی الکذب علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومسند جلد ۱ ص ۱۶۵، وصحیح بخاری جلد اول صفحہ ۲۱

نے بھائی کی تجہیز وتکفین کے لیے دو کپڑے لا کر دیئے، لیکن ماموں کے پہلو میں ایک انصاری کی لاش بھی بے گور وکفن پڑی تھی، دل نے گوارا نہ کیا کہ ایک کے لیے دو کپڑے ہوں اور دوسرا بے کفن رہے، غرض تقسیم کرنے کے لیے دونوں ٹکڑوں کو ناپا اتفاق سے چھوٹا بڑا نکلا تو قرعہ ڈالکر تقسیم کیا، کہ اس میں بھی کسی طرح کی ترجیح نہ پائی جائے[۱]۔

استقلال حضرت زبیرؓ خطرات کی مطلق پروا نہ کرتے اور موت کا خوف کبھی ان کے عزم وارادہ میں حائل نہ ہوتا، اسکندریہ کے محاصرہ نے طول کھینچا تو چاہا کہ سیڑھی لگا کر قلعہ پر چڑھ جائیں لوگوں نے کہا قلعہ میں سخت طاعون ہے، فرمایا "ہم طعن وطاعون ہی کے لیے آئے ہیں" یعنی موت سے ڈرنا کیا ہے! غرض سیڑھیاں لگائی گئیں، اور جان بازی کے ساتھ چڑھ گئے۔

امانت حواری رسول کی امانت، دیانت اور انتظامی قابلیت کا عام شہرہ تھا، یہاں تک کہ لوگ عموماً اپنی وفات کے وقت ان کو اپنے آل واولاد اور مال ومتاع کے محافظ بنانے کی تمنا ظاہر کرتے تھے، مطیع بن الاسود نے ان کو وصی بنانا چاہا انھوں نے انکار کیا تو لجاجت کے ساتھ کہنے لگے "میں آپکو خدا، رسولؐ اور قرابت داری کا واسطہ دلاتا ہوں، میں نے فاروق اعظمؓ کو کہتے سنا ہے کہ زبیرؓ دین کے ایک رکن ہیں"۔ حضرت عثمانؓ، مقدادؓ، عبداللہ بن مسعودؓ اور عبدالرحمن بن عوفؓ وغیرہ نے بھی ان کو اپنا وصی بنایا تھا، چنانچہ یہ نہایت دیانت داری کے ساتھ ان کے مال ومتاع کی حفاظت کرکے ان کے اہل وعیال پر صرف کرتے تھے[۲]۔

فیاضی فیاضی، سخاوت اور خدا کی راہ میں خرچ کرنے میں بھی پیش پیش رہتے تھے، حضرت زبیرؓ کے پاس ایک ہزار غلام تھے روزانہ اجرت پر کام کرکے ایک بیش قرار رقم لاتے تھے لیکن انھوں نے اس میں سے ایک حبہ بھی کبھی اپنی ذات یا اپنے اہل وعیال پر صرف کرنا پسند نہ کیا، بلکہ جو کچھ آیا اسی وقت صدقہ

---

[۱] مسند ج ۱ صفحہ ۱۶۵ [۲] اصابہ ج ۳ صفحہ ۶،

کردیا، غرض ایک پیغمبر کے حواری میں جو خوبیاں ہوسکتی ہیں، حضرت زبیرؓ کی ذات ستودہ الصفات میں ایک ایک کرکے وہ سب موجود تھیں۔

ذریعۂ معاش اور تمول معاش کا اصلی ذریعہ تجارت تھا، اور عجیب بات ہے کہ انہوں نے جس کام میں ہاتھ لگایا کبھی گھاٹا نہیں ہوا[1]۔

تجارت کے علاوہ مالِ غنیمت سے بھی گرانقدر رقم حاصل کی، حضرت زبیرؓ کے تمول کا صرف اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ ان کے تمام مال کا تخمینہ پانچ کرور دو لاکھ درہم (یا دینار) کیا گیا تھا، لیکن یہ سب نقد نہیں بلکہ جائداد غیر منقولہ کی صورت میں تھا، اطرافِ مدینہ میں ایک جھاڑی تھی، اس کے علاوہ مختلف مقامات میں مکانات تھے، چنانچہ خاص مدینہ میں گیارہ، بصرہ میں دو اور مصر و کوفہ میں ایک ایک مکان تھا[2]۔

قرض اور اس کی ادائگی حضرت زبیرؓ اس قدر تمول کے باوجود بائیس لاکھ کے مقروض تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ لوگ عموماً اپنا مال ان کے پاس جمع کرتے تھے، لیکن یہ احتیاط کے خیال سے سب سے کہدیتے تھے کہ امانت نہیں بلکہ قرض کی حیثیت سے لیتا ہوں ہوتے ہوتے اسی طرح سے بائیس لاکھ کے مقروض ہوگئے[3]۔

حضرت زبیرؓ جب جنگ جمل کے لیے تیار ہوئے تو انھوں نے اپنے صاحبزادہ عبداللہؓ سے کہا "جانِ پدر! مجھے سب سے زیادہ خیال اپنے قرض کا ہے اس لیے میرا مال و متاع بیچ کر سب سے پہلے قرض ادا کرنا اور جو کچھ بچ رہے اس میں سے ایک ثلث خاص تمہارے بچوں کے لیے وصیت کرتا ہوں، ہاں! اگر مال کفایت نہ کرے تو میرے مولیٰ کی طرف رجوع کرنا" حضرت عبداللہؓ نے پوچھا "آپ کا مولیٰ کون ہے؟" فرمایا "میرا مولیٰ خدا ہے جس نے ہر مصیبت کے وقت میری دستگیری کی ہے[4]"

[1] اصابہ ج ۱ ص ٤٦ [2] استیعاب ج ۱ ص ٢٠٨ [3] بخاری کتاب الجہاد باب برکۃ الغازی فی مالہ [4] ایضاً

عبداللہ بن زبیرؓ نے حسب وصیت مختلف آدمیوں کے ہاتھ جھاڑی بیچکر قرض ادا کرنے کا سامان کیا، اور چار برس تک موسم حج مین اعلان کرتے رہے کہ زبیرؓ پر جس کا قرض ہو آکر لے، غرض اس طرح سے قرض ادا کرنے کے بعد بھی اس قدر رقم بچ رہی کہ صرف حضرت زبیرؓ کی چار بیویون مین سے ہر ایک کو بارہ بارہ لاکھ حصہ ملا، موصی لہا اور دوسرے ورثہ اس کے علاوہ تھے۔[۱]

جاگیر وزراعت فتح خیبر کے بعد رسول اللہ صلعم نے اس کی زمین کو مجاہدین پر تقسیم فرما دیا تھا، چنانچہ حضرت زبیرؓ کو بھی اس مین سے ایک وسیع اور سرسبز قطعہ ملا تھا، اس کے علاوہ مدینہ کے اطراف مین بھی ان کے کھیت تھے، جنکو وہ خود آباد کرتے تھے، کبھی کبھی آب پاشی وغیرہ کے متعلق دوسرے شرکا سے جھگڑا بھی ہو جاتا تھا، ایک دفعہ ایک انصاری سے جنکا کھیت حضرت زبیرؓ کے کھیت سے ملا ہوا نیچے کی طرف تھا، آب پاشی کے متعلق جھگڑا ہوا، انصاریؓ نے بارگاہ نبوت مین شکایت کی تو آنحضرت صلعم نے حضرت زبیرؓ سے فرمایا کہ تم اپنا کھیت سینچکر اپنے پڑوسی کے لیے پانی چھوڑ دیا کرو، انصاری اس فیصلہ سے ناراض ہوئے اور کہنے لگے "یا رسول اللہ! آپنے اپنے پھوپھی زادہ کی پاسداری فرمائی" چونکہ انصاری کو اس آب پاشی سے متمتع ہونے کا کوئی حق نہ تھا اور رسول اللہ صلعم نے محض انکی رعایت سے یہ فیصلہ صادر فرمایا تھا، اس لیے چہرہ سرخ ہو گیا، اور حضرت زبیرؓ کو حکم دیا کہ تم اپنے پورے حق سے فائدہ اٹھاؤ یعنی خود آب پاشی کر کے پانی کو روک رکھو یہان تک کہ نالیون کے ذریعہ سے دوسری طرف بہ جائے۔[۲]

کھیت کی نگرانی اور فصل کی حفاظت کا فرض بسا اوقات خود ہی انجام دیتے تھے، ایک دفعہ عہد فاروقی مین حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ اور حضرت مقداد بن الاسودؓ کے ساتھ اپنی جاگیر کی دیکھ بھال کے لیے خیبر تشریف لے گئے اور رات کے وقت تینون علحدہ اپنی اپنی جاگیر کے قریب سوئے رات کی تاریکی مین کسی یہودی نے شرارت سے حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ کی کلائی اس زور سے

[۱] صحیح بخاری کتاب الجہاد باب برکۃ الغازی فی مالہ، [۲] صحیح بخاری کتاب المساقاۃ،

موذی کہ بے اختیار ہو کر چلا اٹھے، حضرت زبیرؓ وغیرہ مدد کے لیے دوڑے اور واقعہ دریافت کر کے ان کو لیے ہوئے بارگاہِ خلافت میں حاضر ہوئے، اور یہودیوں کی شرارت کا حال بیان کیا، چنانچہ حضرت عمرؓ نے اسی واقعہ کے بعد یہودیوں کو خیبر سے جلاوطن کر دیا[1]،

حضرت ابوبکرؓ نے بھی مقام جُرف میں انھیں ایک جاگیر مرحمت فرمائی تھی، اسی طرح حضرت عمرؓ نے مقام عقیق کی زمین انھیں دیدی تھی[2]، جو مدینہ کے اطراف میں ایک خوش فضا میدان ہے،

آل و اولاد سے محبت | حضرت زبیرؓ کو بیوی بچوں سے نہایت محبت تھی، خصوصاً حضرت عبداللہؓ اور ان کے بچوں کو بہت مانتے تھے، چنانچہ اپنے مال میں سے ایک ثلث کی خاص ان کے بچوں کے لیے وصیت کی تھی، لڑکوں کی تربیت کو بھی خاص طور پر ملحوظ رکھتے تھے، جنگ یرموک میں شریک ہوئے تو اپنے صاحبزادہ عبداللہ بن زبیرؓ کو بھی ساتھ لے گئے، اس وقت ان کی عمر صرف دس سال کی تھی، لیکن حضرت زبیرؓ نے ان کو گھوڑے پر سوار کر کے ایک آدمی کے سپرد کر دیا کہ جنگ کے ہولناک مناظر دکھا کر جرأت و بہادری کا سبق دے،

غذا و لباس | دولت و ثروت کے باوجود طرز معاشرت نہایت سادہ تھا، غذا بھی پر تکلف نہ تھی، لباس عموماً معمولی اور سادہ زیبِ بدن فرماتے، البتہ جنگ میں ریشمی کپڑے استعمال کرتے تھے کیونکہ رسول اللہ صلعم نے خاص طور پر ان کو اجازت دی تھی، آلاتِ حرب کا نہایت شوق تھا اور اسمیں تکلف جائز سمجھتے تھے، چنانچہ ان کی تلوار کا قبضہ نقرئی تھا،

حلیہ | بدن چھریرا، قد بلند و بالا، خصوصاً پاؤں اس قدر لنبے کہ گھوڑے پر چڑھتے تو پاؤں زمین سے چھو جاتا، رنگ گندم گون اور سر پر کندھوں تک بالوں کی لٹیں،

اولاد و ازدواج[3] | حضرت زبیرؓ نے مختلف اوقات میں متعدد شادیاں کیں اور کثرت کیساتھ اولاد

---

[1] ابن ہشام ج ۲ صفحہ ۲۰۱، [2] ابن سعد قسم اول جلد ۳ صفحہ ۷۳، [3] اولاد و ازدواج کی تفصیل فتح الباری ج ۶ صفحہ ۱۶۱ سے ماخوذ ہے۔

پیدا ہوئی بعض بچے توان کی حیات ہی مین قضا کر گئے تاہم پھر بھی بہت سی اولاد یادگار رہ گئی، ان کی تفصیل حسب ذیل ہے،

۱ اسماءؓ بنت ابی بکرؓ ان کے بطن سے چھ بچے ہوئے نام یہ ہین، عبداللہؓ، عروہؓ، منذرؓ، خدیجۃ الکبریٰ، ام الحسن، عائشہؓ!

۲ ام خالد بنت خالد بن سعید، انھون نے خالدؓ، عمرؓ، حبیبہؓ، سودہؓ اور ہندؓ یادگار چھوڑی،

۳ رباب بنت انیف، ان سے مصعبؓ، حمزہؓ اور رملہؓ پیدا ہوئین،

۴ زینب بنت بشر، ان کے بطن سے عبیدہؓ، جعفرؓ اور حفصہؓ پیدا ہوئین،

۵ ام کلثوم بنت عقبہ، ان سے صرف ایک لڑکی زینبؓ پیدا ہوئی،

حضرت طلحہؓ

نام، نسب، خاندان طلحہ نام، ابو محمد کنیت، فیاض اور خیر لقب، والد کا نام عبید اللہ اور والدہ کا نام صعبہؓ تھا، پورا سلسلہ نسب یہ ہے طلحہ بن عبداللہ بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب القرشی التیمی، چونکہ مرہ بن کعب آنحضرت صلعم کے اجداد مین سے ہین اس لیے حضرت طلحہؓ کا نسب چھٹی ساتوین پشت مین حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے،

حضرت طلحہؓ کے والد عبید اللہ نے آنحضرت صلعم کی بعثت سے پہلے یا کم سے کم حضرت طلحہؓ کے اسلام قبول کرنے سے قبل وفات پائی، البتہ ان کی والدہ حضرت صعبہؓ نے نہایت طویل زندگی پائی، مسلمان ہوئین، اور حضرت عثمانؓ کے محصور ہونے کے وقت تک زندہ تھین، چنانچہ امام بخاری کی تاریخ الصغیر مین ایک روایت ہے کہ جب صعبہؓ کو امیر المومنینؓ کے محصور ہونے کی خبر ملی تو،

گھر سے نکل گرآئین اور اپنے صاحبزادہ حضرت طلحہؓ سے خواہش کی کہ وہ اپنے اثر سے مفسدین کو دور کرین، اس وقت خود حضرت طلحہؓ کی عمر ساٹھ برس سے زیادہ تھی، اس لیے اگر تاریخ الصغیر کی روایت صحیح ہو تو حضرت صعبہؓ نے اسی برس سے زیادہ عمر پائی،

حضرت طلحہؓ ہجرت نبوی سے چوبیں پچیس برس قبل پیدا ہوئے، ابتدائی حالات نامعلوم ہین لیکن اسقدر یقینی ہے کہ ا ہکو بچپن ہی سے تجارتی مشاغل مین مصروف ہونا پڑا اور عنوان شباب ہی مین دور دراز ممالک کے سفر کا اتفاق ہوا،

اسلام | ایک دفعہ جب کہ غالبا سترہ یا اٹھارہ برس کی عمر تھی، تجارتی اغراض سے بُصریٰ تشریف لے گئے، وہان ایک راہب نے حضرت سرورِ کائنات صلعم کے مبعوث ہونے کی بشارت دی، لیکن یوم ولادت سے اس وقت تک جس قسم کی آب و ہوا مین پرورش پائی تھی اور گرد و پیش جس قسم کے مذہبی چرچے تھے، اس کا اثر صرف ایک راہب کی پیشین گوئی سے زائل نہین ہوسکتا تھا، بلکہ ابھی مزید تعلیم و تلقین کی ضرورت تھی، مکہ واپس آئے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ کی صحبت اور ان کے مخلصانہ وعظ و پند نے تمام شکوک رفع کردیے، چنانچہ ایک روز صدیق اکبرؓ کی وساطت سے دربار رسالت مین حاضر ہوئے اور خلعت ایمان سے مشرف ہو کر واپس آئے، اس طرح حضرت طلحہؓ ان آٹھ آدمیون مین سے ہین جو ابتداے اسلام مین نجم صداقت کی پرتو ضیا سے ہدایت یاب ہوئے اور آخر کار خود بھی آسمانِ اسلام کے روشن ستارے بنکر چمکے،

اسلام لانے کے بعد حضرت طلحہؓ بھی عام مسلمانون کی طرح کفار کے ظلم و ستم سے محفوظ نہ رہے، عثمان بن عبید اللہ نے جو نہایت سخت مزاج اور حضرت طلحہؓ کا حقیقی بھائی تھا، ان کو اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کو ایک ہی رسی مین باندھ کر مارا کہ اس تشدد سے اپنے نئے مذہب کو ترک

[1] ابن سعد جلد ۳ قسم اول صفحہ ۱۵۲،

کردین لیکن توحید کا نشہ ایسا نہ تھا جو چڑھ کر اتر جاتا۔[1]

مواخات | مکہ مین آنحضرت صلعم نے حضرت زبیرؓ بن عوام سے ان کا بھائی چارہ کرادیا،

ہجرت | حضرت طلحہؓ نے مکہ مین نہایت خاموش زندگی بسر کی اور اپنے تجارتی مشاغل مین مصروف رہے، چنانچہ جس وقت رسول اللہ صلعم حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ مدینہ تشریف لے جارہے تھے، اس وقت وہ اپنے تجارتی قافلہ کے ساتھ شام سے واپس آرہے تھے، راہ مین ملاقات ہوئی، انھون نے ان دونون کی خدمت مین کچھ شامی کپڑے پیش کئے اور عرض کی کہ اہل مدینہ نہایت بیچینی اور اضطراب کیساتھ انتظار کر رہے ہین، غرض آنحضرت صلعم نہایت عجلت کیساتھ مدینہ کی طرف بڑھے اور حضرت طلحہؓ نے مکہ پہنچکر اپنے تجارتی کاروبار سے فراغت حاصل کی اور حضرت ابوبکرؓ کے اہل وعیال کو لے کر مدینہ پہنچے، حضرت اسعد بن زرارہؓ نے ان کو اپنا مہمان بنایا اور آنحضرت صلعم نے حضرت ابی بن کعب انصاریؓ سے ان کا بھائی چارہ کرادیا،[2]

غزوات اور دیگر حالات

ہجرت مدینہ کے دوسرے سال سے غزوات کا سلسلہ شروع ہوا، اور کفر و اسلام کی پہلی آویزش جنگ بدر کی صورت مین ظاہر ہوئی، لیکن حضرت طلحہؓ کسی خاص مہم پر مامور ہو کر ملک شام تشریف لے گئے تھے، اس لیے اس مین شریک نہ ہوسکے، وہان سے واپس آئے تو دربار رسالت مین حاضر ہو کر غزوۂ بدر کے مال غنیمت مین سے اپنے حصے کی درخواست کی، سرور کائنات صلعم نے مال غنیمت مین حصہ دیا اور فرمایا کہ تم جہاد کے ثواب سے بھی محروم نہین رہوگے بعض اہل سیر کا خیال ہے کہ حضرت طلحہؓ اپنے تجارتی اغراض سے شام گئے تھے، لیکن یہ

---

[1] اسد الغابہ جلد ۳ صفحہ ۵۹ [2] طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث ص ۱۵۲،

صحیح نہین ہے، کیونکہ اس صورت مین مالِ غنیمت مین حصہ طلب کرنے کی کوئی وجہ نہ تھی، نیز ایک دوسری روایت یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے ان کو اور سعید بن زیدؓ کو شام کی طرف قریش کے قافلہ کی تحقیقِ حال کی خدمت پر مامور کرکے بھیجا تھا، اس روایت سے بھی ہمارے خیال کی تائید ہوتی ہے، بہرحال اگرچہ حضرت طلحہؓ غزوۂ بدر مین شریک نہ تھے تاہم وہ اپنی اہم کارگذاریون کے باعث اس کے اجر وثواب سے محروم نہین رہے،[1]

غزوۂ احد

سنہ ۳ھ مین غزوۂ احد پیش آیا، اس جنگ مین پہلے مسلمانون کی فتح ہوئی اور کفار بھاگ کھڑے ہوئے لیکن مسلمان جیسے ہی اپنی اپنی جگہ سے ہٹ کر لوٹ گھسوٹ مین مصروف ہوئے کفار نے پھر پلٹ کر حملہ کردیا، اس ناگہانی حملہ نے مسلمانون کو ایسا بدحواس کیا کہ ان کو سرورِ کائنات کی حفاظت کا خیال بھی نہ رہا اور جو جس طرف تھا اسی طرف سے بھاگ کھڑا ہوا، میدانِ جنگ مین صرف دس بارہ آدمی ثابت قدم رہ گئے تھے، لیکن وہ سب بھی شمعِ ہدایت سے دور تھے اور اس وقت صرف حضرت طلحہؓ پروانہ وار فدویت وجان نثاری کے حیرت انگیز مناظر دکھارہے تھے، کفار کا ہر طرف سے نرغہ تھا، تیرون کی بارش ہورہی تھی، خون آشام تلوارین چمک چمک کر آنکھون کو خیرہ کررہی تھین اور صدہا کفار صرف ایک مقدس ہستی کو فنا کردینے کے لیے ہر طرف سے یورش کررہے تھے، اس نازک وقت مین جمالِ نبوت کا یہ شیدائی ہالہ بنکر خورشیدِ نبوت کو آگے پیچھے دہنے بائین ہر طرف سے بچارہا تھا، تیرون کی بوچھار کو ہتھیلی پر روکتا، تلوار اور نیزہ کے سامنے اپنے سینہ کو سپر بناتا، پھر اسی حالت مین کفار کا نرغہ زیادہ ہوجاتا تو شیر کی طرح تڑپ کر حملہ کرتا اور دشمن کو پیچھے ہٹادیتا، ایک دفعہ کسی نابکار نے ذات قدسی پر تلوار سے وار کیا، خادم جان نثار یعنی طلحہؓ جانباز نے اپنے ہاتھ پر روک لیا، انگلیان شہید ہوئین تو آہ۔ کے بجائے زبان سے نکلا

[1] اسد الغابہ ج ۳ صفحہ ۵۹،

"حسن" یعنی خوب ہوا، سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم اس لفظ کے بجائے بسم اللہ کہتے تو ملائکۂ آسمانی تمہیں ابھی اٹھا لیجاتے، غرض حضرت طلحہؓ دیر تک حیرت انگیز جانبازی اور بہادری کے ساتھ مدافعت کرتے رہے یہان تک کہ دوسرے صحابہؓ بھی مدد کے لیے آپہنچے، مشرکین کا حملہ کسی قدر کم ہوا تو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی پشت پر سوار کرکے پہاڑی پر لے آئے، اور مزید حملوں سے محفوظ کر دیا[1]،

حضرت طلحہؓ نے غزوۂ احد میں فدویت، جان نثاری اور شجاعت کے جو بے مثل جوہر دکھائے یقیناً تمام اقوامِ عالم کی تاریخ اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے، تمام بدن زخموں سے چھلنی ہو گیا تھا، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان کے جسم پر ستر سے زیادہ زخم شمار کئے تھے[2] دربارِ رسالت (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اسی جانبازی کے صلہ میں "خیر" کا لقب مرحمت ہوا، صحابہؓ کو واقعۂ احد میں ان کی اس غیر معمولی شجاعت اور جانبازی کا دل سے اعتراف تھا، حضرت ابوبکر صدیقؓ غزوۂ احد کا تذکرہ کرتے تو فرماتے کہ یہ طلحہؓ کا مخصوص دن تھا، حضرت عمرؓ ان کو صاحب احد فرمایا کرتے تھے، خود حضرت طلحہؓ کو بھی اس پُرفخر کارنامہ پر ناز تھا، اور ہمیشہ لطف و انبساط کے ساتھ اسکی داستان سنایا کرتے تھے[3]

متفرق غزوات | غزوۂ احد کے بعد فتح مکہ تک جس قدر غزوات ہوئے حضرت طلحہؓ سب میں نمایان طور پر شریک رہے، بیعتِ رضوان کے وقت بھی موجود تھے اور شرفِ بیعت سے مشرف ہوئے، فتح مکہ کے بعد غزوۂ حنین پیش آیا، اس معرکہ میں بھی غزوۂ احد کی طرح پہلے مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے، لیکن چند بہادر اور ثابت قدم مجاہدین کے استقلال و ثبات نے پھر اس کو سنبھال لیا، اور اس طرح جم کر لڑے کہ غنیم کی فتح شکست سے بدل گئی اور بیشمار سامان اور مالِ غنیمت چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا، حضرت طلحہؓ اس جنگ میں بھی ثابت قدم اصحابؓ کی صف میں تھے،

---

[1] طبقات ابن سعد قسم اوّل جزو ثالث صہ ۱۵۵ [2] فتح الباری ج ۷ صہ ۲۶۱ [3] بخاری کتاب المغازی غزوۂ احد

سنہ ۹ھ مین آنحضرت صلعم کو خبر ملی کہ قیصر روم بڑے ساز و سامان کے ساتھ عرب پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے، اس لیے آپنے صحابۂ کرامؓ کو تیاری کا حکم دیا اور جنگی اسباب و سامان کے لیے مال و زر صدقہ کرنے کی ترغیب دی، حضرت طلحہؓ نے اس موقع پر ایک بیش قرار رقم پیش کی اور بارگاہ رسالت[۲] سے فیاض کا لقب حاصل کیا[۱]،

سرورِ کائنات صلعم ایک طرف حملۂ قیصر کے مدافعانہ اہتمام مین مصروف تھے، دوسری طرف منافقین جو ہمیشہ درپئے تخریب رہتے تھے، اس موقع پر بھی اپنی شرارتون سے باز نہ آئے، اور مدینہ سے کچھ فاصلہ پر سویلم یہودی کے مکان مین مجتمع ہو کر ان تدابیر پر غور کرتے تھے جن سے مسلمانون مین بددلی پیدا ہو اور اس مہم مین شرکت سے انحراف کرین آنحضرت صلعم نے حضرت طلحہؓ کو اس خانہ برانداز جماعت کی تنبیہ پر مامور فرمایا، انھون نے چند آدمیون کو ساتھ لے کر نہایت مستعدی کے ساتھ سویلم کے مکان کا محاصرہ کر لیا اور اس مین آگ لگا دی ضحاک بن خلیفہ نے مکان کے پشت سے کود کر حملہ کیا اور اس حالت مین اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی اور اس کے ساتھی اس کو مسلمانون کے پنجۂ اقتدار سے بچا کر لے بھاگے[۲]،

غرض تیس ہزار مجاہدین نہایت جاہ و جلال کے ساتھ رومیون کے مقابلہ کے لیے روانہ ہوئے، تبوک پہنچکر معلوم ہوا کہ خبر غلط تھی اسلئے وہان چودہ دن قیام کرکے سب لوگ واپس آئے، پھر سنہ ۱۰ھ مین رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے آخری حج کیا، حضرت طلحہؓ ہمرکاب تھے، حج سے واپس آنے کے بعد ۱۲ ربیع الاوّل سنہ ۱۱ھ دوشنبہ کے دن آفتاب رسالت دنیا سے غروب ہوا، حضرت طلحہؓ کو اس سانحۂ کبریٰ سے جو صدمہ ہوا اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ جس وقت سقیفۂ بنی ساعدہ مین سیادت و خلافت کا فیصلہ ہو رہا تھا اس وقت یہ کسی گوشۂ تنہائی

---

[۱] اسدالغابہ جلد ۲ صفحہ ۵۹ [۲] سیرت ابن ہشام ج ۲ صفحہ ۳۱۵،

مین مصروف گریہ تھے،

عہد صدیقی | سقیفۂ بنی ساعدہ کی مجلس نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت پر اتفاق کیا، حضرت طلحہؓ نے بھی کچھ دنون کے بعد بیعت کی اور مہمات امور مین رائے اور مشورہ کے لحاظ سے جانشین رسول کے ہمیشہ دست و بازو ثابت ہوئے، سوا دو برس کی خلافت کے بعد جب خلیفۂ اول مرض الموت کے بستر پر تھے اور انھون نے اس منصب کے لیے فاروق اعظمؓ کو نامزد کیا تو حضرت طلحہؓ نے نہایت آزادی کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ سے جا کر کہا کہ آپ کے موجود ہوتے عمرؓ کا ہم لوگون کے ساتھ کیا برتاؤ تھا؟ اب وہ خود خلیفہ ہونگے تو خدا جانے کیا کرینگے؟ آپ اب خدا کے ہان جاتے ہین یہ سوچ لیجئے کہ خدا کو کیا جواب دیجئے گا، حضرت ابوبکرؓ نے کہا مین خدا سے کہونگا کہ مین نے تیرے بندون پر اس شخص کو امیر مقرر کیا جو ان مین سب سے زیادہ اچھا تھا،

عہد فاروقی | حضرت عمرؓ کے متعلق حضرت طلحہؓ کی جو رائے تھی وہ کسی بغض و عداوت سے ملوث نہ تھی بلکہ اکثر صحابہؓ کی یہی رائے تھی کہ ان کا تشدد ناقابل تحمل ہوگا، لیکن جب حضرت عمرؓ نے اپنے طرز عمل سے ثابت کر دیا کہ وہ اس منصب عظیم کے لیے سب سے زیادہ موزون ہین تو دفعۃً حضرت طلحہؓ کا خیال بھی بدل گیا، اور مجلس شوریٰ کے ایک رکن کی حیثیت سے انھون نے ہمیشہ فاروق اعظمؓ کی اعانت کی، اختلافی مسائل مین ساتھ دیا اور اہم امور مین نہایت مخلصانہ مشورے دیئے، ایک دفعہ عہد فاروقی مین یہ سوال پیدا ہوا کہ ممالک مفتوحہ مجاہدین مین باہم تقسیم کر دیئے جائین اور ایک بڑی جماعت اس کی مؤید ہوگئی، صرف حضرت عمرؓ اور چند دوسرے صحابہؓ کو اس سے اختلاف تھا تین دن تک بحث ہوتی رہی، حضرت طلحہؓ نے نہایت بلند آہنگی کے ساتھ اس مسئلہ مین حضرت عمرؓ کی تائید کی، یہان تک کہ انھی کی رائے پر آخری فیصلہ ہوا، اسی طرح معرکۂ نہاوند کے موقعہ پر ایرانی ٹڈی دل نے فاروق اعظمؓ کو مشوش کر دیا اور انھون نے صحابہؓ سے اس کے متعلق مشورہ چاہا،

توحضرت طلحہؓ نے کھڑے ہوکر کہا آپ ہم سے زیادہ بہتر جانتے ہین، البتہ ہم لوگ تعمیلِ حکم کے لئے تیار ہین،

فاروق اعظمؓ نے ۲۳ھ مین دس برس کی خلافت کے بعد سفر آخرت کی تیاری کی اور عہدہ خلافت کے لیے چھ آدمیون کا نام پیش کیا ان مین حضرت طلحہؓ بھی تھے، لیکن انھون نے نہایت فراخ حوصلگی کے ساتھ حضرت عثمانؓ کو اپنے اوپر ترجیح دی اور ان کا نام اس منصب کے لیے پیش کیا، چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی کوشش اور حضرت طلحہؓ کی تائید سے وہی خلیفہ منتخب ہوئے،

عہدِ عثمانی حضرت عثمانؓ نے بارہ برس تک خلافت کی لیکن آخری شش سالہ عہدِ خلافت مین تمام ملک عام طور پر شورش و بےچینی کا آماجگاہ ہوگیا تھا اور ہر طرف ریشہ دوانی وفتنہ پردازی کا بازار گرم تھا حضرت طلحہؓ نے دربارِ خلافت کو مشورہ دیا کہ اسبابِ شورش کی تفتیش وتحقیق کے لیے تمام ملک مین وفود روانہ کئے جائین، چنانچہ یہ رائے پسند کیگئی اور ۳۵ھ مین محمد بن مسلمہؓ، اسامہ بن زیدؓ، عمار بن یاسرؓ اور عبداللہ بن عمرؓ مختلف حصصِ ملک مین روانہ کئے گئے، ان لوگون نے واپس آکر اپنی تحقیقات کا جو نتیجہ پیش کیا اس پر ابھی عمل بھی نہ ہونے پایا تھا کہ مفسدین نے بارگاہِ خلافت کا محاصرہ کرلیا، گو حضرت طلحہؓ نے اس موقع پر حضرت عثمانؓ کی کوئی خاص اعانت نہین کی تاہم وہ اکثر خود ایک غیر جانب دار شخص کی حیثیت سے دریافتِ حال کے لیے محاصرین کی جماعت مین تشریف لے گئے، چنانچہ وہ ایک دفعہ وہان موجود تھے کہ حضرت عثمانؓ نے اپنے بالاخانہ پر کھڑے ہوکر کبار صحابہؓ مین ایک ایک کا نام لیکر پکارا اسی ضمن مین حضرت طلحہؓ کا نام بھی آیا انھون نے جواب دیا ہان! مین حاضر ہون" حضرت عثمانؓ نے اپنے احسانات اور فضائل ومناقب بیان کرکے ان سے تصدیق چاہی، تو انھون نے مفسدین کے سامنے نہایت بلند آہنگی کے ساتھ اس کی تصدیق کی،

آخر مین جب محاصرہ زیادہ خطرناک ہوگیا تو حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ کی طرح حضرت طلحہؓ نے بھی اپنے

۱؎ ابن سعد جزو ۳ قسم اول ص ۱۵۴،

صاحبزادہ محمد کو حضرت عثمانؓ کی حفاظت کے لیے متعین کردیا، چنانچہ جب مفسدین نے یورش کی تو محمد بن طلحہؓ نے نہایت تندہی اور جانفشانی سے ان کا مقابلہ کیا۔[1]

محافظین نے باوجود قلتِ تعداد کے اس سیلاب کو روکے رکھا، لیکن چند نابکار دوسری طرف سے اندر گھس آئے اور صبر و حلم کے آفتاب کو ہمیشہ کے لیے خونین شفق کے پردہ مین نہان کردیا، حضرت طلحہؓ کو معلوم ہوا تو افسوس کے ساتھ فرمایا "خدا عثمان پر رحم کرے" لوگون نے کہا کہ مفسدین اب اپنے فعل پر نادم ہین، فرمایا خدا انھین ہلاک کرے، اس کے بعد یہ آیت پڑھی فلا یستطیعون توصیۃ ولا الی اھلھم یرجعون ، (یٰسٓ ۳)

حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بادلِ ناخواستہ بیعت کی

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد مصریون نے حضرت علیؓ کو عنانِ خلافت سنبھالنے پر مجبور کیا اور مسجد نبوی مین لوگون کو بیعتِ عام کے لیے جمع کیا، حضرت طلحہؓ گو برابر کے دعویدار تھے تاہم اس شورش و ہنگامہ کے وقت زبان نہ ہلا سکے اور بادلِ ناخواستہ بیعت کرلی۔[2]

خلیفۂ وقت کے مقابلہ مین خروج اور اس کی وجہ

خلیفۂ وقت کا قتل کوئی معمولی حادثہ نہ تھا، اس سے تمام ملک مین شورش اور بدنظمی پھیل گئی، اور مفسدین کی مطلق العنانی نے خود مدینہ کو پُرفتن بنادیا، حضرت طلحہؓ کامل چار ماہ تک خاموشی کے ساتھ اس فتنہ و فساد کا تماشا دیکھتے رہے، لیکن جب دربارِ خلافت کی طرف سے اس کے انسداد کی کوئی امید نہ رہی تو خود علمِ اصلاح بلند کرنے کے لیے حضرت زبیرؓ کو ساتھ لیکر مدینہ سے مکہ چلے آئے، حضرت عائشہؓ حج کے خیال سے مکہ آئی تھین اور مدینہ کی شورشون کا حال سنکر اس وقت تک یہین مقیم تھین، اس لیے ان دونون نے سب سے پہلے ام المومنینؓ کی خدمت مین حاضر ہوکر مدینہ کی کیفیت بیان کی اور علمِ اصلاح بلند کرنے پر آمادہ کیا، تھوڑی دیر

[1] ابن اثیر ج ۳ صفحہ ۱۳۰ [2] طبقات ابن سعد جزو ۳ قسم اول

کی بحث و مباحثہ کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا راضی ہوگئیں اور حضرت طلحہؓ کی رائے کے مطابق بصرہ کی تیاری ہوئی، کیونکہ وہان ان کے طرفدارون کی ایک بڑی جماعت موجود تھی، اور نہایت آسانی کے ساتھ اس مہم کی شرکت پر آمادہ ہوسکتی تھی،

بصرہ پر قبضہ

غرض اعیانِ اصلاح کی ایک ہزار جماعت مکہ سے بصرہ کی طرف روانہ ہوئی، بنو امیہ بھی جو مدینہ سے بھاگ کر مکہ مین پناہ گزین تھے جوشِ انتقام مین ساتھ ہوگئے، بصرہ کے قریب پہنچے تو عثمان بن حنیف والیِ بصرہ نے مزاحمت کی، چند دنون تک ان سے مصالحت کی سلسلہ جنبانی ہوتی رہی لیکن جب وہ راہ پر نہ آئے تو بزور شہر پر قابض ہوگئے اور حضرت طلحہؓ کے حامیون نے جوش و خروش کے ساتھ اہل دعوت کو لبیک کہا،

حضرت علیؓ کی فوج سے مقابلہ کے لیے بڑھنا

حضرت علیؓ کو مدعیانِ اصلاح کے خروج کا حال معلوم ہوچکا تھا اس لیے مدینہ سے روانہ ہوکر ذی قار پہنچے اور یہان سے تقریبًا کوفہ کے نو ہزار جنگ آزما نوجوانون کو ساتھ لیکر بصرہ کی طرف بڑھے حضرت طلحہؓ و زبیرؓ نے اس فوج کا حال سنا تو انھون نے بھی اپنی فوج کو منتظم و مرتب کرکے آگے بڑھایا، دسوین جمادی الآخرہ ۳۶ھ مین دونون فوجون مین مٹ بھیڑ ہوئی،

شہادت

جنگ شروع ہونے سے پہلے صلح کی سلسلہ جنبانی شروع ہوئی، اور حضرت علیؓ نے حضرت زبیرؓ کو رسول خدا صلعم کی ایک ایسی پیشین گوئی یاد دلائی کہ اسی وقت ان کا دل اس خانہ جنگی سے بھر گیا، حضرت طلحہؓ نے اپنے زورِ بازو کو برباد ہوتے ہوئے دیکھا تو ان کا ارادہ بھی متزلزل ہوا، اور جنگ سے کنارہ کش ہونے کی رائے قائم کرلی، مروان نے جو حضرت عثمانؓ کی شہادت کے معاملہ مین ان سے بدظن تھا اس موقع کو غنیمت جان کر ایک تیر مارا جو اگرچہ پاؤن مین لگا لیکن ان کے لیے تیرِ قضا ثابت ہوا، لوگون نے نکالنے کی کوشش کی تو فرمایا چھوڑ دو، یہ تیر نہین بلکہ پیامِ خداوندی ہے،

۱؎ مستدرک حاکم جلد ۲ ص ۱۷۱،

تجہیز وتکفین | باختلاف روایات حضرت طلحہ رضؓ نے باسٹھ یا چونسٹھ برس کی عمر مین شہادت حاصل کی، اور غالباً اسی میدان جنگ کے کسی گوشہ مین مدفون ہوئے لیکن یہ زمین نشیب مین تھی اسلئے اکثر غرق آب رہتی تھی، ایک شخص نے مسلسل تین دفعہ حضرت طلحہ رضؓ کو خواب مین دیکھا کہ وہ اپنی لاش کو اس قبر سے منتقل کرنے کی ہدایت فرما رہے ہین حضرت عبد اللہ بن عباس رضؓ نے خواب کا حال سنا تو حضرت ابوبکرہ صحابیؓ کا مکان دس ہزار درہم مین خرید کر ان کی لاش کو اس مین منتقل کردیا، دیکھنے والون کا بیان ہے کہ اتنے دنون کے بعد بھی یہ جسم خاکی اسی طرح مصئون ومحفوظ تھا، یہان تک کہ آنکھون مین جو کافور لگایا گیا تھا وہ بھی بعینہ موجود تھا[1]

اخلاق وعادات | حضرت طلحہ رضؓ کا اخلاقی پایہ نہایت ارفع واعلیٰ تھا، خشیت الٰہی اور رسول اللہ صلعم کی محبت سے ان کا پیمانۂ قلب لبریز تھا، معرکۂ احد اور دوسرے غزوات مین جس جوش وفداکاری کے ساتھ پیش پیش رہے وہ اسی جذبہ کا اثر تھا، اس راہ مین اُن کو جان کے ساتھ مال کی قربانی سے بھی دریغ نہ تھا، چنانچہ انھون نے نذر مانی تھی کہ غزوات کے مصارف کے لیے اپنا مال راہ خدا مین دیا کرینگے، اس نذر کو انھون نے اس پابندی کے ساتھ پوری کرنے کی کوشش کی کہ خاص قرآن پاک مین ان کی مدح مین یہ آیت نازل ہوئی،

رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ فمنھم من قضی نحبہ الآیہ
(احزاب ۳)

یعنی کچھ آدمی ایسے ہین جنھون نے خدا سے جو کچھ عہد کیا اس کو سچا کردکھایا، چنانچہ بعض ان مین سے وہ ہین جنھون نے اپنی نذر پوری کی،

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد حضرت طلحہ رضؓ بارگاہِ نبوتؐ مین حاضر ہوئے تو ارشاد ہوا، "طلحہ تم بھی ان لوگون مین ہو جنھون نے اپنی نذر پوری کی"[2]

---

[1] اسد الغابہ ج ۳ صفحہ ۶۱، [2] فتح الباری ج ۸ صفحہ ۳۹۸،

حضرت طلحہؓ اقلیم سخاوت کے بادشاہ تھے، فقرا و مساکین کے لیے ان کا دروازہ کھلا رہتا تھا، قیس بن ابی حازم کا بیان ہے کہ مین نے طلحہؓ سے زیادہ کسی کو بے طلب کی بخشش مین پیش پیش نہ دیکھا،[1] غزوۂ ذی القرد مین آنحضرت صلعم مجاہدین کے ساتھ پانی کے ایک چشمہ پر گذرے جس کا نام بیسان مالح تھا حضرت طلحہؓ نے اس کو خرید کر وقف کر دیا، اسی طرح غزوۂ ذی العسرہ مین تمام مجاہدین کی دعوت کی، غزوۂ تبوک کے موقع پر جبکہ عموماً تمام مسلمان افلاس و ناداری کی مصیبت اور فلاکت مین مبتلا تھے انھون نے مصارفِ جنگ کے لیے ایک گران قدر رقم پیش کی اور دربارِ رسالت سے فیاض کا خطاب حاصل کیا،[2]

ایک دفعہ حضرت عثمانؓ کے ہاتھ اپنی جائداد سات لاکھ درہم مین فروخت کی اور سب راہ خدا مین صرف کر دیا، آپ کی بیوی سعدی بنت عوف کا بیان ہے، کہ ایک دفعہ مین نے انھین غمگین دیکھا، پوچھا "آپ اس قدر اداس کیون ہین مجھ سے کوئی خطا تو سرزد نہین ہوئی؟" بولے "نہین! تم نہایت اچھی بیوی ہو تمھاری کوئی بات نہین ہے، اصل قصہ یہ ہے کہ میرے پاس ایک بہت بڑی رقم جمع ہو گئی ہے" اس وقت اسی کی فکر مین تھا کہ کیا کرون، مین نے کہا "اس کو تقسیم کرا دیجئے" یہ سنکر انھون نے اسی وقت لونڈی کو بلایا اور چار لاکھ کی رقم اپنی قوم مین تقسیم کرا دی،[3]

حضرت طلحہؓ بنو تیم کے تمام محتاج و تنگدست خاندانون کی کفالت کرتے تھے لڑکیون اور بیوہ عورتون کی شادی کر دیتے تھے جو لوگ مقروض تھے ان کا قرض ادا کر دیتے تھے چنانچہ صبیحہ تیمی پر تیس ہزار درہم قرض تھا وہ سب انھون نے اپنے پاس سے ادا کر دیا، ام المومنین حضرت عائشہؓ سے بھی خاص عقیدت تھی اور ہر سال دس ہزار درہم پیشکش خدمت کرتے تھے،[4]

مہمان نوازی حضرت طلحہؓ کا خاص شیوہ تھا، ایک دفعہ بنی عذرہ کے تین آدمی مدینہ آکر مشرف

---

[1] فتح الباری ج ۷، ص ۶۶، [2] اصابہ ج ۳ ص ۲۹۱ [3] اسد الغابہ ج ۳ ص ۶۰ [4] طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث ص ۱۵۷ [5] ایضاً ص ۱۵۸

بہ اسلام ہوئے آنحضرت صلعم نے فرمایا کون ان کی کفالت کا ذمہ لیتا ہے؟ حضرت طلحہ نے کھڑے ہو کر عرض کی "مین یا رسول اللہ!" اور تینون نو مسلم مہاجرین کو خوشی خوشی گھر لے آئے، ان مین سے دو نے یکے بعد دیگرے مختلف غزوات مین شہادت حاصل کی اور تیسرے نے بھی ایک مدت کے بعد حضرت طلحہؓ کے مکان مین وفات پائی، ان کو اپنے مہمانون سے جو انس پیدا ہو گیا تھا اسکا اثر یہ تھا کہ ہر وقت اُن کی یاد تازہ رہتی تھی اور رات کے وقت خواب مین بھی انھین کا جلوہ نظر آتا تھا، ایک روز خواب مین دیکھا کہ وہ اپنے تینون مہمانون کے ساتھ جنت کے دروازہ پر کھڑے ہین لیکن جو سب سے پیچھے مرا تھا وہ سب سے آگے ہے، اور جو سب سے پہلے شہید ہوا تھا وہ سب سے پیچھے ہے، حضرت طلحہؓ کو اس تقدم و تاخر پر سخت تعجب ہوا، صبح کے وقت سرورِ کائنات صلعم سے خواب کا واقعہ بیان کیا تو ارشاد ہوا، اس مین تعجب کی کیا بات ہے جو زیادہ دنون تک زندہ رہا اس کو عبادت و نیکوکاری کا زیادہ موقع ملا اس لیے وہ جنت کے داخلہ مین اپنے ساتھیون سے پیش پیش تھا۔[1]

احباب کی مسرت و شادمانی ان کے لیے بھی سامانِ انبساط بنجاتی تھی، حضرت کعب بن مالکؓ غزوۂ تبوک مین شریک نہ ہونے کے باعث معتوبِ بارگاہ تھے ایک مدت کے بعد رسول اللہ صلعم نے ان کی خطا معاف کر دی اور وہ خوش خوش دربارِ رسالت مین حاضر ہوئے تو حضرت طلحہؓ نے دوڑ کر ان سے مصافحہ کیا اور مبارکباد دی، حضرت کعبؓ فرمایا کرتے تھے: کہ مین طلحہؓ کے اس اخلاق کو کبھی نہ بھولون گا کیونکہ مہاجرین مین سے کسی نے ایسی گرمجوشی کا اظہار نہین کیا تھا،[2]

حضرت طلحہؓ کو دوستون کی خدمت گذاری سے بھی دریغ نہ تھا ایک دفعہ ایک اعرابی مہمان

---

[1] مسند ابن حنبل ج ۱ صفحہ ۱۶۱، [2] بخاری باب غزوۂ تبوک،

ہوا، اور اس نے درخواست کی کہ بازار میں میرا اونٹ فروخت کرا دیجئے، حضرت طلحہؓ نے فرمایا یگو رسول اللہ صلعم نے منع فرمایا ہے کہ کوئی شہری دیہاتی کا معاملہ نہ چکائے تاہم میں تمہارے ساتھ چلوں گا، اور اس کے ساتھ جاکر مناسب قیمت پر اُسکا اونٹ فروخت کرا دیا، اعرابی نے اس کے بعد خواہش ظاہر کی کہ دربارِ رسالتؐ سے زکوٰۃ کی وصولی کا ایک مفصل ہدایت نامہ دلوا دیجئے تاکہ عمال کو اسی کے مطابق دیا کروں حضرت طلحہؓ نے اپنے مخصوص تقرب کے باعث اس کی یہ خواہش بھی پوری کر دی[1]،

رسولِ خدا صلعم کے اسوۂ حسنہ کو طرزِ عمل بنانا ہر مسلمان کی سب سے بڑی سعادت ہے، حضرت طلحہؓ نے اس سعادت کے حصول کو اپنے فرائض میں شامل کر لیا تھا، یہی وجہ ہے کہ وہ رسول اللہ صلعم کی مختلف صحبتوں میں جو کچھ دیکھتے یا سنتے اس کو ہمیشہ یاد رکھتے اور اگر اتفاق سے کبھی کوئی بات بھول جاتے تو سخت مغموم و رنجیدہ نظر آتے، ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے ان کو مغموم دیکھکر پوچھا تمہارا حال کیسا ہے؟ کسی سے کوئی جھگڑا تو نہیں ہوا؟ کہنے لگے نہیں، میں نے رسول اللہ صلعم کو فرماتے سنا تھا کہ اگر کوئی بندہ موت کے وقت ایک کلمہ زبان سے ادا کرے تو نزع کی مصیبت دور ہو جائیگی اور اس کا چہرہ چمکنے لگے گا، مجھے اس وقت وہ کلمہ معلوم تھا، لیکن اب یاد نہیں آتا، حضرت عمرؓ نے کہا کیا تم اس کلمہ سے بھی زیادہ باعظمت و پُراثر کلمہ جانتے ہو جس کا رسول اللہ صلعم نے حکم دیا تھا یعنی لا الہ الا اللہ، حضرت طلحہؓ سنکر اچھل پڑے فرمایا ہاں، خدا کی قسم یہی کلمہ ہے[2]،

حسنِ معاشرت

حضرت طلحہؓ اپنے حسنِ معاشرت کے باعث بیوی بچوں میں نہایت محبوب تھے وہ اپنے کنبہ میں جس لطف و محبت کیساتھ زندگی بسر کرتے تھے اس کا اندازہ صرف اس سے

[1] بخاری باب غزوہ تبوک، [2] مسند ج ۱ صفحہ ۱۶۱،

ہو سکتا ہے کہ عتبہ بن ربیعہ کی لڑکی ام ابان سے اگرچہ بہت سے معزز اشخاص نے شادی کی درخواست کی لیکن انھون نے حضرت طلحہؓ کو سب پر ترجیح دی، لوگون نے وجہ پوچھی تو کہا "مین ان کے اوصاف حمیدہ سے واقف ہون، وہ گھر آتے ہین تو ہنستے ہوئے، باہر جاتے ہین تو مسکراتے ہوئے، کچھ مانگو تو بخل نہین کرتے اور خاموش رہو تو مانگنے کا انتظار نہین کرتے، اگر کوئی کام کردو تو شکر گذار ہوتے ہین اور خطا ہو جائے تو معاف کر دیتے ہین[1]"

ذریعۂ معاش حضرت طلحہؓ کے معاش کا اصلی ذریعہ تجارت تھا، چنانچہ نیر اسلام کے طلوع ہونے کی بشارت بھی اسی تجارتی سفر مین ملی تھی، جب مدینہ پہنچے تو زراعت کا شغل بھی شروع کیا، اور رفتہ رفتہ اس کو نہایت وسیع پیمانہ پر پھیلا دیا، خیبر کی جاگیر کے علاوہ عراق عرب مین متعدد علاقے حاصل کیے، ان مین سے قناۃ اور سراۃ نہایت مشہور ہین، ان دونون مقامات مین کاشتکاری کا نہایت وسیع اہتمام تھا، صرف قناۃ کے کھیتون پر بیس اونٹ سیرابی کا کام کرتے تھے، ان علاقون کی پیداوار کا صرف اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ حضرت طلحہؓ کی روزانہ آمدنی کا اوسط ایک ہزار دینار تھا[2]

تمول غرض تجارت و زراعت نے ان کو غیر معمولی دولت و ثروت کا مالک بنا دیا تھا، چنانچہ لاکھون دینار و درہم راہ خدا مین لٹا دینے کے بعد بھی اہل و عیال کے لیے ایک عظیم الشان دولت چھوڑ گئے، ایک دفعہ امیر معاویہؓ نے موسیٰ بن طلحہؓ سے پوچھا کہ تمھارے والد نے کس قدر دولت چھوڑی تو انھون نے کہا "بائیس لاکھ درہم، دو لاکھ دینار، اس کے علاوہ نہایت کثیر مقدار مین سونا اور چاندی" یہ نقدی کی تفصیل تھی، جائداد غیر منقولہ اس کے علاوہ تھی جسکی کل قیمت کا اندازہ تین کروڑ درہم تھا[3]

---

[1] کنز العمال ج ۶، صفحہ ۴۱۳ [2] طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث صفحہ ۱۵۸ [3] ایضاً۔

غذا و لباس طرزِ معاش نہایت سادہ تھا، لیکن کپڑے اکثر رنگین پہنتے تھے، ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے حالتِ احرام میں رنگین لباس زیبِ جسم دیکھا بولے "طلحہؓ! یہ کیا ہے؟" عرض کی "امیر المومنین یہ گیرا رنگ ہے" فرمایا "آپ لوگ ائمہ دین ہیں، عوام آپ کا اتباع کرتے ہیں، کوئی جاہل دیکھ لیگا تو وہ بھی رنگین کپڑے استعمال کریگا اور دلیل پیش کریگا کہ میں نے طلحہؓ کو حالتِ احرام میں پہنے ہوئے دیکھا تھا"[1]

حضرت طلحہؓ کے ہاتھ میں ایک سونے کی انگوٹھی تھی جس میں نفیس سرخ یاقوت کا نگ جڑا ہوا تھا، لیکن بعد کو یاقوت نکال کر معمولی پتھر سے مرصع کرایا تھا[2] دسترخوان بھی وسیع تھا لیکن پُر تکلف نہ تھا،

حلیہ حلیہ یہ تھا، قد میانہ بلکہ ایک حد تک پست، چہرہ کا رنگ سرخ و سفید، بدن خوب گٹھا ہوا، سینہ چوڑا، پاؤں نہایت پُر گوشت اور ہاتھ کی انگلیاں غزوۂ احد میں شل ہو گئی تھیں،

اولاد و ازواج حضرت طلحہؓ نے مختلف اوقات میں متعدد شادیاں کی تھیں، بیویوں کے نام یہ ہیں، حمنہ بنت جحش، ام کلثوم بنت ابی بکر الصدیق، سعدی بنت عوف، ام ابان بنت عتبہ بن ربیعہ، خولہ بنت القعقاع، ان میں سے ہر ایک کے بطن سے متعدد اولاد ہوئی تھی، لڑکوں کے نام یہ ہیں، محمد، عمران، عیسیٰ، یحییٰ، اسمٰعیل، اسحاق، زکریا، یعقوب، موسیٰ، یوسف، ان کے علاوہ چار صاحبزادیاں بھی تھیں، ان کے نام یہ ہیں،

ام اسحاق، عائشہ، صعبہ، مریم،

حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ

نام و نسب، خاندان عبد الرحمٰن نام، ابو محمد کنیت، والد کا نام عوف اور والدہ کا نام شفا تھا، یہ دونوں زہری خاندان سے تعلق رکھتے تھے، سلسلۂ نسب یہ ہے عبد الرحمٰنؓ بن عوف بن عبد عوف بن عبد بن الحارث بن زہرہ بن کلاب

[1] طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث ص ۱۵۶ [2] ایضاً ص ۱۵۷،

بن مرۃ القرشی الزہری،

حضرت عبدالرحمن رض کا اصلی نام عبد عمرو تھا، ایمان لائے تو رسول اللہ صلعم نے بدل کر عبدالرحمن رکھا[1]

اسلام عام روایت کے مطابق حضرت عبدالرحمن رض واقعۂ فیل کے دسوین سال پیدا ہوئے تھے، اس لحاظ سے جس وقت رسول اللہ صلعم نے دعوتِ توحید کی صدا بلند کی اُس وقت ان کا سن تیس سال سے متجاوز ہو چکا تھا، فطری عفت و سلامت روی کے باعث شراب سے پہلے ہی تائب ہو چکے تھے، صدیق اکبر رض کی رہنمائی سے صراطِ مستقیم کی شاہراہ بھی نظر آگئی اور بارگاہِ نبوت مین حاضر ہو کر رہروانِ حق کے قافلہ مین شامل ہو گئے اس وقت تک صرف چند روشنضمیر بزرگون کو اسکی توفیق ہوئی تھی اور قافلہ سالار یعنی سرورِ دو عالم صلعم ارقم بن ابی ارقم کے مکان مین پناہ گزین نہین ہوئے تھے[2]

ہجرت خلعتِ ایمان سے مشرف ہونے کے بعد حضرت عبدالرحمن بن عوف رض کو بھی عام بلاکشانِ اسلام کی طرح جلاوطن ہونا پڑا، پہلے ہجرت کر کے حبشہ تشریف لے گئے، پھر وہان سے واپس آئے تو سب کے ساتھ سرزمینِ یثرب کی طرف ہجرت کر گئے[3]

مواخات مدینہ پہنچنے کے بعد رسول اللہ صلعم نے حضرت سعد بن الربیع انصاری رض سے بھائی چارہ کرا دیا، وہ انصار مین سب سے مالدار اور فیاض طبع تھے، کہنے لگے "مین اپنا نصف مال و منال تمہین بانٹ دیتا ہون اور میری دو بیویان ہین ان کو دیکھو جو پسند آئے اس کا نام بتاؤ مین طلاق دیدونگا، عدت گذرنے کے بعد تم نکاح کر لینا" لیکن حضرت عبدالرحمن رض کی غیرت نے منظور نہ کیا، جواب دیا "خدا تمہارے مال و منال اور اہل و عیال مین برکت دے، مجھے صرف بازار دکھا دو" لوگون نے بنی قینقاع کے بازار مین پہنچا دیا، وہان سے واپس آئے تو کچھ گھی اور پنیر وغیرہ نفع مین بچا لائے دوسرے روز سے باقاعدہ تجارت شروع کر دی یہان تک کہ

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۳۰۶ [2] طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث ص ۸۷ [3] ابن سعد قسم اول جزو ثالث،

چند دنون کے بعد بارگاہِ نبوت مین حاضر ہوئے تو جسم پر مراسم شادی کی علامتین موجود تھین استفسار ہوا" یہ کیا ہے" عرض کی ایک انصاریہ سے شادی کرلی ہے" سوال ہوا" مہر کس قدر ادا کیا؟" عرض کی" ایک کھجور کی گٹھلی کے برابر سونا" حکم ہوا" تو پھر ولیمہ کرو اگرچہ ایک بکری ہی سہی"[1]

غزوات | سنہ ۲ھ سے غزوات کا سلسلہ شروع ہوا حضرت عبدالرحمن بن عوف اکثر معرکون مین پامردی و شجاعت کے ساتھ شریک رہے، غزوۂ بدر مین دو نوجوان انصاری پہلو مین کھڑے تھے انھون نے آہستہ سے پوچھا" یا عم! ابوجہل کون ہے جو سرورِ کائنات صلعم کی شان مین بدزبانی کرتا ہے"؟ اسی اثنا مین ابوجہل سامنے آگیا، حضرت عبدالرحمن رضنے کہا" وہ دیکھو! جسکو تم پوچھتے تھے سامنے موجود ہے" ان دونون نے جھپٹ کر ایک ساتھ وار کیا اور اس ناپاک ہستی سے دنیا کو نجات دلادی[3]

غزوۂ احد مین جس جانبازی و شجاعت سے لڑے اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ بدن پر بیس سے زیادہ آثارِ جراحت شمار کیے گئے تھے، خصوصاً پاؤن مین ایسے کاری زخم لگے تھے کہ صحت کے بعد بھی ہمیشہ لنگڑا کر چلتے تھے[4]

دومۃ الجندل کی مہم | شعبان سنہ ۶ھ مین دومۃ الجندل کی مہم پر مامور ہوئے، رسول اللہ صلعم نے بلا کر اپنے دستِ اقدس سے عمامہ باندھا، پیچھے شملہ چھوڑا، اور ہاتھ مین علم دیکر فرمایا" بسم اللہ! راہِ خدا مین روانہ ہو جا، جو لوگ خدا کی نافرمانی وعصیان مین مبتلا ہین ان سے جاکر جہاد کر، لیکن کسی کو دھوکا نہ دینا، فریب نہ کرنا، بچون کو نہ مارنا، یہان تک کہ دومۃ الجندل پہنچکر قبیلۂ کلب کو اسلام کی دعوت دے، اگر وہ قبول کرین تو ان کے بادشاہ کی لڑکی سے نکاح کرلے"۔

حضرت عبدالرحمن رض اس اعزاز کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہو کر دومۃ الجندل پہنچے اور تین دن تک دعوت و تبلیغِ اسلام کا فرض اس خوش اسلوبی سے انجام دیتے رہے کہ قبیلۂ کلب کے سردار

[1] بخاری باب بنیان الکعبہ باب کیف اخی النبی صلعم بین اصحابہ [2] مسند ج ۱ ص ۱۹۳ [3] بخاری کتاب المغازی باب قتل ابی جہل [4] سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۱۶۱،

اصبغ بن عمرو الکلبی جو مذہباً عیسائی تھے اور انکی قوم کے بہت سے لوگ بطیب خاطر دائرۂ اسلام مین داخل ہو گئے، البتہ بعضون نے جنکو اسکی توفیق نہ ہوئی جزیہ منظور کر لیا، حضرت عبد الرحمن رض نے حسب فرمان اصبغ کی لڑکی تماضر سے شادی کر لی، اور رخصت کر کے مدینہ ساتھ لائے چنانچہ ابو سلمہ بن عبد الرحمن انھی کے بطن سے پیدا ہوئے تھے[1]

فتح مکہ مکہ کی فوج کشی مین بھی شریک تھے، اس کے زیر نگین ہونے کے بعد رسول اللہ صلعم نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو قبیلۂ بنو جذیمہ کے پاس جو اطراف مکہ مین مسکن گزین تھا دعوت اسلام کے لیے بھیجا، انھون نے غلطی سے قتل و خون ریزی کا بازار گرم کر دیا، سرور کائنات صلعم کو اطلاع ہوئی تو نہایت متاسف ہوئے اور ہاتھ اُٹھا کر بارگاہ رب العالمین مین تین دفعہ اپنی برائت ظاہر کی "خدایا! خالد نے جو کچھ کیا مین اس سے بری ہون"

حضرت عبد الرحمن رض کے خاندان اور قبیلۂ بنو جذیمہ مین گو قدیم زمانہ سے عداوت چلی آتی تھی، یہان تک کہ ان کے والد عوف کو اسی قبیلہ کے ایک آدمی نے قتل کیا تھا تاہم اخوت اسلامی نے اس دیرینہ عداوت کو بھی محو کر دیا، چنانچہ اس خونریزی سے بیزار ہو کر حضرت خالد بن ولیدؓ سے کہا "افسوس تم نے اسلام مین جاہلیت کا بدلا لیا" انھون نے جواب دیا "مین نے تمھارے باپ کے قاتل کو مارا" حضرت عبد الرحمن رض نے کہا "بیشک تمنے میرے باپ کے قاتل کو مارا، لیکن درحقیقت یہ فاکہ بن مغیرہ کا انتقام تھا، جو تمھارا چچا تھا[2]" اس کے بعد دونون مین نہایت گرم گفتگو ہوئی آنحضرت صلعم کو اطلاع ہوئی تو حضرت خالدؓ سے ارشاد ہوا "بس خالد! میرے اصحاب کو چھوڑ دو اگر راہ خدا مین کوہ احد کے برابر بھی سونا صرف کریگا تب بھی ان کے برابر نہ ہوگا"[3]

[1] طبقات ابن سعد حصہ مغازی ص ۶۴، [2] حضرت عبد الرحمن رض کے والد عوف اور حضرت خالدؓ کے چچا فاکہ بن مغیرہ تجارت کے خیال سے یمن جا رہے تھے بنو جذیمہ نے راہ مین ایک ساتھ دونون کو قتل کیا تھا (سیرت ابن ہشام ج ۲ صفحہ ۲۵۶)

[3] سیرت ابن ہشام ج ۲ صفحہ ۲۵۷،

فتح مکہ کے بعد حجۃ الوداع تک جس قدر مہمات اور جنگین پیش آئین، حضرت عبدالرحمن رض سب مین شریک رہے، آخری سفرِ حج سے واپس آنے کے بعد سنہ ۱۱ھ مین سرورِ کائنات صلعم نے وفات پائی اور سقیفۂ بنی ساعدہ مین خلافت کا قصہ پیش آیا، حضرت عبدالرحمن بن عوف رض اسی گتھی کے سلجھانے مین شریک تھے اور صدیق اکبر رض کے ہاتھ پر بیعت کرنے مین ان کا تیسرا نمبر تھا،

عہد صدیقی | خلیفۂ اول کے عہد مین حضرت عبدالرحمن رض ایک مخلص مشیر اور صائب الرائے رکن کی حیثیت سے ہر قسم کے مشورون مین شریک رہے، سنہ ۱۳ھ مین جب صدیق اکبر رض کا آفتابِ حیات لبِ بام آیا اور ایک جانشین نامزد کر جانے کی فکر دامنگیر ہوئی تو انھون نے سب سے پہلے حضرت عبدالرحمن رض کو بلا کر اس کے متعلق مشورہ کیا اور اس منصب جلیل کے لیے فاروقِ اعظم رض کا نام لیا، حضرت عبدالرحمن رض نے نہایت آزادی اور خلوص کے ساتھ کہا، "عمر کی اہلیت مین کیا شک ہے لیکن مزاج مین سختی ہے" حضرت ابوبکر رض نے فرمایا "ان کی سختی اس لئے تھی کہ مین نرم تھا، لیکن جب یہ بارِ گران ان ہی پر آپڑیگا تو خود بخود نرم ہوجائین گے"[1] غرض چند روزہ علالت کے بعد خلیفۂ اول نے داعیِ اجل کو لبیک کہا اور حضرت عمر فاروق رض مسند آرائے خلافت ہوئے،

عہد فاروقی | فاروق اعظم رض نے مسندِ خلافت پر قدم رکھنے کے ساتھ نظامِ خلافت کو پہلے سے زیادہ منتظم و مرتب کر دیا، مہماتِ مسائل پر بحث و مباحثہ کے لیے ایک مستقل مجلسِ شوریٰ قائم کی، حضرت عبدالرحمن رض اس مجلس کے نہایت صائب الرائے، پرجوش اور سرگرم رکن ثابت ہوئے، بہت سے معاملات مین انھی کی رائے پر آخری فیصلہ ہوا، عراق پر مستقل اور باقاعدہ فوج کشی کے لیے جب دارالخلافہ کے گرد ایک عظیم الشان لشکر مجتمع ہوا اور عوام نے زور ڈالا کہ خود امیرالمومنین اس فوج کی باگ اپنے ہاتھ مین لین، یہان تک کہ حضرت عمر رض خود بھی اس کے لیے تیار ہو گئے تو اس وقت صرف

[1] طبری صفحہ ۲۱۳۷،

حضرت عبدالرحمنؓ ہی تھے جنھون نے سختی کے ساتھ اس کی مخالفت کی اور کہا کہ لڑائی کے دونون پہلو مین، خدانخواستہ اگر شکست ہوئی اور امیرالمومنین کو کچھ صدمہ پہنچا تو پھر اسلام کا خاتمہ ہے حضرت عبدالرحمنؓ کی اس مآل اندیشی نے تمام اکابر صحابہؓ کی آنکھین کھول دین اور سب نے پرزور الفاظ مین اسکی تائید کی لیکن مشکل یہ تھی کہ اس مہتم بالشان عہدہ کے لائق کوئی شخص تھا حضرت علیؓ سے کہا گیا تو انھون نے صاف انکار کر دیا، غرض لوگ اسی حیص بیص مین تھے، کہ حضرت عبدالرحمنؓ کی نگاہ انتخاب نے یہ مشکل بھی حل کر دی، اور کھڑے ہو کر کہا مین نے پالیا، حضرت عمرؓ نے پوچھا کون؟ بولے سعد بن ابی وقاصؓ اس حسنِ انتخاب پر ہر طرف سے صدائے تحسین وآفرین بلند ہوئی[1] اور واقعات نے بہت جلد ثابت کر دیا کہ یہ انتخاب کس قدر موزون تھا،

اسی طرح معرکۂ نہاوند مین بھی حضرت عمرؓ کو موقع جنگ پر جانے سے روکا، لیکن کبھی کبھی جوش مآل اندیشی پر غالب آجاتا تھا، چنانچہ جب مہم شام مین اسلامی فوجین رومیون کی عظیم الشان تیاریون کے باعث مقامات مفتوحہ چھوڑ کر پیچھے ہٹ آئین، اور حضرت ابوعبیدہؓ سپہ سالارِ اعظم نے رومیون کے جوش وخروش اور ٹڈی دل اجتماع کی اطلاع دارالخلافہ مین بھیجی، تو حضرت عبدالرحمنؓ کو اس قدر جوش آیا کہ بیتاب ہو کر بولے "امیرالمومنین تو خود سپہ سالار بن اور مجھ کو ساتھ لیکر چل، خدانخواستہ اگر ہمارے بھائیون کا بال بیکا ہوا تو پھر جینا بے سود ہے" لیکن اس موقع پر دوسرے مآل اندیش صحابہؓ نے مخالفت کی اور اسی پر فیصلہ ہوا،

حضرت عبدالرحمنؓ نے انتظامی اور قانونی حیثیت سے جو رائین دین، ان کا اجمالی تذکرہ انشاءاللہ علم وفضل کے سلسلہ مین آئیگا،

واقعۂ ہائلہ — سنہ ۲۳ھ مین ایک روز حسب معمول حضرت عمرؓ صبح کی نماز پڑھانے کھڑے ہوئے کہ

[1] طبری ص ۲۲۱۵، ایضاً صفحہ ۲۲۱۵

کہ دفعتہً فیروز نام ایک عجمی غلام نے حملہ کیا اور متعدد زخم پہنچائے حضرت عمرؓ نے حضرت عبدالرحمنؓ کا ہاتھ پکڑ کر امامت کے مصلے پر کھڑا کیا، حضرت عبدالرحمنؓ نے جلدی جلدی نماز تمام کی[1] اور حضرت عمرؓ کو اٹھا کر ان کے گھر لائے،

حضرت عبدالرحمنؓ کا ایثار خلیفۂ دوم کی حالت غیر ہوئی تو لوگون نے منصب خلافت کے لیے کسی کو نامزد کرنے کی درخواست کی حضرت عمرؓ نے چھ آدمیون کے نام پیش کر کے فرمایا کہ رسول اللہ صلعم ان سے آخر وقت تک خوش رہے تھے، یہ باہم کسی ایک کو منتخب کرلین لیکن تین دن کے اندر یہ مسئلہ طے پا جائے،

خلیفۂ دوم کی تجہیز و تکفین کے بعد حسب وصیت انتخاب کا مسئلہ پیش ہوا لیکن دو دن تک کچھ فیصلہ نہ ہو سکا، تیسرے روز حضرت عبدالرحمنؓ نے کہا کہ یہ مسئلہ چھ آدمیون مین دائر ہے اس کو تین شخصون مین محدود کرنا چاہیئے، اور جو اپنے خیال مین جسکو زیادہ مستحق سمجھتا ہے اس کا نام لے، چنانچہ حضرت زبیرؓ نے حضرت علیؓ کی نسبت رائے دی، حضرت طلحہؓ نے حضرت عثمانؓ کو پیش کیا، اور حضرت سعدؓ نے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کا نام لیا، لیکن حضرت عبدالرحمنؓ اپنے حق سے باز آ گئے اور حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ سے کہا کہ اب تم دونون مین جو احکام الٰہی سنت نبویؐ اور طریقۂ شیخینؓ کی پابندی کا عہد کرے گا، اس کے ہاتھ پر بیعت کیجائے گی، عام روایت یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ نے کہا مین سب سے پہلے اس عہد پر راضی ہون، لیکن صحیح بخاری کی ایک روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ دونون خاموش رہے، بہرحال حضرت عبدالرحمنؓ نے دونون کو راضی کر کے اس کا تصفیہ اپنے ہاتھ مین لیا، اور ہر ایک کو علٰحدہ لے جا کر ان کے فضائل و مناقب یاد دلائے، اور کہا "مجھے توقع ہے کہ اگر مین تمھین منصب دون تو عدل و انصاف کرو گے، اور اگر تمھارے

[1] ابن سعد جزء سوم قسم اول صفحہ ۲۴۴

مقابل کو یہ شرف نصیب ہو تو اطاعت سے کام لو گے" غرض اس[1] عہد و پیمان کے بعد حضرت عبدالرحمٰن نے مجمع عام مین ایک مؤثر تقریر کی اور حضرت عثمانؓ سے کہا ہاتھ پھیلاؤ اور خود بڑھکر بیعت کر لی، ان کا بیعت کرنا تھا کہ تمام خلقت ٹوٹ پڑی،

اس موقع پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰنؓ کی نگاہ انتخاب نے حضرت عثمانؓ کو حضرت علیؓ پر کیون ترجیح دی؟ عام خیال یہ ہے کہ یہ ان دونون کی باہمی یگانگت و محبت اور رشتہ داری کا نتیجہ تھا، چنانچہ طبری کی ایک روایت کے مطابق حضرت عباسؓ نے ابتدا ہی مین حضرت علیؓ سے اپنا شبہہ ظاہر کر دیا تھا[2] لیکن یہ صحیح نہین ہے، رشتہ داری بیشک ایک مؤثر چیز ہے، مگر ایسے اہم معاملات مین بنائے فیصلہ نہین ہو سکتی،

اصل یہ ہے کہ گو اسلام نے قبائل کو باہم متحد کر دیا تھا تاہم ایک حد تک منافست و مسابقت کا خیال باقی تھا، اور لوگ اس کو پسند نہ کرتے تھے کہ نبوت و خلافت ایک ہی قبیلہ یعنی بنو ہاشم مین مجتمع ہو جائے، چنانچہ خلافت مرتضوی مین جو خانہ جنگیان برپا ہوئین وہ اسی منافست کا نتیجہ تھین، حضرت عبدالرحمٰنؓ کی نگاہ عاقبت بین نے اسکا پہلے ہی سے اندازہ کر لیا تھا اور یہی وجہ ہے کہ انھون نے حضرت عثمانؓ کو جناب امیرؓ پر ترجیح دی، ورنہ اسلام کا شیرازہ اسی وقت بکھر جاتا جیسا کہ بعد کو واقعات نے ثابت کر دیا ہے،

اس ترجیح کی ایک دوسری روایت یہ بھی ہے کہ حضرت علیؓ نے شیخینؓ کی روش پر کاربند ہونے مین پس و پیش کیا تھا جیسا کہ متعدد روایتون سے ثابت ہوتا ہے، برخلاف اس کے حضرت عثمانؓ نے نہایت بلند آہنگی کے ساتھ ہامی بھری تھی، بہرحال حضرت عبدالرحمٰنؓ نے اس عقدہ کو جس ایثار، دوراندیشی اور دانائی کے ساتھ حل کیا وہ یقیناً ان کی زندگی کا مایۂ ناز

---

[1] بخاری باب الاتفاق علی بیعۃ عثمانؓ، لیکن بعض تفصیلی باتین تاریخ طبری سے ماخوذ ہین، [2] طبری ۲۷۸۰

کارنامہ ہے،

وفات | عہد عثمانی مین حضرت عبدالرحمنؓ نے نہایت خاموش زندگی بسر کی اور جہان تک معلوم ہے مہمات ملکی مین انھون نے کوئی خاص دلچسپی نہین لی یہان تک کہ روح اطہر نے پچھتر برس تک اس سرائے فانی کی سیر کرکے ۳۱ھ مین داعیِ حق کو لبیک کہا انا للہ وانا الیہ راجعون[1]،

حضرت علیؓ نے جنازہ پر کھڑے ہوکر کہا "اذھب یا ابن عوف فقد ادرکت صفوھا وسبقت رنقہا" یعنی "ابن عوف! جا تو نے دنیا کا صاف پانی پایا اور گدلا چھوڑ دیا" حضرت سعد بن ابی وقاصؓ جنازہ اٹھانے والون مین شریک تھے اور کہتے جاتے تھے "واجبلاہ" یعنی آہ یہ پہاڑ چل بسا، حضرت عثمانؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع مین دفن کیا[2]،

علم وفضل | رسول اللہ صلعم کی صحبت نے حضرت عبدالرحمنؓ کے کیسۂ فضل وکمال کو علمی زر وجواہر سے پُر کر دیا تھا گو انھون نے دوسرے کبار صحابہؓ کی طرح حدیثین بہت کم روایت کین تاہم خلفاء راشدین کو بہت اہم اور ضروری موقعون پر اپنے معلومات سے فائدہ پہنچایا، چنانچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت مین جب رسول اللہ صلعم کی وراثت کا جھگڑا چھڑا تو انھون نے بلند آہنگی کے ساتھ اس حدیث کی تصدیق کی کہ آنحضرت صلعم کے متروکہ مین وراثت نہین ہے"،

اسی طرح حضرت عمرؓ کے عہد مین جب ایران فتح ہوا اور انھین فکر دامنگیر ہوئی کہ آتش پرستون کے ساتھ کیا سلوک ہونا چاہئے تو اس وقت حضرت عبدالرحمنؓ ہی نے اس عقدہ کو حل کیا اور بیان کیا کہ آنحضرت صلعم نے ان لوگون کے ساتھ اہل کتاب کی روش اختیار کی تھی اور انھین ذمی قرار دیا تھا[3]،

---

[1] اسد الغابہ ج ۳ صفحہ ۳۱۷ [2] استیعاب ج ۲ وطبقات ابن سعد تذکرہ عبدالرحمن بن عوفؓ،
[3] کتاب الخراج صفحہ ۷۳ ومسند صفحہ ۱۹۴،

سنہ ۱۸ھ میں عمواس میں طاعون پھیلا اور حضرت عمرؓ نے صحابہ کرامؓ سے بلا کر دریافت کیا کہ طاعون زدہ مقام سے ہٹنا جائز ہے یا نہیں؟ تو کوئی اسکا قطعی جواب نہ دے سکا، حضرت عبدالرحمٰنؓ اس وقت موجود نہ تھے لیکن جب انھیں خبر ملی تو انھوں نے حاضر ہو کر کہا میں نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہے کہ جہان طاعون ہو وہان نہ جاؤ، اگر تم پہلے سے طاعون زدہ مقام مین ہو تو وہان سے نہ ہٹو۔[1]

اصابتِ رائے | خدائے تعالےٰ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو اصابتِ رائے، اور دور اندیشی کا نہایت وافر حصہ دیا تھا، چنانچہ حضرت عمرؓ نے اپنی وفات کے وقت مستحقین خلافت پر ریمارک کرتے ہوئے فرمایا تھا "عبدالرحمٰن نہایت صائب الرائے ہوشمند اور سلیم الطبع ہین، ان کی رائے کو غور سے سننا اور اگر انتخاب مین مخالفت پیدا ہو جائے تو جس طرف عبدالرحمٰن ہون انکا ساتھ دینا"[2]

حضرت عمرؓ کی رائے صرف حسن ظن نہین بلکہ دیرینہ تجربات پر مبنی تھی، چنانچہ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے خلافت کی گرہ کو جس خوبی کے ساتھ سلجھایا وہ ان کی تجربہ کاری اور ہوشمندی کی نہایت بین شہادت ہے،

اخلاق و عادات | حضرت عبدالرحمٰنؓ کا دامن فضل و کمال اور اخلاقی جواہر پارون سے مالامال تھا خصوصاً خوفِ خدا، حبِ رسول، صدق و عفاف، ترحم، فیاضی اور انفاق فی سبیل اللہ ان کے نہایت درخشان اوصاف تھے،

خوفِ خدا | خوفِ خدا کے باعث دنیا کا ہر واقعہ ان کے لیے مرقعِ عبرت بنجاتا تھا اور اسکی ہیبت و جلال کو یاد کر کے رونے لگتے تھے، ایک دفعہ دن بھر روزہ رہے، شام کے وقت کھانا سامنے

[1] بخاری باب الطاعون [2] تاریخ طبری صفحہ ۲۷۸۰،

آیا تو بے اختیار مسلمانون کا گذشتہ فقر و فاقہ یاد آگیا بولے "مصعب بن عمیرؓ مجھ سے بہتر تھے، وہ شہید ہوئے تو کفن مین صرف ایک چادر تھی جس سے سر چھپایا جاتا تھا تو پاؤن کھل جاتے تھے، اور پاؤن چھپائے جاتے تھے تو سر کھل جاتا تھا، اسی طرح حمزہؓ شہید ہوئے حالانکہ وہ مجھ سے بہتر تھے، لیکن اب دنیا ہمارے لیے کشادہ ہوگئی ہے، اور ہمین اس قدر دنیاوی نعمتین مرحمت کی گئی ہین کہ مجھے ڈر ہے کہ شاید ہماری نیکیون کا معاوضہ دنیا ہی مین ہوگیا" اس کے بعد اس قدر رقت طاری ہوئی کہ کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا[1]،

حب رسول ایک مقرب بارگاہ صحابی کی حیثیت سے حضرت عبدالرحمنؓ رسالتمآب صلعم کی محبت اور خدمت و حفاظت مین ہمیشہ پیش پیش رہے، واقعۂ احد صحابہؓ کی جان نثاری و محبت کا نہایت سخت امتحان تھا، حضرت عبدالرحمنؓ اس آزمائش مین پورے اترے، بدن پر بیس زخم کھائے، پاؤن مین ایسا کاری زخم لگا کہ لنگڑا کر چلنے لگے، لیکن جذبۂ جان نثاری نے میدان سے منھ موڑنے نہ دیا،

حضرت سرور کائنات صلعم کبھی باہر تشریف لیجاتے تو حضرت عبدالرحمنؓ پیچھے پیچھے ساتھ ہو لیتے، ایک دفعہ آنحضرت صلعم باہر نکلے حضرت عبدالرحمنؓ بھی پیچھے چلے، یہان تک کہ رسول اللہ صلعم ایک نخلستان مین پہنچکر سربسجود ہوگئے اور اس قدر دیر تک سجدہ مین رہے کہ ان کو خوف ہوا کہ شاید روح اطہر خدا سے جاملی، گھبرا کر قریب آئے، آنحضرت صلعم نے سر مبارک اٹھا کر فرمایا کیا ہے عبدالرحمن؟ انھون نے اپنی گھبراہٹ کی وجہ عرض کی ارشاد ہوا "جبریلؑ نے مجھ سے کہا کیا مین آپ کو یہ بشارت نہ دون کہ خداوند جل و علا نے فرمایا ہے کہ جو آپ پر درود بھیجیگا مین اس پر درود بھیجون گا اور جو آپ پر سلام بھیجے گا مین اس پر سلام بھیجون گا"[2] یعنی یہ طویل سجدہ

---

[1] بخاری باب غزوۂ احد، [2] مسند ج ۱ صفحہ ۱۹۱،

سجدۂ تشکر تھا"

آنحضرت صلعم کے بعد بھی ہمیشہ آپ کی یاد تازہ رہتی تھی، نوفل بن ایاس فرماتے ہین کہ عبدالرحمن بن عوفؓ سے اکثر لطفِ صحبت رہتا تھا، درحقیقت وہ نہایت خوب ہم نشین تھے، ایک روز ہم کو اپنے دولتکدہ پرلے گیے پھر خود اندر داخل ہوئے اور غسل کر کے باہر نکلے اس کے بعد کھانا آیا تو روٹی اور گوشت دیکھکر بے اختیار رونے لگے مین نے پوچھا "ابو محمد! یہ گریہ وزاری کیسی؟" بولے "رسول اللہ صلعم نے وفات پائی لیکن تمام عمر آپ کو اور آپ کے اہل وعیال کو پیٹ بھر جو کی روٹی بھی نہ ملی، ہم دیکھتے ہین کہ آنحضرت صلعم کے بعد اتنے دنون تک دنیا مین رہنا ہمارے لیے بہتر نہین ہے[1]"

صدق وعفاف | دیانت داری، صدق وعفاف حضرت عبدالرحمنؓ کے دستارِ فضل وکمال کا نہایت خوبصورت طرہ تھا، صحابۂ کرامؓ کو اُنکی صداقت پر اس قدر اعتماد تھا کہ مدعی یا مدعا علیہ ہونے کی حیثیت مین بھی وہ تنہا ان کے بیان کو کافی سمجھتے تھے، ایک دفعہ حضرت عثمانؓ کی عدالت مین حضرت زبیرؓ نے مقدمہ دائر کیا کہ "مین نے آلِ عمرؓ سے ایک قطعۂ زمین خریدا ہے جو عمرؓ کو دربارِ نبوت سے بطور جاگیر مرحمت ہوا تھا، لیکن عبدالرحمنؓ کا دعویٰ ہے کہ ان کو اور عمرؓ کو ایک ساتھ جاگیر ملی تھی اور فلان جگہ سے فلان جگہ تک ان کا حصہ ہے" حضرت عثمانؓ نے فرمایا "عبدالرحمنؓ اپنے موافق یا مخالف شہادت دے سکتے ہین[2]"

آنحضرت صلعم نے فرمایا تھا کہ میرے بعد جو شخص میری ازواج (مطہرات) کی نگرانی و محافظت کرے گا وہ نہایت صادق اور نیکوکار ہوگا، چنانچہ یہ فرض مخصوص طور پر حضرت عبدالرحمنؓ سے متعلق تھا وہ سفر اور حج کے موقعون پر ساتھ جاتے تھے، سواری اور پردہ کا انتظام کرتے

[1] اصابہ ج ۴ صفحہ ۱۷۷ [2] مسند ابن حنبل ج ۱ صفحہ ۱۹۲،

تھے، جہان پڑاؤ ہوتا تھا وہان انتظام واہتمام کے ساتھ اتارتے تھے غرض انھین صرف اپنی عصمت وعفت کے باعث امہات المومنین رض کی خدمت و حفاظت کا فخر نصیب ہوا تھا جو ان کا مخصوص طغراے امتیاز ہے[1]،

انفاق فی سبیل اللہ ہجرت کے بیان مین گذر چکا ہے کہ حضرت عبدالرحمن رض کو بے نیازی اور استغنا نے تجارت کی طرف مائل کر دیا تھا، چنانچہ اس مین انھون نے اس قدر ترقی کی کہ ایک عظیم الشان دولت کے مالک ہو گئے، یہان تک کہ ایک دفعہ ان کا تجارتی قافلہ مدینہ واپس آیا تو اس مین سات سو اونٹون پر صرف گیہون، آٹا اور دوسری اشیاء خوردنی بار تھین، اس عظیم الشان قافلہ کا تمام مدینہ مین غل پڑ گیا، حضرت عائشہ رض نے سنا تو فرمایا "مین نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہے کہ عبدالرحمن جنت مین رینگتے ہوئے جائین گے" حضرت عبدالرحمن کو اطلاع ہوئی تو ام المومنین کے پاس حاضر ہو کر عرض کی "مین آپ کو گواہ کرتا ہون کہ یہ پورا قافلہ مع اسباب وسامان بلکہ اونٹ اور کجاوہ تک راہ خدا مین وقف ہے[2]"

صحابہ رض کی دولت ذاتی راحت وآسایش کے لیے نہ تھی بلکہ جو جسقدر زیادہ دولتمند تھا اسی قدر اسکا دست کرم زیادہ کشادہ تھا، حضرت عبدالرحمن رض کی فیاضی اور انفاق فی سبیل اللہ کا سلسلہ آنحضرت صلعم کے عہد ہی سے شروع ہو چکا تھا، اور وقتاً فوقتاً قومی و مذہبی ضروریات کے لیے گران قدر رقمین پیش کین، سورۂ برأت نازل ہوئی اور صحابہ کو صدقہ وخیرات کی ترغیب دیگئی تو حضرت عبدالرحمن رض نے اپنا نصف مال یعنی چار ہزار درہم پیش کیے، پھر دو دفعہ چالیس چالیس ہزار دینار وقف کیے، اسی طرح جہاد کے لیے پانچسو گھوڑے اور پانچسو اونٹ حاضر کیے[3]،

عام خیرات وصدقات کا یہ حال تھا کہ ایک ہی دن تیس تیس غلام آزاد کر دیتے تھے

---

[1] اصابہ ج ۴ صفحہ ۱۷۱ [2] اسد الغابہ ج ۳ صفحہ ۳۱۶ [3] ایضاً ج ۳ صفحہ ۳۱۶،

ایک دفعہ انھون نے اپنی ایک زمین چالیس ہزار دینار مین حضرت عثمانؓ کے ہاتھ فروخت کی اور سب راہِ خدا مین لٹا دیا[1]، لیکن اس فیاضی کے باوجود ہر وقت یہ فکر دامنگیر رہتی تھی کہ کہین اس قدر تمول آخرت کے لیے موجبِ نقصان نہو، ایک دفعہ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کی خدمت مین حاضر ہو کر گذارش کی "اماں! مجھے خوف ہے کہ کثرتِ مال مجھے ہلاک کر دیگی" ارشاد ہوا بیٹا، راہِ خدا مین صرف کرو، مین نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہے کہ "میرے اصحاب مین بعض ایسے ہین کہ مفارقت کے بعد انھین میرا دیدار نصیب نہ ہوگا[2]"،

غرض فیاضی اور انفاق فی سبیل اللہ کا سلسلہ آخری لمحۂ حیات تک قائم رہا، وفات کے وقت بھی پچاس ہزار دینار اور ایک ہزار گھوڑے راہِ خدا مین وقف کیے، نیز بدر مین جو صحابہؓ شریک ہوئے تھے اور اس وقت تک زندہ موجود تھے ان مین سے ہر ایک کے لیے چار چار سو دینار کی وصیت کی، بیان کیا جاتا ہے کہ اس وقت ایک سو اصحابِ بدر بقید حیات تھے اور سب نے نہایت خوشی کے ساتھ اس وصیت سے فائدہ اٹھایا یہان تک کہ حضرت عثمانؓ نے بھی حصہ لیا[3]،

امہات المومنینؓ کے لیے بھی ایک باغ کی وصیت کی جو چار لاکھ درہم مین فروخت ہوا، نیز اس سے پہلے مختلف موقعون پر بڑی بڑی رقمین پیش کین، ایک دفعہ ایک جائداد پیش کی جو چالیس ہزار دینار مین فروخت ہوئی تھی، چنانچہ حضرت عائشہؓ ان کے صاحبزادہ ابو سلمہ سے اکثر بطریق تشکر دعا فرمایا کرتی تھین خدا تمھارے باپ کو سلسبیل جنت سے سیراب کرے[4]،

مذہبی زندگی حضرت عبدالرحمنؓ نماز نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ پڑھتے تھے خصوصاً ظہر کے وقت فرض سے پہلے دیر تک نوافل سے شغل رکھتے تھے[5]،

---

[1] طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث تذکرہ عبدالرحمنؓ، [2] استیعاب ج ۲ صفحہ ۴۰۴ ، [3] اسد الغابہ ج ۳ صفحہ ۳۱۷

[4] ترمذی صفحہ ۶۲۱، [5] اصابہ ج ۴ صفحہ ۱۷۷،

اکثر روزے رکھتے تھے، حج کے لیے بھی بارہا تشریف لے گئے، جس سال حضرت عمرؓ مسند نشین خلافت ہوئے، اس سال امارتِ حج کی خدمت بھی انھی کے سپرد ہوئی تھی۔[1]

ذریعۂ معاش | تجارت اصلی ذریعہ معاش تھا، آخر مین زراعت کا کاروبار بھی نہایت وسیع پیمانہ پر قائم ہوگیا تھا، آنحضرت صلعم نے خیبر مین ایک وسیع جاگیر مرحمت فرمائی تھی، پھر انھون نے خود بہت سی قابلِ زراعت اراضی خرید کر کاشتکاری شروع کی تھی، چنانچہ صرف مقام "جرف" کے کھیتون مین بیس اونٹ آب پاشی کا کام کرتے تھے۔[2]

حضرت عبدالرحمٰنؓ کے کاروبار مین خداے پاک نے غیر معمولی برکت دی تھی وہ خود فرماتے ہین کہ اگر مین پتھر بھی اٹھاتا تو اس کے نیچے سونا نکل آتا، یہی وجہ ہے کہ اس قدر فیاضی اور انفاق فی سبیل اللہ کے باوجود وہ اپنے وارثون کے لیے نہایت وافر دولت چھوڑ گئے، یہان تک کہ چارون بیویون نے جائداد متروکہ کے صرف آٹھوین حصّہ سے اسّی اسّی ہزار دینار پائے، سونے کی اینٹین اتنی بڑی بڑی تھین کہ کلھاڑی سے کاٹ کاٹ کر تقسیم کی گئین اور کاٹنے والون کے ہاتھون مین آبلے پڑ پڑ گئے، جائداد غیر منقولہ اور نقدی کے علاوہ ایک ہزار اونٹ سو گھوڑے اور تین ہزار بکریان چھوڑین۔[3]

غذا ولباس | دسترخوان وسیع تھا لیکن پر تکلف نہ تھا، کبھی قیمتی اور خوش ذائقہ کھانا سامنے آجاتا تو گذشتہ فقر وفاقہ یاد کر کے آنکھین پرنم ہو جاتین، لباس مین زیادہ تر ریشم کا استعمال تھا، کیونکہ بیماری کی وجہ سے رسول اللہ صلعم نے خاص طور پر اجازت دی تھی، ایک دفعہ حضرت عبدالرحمٰن کے صاحبزادے ابو سلمہ ریشمی کرتہ زیبِ تن کئے ہوئے تھے حضرت عمرؓ نے دیکھا تو گریبان مین ہاتھ ڈالکر اس کے چیتھڑے اڑا دیے، حضرت عبدالرحمٰنؓ نے کہا کیا آپ کو معلوم نہین ہے کہ رسول اللہ صلعم

---

[1] اصابہ جلد ۱ صفحہ ۱۷۷، [2] استیعاب ج ۲ ص ۴۰۳، [3] اسد الغابہ ج ۳ صفحہ ۳۱۷ [4] اصابہ ج ۴ ص ۱۷۷،

نے مجھے اجازت دی ہے" فرمایا ہان! معلوم ہے لیکن صرف تمھارے لیے اجازت ہے دوسرون کے لیے نہین[1]"۔

حلیہ یہ تھا قد طویل، رنگ سرخ وسپید، چہرہ خوبصورت، ریش دراز، سر پر کان سے نیچے تک گھونگھر دار کاکلین، کلائی گٹھی ہوئی، انگلیان موٹی اور مضبوط، سامنے کے دو دانت گر گئے تھے اور غزوۂ احد مین زخمی ہونے کے باعث پاؤن مین لنگ تھا[2]،

اولاد وازواج حضرت عبدالرحمن رضؓ نے مختلف اوقات مین متعدد شادیان کین، بیویون کے ساتھ عموماً لطف ومحبت سے پیش آتے تھے، ایک انصاریہ سے شادی کی تو بیس ہزار دینار مہر مین دیئے[3]،

بیویون کے نام یہ ہین:-

کلثوم بنت عتبہ بن ربیعہ، تماضر بنت الاصبغ، کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط، سہلہ بنت عاصم، بحریہ بنت ہانی، سہلہ بنت سہیل، ام حکیم بنت قارظ، بنت ابی الحشخاش، اسماء بنت سلامہ، ام حریث، یہ بہرا سے قید ہو کر آئی تھین، مجد بنت یزید، غزال بنت کسریٰ، یہ مدائن سے گرفتار ہو کر آئی تھین، بعض مورخین کا خیال ہے کہ خاندان کسریٰ کی شاہزادی تھین، زینب بنت الصباح، بادیہ بنت غیلان،

حضرت عبدالرحمن رضؓ کی اولاد نہایت کثیر تھی، جن لڑکون کے نام معلوم ہوسکے وہ یہ ہین:

سالم، اسلام سے پہلے پیدا ہوئے اور پہلے ہی مرے، محمد، ابوسلمہ فقیہ، ابراہیم، اسماعیل، حمید، زید، معن، عمر، عدی، عروۂ اکبر، سالم اصغر، ابوبکر، عبداللہ، عبدالرحمن، مصعب، سہیل (ابوالابیض) عثمان، عروہ، یحیی، بلال،

صاحبزادیون کے نام یہ ہین: ام القسم، یہ زمانہ جاہلیت ہی مین پیدا ہوئی تھین، حمیدہ، امۃ الرحمن صغری، ام یحیی، جویریہ، امیہ، مریم،

۱؎ طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث تذکرۂ عبدالرحمن بن عوف ص۹۲، اصابہ ج۴ صفحہ ۱۷۷،
۲؎ طبقات قسم اول جزء ثالث تذکرہ عبدالرحمن بن عوف ص۹۴ استیعاب ج۲ ص۴۰۲

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ

نام، نسب، خاندان سعد نام، ابو اسحٰق کینت، والد کا نام مالک اور ابو وقاص کینت، والدہ کا نام حمنہ تھا سلسلۂ نسب یہ ہے، سعد بن مالک بن وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن مرہ بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر بن نضر بن کنانۃ القرشی الزہری، چونکہ آنحضرت صلعم کی ناںہال زہری خاندان مین تھی اسلئے حضرت سعد وقاصؓ رشتہ مین آپکے ماموں تھے، سرور کائنات صلعم نے خود بھی بارہا اس رشتہ کا اقرار فرمایا تھا[1]،

اسلام حضرت سعد وقاصؓ کا سن مبارک صرف انیس سال کا تھا کہ دعوتِ اسلام کی صدائے سامعہ نواز نے توحید کا شیدائی بنا دیا، اور حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ساتھ بارگاہِ نبوت مین حاضر ہو کر خلعتِ ایمان سے مشرف ہوئے،

بخاری مین حضرت سعدؓ سے روایت ہے کہ ان سے پہلے کوئی شخص مسلمان نہین ہوا تھا[2] اور ایک دوسری روایت مین وہ اپنے کو تیسرا مسلمان بتاتے ہین، لیکن محدثینِ عظام کی تحقیق کے مطابق چھ سات بزرگون کو ان پر تقدم کا فخر حاصل ہو چکا تھا، البتہ یہ ممکن ہے کہ حضرت سعد وقاصؓ کو ان کی اطلاع نہ ہو کیونکہ کفار کے خوف سے انھون نے اپنے ایمان لانے کا اعلان نہین کیا تھا[3]

استقامت حضرت سعد وقاصؓ کی مان نے لڑکے کی تبدیلِ مذہب کا حال سنا تو نہایت کبیدہ خاطر ہوئین، بات چیت، کھانا، پینا سب چھوڑ بیٹھین، چونکہ وہ اپنی مان کے صد درجہ فرمان بردار اور اطاعت شعار تھے، اس لیے یہ سخت آزمایش کا موقع تھا، لیکن جو دل توحید کا لذت آشنا ہو چکا تھا وہ پھر کفر د

---

[1] اسد الغابہ ج ۲ ص ۲۹۱ [2] بخاری مع فتح الباری مناقب سعد وقاصؓ؛

شرک کی طرف کس طرح رجوع ہوسکتا تھا، ماں مسلسل تین دن تک بے آب و دانہ رہیں، لیکن بیٹے کی جبینِ استقلال پر شکن بھی نہ پڑی، خدائے پاک کو یہ شانِ استقامت کچھ ایسی پسند آئی کہ تمام مسلمانون کے لیے معصیتِ الٰہی مین والدین کے عدم اطاعت کا ایک قانون عام بنا دیا گیا۔[۱] وَاِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِیْ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا[۲] الآیہ

مکہ کی زندگی اسلام قبول کرنے کے بعد ہجرت نبوی تک مکہ ہی مین مقیم رہے گو یہ سرزمین عام مسلمانون کی طرح ان کے لیے مصائب و شدائد سے خالی نہ تھی، تاہم استقلال کے ساتھ ہر قسم کی سختیان جھیلتے رہے،

حضرت سعد وقاصؓ کفار کے خوف سے عموماً مکہ کی ویران وسنسان گھاٹیون مین چھپ کر معبود حقیقی کی پرستش وعبادت فرمایا کرتے تھے، ایک دفعہ ایک گھاٹی مین چند صحابہؓ کے ساتھ مصروفِ عبادت تھے، اتفاق سے کفار کی ایک جماعت اس طرف آنکلی اور اسلام کا مذاق اڑانے لگی حضرت سعد وقاصؓ کو اس بے بسی کی زندگی مین بھی جوش آگیا، اور اونٹ کی ہڈی اٹھا کر اس زور سے مارا کہ ایک مشرک کا سر پھٹ گیا، اور خون بہنے لگا، بیان کیا جاتا ہے کہ اسلام کی حمایت مین یہ پہلی خونریزی تھی جو حضرت سعد وقاصؓ کے ہاتھ سے عمل مین آئی۔[۳]

ہجرت مکہ مین جب کفار کے ظلم وستم سے مسلمانون کا پیمانۂ صبر وتحمل لبریز ہوگیا تو آنحضرت صلعم نے صحابۂ کرامؓ کو ہجرتِ مدینہ کا حکم دیا، اس حکمِ عام کی بنا پر حضرت سعد وقاصؓ نے مدینہ کی راہ لی، اور اپنے بھائی عتبہ بن ابی وقاص کے مکان مین فروکش ہوئے[۴] جنھون نے ایام جاہلیت مین ایک خون کیا تھا اور انتقام کے خوف سے مدینہ مین سکونت اختیار کر لی تھی،

---

[۱] مسلم مناقب سعد وقاصؓ،

[۲] ترجمہ:۔ اگر والدین تجھکو میرے ساتھ شرک پر مجبور کرین جسکا کوئی علم ویقین تیرے پاس نہین ہے تو اس مین ان کی اطاعت نہ کر، [۳] اسد الغابہ ج ۲ صفحہ ۲۹۱ [۴] ابن سعد قسم اوّل جز ثالث، صفحہ ۹۹،

یہان پہنچکر مسلمانون کو گو آزادی و طمانیت نصیب ہوئی تاہم قریشِ مکہ کی حملہ آوری کا خطرہ موجود تھا، آنحضرت صلعم نے پیش بینی کر کے حضرت عبیدہ بن الحارثؓ کو ساٹھ یا اسی سوارون کیساتھ غنیم کی نقل و حرکت دریافت کرنے کے لیے روانہ فرمایا حضرت سعد وقاصؓ بھی اس جماعت مین شامل تھے، غرض دورہ کرتے ہوئے حجاز کے ساحلی علاقہ مین قریش کی ایک بڑی تعداد سے مٹ بھیڑ ہوئی چونکہ محض تجسس مقصود تھا اسلئے کوئی جنگ پیش نہ آئی مگر حضرت سعد وقاصؓ کو کہان تاب تھی انھون نے ایک تیر چلاہی دیا، چنانچہ یہ اسلام کا پہلا تیر تھا جو راہِ خدا مین چلایا گیا[1]

دوسری دفعہ خود حضرت سعد وقاصؓ کے زیر قیادت آٹھ مہاجرین کی ایک جماعت تجسس کے لیے روانہ کیگئی، چنانچہ یہ مقام خرار تک دورہ کرکے واپس آئے اور کوئی جنگ پیش نہ آئی، اس کے بعد عبداللہ بن جحشؓ کے ساتھ دشمن کی خبرگیری پر مامور ہوئے، آنحضرت صلعم نے حضرت عبداللہ بن جحشؓ کو ایک سربمہر فرمان دیا تھا کہ دو روز سفر کرنے کے بعد کھول کر پڑھین اور اسکی ہدایتون پر عمل کرین، انھون نے حسب ہدایت دو روز کے بعد پڑھا تو اسمین لکھا تھا کہ مکہ اور طائف کے درمیان جو نخلستان ہے وہان پہنچکر قریش کی نقل و حرکت کا پتہ چلائین، حضرت عبداللہؓ نے اپنے ساتھیون کو فرمان کا مضمون سنا کر کہا: مین کسی کو مجبور نہین کرتا جسکو شہادت منظور ہو وہ ساتھ چلے ورنہ واپس جائے" حضرت سعد وقاصؓ اور تمام دوسرے ساتھیون نے جوش کے ساتھ سمعاً وطاعۃً کہا، لیکن کچھ دور جانے کے بعد عتبہ بن غزوانؓ اور حضرت سعد وقاصؓ کا اونٹ جو شترکا طور پر دونون کی سواری مین تھا گم ہوگیا اور اس طرح وہ دونون پیچھے چھوٹ گئے، عبداللہ بن جحشؓ نے نخلستان مین پہنچکر قریش کے ایک قافلہ سے جنگ کی اور مال غنیمت اور چند قیدیون کے ساتھ مدینہ واپس آئے، چونکہ یہ وہ مہینہ تھا جسمین رسماً جنگ ممنوع سمجھی جاتی تھی،

[1] سیرت ابن ہشام ج ۱ صفحہ ۲۳۳،

اس لیے سرورِ کائنات صلعم نے اس پر ناپسندیدگی ظاہر کی اور فرمایا کہ مین نے تمھین جنگ کا حکم نہین دیا تھا، مسلمانون نے بھی عبداللہ اور ان کے ساتھیون کو ملامت کی لیکن وحیِ الٰہی نے اس مسئلہ کو اس طرح صاف کردیا،

یسئلونك عن الشھر الحرام قتالٍ فیہ،	لوگ تم سے ماہِ حرام کی نسبت پوچھتے ہین کہ اس مین لڑنا
قل قتال فیہ کبیر وصد عن سبیل اللہ	(جائز ہے) کہدو اس مین لڑنا بڑا گناہ اور خدا کی راہ سے
وکفر بہ والمسجد الحرام واخراج اھلہ	روکنا اور اُسکا نہ ماننا اور مسجدِ حرام سے
منہ اکبر عند اللہ والفتنۃ اکبر من	باز رکھنا اور اس کے اہل کو اس سے نکالدینا خدا کے
القتل،	نزدیک اس سے بھی بڑھکر ہے اور فتنہ کُشت وخون
(بقرہ ۲۷)	سے زیادہ برا ہے،

قریش فدیہ لیکر اپنے قیدیون کو چھڑانے آئے لیکن اُسوقت تک عتبہ بن غزوانؓ اور سعد وقاصؓ کا کچھ پتہ نہ تھا اسلیے آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جب تک یہ دونون صحیح وسلامت پہنچ نہ جائین تمھارے قیدی رہا نہ ہونگے، غرض جب یہ دونون جان نثار واپس آگئے تو مشرکین چھوڑ دیئے گئے۔

غزوات

غزوۂ بدر | معرکۂ بدر سے مستقل جنگون کی ابتدا ہوئی، حضرت سعد وقاصؓ نے اس جنگ مین غیر معمولی شجاعت وجانبازی کے جوہر دکھائے اور سعید بن العاص سرخیلِ کفار کو تہِ تیغ کیا، حضرت سعدؓ کو اس کی ذوالکتیفہ نامی تلوار پسند آگئی تھی یہ لیے ہوئے بارگاہِ نبوتؐ مین حاضر ہوئے چونکہ اس وقت تک تقسیمِ غنیمت کے متعلق کوئی حکم نازل نہ ہوا تھا اس لیے ارشاد ہوا کہ جہان سے اٹھائی ہے وہین رکھدو،

حضرت سعدؓ کے برادر عزیز حضرت عمیرؓ اس جنگ مین شہید ہوئے تھے کچھ تو ان کی مفارقت کا صدمہ اور کچھ تلوار نہ ملنے کا افسوس، غرض غمگین و ملول واپس آئے لیکن تھوڑی ہی دیر کے بعد سورۂ انفال نازل ہوئی اور سرور کائنات صلعم نے ان کو بلا کر تلوار لینے کی اجازت دیدی۔

غزوۂ احد

۳ھ مین غزوۂ احد پیش آیا، اس جنگ مین تیر اندازون کی غفلت سے اتفاقاً مسلمانون کی فتح شکست سے بدل ہوگئی اور ناگہانی حملہ کے باعث اکثر غازیون کے پاؤن اکھڑ گئے لیکن حضرت سعد وقاصؓ ان ثابت قدم اصحاب کی صف مین تھے، جنکے پاے استقلال کو اخیر وقت تک لغزش نہ ہوئی، حضرت سعدؓ تیر اندازی مین کمال رکھتے تھے، اس لیے جب کفار کا نرغہ ہوا تو آنحضرت صلعم ان کو اپنے ترکش سے تیر دیتے جاتے اور فرماتے یا سعد ارم فداک ابی و امی یعنی "اے سعد! تیر چلا میرے باپ مان تجھ پر فدا ہون"۔[1]

حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ مین نے رسول اللہ صلعم کی زبانِ مبارک سے سعدؓ کے سوا اور کسی کے لیے "فداک ابی و امی" کا جملہ نہین سنا، لیکن دوسری روایتون مین حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کی نسبت بھی ایسے ہی جملے منقول ہین، بہر حال محدثین کا فیصلہ ہے کہ غزوۂ احد مین یہ فخر صرف حضرت سعد وقاصؓ کے لیے مخصوص تھا۔[2]

اثناے جنگ مین ایک مشرک سامنے آیا جس نے اپنے تیز و تند حملون سے مسلمانون کو پریشان کر رکھا تھا، آنحضرت صلعم نے اس کو نشانہ بنانے کا حکم دیا، لیکن اس وقت ترکش تیرون سے خالی ہو چکا تھا، حضرت سعدؓ نے تعمیلِ ارشاد کے لیے ایک تیر اٹھا کر جس مین پھل نہین تھا اس صفائی کے ساتھ اس کی پیشانی پر مارا کہ وہ بدحواسی کے ساتھ برہنہ ہو کر گر گیا، آنحضرت صلعم ان کی قادر اندازی اور اس کی بدحواسی پر بے اختیار ہنس پڑے، یہان تک کہ دندان

[1] مسند ج ۱ صفحہ ۱۸۱ و مسلم مناقب سعد وقاصؓ [2] بخاری کتاب المغازی غزوۂ احد [3] فتح الباری کتاب المناقب مناقب سعد وقاصؓ

ہمارک نظر آنے لگے[1]

اسی طرح طلحہ بن ابی طلحہ کے حلق مین تاک کر ایسا تیر مارا کہ زبان کتے کی طرح باہر نکل پڑی اور تڑپ کر داخلِ سقر ہوا[2]

متفرق غزوات

غزوۂ احد سے فتح مکہ تک جس قدر معرکے پیش آئے حضرت سعدؓ بہادری و جانبازی کیساتھ سب مین پیش پیش رہے، پھر فتحِ مکہ کے بعد غزوۂ حنین مین اسی فدویت، جان نثاری اور ثبات و پامردی کا کارنامہ پیش کیا جس کا اظہار غزوۂ احد مین کر چکے تھے، غزوۂ طائف اور تبوک کی فوج کشی مین بھی شریک تھے، پھر سنہ ھ مین سرورِ کائنات صلعم نے حجۃ الوداع کا قصد فرمایا تو حضرت سعد وقاصؓ ہمرکاب تھے، لیکن مکہ پہنچکر سخت علیل ہو گئے، یہانتک کہ جب آنحضرت صلعم عیادت کے لیے تشریف لائے تو زندگی سے مایوس ہو کر عرض کرنے لگے یارسول اللہ مین مالدار آدمی ہون لیکن ایک لڑکی کے سوا کوئی وارث نہین ہے، اس لیے اگر اجازت ہو تو اپنا دو ثلث مال کارِ خیر مین لگا دون؟ ارشاد ہوا "نہین"! پھر عرض کی " دو ثلث نہین تو نصف سہی" حکم ہوا نہین صرف ایک ثلث اور یہ بھی بہت ہے، تم اپنے وارثون کو مالدار و تونگر چھوڑ جاؤ کہ وہ لوگون کے سامنے دستِ سوال نہ پھیلاتے پھرین، تم جو کچھ بھی خدا کی رضاجوئی کے لیے صرف کروگے اس کا اجر ملے گا، یہان تک کہ اپنی بیوی کے منھ مین جو لقمہ ڈالتے ہو اس کا بھی ثواب پاؤ گے[3]۔

ایک مبارک پیشینگوئی

حضرت سعدؓ کو مدینہ سے اس قدر محبت ہو گئی تھی کہ مکہ مین مرنا بھی پسند نہ تھا، بیماری جس قدر طول کھینچتی جاتی تھی اسی قدر ان کی بیقراری بڑھتی جاتی تھی، رسول اللہ صلعم نے اشکبار دیکھ کر پوچھا "روتے کیون ہو؟" عرض کی "معلوم ہوتا ہے کہ اسی سرزمین کی خاک نصیب ہوگی

[1] مسلم کتاب المناقب مناقبِ سعدؓ [2] طبقات ابن سعد حصہ مغازی ص ۲۸ [3] مسلم کتاب الوصیۃ،

جسکو خدا اور رسول کی محبت مین ہمیشہ کے لیے ترک کر چکا تھا" آنحضرت صلعم نے تشفی دیتے ہوئے ان کے قلب پر ہاتھ رکھکر تین دفعہ دعا فرمائی اللّٰھم اشف سعدًا! اللّٰھم اشف سعدًا[۱] یعنی اے خدا سعد کو صحت عطا کر! سعد کو صحت عطا کر! رسول اللہ صلعم کے دہن مبارک سے جو الفاظ نکلے تھے وہ اس مریض بستر مرگ کے لیے آب حیات ثابت ہوئے یعنی دعا مقبول ہوئی اور وہ صحیح و تندرست ہوے، ساتھ ہی یہ بشارت سنائی کہ اے سعد! تم اس وقت تک نہ مروگے جب تک تم سے ایک قوم کو نقصان اور دوسری قوم کو نفع نہ پہنچ لے[۲]، یہ پیشینگوئی عجمی فتوحات کے ذریعہ پوری ہوئی جن مین عجم قوم نے آپ کے ہاتھون سے نقصان اور عرب قوم نے فائدہ اوٹھایا،

مکہ سے واپس آنے کے بعد اسی سال رسول اکرم صلعم نے وفات پائی اور حضرت ابوبکر صدیق سقیفہ بنی ساعدہ مین کثرت آرا سے مسند نشین خلافت ہوئے، حضرت سعد وقاص رض نے بھی جمہور کا ساتھ دیا اور خلیفہ اول کے ہاتھ پر بلا توقف بیعت کر لی،

خلیفہ اول نے صرف سوا دو برس کی خلافت کے بعد داعی حق کو لبیک کہا اور فاروق اعظم کو جانشین کر کے رحلت گزین عالم جاودان ہوئے، اس وقت اندرونی مہمات کا فیصلہ ہو کر شام و عراق پر فوج کشی کی ابتدا ہو چکی تھی، حضرت عمر نے مسند نشین ہونے کے ساتھ ہی تمام عرب مین جوش و خروش کی آگ بھڑکا دی، اور ان حملون کا انتظام زیادہ وسیع پیمانہ پر قائم کر دیا، خصوصاً عراق کی فوج کشی پر سب سے پہلے توجہ صرف کی، چونکہ حضرت سعد وقاص رض کے آیندہ کارنامون کا تعلق تمام تر اسی سرزمین سے وابستہ ہے، اس لئے اس ملک کی لشکر کشی کے ابتدائی حالات تسلسل قائم رہنے کے خیال سے درج

---

[۱] مسلم کتاب الوصیۃ، [۲] بحوالۂ مذکور،

ذیل ہین:۔

عراق کی فوج کشی اہل عرب اور ایرانیون مین نہایت قدیم زمانہ سے عداوت چلی آتی تھی، ایرانیون نے بارہا عربون کے تفرق، اختلاف اور کمزوری سے فائدہ اٹھاکر تمام عرب کو تباہ و برباد کردیا تھا، خصوصاً عراقِ عرب اور سرحدی علاقون پر مستقل قبضہ جما لیا تھا، لیکن عرب بھی دب کر رہنے والے نہ تھے جب موقع پاتے بغاوت کر دیتے تھے، چنانچہ بوران دخت کے زمانہ مین جب طوائف الملوکی کے باعث ایرانی حکومت کا نظام ابتر ہوگیا تو سرحدی قبائل کو پھر شورش کا موقع ملا اور مثنیٰ شیبانی اور سوید عجلی نے تھوڑی تھوڑی جمعیت فراہم کرکے عراق کی سرحد حیرہ اور اُبلّہ کی طرف غارتگری شروع کردی، یہ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کا زمانہ تھا، مثنیٰؓ نے بارگاہِ خلافت مین حاضر ہوکر باقاعدہ عراق پر حملہ آوری کی اجازت طلب کی، چونکہ تمام عرب مین اسلام کی روشنی پھیل چکی تھی، اسلیے اس کے ایک وسیع خطہ کا کسی دوسری حکومت کے زیر اقتدار رہنا مذہبی اور قومی نقطۂ نگاہ سے نہایت خطرناک تھا، اس بنا پر خلیفۂ اوّل نے مثنیٰ کو اجازت دیدی اور حضرت خالد سیف اللہ کو ایک بڑی جمعیت کے ساتھ مدد کے لیے روانہ کیا، انھون نے حملہ کرکے بہت سے سرحدی مقامات فتح کرلیے لیکن چونکہ دوسری طرف شام کی مہم بھی درپیش تھی اور وہان کمک کی بہت زیادہ ضرورت تھی، اسلیے حضرت ابوبکرؓ نے حضرت خالدؓ کو حکم دیا کہ مثنیٰ کو اپنا جانشین کرکے شامی رزمگاہ کی طرف روانہ ہوجائین، لیکن خالد سیف اللہ کا جانا تھا کہ عراق کی مہم دفعۃً سرد پڑگئی،

حضرت عمرؓ نے مسندِ خلافت پر قدم رکھا تو پھر نئے سرے سے عراق کی مہم پر توجہ مبذول فرمائی، اور ابوعبیدہؓ کو ایک فوج گران کے ساتھ اس طرف روانہ فرمایا، انھون نے ایرانیون کو متفرق معرکون مین شکست دے کر تمام متصلہ علاقون پر قبضہ کرلیا اور مشرقی فرات کے

کنارے ایک مقام پر جسکا نام مروحہ تھا غنیم کی ایک زبردست فوج کے سامنے صف آرائی کی
چونکہ بیچ مین دریا حائل تھا اس لیے ایرانی سپہ سالار بہمن نے کہلا بھیجا کہ یا تم اس پار اتر آؤ یا
ہم آئین، ابوعبیدہ نے سرداران فوج کے اختلاف کے باوجود شجاعت کے نشے مین خود دریا
پار اتر کر مقابلہ کیا لیکن اس غلطی کا جو نتیجہ ہونا چاہیئے وہ ہوا یعنی مسلمانون کو نہایت افسوسناک
شکست ہوئی،

حضرت عمرؓ نے کمک بھیجکر فوج کو از سرنو مستحکم کر دیا اور چونکہ ابوعبیدہ کام آچکے تھے، اسلئے
مثنیٰ شیبانی کو سپہ سالاری کی خدمت سپرد کی، انھون نے معرکۂ بویب اور دوسری جنگون مین
دشمن کو پے در پے شکستین دیکر عراق کے ایک وسیع خطہ پر قبضہ کر لیا،

ایرانیون کو اب تک مسلمانون کی جارحانہ قوتون کا اندازہ نہ تھا، ان فتوحات نے ان کی
آنکھین کھول دین ارکین سلطنت نے حکومت کیانی کو محفوظ رکھنے کے لیے نئی تدبیرین اختیار
کین، پوران دخت کو جو ایک عورت تھی تخت سے اتار کر خاندان کسریٰ کے اصلی وارث یزد
گرد کو تخت نشین کیا اور تمام ملک مین اتحاد، اتفاق اور جوش وخروش کی آگ بھڑکا دی، یہان تک
کہ مسلمانون کے مفتوحہ مقامات مین بھی بغاوت وسرکشی کی آگ بھڑک اٹھی اور مثنیٰ کو مجبوراً
عرب کی سرحد مین ہٹ آنا پڑا،

حضرت عمرؓ نے ان واقعات سے مطلع ہو کر تمام عرب مین پرجوش وجادو بیان خطیب
پھیلا دیئے، کہ وہ اپنی پرتاثیر تقریرون سے قبائل عرب کو جنگ مین شریک ہونے کے لیے
آمادہ کرین، اس کا اثر یہ ہوا کہ تھوڑے ہی عرصہ مین دارالخلافت کی طرف جنگ آزما بہادرون
کا ایک طوفان امنڈ آیا، حضرت سعد وقاصؓ عہد صدیقی سے ہوازن کے عامل تھے، انھون نے
اپنے اثر سے ایک ہزار آدمی بھیجے جنمین سے ہر ایک تیغ وتفنگ کا ماہر تھا، غرض فوج توقع

سے زیادہ فراہم ہوگئی لیکن سب سے زیادہ وقت یہ تھی کہ اس عظیم الشان لشکر کی سربراہی کے لیے کوئی شخص موزون نظر نہ آتا تھا، حضرت علیؓ سے درخواست کیگئی تو انھون نے بھی اس بار گران کے اٹھانے سے انکار کر دیا، عوام کے اصرار سے خود حضرت عمرؓ تیار ہوگئے لیکن اہل الرائے صحابہؓ مانع ہوئے، کہ آپ کا جانا کسی طرح مناسب نہین ہے، لوگ اسی حیص بیص مین تھے کہ دفعتہً حضرت عبدالرحمنؓ بن عوف نے اوٹھکر کہا کہ مین نے پالیا، حضرت عمرؓ نے فرمایا کون؟ بولے کہ سعد بن ابی وقاصؓ تمام حاضرین اس انتخاب پر پھڑک اوٹھے، اور سبنے متفقہ طور پر تائید کی،[1]

سپہ سالاری

حضرت سعدؓ نہایت بلند پایہ صحابی اور رسول اللہ صلعم کے ماموں تھے اس کے ساتھ بہادری و شجاعت مین بھی بے نظیر تھے، تمام فوج نے ان کی سپہ سالاری کو نہایت پسندیدگی و فخر کی نگاہ سے دیکھا حضرت عمرؓ کو گو سپہ سالاری کے لحاظ سے ان کی قابلیتون کا تجربہ نہ تھا، تاہم اونھون نے تائید عام سے مجبور ہو کر منظور کرلیا اور ہر قسم کی ہدایتین اور نشیب و فراز سمجھا کر رزمگاہ کی طرف کوچ کرنے کی اجازت دیدی،

غرض اسطرح حضرت سعدؓ کی تاریخ زندگی کا وہ صفحہ شروع ہوا جو سب سے زیادہ درخشان و تابان ہے اور جس نے دنیا کے بڑے بڑے اولوالعزم، حوصلہ مند اور خوش تدبیر نامآورون کی صف مین ان کو ممتاز کر دیا ہے، وہ اپنے لشکر کو آراستہ کرکے منزل بمنزل طے کرتے ہوئے ثعلبیہ پہنچے یہان تین مہینے تک قیام رہا، پھر وہان سے چلکر شراف مین خیمہ زن ہوئے مثنیٰ مقام ذی قار مین آٹھ ہزار نبرد آزما سپاہیون کے ساتھ ان کی آمد کا انتظار کر رہے تھے، لیکن داعیِ اجل نے ملاقات کا موقع نہ دیا اور وہ اپنے بھائی کو سپہ سالار اعظم سے ملنے کی ہدایت کرکے رہ گزین عالم جاودان ہوئے، معنیٰ نے حسب ہدایت شراف مین آکر ملاقات کی اور مثنیٰ

[1] طبری ص ۲۲۱۵،

نے جو ضروری مشورے دیئے تھے حضرت سعد وقاصؓ سے بیان کئے،

حضرت سعدؓ نے شراف مین اپنی فوج کا باقاعدہ جائزہ لیا جو کم وبیش تیس ہزار ٹھہری پھر میمنہ و میسرہ وغیرہ کی تقسیم کر کے ہر ایک پر جدا جدا افسر مقرر کئے اور مقام کا نقشہ، فرودگاہ کا ڈھنگ لشکر کا پھیلاؤ اور رسد کی کیفیت وغیرہ سے دربارِ خلافت کو مطلع کیا، وہان سے حکم آیا کہ شراف سے آگے بڑھ کر قادسیہ پر اس طرح مورچے جمائین کہ پشت پر عرب کے پہاڑ ہون اور سامنے دشمن کا ملک ہو، چنانچہ وہ یہان سے روانہ ہو کر عذیب مین عجمیون کے میگزین پر قبضہ کرتے ہوئے قادسیہ پہنچے اور مناسب موقعون پر مورچے جما دیئے،

حضرت سعدؓ نے لڑائی شروع کرنے سے پہلے سردارانِ قبائل مین سے چودہ نامور اشخاص منتخب کئے اور سفیر بنا کر مدائن روانہ کیا تاکہ شاہ ایران کو اسلام یا جزیہ قبول کرنے کی دعوت دین، چنانچہ انھون نے پہلے اسلام پیش کیا، اور طرفین مین بڑی ردّ وقدح ہوتی رہی، آخر مین مسلمانون نے کہا کہ اگر تم اسلام نہین قبول کرتے تو ہم اپنے نبی کی پیشین گوئی یاد دلاتے ہین کہ ایک دن تمھاری زمین ہمارے تصرف مین آئیگی، مسلمانون کی صاف بیانی پر غضبناک ہو کر مسلمانون کی اس دلیری پر جھلا کر خاک دھول منگا کر کہا کہ لو یہ تمکو ملیگی، عمرو بن معدی کرب نے اسکو اپنی چادر مین لے لیا اور سعدؓ کے پاس پہنچے اور انکے سامنے رکھکر کہا کہ "فتح مبارک ہو دشمن نے خود اپنی زمین ہم کو دے دی،" غرض سفراء واپس آگئے اور جنگ کی تیاریان شروع ہو گئین، عجمی سپہ سالار رستم نے بھی جو ساباط مین مقیم تھا، اپنی فوج کو آگے بڑھا کر قادسیہ مین ڈیرے ڈالے،

رستم کی فوجین قادسیہ پہنچین تو حضرت سعدؓ نے ہر طرف جاسوس پھیلا دیئے کہ دشمن کی نقل و حرکت سے ہر وقت مطلع کرتے رہین، نیز غنیم کی فوج کا رنگ ڈھنگ، لشکر کی ترتیب اور پڑاؤ کی حالت دریافت کرنے کے لیے فوجی افسر متعین کر دیئے، اس مین کبھی کبھی دشمن کا سامنا

بھی ہو جاتا تھا، چنانچہ ایک دفعہ طلیحہ رات کے وقت غنیم کے کیمپ مین گشت کر رہے تھے، ایک جگہ ایک بیش بہا گھوڑا بندھا دیکھا تلوار سے باگ ڈور کاٹ کر اپنے گھوڑے کی باگ ڈور سے اٹکالی، لوگون نے ان کا تعاقب کیا تو ایک سپاہی کو قید کرکے لڑتے بھڑتے صاف نکل آئے، قیدی نے حضرت سعدؓ کے سامنے آکر اسلام قبول کیا، اور عجمی فوج کے بہت سے اسرار بیان کئے،

عرصہ تک صرف اسی قسم کی جھڑپ ہوتی رہی، اور کوئی باقاعدہ جنگ پیش نہ آئی، رستم قصداً جنگ سے جی چراتا تھا، اس نے ایک دفعہ پھر صلح کی کوشش کی اور حضرت سعدؓ نے اس کی خواہش پر متعدد سفارتین روانہ کین، آخری سفارت مین مغیرہ بھیجے گئے، لیکن مصالحت کی کوئی صورت نہ نکلی، رستم کو ناکامی ہوئی تو اس نے غضبناک ہو کر کہا کہ "کل تمھاری فوجین تہ و بالا کر ڈالونگا" مغیرہ نے واپس آکر رستم کا مقولہ بیان کیا تو حضرت سعدؓ نے بھی جوش و خروش کے ساتھ مسلمانون کو تیاری کا حکم دیدیا،

جنگ قادسیہ رستم اس قدر غضبناک ہوگیا تھا کہ اس نے اسی وقت فوج کو کمربندی کا حکم دیدیا اور دوسرے روز صبح کے وقت درمیان کی نہر کو عبور کرکے میدانِ جنگ مین صف آرا ہوا، دوسری طرف حضرت سعدؓ کا لشکر بھی تیار تھا، مشہور شعراء اور پُرجوش خطیب رزمیہ اشعار اور جادو اثر تقریرون سے تمام بہادر سپاہیون کے شجاعانہ ولولے بھڑکا رہے تھے، اس کے ساتھ قاریون کی خوش الحانی اور جہاد کی آیتون نے جنت کے عاشقون کو بیتاب کر رکھا تھا،

حضرت سعدؓ نے قاعدہ کے موافق اللہ اکبر کے تین نعرے بلند کئے اور چوتھے پر جنگ شروع ہو گئی، گو وہ خود عرق النساء کے عارضہ مین مبتلا ہونے کے باعث عام فوج کا ساتھ نہ دے سکے اور خالد بن عرطفہ کو قائم مقام کرکے میدانِ جنگ کے قریب جو قصر تھا اس کے بالاخانہ پر رونق افروز ہوئے تاہم فوج کو لڑاتے خود تھے یعنی جس وقت جو حکم دینا مناسب سمجھتے

تھے، پرچون پر لکھکر اور گولیان بناکر خالد کی طرف پھینکتے جاتے تھے اور خالد بھی ہدایتون کے مطابق موقع بموقع لڑائی کا اسلوب بدلتے جاتے تھے، ایک دفعہ ایرانی ہاتھیون کے ریلے سے قریب تھا کہ بجیلہ سوارون کے پاؤن اکھڑ جائین حضرت سعدؓ نے یہ رنگ دیکھکر فوراً قبیلۂ اسد کو حکم بھیجا کہ بجیلہ کو مدد پہنچائین، پھر جب اس کالی آندھی نے اس طرف رخ کیا تو قبیلۂ تمیم کو جو نیزہ بازی، اور قادراندازی مین کمال رکھتے تھے کہلا بھیجا کہ تمھارا کمال ہاتھیون کے مقابلہ مین کیا ہوا؟ یہ سنکر انھون نے اس جوش سے تیر برسائے کہ دفعتہً جنگ کا نقشہ بدل گیا، غرض تمام دن اسی زور کا رن رہا شام ہوئی تو دونون فریق اپنے اپنے پڑاؤ مین واپس آئے، قادسیہ کا یہ پہلا معرکہ تھا جس کو عربی مین یوم الارماث کہتے ہین،

دوسرے روز پھر جنگ شروع ہوئی عین ہنگامۂ کارزار مین شام کی امدادی فوجین بھی پہنچ گئین، اس تائید غیبی سے مسلمانون کا جوش دوبالا ہو گیا اور اس زور شور سے تیغ و سنان اور تیر و تفنگ کا بازار گرم ہوا کہ دور سے دیکھنے والون کی رگِ شجاعت مین ہیجان پیدا ہو رہا تھا، ابو محجن ثقفی جنکو حضرت سعدؓ نے شراب خواری کے جرم مین اپنے قصر مین مقید کر دیا تھا، اس ولولہ انگیز منظر کو دیکھکر بیتاب ہو رہے تھے ضبط نہ کر سکے تو سلمٰی (سعدؓ کی بیوی) سے درخواست کی کہ اس وقت مجھ کو چھوڑ دو لڑائی سے جیتا بچا تو پھر خود آکر بیڑیان پہن لونگا، سلمٰی نے انکار کیا تو حسرت کے ساتھ یہ اشعار پڑھنے لگے،

کفی حزناً ان تردی الخیل بالقنا ۔۔۔ واترک مشدوداً علی وثاقیا

اس سے بڑھکر کیا غم ہوگا کہ سوار نیزہ بازیان کر رہے ہین ۔۔۔ اور مین زنجیر مین بندھا پڑا ہون

اذا قمت عنانی الحدید واغلقت ۔۔۔ مصاریع دونی تصم المنادیا

جب مین کھڑا ہونا چاہتا ہون تو زنجیر باگ کھینچ لیتی ہے ۔۔۔ اور دروازے اس طرح سامنے بند کر دیئے جاتے ہین کہ پکارنیوالا پکار پکار کر تھک جاتا ہے

ان اشعار سے سلمی نے متاثر ہوکر خود بیڑیان کاٹ دین اور وہ حضرت سعدؓ کے گھوڑے پر سوار ہوکر جنگ کی دہکتی ہوئی آگ مین کود پڑے اور لوگون کو اپنی شجاعت و جانبازی سے متحیر کر دیا حضرت سعدؓ بھی حیران تھے کہ یہ کون بہادر ہے؟ شام کو جنگ ختم ہوئی تو ابو محجن نے خود آکر بیڑیان پہن لین سلمی نے یہ حالات سعدؓ سے بیان کئے تو انھون نے کہا "خدا کی قسم مین ایسے فدائی اسلام کو سزا نہین دے سکتا" اور اسی وقت رہا کر دیا ابو محجن پر بھی اس قدر دانی کا یہ اثر ہوا کہ آیندہ شراب سے توبہ کر لی،

تیسرے روز حسب معمول پھر معرکہ شروع ہوا حضرت سعدؓ نے آج آخری فیصلہ کا ارادہ کر لیا تھا لیکن شام ہوگئی اور جنگ کے زور شور مین کچھ فرق نہ آیا، زیادہ وقت ہاتھیون کی وجہ سے تھی وہ جس طرف جھک پڑتے تھے صفین کی صفین درہم برہم کر دیتے تھے حضرت سعدؓ نے قعقاع اور چند دوسرے بہادر سپاہیون کو بلا کر کہا کہ تم ہاتھیون کو مار لو تو پھر میدان تمھارے ہاتھ مین ہے، انھون نے نہایت جانبازی کے ساتھ اس حکم کی تعمیل کی اور نرغہ کر کے بڑے بڑے ہاتھیون کو مار ڈالا تو دوسرے ہاتھی خود بخود بھاگ کھڑے ہوئے، ہاتھیون سے میدان صاف ہونا تھا کہ حضرت سعدؓ نے اپنی فوج کو سمیٹ کر پھر نئے سرے سے ترتیب دیا اور حکم دیا کہ جب مین تیسرا نعرہ بلند کرون تو غنیم پر حملہ کر دیا جائے لیکن ابھی پہلا ہی نعرہ بلند ہوا تھا کہ قعقاع نے جوش سے بیتاب ہو کر حملہ کر دیا، حضرت سعدؓ نے فرمایا اللھم اغفر لہ وانصرہ یعنی اے خدا تو قعقاع کو معاف کرنا اور اس کا مددگار رہنا، قعقاع کو دیکھ کر دوسرے قبائل بھی ٹوٹ پڑے حضرت سعدؓ ہر قبیلے کے حملے پر کہتے جاتے تھے کہ خدا اس کو معاف کرنا اور معین و مددگار رہنا غرض دن ختم ہونے کے بعد تمام رات ہنگامۂ کارزار گرم رہا، لیکن بالآخر مسلمانون کے ثبات و استقلال نے ایرانیون کے پاؤن اکھاڑ دیئے، رستم کو بھی مجبوراً بھاگنا پڑا مگر ہلال نامی ایک مسلمان سپاہی

نے تعاقب کر کے اسکا کام تمام کر دیا،

حضرت سعدؓ نے بارگاہِ خلافت مین نامۂ فتح روانہ کر کے مقتولین و مجروحین کی تجہیز و تدفین اور مرہم پٹی کا اہتمام کیا، چونکہ وہ خود اس جنگ مین شریک نہ تھے اس لیے بعض سپاہیون کو ان کی طرف سے بدگمانی تھی، چنانچہ ایک شاعر نے علانیہ اس خیال کو ظاہر کر دیا،

وقاتلت حتی انزل اللہ نصرہ	وسعد بباب القادسیہ معصم
مین نے جنگ کی یہان تک کہ خدا نے اپنی مدد بھیجی،	حالانکہ سعد قادسیہ کے دروازے سے چمٹے رہے،
فابنا وقد آمت نساء کثیرۃ	ونسوۃ سعد لیس فیھن ایم
ہم لوٹے تو بہت سی عورتین بیوہ ہوئین	حالانکہ سعد کی بیویون مین سے کوئی بھی بیوہ نہوئی،

حضرت سعدؓ نے اس غلط فہمی کو رفع کرنے کے لیے تمام فوج کو جمع کیا اور ایک مفصل تقریر کر کے اپنی معذوری ظاہر کی،

عراقِ عرب پر عام لشکر کشی حضرت سعدؓ نے معرکۂ قادسیہ کے بعد ۱۵ھ مین تمام عراقِ عرب کو زیر نگین کر لینے کا تہیہ کر لیا، ایرانی بابل مین پناہ گزین تھے، اس لیے سب سے پہلے اسی طرف بڑھے، انھون نے خود عجمیون پر اس قدر رعب بٹھا دیا تھا کہ راہ مین بڑے بڑے سردارون نے پیشوائی کر کے صلح کر لی اور بابل تک موقع بموقع پل تیار کرا دیے، کہ اسلامی فوجین آسانی کے ساتھ گذر جائین، بابل پہنچکر حضرت سعدؓ نے ایک ہی حملہ مین اسکو فتح کر لیا اور خود یہان قیام کر کے زہرہ کی افسری مین کچھ فوجین آگے روانہ کر دین، انھون نے کوثی پہنچکر دم لیا اور وہان کے رئیس شہریار کو قتل کر کے شہر پر قبضہ کر لیا،

کوثی ایک تاریخی جگہ تھی، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نمرود نے یہین قید کیا تھا چنانچہ قید خانہ کی جگہ اس وقت تک محفوظ تھی، حضرت سعدؓ بابل سے تشریف لائے تو اس کی زیارت کو

گئے اور درود پڑھ کر یہ آیت پڑھی تلک الایام نداولہا بین الناس،

کوثیٰ سے آگے بڑھ کر پایۂ تخت کے قریب ایک مستحکم مقام بہرہ شیر تھا اس نام کی وجہ یہ تھی کہ یہان خاص کسریٰ کا شکاری شیر رہتا تھا، حضرت سعدؓ کا لشکر جب اس شہر کے قریب پہنچا تو شیر مقابلہ کے لیے چھوڑا گیا اس نے تڑپ کر اسلامی شیرون پر حملہ کیا لیکن حضرت سعدؓ کے بھائی ہاشمؓ نے جو ہراول کے افسر تھے اس صفائی سے تلوار ماری کہ وہین ڈھیر ہوگیا حضرت سعدؓ نے اس بہادری پر خوش ہوکر ان کی پیشانی چوم لی، اور انھون نے انکے قدم کا بوسہ دیا،

بہرہ شیر کا کامل دو ماہ تک محاصرہ رہا اور اس اثنا مین متعدد ہولناک جنگین ہوئین لیکن کچھ فیصلہ نہ ہوسکا، ایک روز خود ایرانی فوجین تنگ آکر جوش و خروش کے ساتھ قلعہ سے باہر نکلین اور دیر تک شجاعانہ لڑتی رہین، اسی حالت مین ان کا سپہ سالار شہر براز جو نہایت بہادر افسر تھا ایک مسلمان کے ہاتھ سے مارا گیا، اس کا مقتول ہونا تھا کہ عجمی فوجین بھاگ کھڑی ہوئین اور شہر والون نے صلح کا پھریرا اڑا دیا،

بہرہ شیر اور مدائن (پایۂ تخت عراق) کے درمیان صرف دجلہ حائل تھا، ایرانیون نے مسلمانون کے خوف سے جہان جہان پل تھے سب توڑ کر بیکار کر دیئے تھے، لیکن حضرت سعدؓ کی اولوالعزمی کے آگے دنیا کی کون چیز حائل ہوسکتی تھی؟ انھون نے اہل فوج کو مخاطب کر کے کہا "برادران اسلام! دشمن نے ہر طرف سے مجبور ہوکر دریا کے دامن مین پناہ لی ہے، آؤ اس کو بھی تیر جائین تو پھر مطلع صاف ہے" یہ کہکر گھوڑا دریا مین ڈالدیا سپہ سالار اعظم کی جانبازی دیکھکر تمام فوج نے بھی جوش کے ساتھ گھوڑے ڈال دیئے، اور باہم باتین کرتے ہوئے دوسرے کنارے پر جا پہنچے، ایرانی اس عجیب و غریب جوش و استقلال کا منظر دیکھکر "دیوان آمدند" کہتے ہوئے بھاگے تاہم سپہ سالار خرزاد تھوڑی سی فوج کے ساتھ جما رہا اور دریا سے نکلنے پر مزاحم ہوا،

لیکن مسلمانون نے ان کو کاٹ کر ڈھیر کر دیا، اور مدائن پہنچکر شاہی محلات پر قبضہ کر لیا، یزدگرد شاہِ ایران پہلے ہی بھاگ چکا تھا، البتہ تمام اسباب و سامان موجود تھا جو بجنسہ مدینہ روانہ کیا گیا،

حضرت سعدؓ جس وقت مدائن مین داخل ہوئے تو ہر طرف سناٹا تھا، نہایت عبرت ہوئی اور بے اختیار زبان سے یہ آیتین نکلین،

کم ترکوا من جنّٰت وعیون وزروع ومقام کریم ونعمۃ کانوا فیہا فٰکہین کذٰلک واورثنٰہا قوماً آخرین (دخان ع ۲)	وہ لوگ توین کس قدر باغ، چشمے، کھیتیان اور طرح طرح کی نعمتین عمدہ عمدہ محلات چھوڑ کر چل بسین جس مین خوش باش زندگی بسر کرتی تھین اور ہمنے ان چیزون کا مالک دوسری قومون کو بنادیا،

مدائن فتح ہونے کے ساتھ تمام عراقِ عرب پر تسلط قائم ہو گیا، بڑے بڑے رؤسا اور جاگیر دارون نے سپر ڈال کر صلح کر لی، اور تمام ملک مین امن و امان کی منادی ہو گئی، جو لوگ گھر بار چھوڑ کر بھاگ گئے تھے وہ پھر واپس آ گئے اور حاکم و محکوم مین اسقدر ارتباط پیدا ہوا کہ باہم ازدواج و مناکحت کا سلسلہ جاری ہو گیا،

عراقِ عرب مفتوح ہونے کے بعد حضرت سعدؓ کے اہتمام سے جلولا، اور تکریت پر فوج کشی ہوئی اور نہایت کامیابی و فیروزمندی کے ساتھ ان مقامات پر اسلامی پھر ہرا نصب کر دیا گیا، اس کے بعد حضرت سعدؓ نے دربارِ خلافت سے آگے بڑھنے کی اجازت طلب کی تو جواب آیا کہ "دولت و حکمرانی کے مقابلہ مین مجھے ایک ایک سپاہی کا خون زیادہ محبوب ہے، کاش ہمارے اور عجمیون کے درمیان سدِ سکندری حائل ہوتی کہ نہ ہم ان کی طرف بڑھتے اور نہ وہ ہمپر حملہ آور ہوتے، غرض سردست اسی پر اکتفا کر کے ممالک مفتوحہ کا نظم و نسق اپنے ہاتھ مین لو"

امارت — اس فرمان کے مطابق حضرت سعدؓ کی سپہ سالاری کا زمانہ ختم ہو گیا اور اب وہ والیِ ملک

کی حیثیت سے مدائن کو صوبہ کا مرکز بنا کر نظم ونسق مین مصروف ہوگئے، اصل یہ ہے کہ کسی غیر قوم پر حکمرانی اور ملکی نظام کو بہترین اصول پر مرتب کرنا بھی اسی قدر مشکل ہے جسقدر کسی ملک کو فتح کرنا، حضرت سعدؓ اپنی فطری قابلیت کے باعث ان دونون مشکلات پر غالب آئے، انھون نے جس خوبی وعمدگی کے ساتھ اپنے عہدۂ جلیلہ کے فرائض انجام دئے، اس سے زیادہ اس زمانہ مین ممکن نہ تھا، دربارِ خلافت کے ایما سے تمام عراق کی مردم شماری اور پیمایش کرائی، اراضی مفتوحہ کو ملک کے اصلی باشندون کے ہاتھ مین رہنے دیا، البتہ جس زمین کا کوئی وارث نہ تھا، اسکا پھر نئے سرے سے بندوبست کیا، اسی طرح لگان اور جزیہ کے اصول بنائے اور رعایا کے امن وآسایش کا انتظام کیا، عجمیون کے ساتھ اس قدر خلق وشفقت سے پیش آئے کہ ان کے دل پر قبضہ کرلیا، چنانچہ بڑے بڑے امرا، اور رؤسا، اسی اثر سے متأثر ہوکر مسلمان ہوگئے، جمیل بن بصبہری، بسطام بن نرسی، رفیل اور فیروز وغیرہ جو عراق کے مشہور رؤسا تھے خود بخود مسلمان ہوگئے، اسی طرح دیلم کی چار ہزار فوج جو شاہی رسالہ کے نام سے موسوم تھی حلقہ بگوشِ اسلام ہوئی،

تعمیرِ کوفہ حضرت سعدؓ نے ایک عرصہ تک مدائن مین قیام کرنے کے بعد محسوس کیا کہ یہان کی آب وہوا نے اہل عرب کا رنگ روپ بالکل بدل دیا ہے، حضرت عمرؓ کو اس سے مطلع کیا تو حکم آیا کہ عرب کی سرحد مین کوئی مناسب سرزمین تلاش کرکے ایک نیا شہر بسائین اور عربی قبائل کو آباد کرکے اس کو مرکزِ حکومت قرار دین، حضرت سعدؓ نے اس حکم کے مطابق مدائن سے نکل کر ایک موزون جگہ منتخب کرکے کوفہ کے نام سے ایک وسیع شہر کی بنیاد ڈالی، عرب کے جدا جدا قبیلون کو جدا جدا محلون مین آباد کیا، وسطِ شہر مین ایک عظیم الشان مسجد بنوائی جسمین تقریبًا چالیس ہزار نمازیون کی گنجایش رکھی گئی، مسجد کے قریب ہی بیت المال کی عمارت اور اپنا محل تعمیر کرایا جو قصرِ سعد کے نام سے مشہور تھا،

کچھ دنون کے بعد بیت المال مین چوری ہوگئی حضرت سعدؓ نے اسکی رپورٹ دار الخلافت مین بھیجی تو حکم آیا کہ بیت المال کو مسجد سے ملا دیا جائے تاکہ ہر وقت نمازیون کی آمد و رفت سے خزانہ محفوظ رہے، چنانچہ انھون نے روزبہ نام ایک مشہور پارسی معمار کو بلا کر یہ خدمت سپرد کی، اس نے نہایت خوبی و موزونی کے ساتھ بیت المال کی عمارت کو بڑھا کر مسجد سے ملا دیا، حضرت سعدؓ نے اس کی کاریگری کی بڑی قدر کی اور خوش ہو کر اسکو دار الخلافت بھیجدیا جہان ہمیشہ کے لیے اس کا روزینہ مقرر ہوگیا،

حضرت سعدؓ کا قصر چونکہ وسطِ بازار مین تھا اس لیے شور و شغب کے باعث باہم گفتگو کرنا بھی دشوار تھا، انھون نے اس سے بچنے کے لیے قصر کے سامنے ایک ڈیوڑھی بنوائی اور اسمین پھاٹک لگوایا، بارگاہِ خلافت مین اس ڈیوڑھی کی اطلاع پہنچی تو اس خیال سے کہ اہل حاجت کیلئے یہ سدِ راہ نہ ہوجائے، حضرت محمد بن سلمۃؓ کو حکم ہوا کہ کوفہ جاکر اس مین آگ لگادین، چنانچہ اس حکم تعمیل ہوئی اور حضرت سعد وقاصؓ اطاعت شعاری کے ساتھ خاموشی سے دیکھا کئے،

متفرق انتظامات کوفہ دراصل ایک فوجی چھاؤنی تھی جہان تقریباً ایک لاکھ نبرد آزما سپاہی بسا ئے گئے تھے، ان کو علی قدر مراتب تنخواہین دی جاتی تھین، تنخواہ کی تقسیم کا طریقہ یہ تھا کہ دس دس سپاہیون پر افسر ہوتے تھے جو امراء الاعشار کہلاتے تھے تنخواہین ان کو دی جاتی تھین اور وہ اپنے ماتحت سپاہیون کو تقسیم کردیتے تھے، ایک دفعہ امراے اعشار نے تنخواہون کی تقسیم مین بے اعتدالی کی، اور اس کی وجہ سے فوج مین برہمی کے آثار نمایان ہوئے، حضرت سعدؓ نے فوراً دربارِ خلافت کو اس واقعہ سے مطلع کیا اور فرمانِ خلافت کے مطابق دوبارہ نہایت صحت وتحقیق کے ساتھ لوگون کے عہدے اور روزینے مقرر کئے اور اس دفعہ دس کے بجائے سات سات سپاہیون پر ایک ایک افسر متعین کیا[1]

[1] طبری ص ۲۴۹۵،

شام کی اسلامی فوجون نے حمص پر چڑھائی کی تو اہل جزیرہ ایک جمعیت عظیم کے ساتھ رومیون کی مدد کے لیے روانہ ہوئے لیکن حضرت سعد وقاصؓ نے جو ملک کے اندرونی و سرحدی واقعات سے ہر وقت باخبر رہتے تھے ایک فوج گران بھیجکر ان کو وہین روک لیا اور آگے بڑھنے نہ دیا۔[1]

سنہ ۲۱ھ مین ایرانیون نے عراق عجم مین نہایت عظیم الشان جنگی تیاریان کین اور مسلمانون کو ان کے مفتوحہ ممالک سے نکال دینا چاہا، حضرت عمرؓ نے ان تیاریون کا حال سنا تو تمام فوجی مرکزون مین اسلامی فوج کو بھی آراستہ کرنے کے احکام صادر کیے، کوفہ سب سے بڑا مرکز تھا حضرت سعد وقاصؓ نے یہان نہایت اہتمام کے ساتھ تیاریان شروع کین اور دربار خلافت کے ایماء سے نعمان بن مقرن کو جو پہلے ان کی ماتحتی مین افسر مال تھے اس فوج کا امیر عسکر مقرر کیا، لیکن یہان ایک جماعت ایسی پیدا ہو گئی تھی جو قصداً جنگ سے جی چراتی تھی، اور کہتی تھی کہ بصرہ والون نے خوامخواہ فارس پر حملہ کر کے یہ لڑائی مول لی ہے، حضرت سعد وقاصؓ نے بارگاہ خلافت مین ان لوگون کی شکایت لکھی تو ان مین سے جراح بن سنان اور اس کے چند ساتھیون کو ان سے شدید عداوت پیدا ہو گئی اور انھون نے مدینہ پہنچکر شکایت کی، کہ وہ نماز اچھی طرح نہین پڑھاتے، ظاہر ہے کہ حضرت سعد وقاصؓ جیسے عالی مرتبت و بلند پایہ صحابی کی نسبت یہ شکایت کس قدر مہمل تھی، حضرت عمرؓ کو بھی اس کے لغو ہونے کا یقین تھا تاہم رفع حجت کے خیال سے حضرت محمد بن مسلمہؓ کو تحقیقات کے لیے روانہ فرمایا، انھون نے کوفہ کی ہر ایک مسجد مین گشت کر کے اس شکایت کی حقیقت دریافت کی تو ہر جگہ سب نے یک زبان ہو کر اس کی تکذیب کی اور لغو بتایا، محمد بن سلمہؓ تحقیقات سے فارغ ہو کر دونون فریق کو ساتھ لیے ہوئے مدینہ پہنچے، حضرت عمرؓ نے دیکھنے کے ساتھ پوچھا "سعد! تم کیسی نماز پڑھاتے ہو کہ لوگ شکایت کرتے ہین؟" انھون نے جواب دیا کہ پہلی دو رکعتون مین لمبی سورتین پڑھتا ہون

[1] ابن اثیر ج ۲ ص ۴۲۸،

اور دونون آخری مین صرف فاتحہ پر اکتفا کرتا ہون. حضرت عمرؓ نے فرمایا بیشک تمھاری نسبت یہی گمان ہو سکتا ہے[1]،

معزولی گو الزام بے دنیاد ثابت ہوا تاہم حضرت عمرؓ نے اس خیال سے کہ ایک جماعت مخالفت پر آمادہ ہوگئی تھی اِن کو اس عہدہ سے سبکدوش ہی کر دینا مناسب سمجھا، چنانچہ حضرت سعد وقاصؓ جنکو اپنا جانشین بنا آئے تھے حضرت عمرؓ نے انھین کو مستقل کر دیا اور ان کو دوبارہ واپس جانے کی زحمت نہ دی[2]،

حضرت سعد وقاصؓ کو اپنے اوپر اس بیہودہ الزام کے قائم ہونے کا نہایت افسوس تھا، فرمایا کرتے تھے کہ مین عرب مین سب سے پہلا شخص ہون جس نے راہِ خدا مین تیراندازی کی ہے، ہم لوگ رسول اللہ صلعم کے ساتھ درخت کے سوکھے پتے کھا کھا کر لڑے تھے لیکن خدا کی شان آج یہ بنو اسد پیدا ہوئے ہین جو خود مجھے مذہب سکھاتے ہین اور عار دلاتے ہین کہ مین نماز اچھی نہین پڑھاتا[3]،

فاروق اعظم کی سفارش ۲۳ھ مین حضرت عمرؓ نے ایک مجوسی غلام کے ہاتھ سے شہادت پائی، حالت نزع مین لوگون نے خلیفہ نامزد کرنے کی طرف توجہ دلائی تو انھون نے اس منصب کے لیے چھ آدمیون کے نام پیش کئے، ان مین ایک حضرت سعدؓ بھی تھے اور فرمایا کہ اگر وہ خلافت کیلئے منتخب نہ ہو سکین تو جو منتخب ہو اُسے چاہیئے کہ ان کے خدمات سے فائدہ اُٹھائے کیونکہ مین نے انھین کسی کمزوری یا خیانت کی وجہ سے معطل نہین کیا تھا،

دوبارہ تقرری فاروق اعظمؓ کی تجہیز و تکفین کے بعد مجلس شوریٰ نے حضرت عثمانؓ کے سر پر دستارِ خلافت باندھی اور انھون نے حسبِ وصیت، حضرت سعدؓ کو دوبارہ کوفہ کا والی مقرر کیا، لیکن اس

---

[1] طبری ص ۲۶۰۶، ۲۶۰۷ [2] ایضاً ص ۲۶۰۸ [3] بخاری باب مناقب سعد،

تقرری کے تین سال بعد یعنی ۲۶ھ مین حضرت عبداللہ بن مسعودؓ مہتمم بیت المال سے اختلاف پیدا ہو جانے کے باعث پھر معزول ہو گئے[1]،

دور فتنہ اور حضرت سعدؓ کی گوشہ نشینی

حضرت سعدؓ نے معزول ہونے کے بعد مدینہ مین عزلت نشینی اختیار کر لی یہان تک کہ جب خلیفۂ ثالث کے آخری عہد حکومت مین فتنہ و فساد کا بازار گرم ہوا تو یہ ہنگامہ بھی ان کی گوشہ گیری مین مخل نہوا البتہ جب مفسدین نے کاشانۂ خلافت کا محاصرہ کر لیا تو ان کو سمجھانے کی کوشش کی مگر ناکام رہے،

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کی لیکن معاملات ملکی سے بے تعلق رہنے کی روش پر اس وقت بھی قائم رہے چنانچہ حضرت علیؓ جب حضرت طلحہؓ و زبیرؓ کے مقابلہ مین اپنی فوج کے ساتھ روانہ ہوئے تو لوگون نے ان کو بھی ساتھ چلنے کی دعوت دی، لیکن انھون نے معذرت کی اور کہا "مجھے ایسی تلوار بتا دو جو مسلم و کافر مین امتیاز رکھے[2]"

حضرت سعد وقاصؓ سے خود ان کے صاحبزادہ عمر بن سعدؓ نے ایک دفعہ جب کہ وہ جنگل مین اونٹ چرا رہے تھے آکر کہا "کیا یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ آپ جنگل مین اونٹ چرائین اور لوگ بادشاہت و حکومت کیلئے اپنی اپنی قسمت آزمائین؟" حضرت سعدؓ نے ان کے سینہ پر ہاتھ مار کر فرمایا "خاموش! مین نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہے کہ خدا مستغنی اور پرہیزگار بندہ کو محبوب رکھتا ہے[3]"

جناب مرتضیٰؓ اور امیر معاویہؓ کے منازعات کا فیصلہ کرنے کے لیے جب پنچایت مقرر ہوئی، تو حضرت سعد وقاصؓ بھی اس خوشی مین کہ اب خانہ جنگیون اور خونریزیون کا خاتمہ ہو جائے گا، فیصلہ سننے کے لیے دومۃ الجندل تشریف لائے، لیکن جب یہ بے نتیجہ ثابت ہوئی تو پھر اپنے عزلتکدہ مین واپس گئے اور تمام جھگڑون سے قطعی طور پر کنارہ کش رہے،

[1] استیعاب ج ۲ تذکرۂ سعد [2] ابن سعد جزو ۳ قسم اول ترجمہ سعد بن ابی وقاصؓ [3] اسد الغابہ تذکرۂ سعد مین اجمالاً اسکا ذکر ہے

وفات حضرت سعدؓ نے مدینہ سے دس میل کے فاصلہ پر مقام عقیق مین اپنے لیے ایک قصر تعمیر کرایا تھا چنانچہ عزلت نشینی کی زندگی اسی مین بسر ہوئی آخر عمر مین قویٰ مضمحل ہو گئے تھے اور آنکھون کی بصارت بھی جاتی رہی تھی، یہان تک کہ ۵۵ھ مین طائرِ روح نے باغِ رضوان کے اشتیاق مین ہمیشہ کے لیے اس قفس عنصری کو خیر باد کہا[1]، حضرت سعدؓ نے وصیت کی تھی کہ جنگِ بدر مین جو اونی کپڑا میرے جسم پر تھا اس سے کفن کا کام لیا جائے چنانچہ اس پر عمل کیا گیا[2] اور لاش مدینہ لائی گئی، بعض امہات المومنینؓ اس وقت تک زندہ تھین، انھون نے حکم دیا کہ اس جان نثارِ رسول صلعم کا جنازہ مسجد مین لایا جائے چنانچہ مسجد مین ان کے حجرون کے سامنے نماز ادا کیگئی، امہات المومنینؓ بھی نماز مین شریک تھین، کسی نے مسجد مین نمازِ جنازہ پر اعتراض کیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا "لوگ کس قدر جلد بھول گئے، کیا رسول اللہ صلعم نے سہیل بن البیضا، پر مسجد مین نماز نہین پڑھائی تھی[3]؟"

غرض اس تزک و احتشام کے ساتھ مقام بقیع مین مدفون ہوئے، ستر برس سے زیادہ عمر پائی، اور اس عرصہ مین وہ اپنے عظیم الشان کارنامون کی ایسی یادگار چھوڑ گئے کہ ان کے اخلاف قیامت تک فخر و مباہات کیساتھ ان پر رطب اللسان رہین گے،

علم وفضل حضرت سعد وقاصؓ کا علمی پایہ نہایت ارفع تھا، حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ جب سعدؓ، رسول اللہ صلعم سے کوئی حدیث روایت کرین تو پھر اس کے متعلق کسی دوسرے سے نہ پوچھو، رسول اللہ صلعم سے تحصیلِ علم مین کبھی پس و پیش یا شرم و حجاب دامنگیر نہ ہوتا تھا، ایکدفعہ بارگاہِ نبوت مین حاضر تھے، آنحضرت صلعم نے ایک جماعت کو کچھ عطیے مرحمت فرمائے لیکن اس مین سے ایک شخص کو محروم رکھا، حضرت سعدؓ کو اس کی محرومی پر سخت تعجب ہوا، عرض کی

[1] طبقات ابن سعد جزء سادس [2] اسد الغابہ تذکرۂ سعد، [3] ابن سعد جزء ۳ قسم اوّل تذکرہ سعد بن ابی وقاص،

یارسول اللہ (صلعم) میراخیال ہے کہ یہ بھی مومن ہے، ارشاد ہوا "مومن یا مسلم" لیکن حضرت سعدؓ کو تشفی نہ ہوئی، انھون نے پھر اپنا سوال دہرایا، آنحضرت صلعم نے اس دفعہ بھی وہی جواب دیا، غرض حضرت سعدؓ نے مکرر سہ کرر اس سوال کو جاری رکھا، یہان تک کہ رسول اللہ نے یہ فرماکر تشفی کردی کہ بسا اوقات اس سے جسکو عطیے دیتا ہون وہ شخص جس کو کچھ نہین دیتا میرے نزدیک زیادہ محبوب ہوتا ہے[1]،

اخلاق وعادات

حضرت سعدؓ کے صحفِ اخلاق مین خشیتِ الٰہی، حُبِّ رسول، تقوی، زہد، بے نیازی اور خاکساری سب سے روشن ابواب ہین، خوفِ خدا اور عبادت گذاری کا یہ حال تھا کہ عموماً رات کے اخیر حصے مین مسجد نبوی مین آکر نمازین پڑھا کرتے تھے[2] طبیعت رہبانیت کی طرف بہت مائل تھی لیکن اسلام مین ممنوع ہونے کی وجہ سے مجبور رہتے، چنانچہ فرمایا کرتے تھے کہ عثمان بن مظعونؓ کو رسول اللہ صلعم نے رہبانیت اور تبتل سے منع نہ فرمایا ہوتا، تومین اس کو اختیار کرلیتا[3]،

رسول اللہ صلعم کے ساتھ محبت وجان نثاری کا صرف اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ تقریباً تمام غزوات مین ہمرکاب رہے، غزوۂ احد مین جب شکست رونما ہوئی اور تمام صحابہؓ پریشانی اور گھبراہٹ مین منتشر ہوگئے تو اس وقت تھوڑی دیر تک تنہا انھون نے اور حضرت طلحہؓ نے خیر الانامؐ کی حفاظت کا فرض انجام دیا تھا، سفر مین عموماً خود شوق سے رسول اللہ صلعم کے خیمے کے گرد رات رات بھر پہرا دیتے تھے، ایک دفعہ رسول اللہ صلعم کسی غزوہ سے واپس تشریف لارہے تھے، رات کے وقت ایک جگہ قیام ہوا، یہان دشمنون کا سخت خطرہ تھا، آنحضرت صلعم دیر تک جاگتے رہے اور فرمانے لگے کہ کاش! میرے اصحاب مین سے کوئی مرد صالح آج پہرا دیتا، حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ ابھی یہ جملہ تمام بھی نہین ہوا تھا کہ اسلحہ کی جھنکار سننے مین آئی، آنحضرت صلعم نے

---

[1] بخاری کتاب الایمان باب اذا لم یکن الاسلام علی الحقیقۃ [2] مسند ابن حنبل ج ۱ ص ۱۷۳ [3] ایضاً ص ۱۷۵،

پوچھا کون ہے؟ عرض کی "سعد بن ابی وقاص" ارشاد ہوا "تم کیسے آئے" عرض کی "خود بخود یہ خیال پیدا ہوا کہ آج رسول اللہ صلعم کی حفاظت کرنا چاہیے، اس فرض کو انجام دینے آیا ہون"۔ آنحضرت صلعم اس جان نثاری سے نہایت خوش ہوئے اور دعا دی۔[۱]

عتبہ بن ابی وقاص حضرت سعدؓ کے حقیقی بھائی تھے، انھون نے حالت کفر مین غزوۂ احد مین رسول اللہ صلعم کا روئے مبارک زخمی کیا تھا، حضرت سعدؓ فرمایا کرتے تھے "واللہ مین عتبہ سے زیادہ کبھی کسی شخص کے خون کا پیاسا نہین ہوا"۔

اتباعِ سنت اور رسول اللہ صلعم کے اعمال و احکام کی کامل پیروی کو اپنی سب سے بڑی سعادت سمجھتے تھے، بعض اہل کوفہ نے دربارِ خلافت مین شکایت کی کہ یہ نماز اچھی نہین پڑھاتے تو فرمانے لگے کہ مین رسول اللہ صلعم کی نماز سے سرمو انحراف نہین کرتا۔[۲]

ایک دفعہ مدینہ سے اپنے قصر کی طرف، جو مقام عقیق مین تھا، تشریف لے جا رہے تھے، راہ مین ایک غلام کو درخت کاٹتے دیکھا، چونکہ رسول اللہ صلعم نے مدینہ کو حرم قرار دیا تھا اس لیے انھون نے اس کے اوزار چھین لیے، غلام کے مالک نے آکر اس کا مطالبہ کیا تو فرمانے لگے معاذ اللہ مین رسول اللہ صلعم کی بخشش کو واپس کر دونگا؟ اور اوزار کے واپس دینے سے قطعاً انکار کر دیا۔[۳]

زہد و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ جس وقت دنیائے اسلام حکومت و بادشاہت کے جھگڑون مین مبتلا تھی، اس وقت وہ مدینہ کے ایک گوشہ مین بیٹھے ہوئے اس فتنہ سے محفوظ رہنے کی دعائین مانگ رہے تھے اور جو کوئی ان جھگڑون کے متعلق کچھ پوچھتا تو فرماتے کہ مین نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہے کہ "میرے بعد عنقریب ایک فتنہ برپا ہوگا، جسمین سونے والا بیٹھنے والے سے، بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے اور کھڑا ہونے والا چلنے والے سے اچھا ہوگا"

[۱] مسلم مناقب سعدؓ [۲] بخاری باب صفۃ الصلاۃ [۳] مسلم باب فضل المدینہ [۴] مسند ج ۱ ص ۱۶۹،

تواضع اور خاکساری کا صرف اس سے اندازہ ہوگا کہ سپہ سالاری اور گورنری کے بعد بھی جبکہ کسریٰ کے وارثون نے اپنا عظیم الشان محل ان کے لیے خالی کر دیا تھا ان کو اونٹ اور بکریان تک چرانے مین عار نہ تھا، افسر کی اطاعت کا یہ حال تھا کہ گھر مین آگ لگائی گئی وہ خاموشی کے ساتھ تماشا دیکھتے رہے،

ذریعۂ معاش و جاگیر ایک زمانہ وہ تھا کہ حضرت سعدؓ درخت کے پتے کھا کھا کر رسول اللہ صلعم کے ساتھ غزوات مین جانبازی دکھاتے تھے لیکن اسلام نے بہت جلد روحانیت کے ساتھ ساتھ مادی حیثیت سے بھی اپنے فدائیون کی عسرت و تنگ حالی کو دولت و ثروت سے مبدل کر دیا، خیبر کی مفتوحہ اراضی مین جاگیر ملی، ایران کے مالِ غنیمت مین حصہ ملا، اسی طرح دورِ فتنہ و فساد مین ایک غیر آباد زمین خرید کر زراعت کا مشغلہ اختیار کیا، غرض اخیر زندگی مین ایک بڑی دولت کے مالک ہوئے، کوفہ مین اور مدینہ سے دس میل کے فاصلہ پر مقام عقیق مین عالیشان محلات تعمیر کرائے مگر باوجود اس کے غذا و لباس کی سادگی مین کچھ فرق نہین آیا تھا،

حلیہ حلیہ یہ تھا، قد بلند و بالا جسم فربہ، ناک چپٹی، سر بڑا اور ہاتھ کی انگلیان نہایت موٹی اور مضبوط،

ازواج حضرت سعدؓ نے مختلف اوقات مین متعدد شادیان کین بیویون کے نام یہ ہین،

بنتؓ الشہاب، بنتؓ قیس بن معدی کرب، امؓ عامر بنت عمرو، زبدؓ، امؓ ہلال بنت ربیع، امؓ حکیم بنت قارظ، سلمیؓ بنت حفص، ظبیہ بنت عامر، امؓ حجر،

اولاد حضرت سعدؓ کو چونتیس اولادین تھین، ان مین سے لڑکے سترہ تھے، لڑکیان بھی اسی قدر تھین، سب کے نام حسب ترتیب درج ذیل ہین،

لڑکے اسحاق اکبرؓ، عمرؓ، محمدؓ، عامرؓ، اسحاق اصغرؓ، اسمٰعیلؓ، ابراہیمؓ، موسیٰؓ، عبداللہؓ، عبداللہ اصغرؓ، عبدالرحمنؓ، عمیر الاکبرؓ، عمیر الاصغرؓ، عمروؓ، عمرانؓ، صالحؓ، عثمانؓ،

لڑکیان	ام الحکیم کبریٰ، حفصہ، ام القسم، کلثوم ام عمران، ام الحکیم صغریٰ، ام عمرو، ہند، ام الزبیر، ام موسیٰ، حمنہ، ام عمر، ام ایوب ام اسحاق، رملہ، عمرہ، عائشہ،

حضرت ابو عبیدہ بن الجراح

نام نسب، خاندان | عامر نام ابو عبیدہ کنیت، امین الامۃ لقب، گو والد کا نام عبد اللہ تھا لیکن دادا کی طرف منسوب ہو کر ابن الجراح کے نام سے مشہور رہوئے، سلسلۂ نسب یہ ہے عامر بن عبد اللہ بن الجراح بن ہلال بن اُہیب بن ضبہ بن الحارث بن الفہر القرشی الفہری، حضرت ابو عبیدہؓ کا سلسلہ نسب پانچوین پشت مین فہر پر حضرت سرورِ کائنات صلعم سے ملجاتا ہے،

مان بھی اسی فہری خاندان سے تعلق رکھتی تھین اور اصحاب سیر کی تحقیق کے مطابق مسلمان ہوئین،

اسلام | حضرت ابو عبیدہؓ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی تبلیغ و دعوت پر حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے، اس وقت تک رسول اللہ صلعم ارقم کے مکان مین پناہ گزین نہین ہوئے تھے[1]،

ہجرت | اسلام قبول کرنے کے بعد قریشِ مکہ کے ظلم و ستم سے دو مرتبہ ہجرت کر کے حبشہ تشریف لے گئے، پھر آخری دفعہ سب کے ساتھ مدینہ کی طرف ہجرت فرما ہوئے یہان رسول اللہ صلعم نے ان مین اور حضرت سعد بن معاذؓ مین باہم بھائی چارہ کرا دیا[2]،

غزوات | مشرکینِ قریش نے مدینہ پہنچنے کے بعد بھی مسلمانون کو چین سے بیٹھنے نہ دیا اور مبارزت طلبی کر کے میدانِ جنگ کی دعوت دی، چنانچہ غزوۂ بدر اس سلسلہ کی پہلی کڑی تھی، حضرت ابو عبیدہؓ شجاعت و جانبازی کے ساتھ اس جنگ مین سرگرمِ پیکار رہوئے، ان کے والد عبد اللہ بھی اس وقت تک زندہ تھے اور کفار کی طرف سے لڑنے آئے تھے، انھون نے تاک تاک کر خود اپنے لختِ جگر کو نشانہ بنانا چاہا، حضرت ابو عبیدہؓ تھوڑی دیر تک طرح دیتے رہے، لیکن

[1] طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث ص ۲۹۸، [2] اصابہ جلد ۴ ص

جب دیکھا کہ وہ باز نہین آتے تو بالآخر جوشِ توحید نسبی تعلق پر غالب آگیا، اور ایک ہی ہاتھ مین ان کا کام تمام کر دیا، درحقیقت یہ والہانہ جوش اور مذہبی وارفتگی کی نہایت سچی مثال تھی جسمین ماں باپ بھائی بہن غرض تمام رشتہ دار بالکل ایک اجنبی دشمن کی طرح نظر آتے ہین، چنانچہ قرآن پاک نے اس انقطاع الی اللہ کی ان الفاظ مین داد دی،

لاتجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الاٰخر یوآدون من حاد اللہ ورسولہ ولو کانوا اٰبآءھم اوابناءھم اواخوانھم اوعشیرتھم اولٰٓئک کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منہ، (سورۂ مجادلہ رکوع ۳)

[illegible]

تم نہ پاؤگے اس قوم کو جو خدا اور قیامت کے دن پر ایمان لائی کہ وہ خدا اور اس کے رسول کے مخالفین سے محبت رکھتے ہون گو وہ انکے باپ بیٹے بھائی یا ان کے کنبہ ہی کے کیون نہ ہون، یہی وہ (مسلمان) ہین جنکے دلون کے اندر خدا نے ایمان نقش کر دیا ہے

غزوۂ احد مین آنحضرت صلعم کا چہرۂ مبارک زخمی ہو گیا اور زرہ کی دو کڑیان چبھ گئی تھین جس سے سخت تکلیف تھی، حضرت ابوعبیدہؓ نے دانت سے پکڑ کر کھینچا، اگرچہ ان کڑیون نے نکلتے نکلتے ان کے دو دانت شہید کر دیئے، لیکن رسول اللہ صلعم کی خدمت گذاری مین دو دانت کیا جان بھی نثار ہو جاتی تو پروانہ تھی[۲]،

غزوۂ خندق، اور بنو قریظہ کی سرکوبی مین بھی سرگرم پیکار رہے، پھر ۶ھ مین جب قبیلہ ثعلبہ اور انمار نے قحط زدہ ہو کر اطرافِ مدینہ مین غارت گری شروع کی تو بارگاہِ رسالت سے ان کی سرکوبی پر مامور ہوئے، چنانچہ انھون نے ربیع الثانی کے مہینے مین چالیس آدمیون کے ساتھ ڈاکوؤن کے مرکزی مقام ذی القصہ پر چھاپہ مار کر ان کو پہاڑون مین منتشر کر دیا اور ایک شخص کو گرفتار کر کے لے آئے جس نے مدینہ پہنچکر بطیب خاطر اسلام قبول کر لیا[۳]،

[۱] اسد الغابہ جلد ۳ صفحہ ۸۰ [۲] طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث ص ۲۹۸، [۳] ابن سعد حصہ مغازی ص ۶۲،

اسی سال بیعتِ رضوان مین شریک ہوئے بلکہ مقام حدیبیہ مین قریشِ مکہ سے جو عہد نامہ طے پایا اس پر ان کی شہادت بھی تھی[1] پھر ۷ھ مین خیبر کی فوج کشی مین رسول اللہ صلعم کے ہمرکاب ہوئے اور اس کی فتح مین شجاعت و بہادری کے ساتھ حصہ لیا، ان مہمات سے فارغ ہونے کے بعد سرورِ کائنات صلعم نے حضرت عمرو بن العاص رض کو ایک جمعیت کے ساتھ ذات السلاسل کی طرف روانہ فرمایا، وہان پہنچکر معلوم ہوا کہ دشمن کی تعداد بہت زیادہ ہے، اس لیے انھون نے دربارِ رسالت سے کمک طلب کی، آنحضرت صلعم نے حضرت ابوعبیدہ رض کی زیرِ امارت دوسو جنگجو بہادر روانہ فرمائے، اس امدادی فوج کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اس مین حضرت ابوبکر صدیق رض اور عمر فاروق رض جیسے جلیل القدر صحابہ شامل تھے، غرض جب یہ فوج حضرت عمرو بن العاص رض کی فوج سے ملگئی تو قدرۃً امامت و سپہ سالاریِ عام کی بحث پیدا ہوئی، ظاہر ہے کہ حضرت ابوعبیدہ رض کی جلالتِ شان و علوِ مرتبت کے مقابلہ مین حضرت عمرو بن العاص رض کو اس شرف گرامی کا استحقاق نہ تھا تاہم ان کے ضد اور اصرار سے حضرت ابوعبیدہ رض نے اطاعت کا طوق خود اپنے گلے مین ڈال لیا اور نہایت کامیابی کے ساتھ حملہ کرکے غنیم کو زیر و زبر کردیا[2]،

رجب ۸ھ مین ایک دوسری مہم خود حضرت ابوعبیدہ رض کی زیرِ قیادت ساحلی علاقہ کی طرف روانہ کی گئی، تاکہ قریشی قافلون کی نقل و حرکت کا پتہ چلائین، اور سامانِ رسد مین صرف کھجورین ساتھ کردی گئین، یہان تک کہ جب یہ سرمایہ ختم ہونے لگا تو چند دنون تک صرف ایک ایک کھجور پر قناعت کرنا پڑی لیکن خداے پاک نے بہت جلد یہ مصیبت دور کردی اور سمندر کے کنارے ایک ایسی عظیم الشان مچھلی مل گئی کہ مجاہدین نے عرصہ تک اس پر گذر اوقات کی اور کامیابی کے ساتھ مدینہ واپس آئے[3]،

[1] ابن سعد حصہ مغازی ص ۶۲، [2] طبقات ابن سعد حصہ مغازی ص ۹۵ [3] بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ سیف البحر،

اسی سال مکہ فتح ہوا پھر حنین اور طائف کی جنگیں پیش آئیں حضرت ابو عبیدہؓ ان تمام معرکوں میں جان بازی کے ساتھ پیش پیش رہے،

متفرق خدمات | جنگی مہمات کے علاوہ حضرت ابو عبیدہؓ کو بعض دوسری اہم خدمتیں بھی سپرد ہوئیں مثلاً ۹ھ میں اہل نجران نے بارگاہ نبوت میں حاضر ہو کر ایک معلم دین کی درخواست کی جو مذہبی تعلیم و تلقین کے سوا ان کے جھگڑوں کو بھی فیصل کرے آنحضرت صلعم نے فرمایا "ابو عبیدہ اٹھ" جب وہ کھڑے ہوئے تو اہل نجران سے مخاطب ہو کر فرمایا "یہ اس امت کا امین ہے اس کو تمھارے ساتھ کرتا ہوں[1]"

آنحضرت صلعم نے اہل بحرین سے مصالحت کرلی تھی اور علاء بن الحضرمی کو بحرین کا امیر مقرر کیا تھا، حضرت ابو عبیدہؓ ایک دفعہ وہاں سے جزیہ کی رقم لانے پر مامور ہوئے جب لیکر مدینہ پہنچے تو اس روز نماز صبح میں انصار کا غیر معمولی مجمع ہوا آنحضرت صلعم نے متبسم ہو کر فرمایا شاید تم لوگوں کو ابو عبیدہ کے آنے کی اطلاع ہو گئی ہے، لوگوں نے عرض کی "ہاں یا رسول اللہ!" سرور عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا "بشارت ہو کہ آج تمھیں خوش کردونگا لیکن خدا کی قسم میں تمھارے فقر و افلاس سے نہیں ڈرتا بلکہ مجھے خوف ہے کہ پہلی قوموں کی طرح تمھارے اوپر بھی دنیا کشادہ ہو جائیگی اور جس طرح ان کو منافست باہمی اور حسد و طمع نے ہلاک کر دیا ہے، تمھیں بھی ہلاک کرے گی[2]"

۱۰ھ میں رسول اللہ صلعم حجۃ الوداع کے لیے تشریف لے گئے حضرت ابو عبیدہؓ ہمرکاب تھے اس سفر سے واپس آنے کے بعد آنحضرت صلعم نے وفات پائی اور سقیفۂ بنی ساعدہ میں خلافت کا جھگڑا پیدا ہو گیا، لیکن صلحائے امت کی کوشش سے بہت جلد فرو ہو گیا، اس آتش خرمن سوز کے بجھانے میں امین امت کی کوششیں بھی کسی سے کم نہیں، چنانچہ انھوں نے انصارؓ کو مخاطب

---

[1] بخاری قصۂ اہل نجران [2] بخاری کتاب الرقاق باب ما یحذر من زہرۃ الدنیا،

کر کے فرمایا،

یا معشر الانصار انکم کنتم اوّل من نصر فلا تکونوا اول من غیر [1]	اے گروہِ انصار! تم نے سب سے پہلے امداد و اعانت کا ہاتھ بڑھایا تھا اس لئے تم ہی سب سے پہلے افتراق و اختلاف کے بانی ہو جاؤ،

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے خود ان کے نام کو پیش کر کے فرمایا "دیکھو یہ عمر بن الخطاب موجود ہیں، جن کی نسبت رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ ان کی ذات سے خدا نے دین کو معزز کیا ہے، یہ دیکھو عبیدہ بن الجراح موجود ہین جنکو امین الامت کا خطاب عطا کیا گیا ہے، ان دونون مین سے جس کے ہاتھ پر چاہو بیعت کر لو، لیکن ان دونون بزرگون نے بالاتفاق صدیق اکبرؓ کی موجودگی مین اپنے استحقاق سے انکار کیا، اور بڑھکر سب سے پہلے بیعت کر لی، اس کے بعد تمام مہاجرین وانصار بیعت کے لیے ٹوٹ پڑے اور فتنہ کا ابر تاریک افقِ اسلام سے چھنٹ گیا،

شام کی سپہ سالاری حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے مسند نشینی کے بعد ۱۳ھ مین ملک شام پر کئی طرف سے لشکر کشی کا اہتمام کیا، حضرت ابو عبیدہؓ کو حمص پر، یزید بن ابی سفیان کو دمشق پر، شرجیل کو اردن پر، عمرو بن العاصؓ کو فلسطین پر مامور کیا اور ہدایت کی کہ جب سب ایک جگہ مجتمع ہو جائین تو ابو عبیدہؓ سپہ سالار عام ہون گے،

حضرت ابو عبیدہؓ جب عرب کی سرحد سے باہر نکلے تو کثیر التعداد رومی فوجون کا سامنا ہوا یہ دیکھکر انھون نے تمام اسلامی فوجون کو یکجا کر لیا اور دربارِ خلافت سے مزید کمک طلب کی، چنانچہ حضرت خالد بن ولیدؓ جو عراق کی مہم پر مامور تھے، دربارِ خلافت کے حکم سے راہ مین چھوٹی چھوٹی لڑائیان لڑتے ہوئے شامی فوج سے آکر مل گئے اور متحدہ فوج نے بُصریٰ، فحل اور اجنادین کو فتح کر کے دمشق کا محاصرہ کر لیا،

---

[1] یعقوبی ج ۲ ص ۱۳۷، [2] ایضاً

فتح دمشق دمشق کا محاصرہ جاری تھا کہ خلیفۂ اول نے داعیِ اجل کو لبیک کہا اور فاروق اعظمؓ کی ابتدائی حکومت مین خالد بن ولیدؓ بیدار مغزی اور حسنِ تدبیر کے ساتھ فصیل پھاند گئے اور شہر مین داخل ہوکر دروازے کھول دیئے حضرت ابو عبیدہؓ اپنی فوج کے ساتھ تیار کھڑے تھے، فوراً اندر گھس گئے عیسائیون نے یہ رنگ دیکھا تو مصلحت اندیشی کے ساتھ اسلامی سپہ سالار اعظم سے مصالحت کرلی، حضرت خالدؓ کو خبر نہ تھی وہ شہر کے دوسرے حصہ مین سرگرم پیکار تھے، عیسائی آکر ملتجی ہوئے کہ ہم کو خالد سے بچائیے، وسطِ بازار مین دونون آدمیون کا سامنا ہوا حضرت ابو عبیدہؓ نے صلح کرلی اور مفتوحہ حصہ کو بھی صلح مین رکھا اور اس پر صلح کے شرائط جاری کئے[1]

معرکۂ فحل دمشق فتح کرکے اسلامی فوجین آگے بڑھین اور مقام فحل مین خیمہ افگن ہوئین، رومیون کا پڑاؤ فحل کے سامنے مقام بیسان مین تھا انھون نے حضرت ابو عبیدہؓ کے پاس مصالحت کا پیام بھیجا اور گفت وشنود کے لیے ایک سفیر بلایا، چنانچہ حضرت معاذ بن جبلؓ اس عہدہ پر مامور ہوئے لیکن یہ سفارت بےنتیجہ رہی اور رومیون نے براہ راست حضرت ابو عبیدہؓ سے گفتگو کرنے کے لیے قاصد بھیجا، جس وقت وہ پہنچا تو یہ دیکھکر متحیر رہ گیا کہ یہان ہر ایک ادنیٰ واعلیٰ ایک ہی رنگ مین ڈوبا ہوا ہے، اور افسری وماتحتی کی کوئی تمیز نظر نہین آتی، آخر اس نے گھبرا کر پوچھا کہ تمھارا سردار کون ہے؟ لوگون نے حضرت ابو عبیدہؓ کی طرف اشارہ کیا، اس وقت وہ زمین پر بیٹھے ہوئے تھے اس نے متعجب ہوکر کہا کیا درحقیقت تم ہی سردار ہو؟ فرمایا "ہان" قاصد نے کہا "تمھاری فوج کو فی کس دو دو اشرفیان دینگے تم یہان سے چلے جاؤ" حضرت ابو عبیدہؓ نے انکار فرمایا اور قاصد کے تیور دیکھ کر فوج کو تیاری کا حکم دیدیا، غرض دوسرے دن جنگ شروع ہوئی حضرت ابو عبیدہؓ ایک ایک صف مین جاکر کہتے تھے،

عباد اللہ، استوجبوا من اللہ النصر — خدا کے بندو! صبر کے ساتھ خدا سے مدد چاہو کیونکہ

[1] ابن اثیر ج ۲ صفحہ ۳۹۳

بالصبر فان اللّٰہ مع الصّابرین، خدا صبر کرنے والون کے ساتھ ہے،

حضرت ابوعبیدہؓ خود قلبِ فوج مین تھے اور دانشمندی کے ساتھ سب کو لڑا رہے تھے یہان تک کہ مسلمانون کی قلیل تعداد نے رومیون کی پچاس ہزار باقاعدہ فوج کو شکست دیدی اور ضلع اردن کے تمام مقامات فرزندانِ توحید کے زیرنگین ہوگئے،

فتحِ حمص | یہان سے چھوٹے چھوٹے مقامات فتح کرتے ہوئے حمص کی طرف بڑھے اور محاصرہ کا سامان پھیلا دیا، اہلِ حمص کچھ عرصہ تک کمک کی امید پر مدافعت کرتے رہے، لیکن جب ہر طرف سے مایوسی ہوئی تو انھون نے خود بخود شہر حوالہ کردیا،[۱] حضرت ابوعبیدہؓ نے یہان عبادہ بن صامتؓ کو چھوڑ کر لاذقیہ کا رخ کیا اور راہ مین شیرز، حماۃ، معرۃ النعمان اور دوسرے مقامات مین اسلامی جھنڈا گاڑتے ہوئے منزل مقصود پر دم لیا،

لاذقیہ نہایت مستحکم مقام تھا، حضرت ابوعبیدہؓ نے اسکو فتح کرنے کی ایک نئی تدبیر اختیار کی، یعنی میدان مین بہت سے پوشیدہ غار کھدوائے اور محاصرہ اٹھا کر حمص کی طرف روانہ ہوگئے، شہر والون نے جو مدت کی قلعہ بندی سے تنگ آگئے تھے، اس کو تائیدِ غیبی خیال کیا اور اطمینان کے ساتھ شہر پناہ کا دروازہ کھول کر کاروبار مین مصروف ہوگئے، لیکن حضرت ابوعبیدہؓ اسی رات کو اپنے سپاہیون کے ساتھ پلٹ کر غار مین چھپ رہے تھے، صبح کے وقت نکلکر دفعۃً شہر مین گھس گئے اور آسانی کیساتھ اسلام کا علم بلند کردیا،[۲]

یرموک کی فیصلہ کن جنگ | رومیون کی متواتر ہزیمتون نے ان کے آتشِ غیظ وغضب کو بھڑکا دیا، اور ہرقل شہنشاہِ روم کی دعوت پر تمام اطرافِ ملک سے ٹڈی دل فوج مجتمع ہوگئی، حضرت ابو عبیدہؓ کو خود شامی امراء اور رؤسا نے جو باوجود مذہبی اختلاف کے ان کے اخلاق کے گرویدہ

[۱] ابن اثیر ج ۲ صفحہ ۳۸۱ و فتوح البلدان ص ۱۳۷، [۲] فتوح البلدان بلاذری ص ۱۳۹،

ہو گئے تھے تمام واقعات کی اطلاع دی، انھون نے اچھی طرح سے غنیم کی تیاریون کی تحقیقات کرکے اپنے ماتحت افسرون کو جمع کیا اور ایک پُرجوش تقریر کے بعد اس مہیب سیلاب کے روکنے کے متعلق مشورہ طلب کیا، یزید بن ابی سفیانؓ نے کہا، میری رائے یہ ہے کہ عورتون اور بچون کو شہر مین چھوڑ کر ہم لوگ مقابلہ کے لیے نکلین اس کے ساتھ خالدؓ اور عمرو بن العاصؓ کو لکھا جائے کہ دمشق اور فلسطین سے چلکر مدد کو آئین" شرحبیل بن حسنہ نے کہا "یزید کی رائے یقیناً مخلصانہ ہے لیکن ہم کو اپنا ننگ و ناموس شہر کے عیسائی باشندون کے رحم پر نہ چھوڑنا چاہیے" حضرت ابوعبیدہؓ نے فرمایا تو پھر سردست اسکی تدبیر یہ ہے کہ ہم عیسائیون کو شہر بدر کردین، شرحبیل نے اٹھ کر کہا" اے امیر یہ صریحاً نقضِ عہد ہوگا تجھکو ہرگز اسکا حق نہین ہے" حضرت ابوعبیدہؓ نے فوراً اپنی غلطی تسلیم کرلی، اور بالآخر بحث و مباحثہ کے بعد یہ رائے قرار پائی کہ مفتوحہ ممالک چھوڑکر تمام فوجین دمشق مین مجتمع ہون، غرض اس قرارداد کے بعد حضرت ابوعبیدہؓ نے عیسائیون سے جو کچھ جزیہ یا خراج لیا تھا سب واپس کردیا، اور فرمایا کہ یہ تمھاری حفاظت کا معاوضہ تھا، لیکن جب ہم سردست اس سے عاجز ہین تو پھر ہم کو اس سے مستفید ہونے کا کوئی استحقاق نہین ہے، چنانچہ کئی لاکھ کی رقم جو وصول ہوئی تھی سب واپس کردی گئی، عیسائیون پر اس حق پسندی و انصاف کا اس قدر اثر ہوا کہ وہ روتے تھے، اور جوش کے ساتھ کہتے جاتے تھے کہ "خدا تم کو پھر واپس لائے"[1]

دمشق مین جب تمام اسلامی فوجین مجتمع ہوگئین تو حضرت ابوعبیدہؓ نے آگے بڑھکر یرموک کے میدان مین (جو جنگی ضروریات کے لحاظ سے نہایت مناسب موقع تھا) مورچہ جمایا، اسی اثنا مین اردن سے حضرت عمرو بن العاصؓ کا خط پہنچا کہ آپ کی معاودت نے اس علاقہ پر نہایت برا اثر ڈالا ہے اور ہر طرف بغاوت و شورش پھیل گئی ہے حضرت ابوعبیدہؓ نے جواب

[1] فتوح البلدان صفحہ ۱۴۳، ۱۴۴،

مین لکھا کہ ہم کو مصلحۃً پیچھے ہٹنا پڑا تا کہ تمام منتشر قوت مجتمع ہو جائے، بہرحال تم اپنی جگہ پر جمے رہو، مین عنقریب آکر تم سے ملتا ہون،

مسلمانون کے پیچھے ہٹ آنے سے رومیون کی ہمت بڑھ گئی اور ایک عظیم الشان جمعیت کے ساتھ یرموک پہنچکر مسلمانون کے مقابلہ مین خیمہ زن ہوئے تاہم جو عربی تلوار کا مزہ چکھ چکے تھے وہ دل سے صلح کے متمنی تھے، سپہ سالار اعظم باہان کی بھی یہی خواہش تھی، غرض جارج نامی ایک رومی قاصد اسلامی لشکر گاہ مین پہنچا کہ کسی مسلمان سفیر کو ساتھ لے جائے، اس وقت شام ہو چلی تھی، ذرا دیر کے بعد مغرب کی نماز شروع ہوئی، مسلمانون کے مؤثر طریق عبادت، خشوع وخضوع اور محویت واستغراق نے اس پر عجیب وغریب کیفیت طاری کی، وہ استعجاب کیساتھ دیکھتا رہا، یہان تک کہ جب نماز ہو چکی تو اس نے حضرت ابو عبیدہ رض سے چند سوالات کئے جنمین ایک یہ بھی تھا کہ عیسیٰ ع کے متعلق کیا اعتقاد رکھتے ہو؟ حضرت ابو عبیدہ رض نے قرآن کی یہ آیتین پڑھین،

اے اہل کتاب اپنے دین مین زیادہ غلو نہ کرو، اور خدا کی طرف حق کے سوا غلط باتین نہ منسوب کرو حقیقت مین مسیح بن مریم خدا کے رسول اور اس کا کلمہ ہین ۔۔ مسیح بن مریم اور ملائکۂ مقربین کو خدا کی بندگی مین عار نہین ہے،	جنکو اس نے مریم کے طرف القا کیا	یا اھل الکتٰب لا تغلوا فی دینکم ولا تقولوا علی اللّٰہ الا الحق انما المسیح عیسی بن مریم رسول اللّٰہ وکلمتہ القٰھا الی مریم ۔۔ لن یستنکف المسیح ان یکون عبداً للّٰہ ولا الملٰئکۃ المقربون (سورہ نساء رکوع ۲۴)

جارج نے ان آیتون کا ترجمہ سنا تو بے اختیار پکار اٹھا بے شک عیسیٰ کے یہی اوصاف ہین اور درحقیقت تمھارا پیغمبر سچا ہے " یہ کہکر بطیب خاطر مسلمان ہو گیا، وہ اپنی قوم مین واپس جانا نہین چاہتا تھا لیکن حضرت ابو عبیدہ رض نے اس خیال سے کہ رومیون کو بدعہدی کا گمان نہ ہو واپس جانے پر مجبور کیا، اور فرمایا کہ کل جو سفیر یہان سے جائے گا اس کے ساتھ چلے آنا ہ

غرض دوسرے روز حضرت خالدؓ سفیر بنا کر بھیجے گئے لیکن اس سفارت کا بھی اس کے سوا کوئی نتیجہ نہ نکلا کہ دونوں فریق اور بھی زیادہ جوش و خروش کے ساتھ جنگ کے لیے تیار ہو گئے، کیونکہ مسلمانوں کی صرف دو شرطیں تھیں جو ہر موقع پر پیش کیجاتی تھیں اور اس میں تغیر و تبدل قطعاً ناممکن تھا، یعنی "اسلام" یا "جزیہ" دوسری طرف رومی جو اپنی شاہنشاہی کے نشہ میں سرشار تھے، ایسے شرائط کا سننا بھی گوارا نہیں کرتے تھے، بہرحال جنگ شروع ہوئی اور گو مسلمان تعداد میں صرف تیس پینتیس ہزار تھے تاہم افسرانِ فوج کی دانشمندی، فنِ سپہگری کی واقفیت اور خود سپاہیوں کے غیر معمولی جوش نے غنیم کے پاؤں اکھاڑ دیئے، اس جنگ کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ تقریباً ستر ہزار رومی کھیت رہے، مسلمان بھی کم و بیش تین ہزار شہید ہوئے جنمیں ضرار بن ازورؓ، ہشام بن العاصؓ، ابان، سعیدؓ وغیرہ جیسے جنگ آزما افسر بھی تھے،

فتح یرموک کے بعد تمام ملک شام مسلمانوں کے خیر مقدم کے لیے تیار تھا، حضرت ابو عبیدہؓ نے حمص پہنچکر حضرت خالدؓ سیف اللہ کو قنسرین روانہ کیا اور خود حلب کی طرف بڑھے، یہ دونوں مقامات آسانی کے ساتھ مفتوح ہو گئے، چند دنوں کے بعد اہل انطاکیہ نے بھی سپر ڈالدی، غرض بیت المقدس کے سوا تمام شام پر آسانی کے ساتھ قبضہ ہو گیا،

بیت المقدس ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ فلسطین کی مہم حضرت عمرو بن العاصؓ کے سپرد تھی چنانچہ وہ بڑے بڑے شہر فتح کر کے عرصہ سے بیت المقدس کا محاصرہ کئے ہوئے تھے، حضرت ابو عبیدہؓ کو اپنی مہم سے فرصت ہوئی تو وہ بھی اس فوج سے آملے، عیسائیوں نے ایک عرصہ کی قلعہ بندی سے تنگ آکر صلح کی درخواست کی اور مزید اطمینان کے لیے یہ شرط لگائی کہ امیر المومنین خود یہاں آکر اپنے ہاتھ سے معاہدۂ صلح لکھیں، حضرت ابو عبیدہؓ نے حضرت عمرؓ کو خط لکھکر اس

لہ (حاشیہ صفحہ ۱۶۳) طبری کے نزدیک جارج خالدؓ کی کوششوں سے اسلام لایا،

شرط سے مطلع کیا اور ملک شام تشریف لانے کی دعوت دی، حضرت عمرؓ مدینہ سے روانہ ہوکر مقام جابیہ پہنچے، حضرت ابو عبیدہؓ نے اپنے ماتحت افسرون کے ساتھ ان کا استقبال کیا، بیت المقدس کے نمایندے بھی یہین پہنچے اور معاہدۂ صلح ترتیب پانے کے بعد اس مقدس شہر پر قبضہ ہوگیا[1]،

رومیون کی آخری کوشش | شام جیسے سرسبز و شاداب ملک کا ہاتھ سے نکل جانا رومیون کے لئے سخت سوہان روح تھا، انھون نے جزیرہ اور آرمینیہ والون کی امداد سے ایک مرتبہ پھر قسمت آزمائی کی اور ایک عظیم الشان جمعیت کے ساتھ حمص کی طرف بڑھے،

حضرت ابوعبیدہؓ نے بھی ادھر ادھر سے فوجین جمع کین اور دربارِ خلافت کو تمام واقعات سے مطلع کیا، چنانچہ امیر المومنین کے حکم سے عراق سے ایک بہت بڑی کمک پہنچ گئی، اور حضرت ابو عبیدہؓ اس عظیم الشان قوت کے ساتھ رومی سیلاب کو روکنے کے لیے آگے بڑھے، میدان جنگ مین پہنچکر باقاعدہ صف آرائی کی اور ایک پرجوش و مؤثر تقریر کے بعد فرمایا، مسلمانو! آج جو ثابت قدم رہ گیا وہ اگر زندہ بچا تو ملک و مال ہاتھ آئے گا اور مارا گیا تو شہادت کی دولت ملیگی، مین گواہی دیتا ہون کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جو شخص مرے اور مشرک ہوکر نہ مرے وہ ضرور جنت مین جائے گا، اس زمانہ مین اسلام کا ہر ایک فرزند جوش ملی اور غیرت دینی کا مجسم پتلا تھا، اس تقریر نے اور بھی گرما دیا، غرض مجاہدین نے اس زور سے حملہ کر دیا کہ رومیون کے پاؤن اکھڑ گئے اور مرج الدیباج تک بھاگتے چلے گئے، اسی طرح رومیون کی آخری کوشش بھی ناکام رہی اور پھر انھین کبھی پیشقدمی کا حوصلہ نہ ہوا،

امارت | حضرت خالد سیف اللہ دمشق کے امیر یا والی مقرر ہوئے تھے، لیکن ۱۷ھ مین حضرت

---

[1] فتوح البلدان ص ۱۴۵،

عمرؓ نے ان کو معزول کر کے یہ عہدہ بھی حضرت ابو عبیدہؓ کو تفویض کیا، حضرت خالدؓ دمشق سے روانہ ہونے لگے تو انھون نے لوگون سے کہا "تمھین خوش ہونا چاہیئے کہ امین امت تمھارا والی ہے" حضرت ابو عبیدہؓ نے اس کے جواب مین کہا "مین نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہے کہ خالد خدا کی تلوارون مین سے ایک تلوار ہے" غرض اسی لطف و محبت کے ساتھ امارت یا ولایت کا چارج لینے کے بعد ملکی انتظامات مین مصروف ہوئے،

حضرت عمرؓ نے انتظامی حیثیت سے ملک شام مین جو مختلف اصلاحین جاری کین، ان مین سے اکثر حضرت ابو عبیدہؓ کے ہاتھ سے عمل مین آئین، ۱۸ھ مین جب عرب مین قحط پڑا تو نہایت سرگرمی کے ساتھ شام سے چار ہزار اونٹ غلے سے لدے ہوئے بھیجے، اشاعت اسلام کا بھی ان کو خاص خیال تھا، چنانچہ قبیلۂ تنوخ، بنو سلیح اور عرب کے دوسرے بہت سے قبائل جو مدت سے شام مین آباد ہو گئے تھے اور عیسوی مذہب کے پیرو تھے صرف حضرت ابو عبیدہؓ کی کوشش سے حلقہ بگوش اسلام ہوئے، بعض شامی اور رومی عیسائی بھی ان کے اخلاق سے متأثر ہو کر اسلام لائے،

طاعون عمواس ۱۸ھ مین تمام ممالک مفتوحہ مین نہایت شدت کے ساتھ طاعون کی وبا پھیلی، خصوصاً شام مین اس نے بہت نقصان پہنچایا، یہان تک کہ حضرت عمرؓ خود تدبیر و انتظام کیلئے دارالخلافہ چھوڑ کر مقام سرغ پہنچے، حضرت ابو عبیدہؓ اور دوسرے سردارون نے یہان استقبال کیا، حضرت عمرؓ نے شدت کی کیفیت سنکر پہلے مہاجرین، پھر انصار سے مشورہ طلب کیا، سب نے مختلف رائین دین، اس کے بعد مہاجرین فتح سے جو عموماً قریش کے بوڑھے تجربہ کار لوگ تھے مشورہ چاہا، انھون نے یک زبان ہو کر کہا کہ سردست یہان سے لوگون کا منتقل ہو جانا مناسب ہوگا، چنانچہ حضرت عمرؓ نے منادی کرا دی کہ مین کل صبح واپس جاؤن گا، سب ساتھ چلین،

چونکہ حضرت ابوعبیدہؓ نہایت شدت کے ساتھ تقدیر کے قائل تھے، اس لیے ان کو یہ حکم ناگوار ہوا اور آزادی کیساتھ کہا "افرارا من قدر اللہ" یعنی تقدیر الٰہی سے بھاگتے ہو؟ حضرت عمرؓ عموماً حضرت ابوعبیدہؓ کی رائے سے اختلاف ظاہر کرنا ناپسند کرتے تھے، اس لیے انھوں نے کہا "کاش! تمھارے سوا کوئی دوسرا یہ جملہ کہتا، ہاں تقدیر الٰہی سے بھاگتا ہوں لیکن تقدیر الٰہی کی طرف"[1]

غرض حضرت عمرؓ مدینہ واپس آئے اور حضرت ابوعبیدہؓ کو خط لکھکر بلایا کہ کچھ دنوں کیلئے یہاں چلے آؤ تم سے کچھ کام ہے، حضرت ابوعبیدہؓ اس طلبی کا مقصد سمجھ گئے اور لکھا کہ جو مقدر ہے وہ ہوگا میں مسلمانوں کو چھوڑ کر اپنی جان بچانے کے لیے یہاں سے ٹل نہیں سکتا، حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ وہ کسی طرح ٹلنے کا نام نہیں لیتے تو پھر تاکید لکھا کہ فوج کو لیکر کسی بلند اور صحت بخش مقام کی طرف چلے جاؤ، اس وقت جہاں پڑاؤ ہے وہ نہایت نشیبی اور مرطوب جگہ ہے، حضرت ابوعبیدہؓ نے اس حکم کی تعمیل کی اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے انتخاب پر جابیہ اٹھ گئے،[2]

جابیہ پہنچکر حضرت ابوعبیدہؓ طاعون میں مبتلا ہوئے، جب مرض کی زیادہ شدت ہوئی تو حضرت معاذ بن جبلؓ کو جو ان کے اسلامی بھائی تھے اپنا جانشین کیا اور لوگوں کو جمع کرکے ایک نہایت مؤثر تقریر کی، آخر میں فرمایا "صاحبو! یہ مرض خدا کی رحمت اور تمھارے نبی کریمؐ کی دعوت ہے، پہلے بہت سے صلحائے روزگار اس میں جان بحق ہوئے ہیں، اور ابوعبیدہ بھی اپنے خدا سے اس سعادت میں حصہ پانے کا متمنی ہے"[3]

نماز کا وقت آیا تو حضرت ابوعبیدہؓ نے اپنے جانشین کو نماز پڑھانے کا حکم دیا، ادھر نماز ختم ہوئی اور ادھر راضی برضائے الٰہی یعنی عبیدہؓ بن الجراح امین الامت نے داعیِ حق کو لبیک

---

[1] مسلم باب الطاعون، [2] فتح الباری ج ۱۰ ص ۱۵۹، [3] مسند ج ۱ ص ۱۹۶،

کہا، حضرت معاذ بن جبلؓ نے تجہیز و تکفین کا سامان کیا اور حاضرین کے سامنے ایک مؤثر و پُر درد تقریر کے بعد کہا "صاحبو! آج تم مین سے ایک ایسا شخص اٹھ گیا کہ خدا کی قسم مین نے اس سے زیادہ صاف دل، بے کینہ، سیر چشم، عاقبت اندیش، باحیا، اور خیر خواہِ خلق کبھی نہین دیکھا، پس خدا سے اس کے لیے رحم و مغفرت کی دعا کرو[۱]"،

حضرت ابو عبیدہؓ نے اٹھاون برس کی عمر پائی اور اس قلیل عرصہ مین اپنے حیرت انگیز کارنامون کا منظر دکھا کر ۱۸ھ مین اس دنیا سے رخصت ہو گئے، فانا للہ وانا الیہ راجعون،

اخلاق وعادات

حضرت ابو عبیدہؓ کے صحیفۂ اخلاق مین خدا ترسی، اتباعِ سنّت، تقویٰ، زہد، تواضع مساوات اور ترحم کے ابواب نہایت روشن ہین،

خوفِ خدا کا یہ حال تھا کہ محض معمولی واقعات ان کے لیے سرمایۂ عبرت بنجاتے اور اکثر خدا کی ہیبت وجلال کو یاد کر کے چشم پُر نم ہو جاتے تھے ایک دفعہ ایک شخص ان کے گھر آیا دیکھا تو زار و قطار رو رہے ہین، اس نے متعجب ہو کر پوچھا "ابو عبیدہؓ خیر ہے؛ یہ رونا دھونا کیسا؟" کہنے لگے "ایک روز رسول اللہ صلعم نے مسلمانون کے آیندہ فتوحات اور تمول کا ذکر کرتے ہوئے شام کا تذکرہ فرمایا اور کہا ابو عبیدہ! اگر اسوقت تک تمھاری عمر وفا کرے تو تمھارے لیے صرف تین خادم کافی ہونگے، ایک خاص تمھاری ذات کے لیے، ایک تمھارے اہل وعیال کیلئے اور ایک سفر مین ساتھ جانے کے لیے، اسی طرح سواری کے تین جانور کافی ہین، ایک تمھارے لیے، ایک غلام کے لیے اور ایک اسباب وسامان کے لیے، لیکن اب دیکھتا ہون تو میرا گھر غلامون سے اور اصطبل گھوڑون سے بھرا ہوا ہے، آہ! مین رسول اللہ صلعم کو کیا منھ دکھاؤنگا؟ حضورِ اقدسؐ نے فرمایا تھا کہ وہ شخص میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہو گا جو اسی حال مین ملیگا جس حال مین مین

[۱] اصابہ جلد ۴ صفحہ ۱۲،

اسے چھوڑ جاؤ نگا۔[1]

ہادیِ دین کی اطاعت، محبت اور خدمت گذاری مین امینِ امّت سے زیادہ کون پیش پیش رہتا؟ واقعۂ بدر مین باپ کو قتل کیا، رسولِ برحق کی راحت رسانی کے لیے دو دانت شہید کیے، غزوۂ ذات السلاسل مین حضرت عمرو بن العاصؓ سے اختلاف ہوا تو صرف اس لیے طوقِ اطاعت گلے مین ڈال لیا کہ رسول اللہ صلعم نے اتفاق باہمی کی ہدایت کی تھی اور فرمایا کہ مین تمھاری اطاعت نہین کرتا بلکہ فرمانِ رسول صلعم پر گردن جھکاتا ہون۔[2]

امینِ امت کا آخری لمحۂ حیات بھی اطاعتِ رسول مین گذرا۔ شام مین طاعون کی شدت ہوئی تو بڑے بڑے ثابت قدم بزرگون کے پاؤن ڈگمگا گئے، لیکن انھون نے صرف اس وجہ سے ٹلنے کا نام نہ لیا کہ رسول اللہ صلعم نے اس سے بھاگنے کی ممانعت کی تھی، حضرت ابوعبیدہؓ زہد و بے نیازی کے بادشاہ تھے، ان کی نظر مین دنیا اور اس کی نعمتین ایک حقیر ذرہ سے بھی زیادہ بے وقعت تھین، شام کی آب وہوا نے بڑے بڑے صحابہؓ کے طرزِ معاشرت کو بدل دیا تھا، چنانچہ حضرت عمرؓ نے سفرِ شام کے موقع پر افسرون کو پُر تکلف قبائین اور زرق برق پوشاک پہنے دیکھا تو اس قدر غصہ ہوئے کہ گھوڑے سے اتر پڑے اور سنگریزے اٹھا کر ان کی طرف پھینکنے لگے کہ اس قدر جلد تمنے عجمی عادتین اختیار کرلین، لیکن حضرت ابوعبیدہؓ جس حال مین ملے وہ وہی عرب کی سادگی تھی، بدن پر سادہ کپڑے اور سواری مین اونٹنی جس کی نکیل بھی معمولی رسّی کی تھی، حضرت عمرؓ ان کے قیام گاہ پر تشریف لائے تو وہان اس سے بھی زیادہ سادگی تھی یعنی ڈھال، تلوار اور اونٹ کے کجاوہ کے سوا کوئی سامانِ راحت نہ تھا، حضرت عمرؓ نے فرمایا "ابوعبیدہؓ! کاش تم ضروری ضروری سامان تو فراہم کرلیتے"

[1] مسند ج ۱ ص ۱۹۶ [2] ایضاً

اس بے نیازِ عالم نے جواب دیا "امیر المومنین! ہمارے لیے یہی بس ہے[1]"۔

ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابو عبیدہؓ کے پاس چار سو دینار اور چار ہزار درہم بطور انعام بھیجے، انھون نے تمام رقم فوج مین تقسیم کر دی اور اپنے لیے ایک حبہ بھی نہ رکھا، حضرت عمرؓ نے سنا تو فرمایا "الحمد للہ کہ اسلام مین ایسے لوگ بھی موجود ہین[2]"۔

امینِ امت کی خاکساری اور تواضع کا اس سے اندازہ ہوگا کہ انھون نے باوجود سپہ سالار اعظم ہونے کے جاہ و حشم سے کبھی سروکار نہ رکھا، رومی سفرا جب کبھی اسلامی لشکرگاہ مین آئے تو انھین ہمیشہ سردارِ فوج کی شناخت مین دقت پیش آئی، ایک دفعہ ایک رومی قاصد آیا، وہ یہ دیکھکر متحیر رہ گیا کہ یہان سب ایک ہی رنگ مین ڈوبے ہوئے ہین، بالآخر اس نے گھبرا کر پوچھا تمھارا سردار کون ہے؟ لوگون نے حضرت ابو عبیدہؓ کی طرف اشارہ کیا، دیکھا تو ایک نہایت معمولی وضع قطع کا عرب فرشِ خاک پر بیٹھا ہے،

مساوات اسلامی کا حد درجہ خیال تھا، ان کے لشکرگاہ مین ایک معمولی مسلمان سپاہی کو بھی وہی عزت حاصل تھی جو ایک بڑے سے بڑے سردار کو ہو سکتی ہے، ایکدفعہ ایک مسلمان نے غنیم کے ایک سپاہی کو پناہ دی، حضرت خالد بن ولیدؓ اور حضرت عمرو بن العاصؓ نے اس کے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا، لیکن سپہ سالار اعظم حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ نے فرمایا "ہم اس کو پناہ دیتے ہین کیونکہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ ایک مسلمان سب کی طرف سے پناہ دے سکتا ہے[3]"۔

حضرت ابو عبیدہؓ کا خلق و ترحم تمام خلق اللہ کے لیے عام تھا، شام مین ان کی شفقت اور رعایا پروری نے عیسائیون کو بھی مرہونِ منت بنا رکھا تھا، وہان عیسائیون کو نماز کے

---

[1] اصابہ ج ۴ ص ۱۲، [2] طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث ص ۳۰۱، [3] مسند ج ۱ ص ۱۹۵،

وقت ناقوس بجانے کی اور عام گذرگاہون مین صلیب نکالنے کی سخت ممانعت تھی لیکن انھون نے عرض پیش کی کہ کم سے کم سال مین ایک دفعہ عید کے روز صلیب نکالنے کی اجازت دی جائے، حضرت ابوعبیدہؓ نے خوشی کے ساتھ یہ درخواست منظور کرلی، اس رواداری کا یہ اثر ہوا کہ شامی خود اپنے ہم مذہب رومیون کے دشمن ہوگئے اور خوشی کے ساتھ جاسوسی اور خبر رسانی کے فرائض انجام دینے لگے،

حضرت ابوعبیدہؓ کی خانگی زندگی کے حالات نامعلوم ہین تاہم اس قدر یقینی ہے کہ جذبۂ انقطاع الی اللہ نے بیوی بچون سے غیر معمولی شغف پیدا ہونے نہ دیا،

حلیہ حلیہ یہ تھا، قد لنبا، جسم نحیف و لاغر، چہرہ کم گوشت، سامنے کے دو دانت خدمتِ رسولؐ مین قربان ہوگئے تھے، داڑھی گھنی نہ تھی، اور بعض روایات کے مطابق خضاب استعمال کرتے تھے،

اولاد وازداج حضرت ابوعبیدہؓ کی صرف دو بیویون سے اولاد ہوئی، ہند بنت جابر سے یزید اور درجا سے عمیر پیدا ہوئے، لیکن دونون لاولد فوت ہوئے،

حضرت سعید بن زیدؓ

نام، نسب، خاندان سعید نام، ابوالاعور کنیت، والد کا نام زید اور والدہ کا نام فاطمہ بنت بعجہ تھا سلسلۂ نسب یہ ہے: سعید بن زید بن عمرو بن نفیل بن عبدالعزی بن ریاح بن عبداللہ بن قرط بن زراح بن عدی بن کعب بن لوی القرشی العدوی،

حضرت سعید بن زیدؓ کا سلسلۂ نسب کعب بن لوی پر آنحضرت صلعم سے اور نفیل پر حضرت عمرؓ سے ملجاتا ہے، حضرت سعیدؓ کے والد زید اُن سعادتمند بزرگون مین تھے جنکی

انھون نے اسلام سے پہلے ہی کفر و شرک کے ظلمتکدہ مین توحید کا جلوہ دیکھا تھا اور ہر قسم کے فسق و فجور یہان تک کہ مشرکین کے ذبیحہ سے بھی محترز رہے تھے، چنانچہ ایک دفعہ ان سے اور آنحضرت صلعم سے قبل بعثت وادیِ بلدحؓ مین ملاقات ہوئی، آنحضرت صلعم کے سامنے کھانا پیش کیا گیا تو آپ نے انکار فرمایا پھر زید سے کہا گیا تو انھون نے بھی انکار کیا اور کہا "مین تمھارے بتون کا چڑھایا ہوا ذبیحہ نہین کھاتا"؂

زید کا دل کفر و شرک سے متنفر ہوا تو جستجوے حق مین دور دراز ممالک کی خاک چھانی؛ اور شام پہنچکر ایک یہودی عالم سے منزل مقصود کی رہبری چاہی، اس نے کہا اگر خدا کے غضب مین حصہ لینا ہے تو ہمارا مذہب حاضر ہے، زید نے کہا "مین اسی سے بھاگا ہون، پھر اس مین گرفتار نہین ہوسکتا، البتہ کوئی دوسرا مذہب بتا سکتے ہو تو بتاؤ" اس نے دینِ حنیف کا پتہ دیا، انھون نے پوچھا "دین حنیف کیا ہے؟" بولا دین حنیف حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مذہب ہے جو نہ یہودی تھے، نہ عیسائی بلکہ صرف خداے واحد کی پرستش کرتے تھے، یہان سے بڑھے تو ایک عیسائی عالم سے چارہ خواہ ہوئے، اس نے کہا "اگر خدا کی لعنت کا طوق چاہتے ہو تو ہمارا مذہب موجود ہے" زید نے کہا "خدارا کوئی ایسا مذہب بتاؤ جس مین نہ خدا کا غضب ہو، نہ لعنت، مین ان دونون سے بھاگتا ہون" بولا میرے خیال مین ایسا مذہب صرف دین حنیف ہے" غرض جب ہر جگہ سے دینِ ابراہیم کا پتہ ملا تو شام سے واپس ہوئے اور دونون ہاتھ اٹھا کر کہا "خدایا! تجھے گواہ بناتا ہون کہ اب مین دین حنیف کا پیرو ہون"؂

؂ تنعیم کی راہ مین ایک مقام کا نام تھا، فتح الباری ج۷ صفحہ ۱۰۰، ۱۲ ؂ بخاری باب حدیث زید ۱۲

؂ بخاری باب حدیث زید مین مفصل قصہ مذکور ہے ۱۲

زید کو اس کفرستان مین اپنے موحد ہونے کا نہایت فخر تھا، حضرت ابوبکر صدیق
کی بڑی صاحبزادی حضرت اسماءؓ کا بیان ہے کہ مین نے ایک دفعہ زید کو دیکھا کہ کعبہ سے
پشت ٹیک کر کہہ رہے تھے" اے گروہِ قریش! خدا کی قسم میرے سوا تم مین کوئی بھی دینِ
ابراہیم پر قائم نہین ہے[۱]"

ایامِ جاہلیت مین اہل عرب عموماً اپنی لڑکیون کو زندہ دفن کر دیتے تھے، لیکن خدائے
واحد کے اس تنہا پرستار کو ان معصوم ہستیون کے بچانے مین خاص لطف حاصل ہوتا تھا،
اور جب کوئی ظالم باپ اپنی بے گناہ بچی کے حلق پر چھری پھیرنا چاہتا تھا تو اس کی کفالت
اپنے ذمہ لے لیتے اور جب جوان ہو جاتی تو اس کے باپ سے کہتے" جی چاہے لے لو،
یا میری ہی کفالت مین رہنے دو[۲]"

اسلام جب رسول اللہ صلعم نے دین حنیف کو زیادہ مکمل صورت مین دوبارہ دنیا کے سامنے
پیش کیا اور دعوتِ توحید شروع کی، تو گو اس وقت اس کے سچے شیدائی زید صفحۂ ہستی پر
موجود نہ تھے تاہم ان کے فرزند سعیدؓ کے لیے یہ آواز بالکل مانوس تھی، انھون نے نہایت
جوش کے ساتھ لبیک کہا اور اپنی نیک بخت بیوی کے ساتھ حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے،
حضرت سعیدؓ کی بیوی حضرت فاطمہؓ حضرت عمرؓ کی حقیقی بہن تھین، لیکن وہ خود اس وقت
تک اسلام کی حقیقت سے نا آشنا تھے بہن اور بہنوئی کی تبدیلِ مذہب کا حال سنکر نہایت
برافروختہ ہوئے اور دونون میان بیوی کو اس قدر مارا کہ لہولہان ہو گئے[۳] لیکن یہان کچھ ایسی
وارفتگی تھی کہ اس تمام زدوکوب کا صرف یہی ایک جواب تھا، ؎

من زجانان گرچہ صد اندوہ جان خواہم کشید تا نہ پنداری کہ خود را برکران خواہم کشید

---

[۱] بخاری باب حدیث زید مین مفصل قصہ مذکور ہے، [۲] ایضاً [۳] ابن سعد جزو ۳ قسم اول ص ۱۹۲،

یہان تک کہ ان بزرگون کی اسی استقامت واستقلال نے خود حضرت عمرؓ کو بھی اسلام کی حقانیت کا جلوہ دکھایا، اور بالآخر عمر بن الخطاب سے فاروق اعظمؓ بنا دیا،

ہجرت اور غزوات

حضرت سعیدؓ مہاجرین اولین کے ساتھ مدینہ پہنچے، اور حضرت رفاعہ بن عبد المنذرؓ انصاری کے مہمان ہوئے، کچھ دنون کے بعد رسول اللہ صلعم نے ان مین اور حضرت رافع بن مالکؓ انصاری مین بھائی چارہ کرا دیا[1]،

سنہ ۲ھ مین قریشِ مکہ کا وہ مشہور قافلہ جس کی وجہ سے جنگِ بدر پیش آئی ملکِ شام سے آرہا تھا، رسول اللہ صلعم نے ان کو اور حضرت طلحہؓ کو اس کے تجسس پر مامور فرمایا، یہ دونون حدودِ شام مین تجار پہنچکر کشد جہنی کے مہمان ہوئے اور جب قافلہ وہان سے آگے بڑھا تو نظر بچاکر تیزی کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے کہ رسالتآب صلعم کو پوری کیفیت سے مطلع کرین لیکن قافلہ نے کچھ سن گن پاکر ساحلی راستہ اختیار کیا، اور کفارِ قریش کی ایک بڑی جمعیت کے جو اس کی مدد کے لیے آئی تھی، اور پرستارانِ حق کے درمیان بدر کے میدان مین وہ مشہور معرکہ پیش آیا جس نے اسلام کو ہمیشہ کے لئے سربلند کر دیا،

غرض جس وقت حضرت سعیدؓ مدینہ پہنچے اس وقت غازیانِ دین فاتحانہ سرور وانبساط کے ساتھ میدانِ جنگ سے واپس آرہے تھے چونکہ یہ بھی ایک خدمت پر مامور تھے، اس لیے رسول اللہ صلعم نے ان کو بدر کے مالِ غنیمت مین حصہ مرحمت فرمایا اور جہاد کے ثواب سے بھی بہرہ ور ہونے کی بشارت[2] دی،

حضرت سعیدؓ جنگِ بدر کے سوا تمام غزوات مین مردانگی وشجاعت کیساتھ آنحضرت صلعم کے ہمرکاب رہے لیکن افسوس ہے کہ کسی غزوہ کے متعلق کوئی تفصیلی واقعہ نہین ملتا،

---

[1] طبقات ابن سعد حصۂ بدرین ترجمہ سعید بن زیدؓ، [2] طبقات ابن سعد تذکرۂ سعید بن زید،

عہدِ فاروقی میں جب شام پر باقاعدہ فوج کشی ہوئی تو حضرت سعیدؓ حضرت ابو عبیدہؓ کے ماتحت پیدل فوج کی افسری پر متعین ہوئے، دمشق کے محاصرہ اور یرموک کی فیصلہ کن جنگ میں نمایاں شجاعت وجانبازی کے ساتھ شریک کارزار تھے، اثنائے جنگ میں حضرت ابو عبیدہؓ نے ان کو دمشق کی گورنری پر مامور کیا، لیکن شوقِ جہاد نے اس سے بیزار کر دیا، حضرت ابو عبیدہؓ کو لکھا کہ میں ایسا ایثار نہیں کر سکتا کہ آپ لوگ جہاد کریں اور میں اس سے محروم رہوں، اسلئے خط پہنچنے کے ساتھ کسی کو میری جگہ بھیج دیجئے میں عنقریب آپ کے پاس پہنچتا ہوں، حضرت ابو عبیدہؓ نے مجبور ہو کر حضرت یزید بن ابی سفیانؓ کو دمشق پر متعین کیا اور حضرت سعیدؓ پھر میدان رزم میں پہنچ گئے۔

وفات فتحِ شام کے بعد حضرت سعیدؓ کی تمام زندگی نہایت سکون وخاموشی سے بسر ہوئی یہاں تک کہ ۵۰ھ میں ستر برس تک اس سرائے فانی میں رہ کر رحلت گزینِ عالم جاودان ہوئے چونکہ نواحِ مدینہ میں بمقام عقیق آپ کا مستقل مسکن تھا اس لیے وہیں وفات پائی، جمعہ کا دن تھا حضرت عبداللہ بن عمرؓ نمازِ جمعہ کی تیاری کر رہے تھے کہ وفات کی خبر سنی، اسی وقت عقیق کی طرف روانہ ہو گئے، حضرت سعد وقاصؓ نے غسل دیا، حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور مدینہ لا کر سپردِ خاک کیا، انا للہ وانا الیہ راجعون[1]،

ذاتی حالات اور اخلاق وعادات حضرت سعیدؓ کا دل دنیاوی جاہ وحشمت سے مستغنی تھا، صرف مقام عقیق کی جاگیر پر گذر اوقات تھی، آخر میں حضرت عثمانؓ نے عراق میں بھی ایک جاگیر دی تھی، امیر معاویہ کے عہد میں اروی نام ایک عورت نے جس کی زمین ان کی جاگیر سے ملی ہوئی تھی مدینہ کے عامل مروان بن حکم کے دربار میں شکایت کی کہ انہوں نے اسکی کچھ زمین

[1] طبقات ابن سعد حصہ بدر میں تذکرۂ سعید بن زید،

دبائی ہے، مروانؓ نے تحقیقات کے لیے دو آدمی متعین کئے، حضرت سعیدؓ کو خبر ہوئی تو انھون نے کہا کہ "رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ جو اپنے مال کے آگے قتل ہو وہ شہید ہے" پھر مروان سے کہا کیا تم خیال کرتے ہو کہ مین نے اس کے ساتھ ظلم کیا ہے؟ حالانکہ مین نے رسول اللہ (صلعم) سے سنا ہے کہ اگر کوئی کسی کی ایک بالشت زمین بھی ظلم و زبردستی سے لیگا تو ویسی ویسی سات زمینین قیامت مین اس کے گلے کا ہار ہونگی" مروان نے قسم کھانے کو کہا تو یہ اپنی زمین سے باز آگئے اور اس عورت کے حق مین بد دعا کے طور پر فرمایا "اے خدا! اگر یہ جھوٹی ہے تو اندھی ہوکر مرے اور اس کے گھر کا کنوان خود اس کے لیے قبر بنے" خدا کی قدرت بد دعا کا تیر ٹھیک نشانہ پر لگا، وہ عورت بہت جلد بصارت کی نعمت سے محروم ہوگئی اور ایک روز گھر کے کنوئین مین گر کر راہی عدم ہوئی چنانچہ یہ واقعہ اہل مدینہ کے لیے ضرب المثل ہوگیا اور وہ عموماً یہ بد دعا دینے لگے، اعماك اللہ کما اعمی اروی[1]

حضرت سعیدؓ کے سامنے بہت سے انقلابات برپا ہوئے، بیسیون خانہ جنگیان پیش آئین اور گو وہ اپنے زہد و اتقا کے باعث ان جھگڑون سے ہمیشہ کنارہ کش رہے تاہم جس کی نسبت جو رائے رکھتے تھے اس کو آزادی کے ساتھ ظاہر کرنے مین تامل نہین کرتے تھے، حضرت عثمانؓ شہید ہوئے تو وہ عموماً کوفہ کی مسجد مین فرمایا کرتے تھے "تم لوگون نے عثمان کے ساتھ جو سلوک کیا، اس سے اگر کوہ احد متزلزل ہوجائے تو کچھ عجب نہین"[2]

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ امیر معاویہ کی طرف سے کوفہ کے گورنر تھے، ایک روز وہ جامع مسجد مین عوام کے ایک حلقہ مین بیٹھے تھے کہ حضرت سعید بن زیدؓ داخل ہوئے تو انھون نے نہایت تعظیم و تکریم کے ساتھ ان کا استقبال کیا اور اپنے پاس بٹھایا اسی اثنا مین ایک دوسرا

---

[1] استیعاب ج ۲ ص ۵۵۴ [2] بخاری باب بنیان الکعبہ باب اسلام سعید بن زیدؓ،

آدمی اندر آیا اور حضرت علیؓ کی شان مین نا ملائم کلمات استعمال کرنے لگا، حضرت سعیدؓ سے ضبط نہ ہو سکا بولے "مغیرہ! مغیرہ! لوگ تمھارے سامنے رسول اللہ صلعم کے جان نثارون کو گالیان دیتے ہین اور تم منع نہین کرتے" اس کے بعد اصحاب عشرہؓ مین سے آٹھ آدمیون کا نام لیکر فرمایا کہ رسول اللہ صلعم نے ان کو جنت کی بشارت دی ہے اور اگر چاہو تو مین نوین آدمی کا نام بھی لے سکتا ہون، لوگون نے اصرار کیا تو فرمایا نوان مین ہون[1]"

حضرت سعیدؓ کے حالات بہت کم معلوم ہین تاہم وہ بالاتفاق ان صحابہ کرامؓ مین تھے جو آسمان اسلام کے مہر و ماہ ہین، وہ لڑائیون مین آنحضرت صلعم کے آگے رہتے تھے اور نماز مین پیچھے[2]

حلیہ یہ تھا قد لانبا بال بڑے بڑے اور گھنے،

اہل و عیال | حضرت سعیدؓ نے مختلف اوقات مین متعدد شادیان کی تھین، بیویون کے نام یہ ہین فاطمہ (ام الجمیل) جلیسہ بنت سوید، امامہ بنت الدجیج، احزمہ بنت قیس، ام الاسود، ضمخ بنت الاصبغ بنت قربہ، ام خالد، ام بشیر بنت ابی مسعود انصاری،

ان بیویون نیز لونڈیون کے بطن سے نہایت کثرت کے ساتھ اولاد ہوئی، لیکن ان مین سے اکثر لاولد ہوئی، جن لڑکون اور لڑکیون کے نام معلوم ہو سکے وہ علحدہ علحدہ درج ذیل ہین[3]

لڑکے | عبدالرحمن اکبر، عبدالرحمن اصغر، عبداللہ اکبر، عبداللہ اصغر، عمر اکبر، عمر اصغر، محمد، اسود، زید، طلحہ، خالد، ابراہیم اکبر، ابراہیم اصغر،

لڑکیان | عاتکہ، ام موسیٰ، ام الحسن، ام سلمی، ام حبیب کبریٰ، ام حبیب صغریٰ، ام زید کبریٰ، ام زید صغریٰ، ام سعید، ام سلمہ، حفصہ، ام خالد، عائشہ، زینب، ام عبدالحولار، ام صالح

[1] مسند ج ۱ صفحہ ۱۸۷ ، [2] اسد الغابہ ترجمہ سعید بن زیدؓ،

[3] ازواج اولاد کی تمام تفصیل طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث سے ماخوذ ہے ۱۲ ،

سید الشہداء حضرت حمزہؓ بن عبد المطلب

نام، نسب حمزہ نام، ابو یعلیٰ اور ابو عمارہ کنیت، اسد اللہ لقب، آنحضرت صلعم کے حقیقی چچا تھے ماں کی طرف سے یہ تعلق تھا کہ ان کی والدہ ہالہ بنت وہیب سرورِ کائنات صلعم کی والدہ حضرت آمنہ کی چچازاد بہن تھیں، پورا سلسلہ نسب یہ ہے حمزہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی،

اس نسبی تعلق کے علاوہ حضرت حمزہؓ آپ کے رضاعی بھائی بھی تھے یعنی ابو لہب کی لونڈی حضرت ثوبیہؓ نے دونوں کو دودھ پلایا تھا، سن مین حضور انور صلعم سے دو برس بڑے تھے، شمشیر زنی، تیر اندازی اور پہلوانی کا بچپن ہی سے شوق تھا، سیر و شکار سے بھی غیر معمولی دلچسپی تھی، چنانچہ زندگی کا بڑا حصہ اسی مشغلہ مین بسر ہوا،

اسلام دعوتِ توحید کی صدا گو ایک عرصہ سے مکہ کی گھاٹیون مین گونج رہی تھی، تاہم حضرت حمزہؓ جیسے سپاہی منش کو ان باتون سے کیا تعلق؛ انھین صحرانوردی اور سیر و شکار سے کب فرصت تھی جو شرک و توحید کی حقانیت پر غور کرتے لیکن خدا نے عجیب طرح سے ان کی رہنمائی کی، ایک روز حسب معمول شکار سے واپس آرہے تھے، کوہِ صفا کے پاس پہنچے تو ایک لونڈی نے کہا "ابو عمارہ! کاش تھوڑی دیر پہلے تم اپنے بھتیجے محمدؐ کا حال دیکھتے، وہ خانہ کعبہ مین اپنے مذہب کا وعظ کہہ رہے تھے کہ ابو جہل نے نہایت سخت گالیان دین اور بہت بری طرح ستایا، لیکن محمدؐ نے کچھ جواب نہ دیا اور بے بسی کے ساتھ لوٹ گئے" یہ سننا تھا کہ رگِ حمیت مین جوش آگیا، تیزی کے ساتھ خانہ کعبہ کی طرف بڑھے، ان کا قاعدہ

تھا کہ شکار سے واپس آتے ہوئے کوئی راہ مین مل جاتا تو کھڑے ہو کر ضرور اس سے دو دو باتین کر لیتے تھے، لیکن اس وقت جوشِ انتقام نے مغلوب الغضب کر دیا تھا، کسی طرف متوجہ نہ ہوئے اور سیدھے خانۂ کعبہ پہنچکر ابو جہل کے سر پر زور سے اپنی کمان دے ماری جس سے وہ زخمی ہو گیا، یہ دیکھکر بنی مخزوم کے چند آدمی ابو جہل کی مدد کے لیے دوڑے اور بولے "حمزہ! شاید تم بھی بددین ہو گئے" فرمایا "جب مجھ پر اسکی حقانیت ظاہر ہو گئی تو کون چیز اس سے باز رکھ سکتی ہے؟[1] ہان! مین گواہی دیتا ہون کہ محمد خدا کے رسول ہین اور جو کچھ وہ کہتے ہین سب حق ہے، خدا کی قسم اب مین اس سے پھر نہین سکتا، اگر تم سچے ہو تو مجھے روک کر دیکھ لو" ابو جہل نے کہا ابو عمارہ کو چھوڑ دو، خدا کی قسم مین نے ابھی اس کے بھتیجے کو سخت گالیان دی ہین،

یہ اسلام کا وہ زمانہ تھا کہ آنحضرت صلعم ارقم بن ابی ارقم کے مکان مین پناہ گزین تھے، اور مومنین کا حلقہ صرف چند کمزور و ناتوان ہستیون پر محدود تھا، لیکن حضرت حمزہؓ کے اضافہ سے دفعتہً حالت بدل گئی اور کفار کی مطلق العنان دست درازیون اور ایذا رسانیون کا سدِ باب ہو گیا، کیونکہ ان کی شجاعت و جانبازی کا تمام مکہ لوہا مانتا تھا[2]

حضرت امیر حمزہؓ کے اسلام لانے کے بعد ایک روز حضرت عمرؓ نے آستانۂ نبوی پر دستک دی، چونکہ شمشیر بکف تھے، اس لیے صحابۂ کرامؓ کو تردد ہوا لیکن اس شیرِ خدا نے کہا "کچھ مضائقہ نہین آنے دو اگر مخلصانہ آیا ہے تو بہتر ورنہ اسی کی تلوار سے اس کا سر قلم کر دونگا" غرض وہ اندر داخل ہوئے تو کلمۂ توحید ان کی زبان پر تھا اور مسلمان جوشِ مسرت سے اللہ اکبر کے نعرے بلند کر رہے تھے،[3]

مواخات | مکہ کی مواخات مین حضرت خیر الانام صلعم کے محبوب غلام حضرت زید بن حارثہ رضہ

---

[1] مستدرک حاکم ج ۳ صفحہ ۱۹۲ [2] اسد الغابہ تذکرۂ حمزہؓ [3] طبقات ابن سعد جزو ۳ قسم اول صفحہ ۱۰۲،

حضرت حمزہؓ کے اسلامی بھائی قرار پائے، ان کو حضرت زیدؓ سے اس قدر محبت ہوگئی تھی کہ جب غزوات میں تشریف لیجاتے تو انھی کو ہر قسم کی وصیت کرجاتے تھے[۱]

ہجرت بعثت کے تیرہوین سال تمام صحابۂ کرامؓ کے ساتھ ہجرت کرکے مدینہ پہنچے جہان ان کو زور بازو اور خداداد شجاعت کے جوہر دکھانے کا نہایت اچھا موقع ہاتھ آیا، چنانچہ پہلا اسلامی پھریرا انھین کو عنایت ہوا، اور تیس آدمیون کے ساتھ ساحلی علاقہ کی طرف روانہ کیے گئے کہ قریشی قافلون کے سدِّ راہ ہون، غرض وہان پہنچکر ابوجہل کے قافلہ سے جسمین تین سو سوار تھے مٹ بھیڑ ہوئی اور طرفین نے جنگ کے لیے صف بندی کی لیکن مجدی بن عمرو الجہنی نے بیچ بچاؤ کرکے لڑائی روک دی اور حضرت امیر حمزہؓ بغیر کشت وخون واپس آئے،[۲]

غزوات اسی سال ماہ صفر مین خود حضرت سرورِ کائنات صلعم نے سب سے پہلی دفعہ تقریباً ساٹھ صحابۂ کرامؓ کے ساتھ قریشِ مکہ کی نقل وحرکت مین سدِّ راہ ہونے کے لیے ابوا پر فوج کشی فرمائی، حضرت حمزہؓ علمبردار تھے اور تمام فوج کی کمان ان کے ہاتھ مین تھی لیکن قریش کا قافلہ آگے بڑھ چکا تھا، اس لیے جنگ وجدل کا موقع پیش نہ آیا تاہم اس مہم کا سب سے زیادہ نتیجہ خیز اثر یہ تھا کہ بنو حمزہ سے ایک دوستانہ معاہدہ طے پاگیا،[۳]

اسی طرح سنہ ۲ھ مین غزوۂ عشیرہ پیش آیا، اس مین بھی علمبرداری کا طرۂ افتخار حضرت امیر حمزہؓ کے دستارِ فضل وکمال پر آویزان تھا لیکن اس دفعہ بھی کوئی جنگ واقع نہ ہوئی اور صرف بنو مدلج سے امداد باہمی کا ایک عہد نامہ طے پایا،[۴]

غزوۂ بدر اسی سال بدر کا مشہور معرکہ پیش آیا، صف آرائی کے بعد عتبہ، شیبہ اور ولید نے کفار کی طرف سے نکل کر مبارزطلبی کی تو غازیانِ دین مین سے چند انصاری نوجوان مقابلہ کیلیے

[۱] طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث [۲] طبقات ابن سعد حصہ مغازی ص ۳ [۳] ایضاً ص ۳ [۴] ایضاً ص ۴،

آگے بڑھے لیکن عتبہ نے پکار کر کہا "محمدؐ! ہم ناجنسون سے نہین لڑ سکتے ہمارے مقابل والون کو بھیجو" ارشاد ہوا "حمزہ! علی، عبیدہ! اٹھو اور آگے بڑھو" حکم کی دیر تھی کہ یہ تینون نبرد آزما بہادر نیزے ہلاتے ہوئے اپنے حریف کے مقابل جا کھڑے ہوئے، حضرت حمزہؓ نے پہلے ہی حملہ مین عتبہ کو واصل جہنم کیا، حضرت علیؓ بھی اپنے حریف پر غالب آئے لیکن حضرت ابو عبیدہؓ اور ولید مین دیر تک کشمکش جاری رہی وہ زخمی ہو گئے تو ان دونون نے ایک ساتھ حملہ کر کے اس کو تہ تیغ کر دیا[1]، یہ دیکھکر طعیمہ بن عدی جوش انتقام مین آگے بڑھا لیکن شیر خدا نے ایک ہی وار مین اس کو بھی ڈھیر کر دیا، مشرکین نے طیش مین آکر عام حملہ کر دیا، دوسری طرف سے مجاہدین اسلام بھی اپنے دلاورون کو نرغہ مین دیکھکر ٹوٹ پڑے، نہایت گھمسان کا رن پڑا، اسد اللہ حمزہؓ کے دستار پر شتر مرغ کی کلغی تھی، اس لئے جس طرف گھس جاتے تھے صاف نظر آتے تھے، دونون ہاتھ مین تلوار تھی اور مردانہ وار دو دستی حملون سے پرے کا پرا صاف کر رہے تھے، غرض جب تھوڑی دیر مین غنیم بہت سے قیدی اور مال غنیمت چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا تو بعض قیدیون نے پوچھا "یہ کلغی لگائے کون ہے؟" لوگون نے کہا "حمزہؓ" بولا "آج ہم کو سب سے زیادہ نقصان اسی نے پہنچایا"[2]

غزوۂ بنی قینقاع بنو قینقاع نام اطراف مدینہ مین یہودیون کی ایک جماعت تھی، چونکہ یہ عبد اللہ بن ابی بن سلول کے حلیف تھے، اس لیے رسول اللہ صلعم سے دوستانہ معاہدہ طے پا گیا تھا لیکن غزوۂ بدر کی کامیابی نے ان کے دلون مین رشک و حسد کی آگ بھڑکا دی، اور علانیہ سرکشی پر آمادہ ہو گئے، چنانچہ آنحضرت صلعم نے اس عہد شکنی کے باعث اسی سال ماہ شوال مین ان پر فوج کشی فرمائی، اور بزور اطراف مدینہ سے جلا وطن کر دیا، حضرت حمزہؓ اس معرکہ مین

---

[1] ابوداؤد ج ۱ صفحہ ۲۶۳ [2] اسد الغابہ تذکرۂ حمزہ،

بھی علمبرداری کے منصب پر مامور ہوتے تھے[1]

غزوۂ احد بدر کی شکست فاش نے مشرکینِ قریش کے توسنِ غیرت کے لیے تازیانہ کا کام کیا اور جوشِ انتقام سے برانگیختہ ہو کر ۳ھ میں قریش کا سیلاب عظیم پھر مدینہ کی طرف بڑھا، حضرت سرورِ کائنات صلعم نے اپنے جان نثارون کے ساتھ نکلکر کوہِ احد کے دامن میں، اس کو روکا، ، شوال ہفتہ کے دن لڑائی شروع ہوئی، کفار کی طرف سے سباع نے بڑھکر مبارزطلبی کی توحضرت امیر حمزہؓ اپنی شمشیر خاراشگاف تولتے ہوئے میدان مین آئے اور للکار کر کہا "اے سباع! اے ام انمار مقنعہ بجس کے بچے! کیا تو خدا اور اس کے رسول سے لڑنے آیا ہے؟" یہ کہکر اس زور سے حملہ کیا کہ ایک ہی وار مین اس کا کام تمام ہوگیا[2] اس کے بعد گھسان جنگ شروع ہوئی، اس شیرِ خدا نے روباہِ کفر کے ٹڈی دل مین گھسکر کشتون کے پشتے لگا دیئے اور جس طرف جھک پڑے صفین کی صفین اولٹ دین، غرض اس جوش سے لڑے کہ تنہا تیس کافرون کو واصل جہنم کر دیا،[3]

شہادت حضرت امیر حمزہؓ نے چونکہ جنگ بدر مین چن چنکر اکثر صنادید قریش کو تہ تیغ کیا تھا، اس لئے تمام مشرکینِ قریش سب سے زیادہ ان کے خون کے پیاسے تھے، چنانچہ جبیر بن مطعم نے ایک غلام کو جس کا نام وحشی تھا اپنے چچا طعیمہ بن عدی کے انتقام پر خاص طور سے تیار کیا تھا اور اس صلہ مین آزادی کا لالچ دلایا تھا، غرض وہ جنگِ احد کے موقع پر ایک چٹان کے پیچھے گھات مین بیٹھا ہوا حضرت حمزہؓ کا انتظار کر رہا تھا، اتفاقاً وہ ایک دفعہ قریب سے گذرے تو اس نے اچانک اس زور سے اپنا حربہ پھینک کر مارا کہ دو ٹکڑے ہو کر گر پڑے[4] اس شیرِ خدا کی شہادت پر کفار کی عورتون نے خوشی و مسرت کے ترانے گائے، ابوسفیان

[1] طبقات ابن سعد حصہ مغازی صفحہ ۱۰ [2] بخاری کتاب المغازی باب قتلِ حمزہؓ [3] اسدالغابہ تذکرہ حمزہؓ [4] بخاری باب قتل حمزہؓ

کی بیوی ہندؔ بنت عتبہ نے ناک کان کاٹ کر زیور بنائے نیز شکم چاک کرکے جگر نکالا اور چبا چبا کر تھوک دیا، حضرت سرور کائنات صلعم نے سنا تو پوچھا "کیا اس نے کچھ کھایا بھی ہے" لوگون نے عرض کی نہین" فرمایا" خدا حمزہ کے کسی جزو کو جہنم مین داخل ہونے نہ دیگا[1]"

تجہیز و تکفین | اختتام جنگ کے بعد شہدای اسلام کی تجہیز و تکفین شروع ہوئی حضرت سرور کائنات صلعم اپنے عم محترم کی لاش پر تشریف لائے، چونکہ ہندہ نے ناک، کان کاٹ کرکے نہایت دردناک صورت بنادی تھی، اسلئے یہ منظر دیکھکر بے اختیار دل بھر آیا، اور مخاطب ہوکر فرمایا تمپر خدا کی رحمت ہے کیونکہ تم رشتہ دارون کا سب سے زیادہ خیال رکھتے تھے، نیک کامون مین پیش پیش رہتے تھے، اگر مجھے صفیہ کے رنج وغم کا خیال نہ ہوتا تو مین تمہین اسی طرح چھوڑ دیتا کہ درند و پرند کھاجائین اور تم قیامت مین انھین کے شکم سے اٹھائے جاؤ، خدا کی قسم مجھ پر تمہارا انتقام واجب ہے، مین تمھارے عوض ستر کافرون کو مثلہ کرونگا" لیکن تھوڑے ہی دیر کے بعد وحی الٰہی نے اس ناجائز انتقام کی ممانعت کردی، اس لئے کفارۂ یمین ادا کرکے صبر و شکیبائی اختیار فرمائی[2]۔

حضرت صفیہؓ حضرت امیر حمزہؓ کی حقیقی بہن تھین، بھائی کی شہادت کا حال سنا تو روتے ہوئے جنازہ کے پاس آئین لیکن آنحضرت صلعم نے دیکھنے نہ دیا اور تسلی و تشفی دیکر واپس فرمادیا"

حضرت صفیہؓ اپنے صاحبزادہ حضرت زبیرؓ کو دو چادرین دے گئی تھین کہ ان سے کفن کا کام لیا جائے لیکن پہلو مین ایک انصاری کی لاش بھی بے گور و کفن تھی، اس لیے انھون نے دونون شہیدان ملت مین ایک ایک چادر تقسیم کردی، اس ایک چادر سے سر چھپایا جاتا تو پاؤن کھل جاتے اور پاؤن چھپائے جاتے تو سر برہنہ ہوجاتا تھا، آنحضرت صلعم نے

---

[1] طبقات ابن سعد قسم اول جز ثالث ص۷، [2] ایضاً ص۷،

فرمایا کہ چادر سے چہرا چھپا دُو اور پاؤں پر گھانس اور پتے ڈالدو، غرض اس عبرت انگیز طریقہ سے سید الشہداء کا جنازہ تیار ہوا، سرورِ کائنات صلعم نے خود نماز پڑھائی اس کے بعد ایک ایک کرکے شہدائے احد کے جنازے ان کے پہلو مین رکھے گئے اور آپ نے علٰحدہ علٰحدہ ہر ایک کی نماز پڑھائی اس طرح تقریباً ستر نمازون کے بعد غازیانِ دین نے بصد اندوہ والم اس شیرِ خدا کو اسی میدان مین سپردِ خاک کیا[1]، انا للہ وانا الیہ راجعون،

آنحضرت صلعم کا حزن و ملال سرورِ کائنات صلعم کو اس سانحہ پر شدید قلق تھا، مدینہ منورہ تشریف لائے اور بنی عبد الاشہل کی عورتون کو اپنے اپنے اعزہ و اقارب پر روتے سنا تو فرمایا "افسوس! حمزہ کے لیے رونے والیان بھی نہین" انصار نے یہ سنکر اپنی عورتون کو آستانۂ نبوت پر بھیجدیا، جنھون نے نہایت رقت آمیز طریقہ سے سید الشہداء پر گریہ وزاری شروع کی، اسی حالت مین آنحضرت صلعم کی آنکھ لگ گئی، کچھ دیر کے بعد بیدار ہوئے تو دیکھا کہ وہ اب تک رو رہی ہین فرمایا "کیا خوب! یہ سب اب تک یہان بیٹھی رو رہی ہین، انھین حکم دو کہ واپس جائین اور آج کے بعد پھر کسی مرنے والے پر نہ روئین"۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس وقت سے مدینہ کی عورتون کا یہی دستور ہو گیا تھا کہ جب وہ کسی پر روتی تھین تو پہلے حضرت امیر حمزہؓ پر دو آنسو بہا لیتی تھین،

قاتل سے بیزاری حضرت حمزہؓ کے قاتل حضرت وحشیؓ اسلام قبول کر کے بارگاہِ نبوت مین حاضر ہوئے تو آنحضرت صلعم نے دیکھکر پوچھا "کیا تم ہی وحشی ہو؟" عرض کی "ہان" فرمایا "تمنے حمزہؓ کو قتل کیا تھا؟" بولے "حضور کو جو کچھ معلوم ہوا وہ صحیح ہے" ارشاد ہوا "کیا تم اپنا چہرہ مجھ سے چھپا سکتے ہو؟" غرض اسی وقت باہر آنا پڑا اور پھر تمام عمر سامنے نہ جا سکے، آنحضرت صلعم کے بعد جب مسیلمہ کذاب پر فوج کشی ہوئی تو یہ بھی اس مین شریک ہوئے کہ شاید مین اس کو قتل

[1] طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث صفحہ ۹، [2] ایضاً صفحہ ۱۱

کرکے حمزہؓ کے نقصان کی تلافی کرسکون، چنانچہ وہ اس ارادہ مین کامیاب ہوئے[1]، اس طرح خدا نے ان کی ذات سے اسلام کوجس قدر نقصان پہنچایا تھا، اس سے زیادہ فائدہ پہنچایا،

اخلاق

حضرت امیر حمزہؓ کے اخلاق مین سپاہیانہ خصائل نہایت نمایان ہین، شجاعت، جان بازی، اور بہادری ان کے مخصوص اوصاف تھے، مزاج قدرۃً تیز و تند تھا، شراب حرام ہونے سے پہلے اس کے عادی تھے، ایک دفعہ انصار کے ایک میخانہ مین صحبت احباب گرم تھی، اور دورِ ساغر کے ساتھ ایک رقاصہ کی خوش الحان راگنیون سے محفل کا رنگ جما ہوا تھا اسی حالت مین اس نے دو اونٹون کی طرف اشارہ کرکے جو سامنے بندھے ہوئے تھے یہ مصرعہ پڑھا،

الا یا حمزہ للشرف النواء

حضرت حمزہؓ نشہ کی مدہوشی مین بے اختیار کود ے اور دونون کے جگر اور کوہان کاٹ لائے، یہ اونٹ حضرت علیؓ کے تھے، انھون نے یہ حال دیکھا تو آبدیدہ ہوکر دربار نبوت مین شکایت پیش کی، آنحضرت صلعم ان کو اور حضرت زید بن حارثہؓ کو ساتھ لیے ہوئے اسی وقت اس محفلِ طرب مین تشریف لائے اور حضرت حمزہؓ کو ملامت فرمانے لگے لیکن یہان ہوش وحواس پر نشہ کا قبضہ ہوچکا تھا انھون نے ایک دفعہ سر سے پاؤن تک آنحضرت صلعم کو گھور کر دیکھا اور آنکھین لال پیلی کرکے بولے "تم سب ہمارے باپ کے غلام ہو" آپ نے مدہوشی کی یہ کیفیت دیکھی تو اسلٹے پاؤن لوٹ آئے[2]

حضرت امیر حمزہؓ رشتہ دارون کے ساتھ حسن سلوک اور تمام نیک کامون مین

[1] بخاری باب قتل حمزہؓ [2] بخاری کتاب فرض الخمس،

ہمیشہ پیش پیش رہتے تھے، چنانچہ شہادت کے بعد آنحضرت صلعم نے ان کی لاش سے مخاطب ہو کر اس طرح ان محاسن کی داد دی تھی،

رحمۃ اللہ علیک فانک کنت ما علمت وصولا للرحم فعولا للخیرات[۱]، | تم پر خدا کی رحمت ہو کیونکہ جہان تک مجھے معلوم ہے تم قرابتداروں کا سب سے زیادہ خیال رکھتے تھے، نیک کامون مین پیش پیش رہتے تھے،

ازواج واولاد حضرت حمزہؓ نے متعدد شادیان کین، بیویون کے نام یہ ہین، بنت الملہ، خولہ بنت قیس، سلمی بنت عمیس، ان مین سے ہر ایک کے بطن سے اولاد ہوئی، لڑکون کے نام یہ ہین، ابو یعلی، عامر، عمارہ، آخر الذکر دونون لاولد فوت ہوئے، ابو یعلی سے چند اولاد ہوئین لیکن وہ سب بچپن ہی مین قضا کر گئین، اس طرح حضرت حمزہؓ کا سلسلۂ نسل شروع ہی مین منقطع ہو گیا[۲]،

سلمی بنت عمیس کے بطن سے امامہ نام ایک لڑکی بھی تھی، فتح مکہ کے بعد رسول اللہ صلعم نے مراجعت فرمائی تو بھائی بھائی کہکر اس نے پیچھا کیا، حضرت حمزہؓ کے رشتہ دارون مین سے حضرت علیؓ، حضرت جعفرؓ اور حضرت زید بن حارثہؓ نے اس کو اپنی اپنی تربیت مین لینے کا دعوی پیش کیا لیکن آپ نے حضرت جعفرؓ کے حق مین فیصلہ دیا کیونکہ ان کی بیوی اسماء بنت عمیس، امامہ کی حقیقی خالہ تھین، حضرت علیؓ نے آنحضرت صلعم کو امامہ سے شادی کر لینے کی ترغیب دی تھی، لیکن آپ نے انکار کر دیا، اور فرمایا حمزہؓ میرا رضاعی بھائی تھا[۳]،

حضرت عباسؓ بن عبد المطلب

نام، نسب عباس نام، ابو الفضل کنیت، والد کا نام عبد المطلب اور والدہ کا نام نتیلہ تھا،

---

[۱] طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث ص ۔ [۲] ایضاً ص ۔ [۳] ایضاً،

شجرۂ نسب یہ ہے :-

عباس بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف الہاشمی القرشی،

آنحضرت صلعم کے چچا تھے، لیکن عمر مین کچھ زیادہ فرق نہ تھا، غالباً حضرت عباسؓ دو یا تین برس آپ سے پہلے پیدا ہوئے تھے[1]

ابتدائی حالات

حضرت عباسؓ عہدِ طفولیت مین ایک مرتبہ گم ہو گئے تھے، ان کے والد نے خانۂ کعبہ پر غلاف چڑھانے کی نذر مانی، چنانچہ ان کے صحیح وسلامت مل جانے کے بعد نہایت تزک واحتشام کے ساتھ یہ نذر پوری کیگئی، بیان کیا جاتا ہے کہ یہ پہلی عرب خاتون تھین، جنھون نے ایام جاہلیت مین خانۂ کعبہ کو دیبا وحریر سے مزین کیا[2]

زمانۂ جاہلیت مین وہ قریش کے ایک سربرآوردہ رئیس تھے، خانۂ کعبہ کا اہتمام وانصرام اور لوگون کو پانی پلانے کا عہدہ ان کو اپنے والد عبد المطلب سے وراثت مین ملا تھا[3]

آنحضرت صلعم کو خلعتِ نبوت عطا ہوا اور آپ نے مکہ مین علانیہ دعوتِ توحید کی صدا بلند فرمائی تو حضرت عباسؓ نے گو بظاہر ایک عرصہ تک بیعت کے لیے ہاتھ نہین بڑھایا تاہم وہ دل سے اس تحریک کے حامی تھے، چنانچہ اہل یثرب نے جب رسالت پناہ صلعم کو مدینہ تشریف لانے کی دعوت دی اور زمانۂ حج مین بہتّر انصار نے کفار سے چھپکر منیٰ کی ایک گھاٹی مین آنحضرت صلعم کے ہاتھ پر بیعت کی تو اس راز داری کے موقع پر حضرت عباسؓ بھی موجود تھے، انھون نے انصار سے خطاب کرکے کہا "گروہ خزرج! تم کو معلوم ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے خاندان مین معزز ومحترم رہے ہین اور دشمنون کے مقابلہ مین ہم نے ہمیشہ ان کی حفاظت کی ہے، اب وہ تمھارے پاس جانا چاہتے ہین، اگر مرتے

[1] استیعاب تذکرہ عباس بن عبد المطلب [2] اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۰۹ [3] ایضاً،

دم تک اُن کا ساتھ دے سکو تو بہتر ورنہ ابھی سے صاف جواب دیدو[1]" انصار رض نے اس کے جواب مین جان نثاری و وفاشعاری کی ہامی بھری اور اس کے کچھ عرصہ بعد ہی آنحضرت صلعم ہجرت کرکے مدینہ تشریف لے گئے،

جنگ بدر | مشرکین قریش کے مجبور کرنے پر ان کے ساتھ معرکۂ بدر مین شریک ہوئے، لیکن رسول اللہ صلعم حقیقتِ حال سے آگاہ تھے، آپ نے صحابۂ کرامؓ کو ہدایت فرمائی کہ اگر اثنای جنگ مین ابوالبختری، عباس اور دوسرے بنی ہاشم سامنے آجائین تو قتل نہ کئے جائین، کیونکہ وہ زبردستی میدان مین لائے گئے ہین، حضرت ابو حذیفہؓ بول اٹھے کہ ہم اپنے باپ بیٹے، بھائی سے درگذر نہین کرتے تو بنو ہاشم مین کیا خصوصیت ہے، واللہ اگر عباس مجھ کو ہاتھ آئین گے تو مین ان کو تلوار کی لگام دونگا" آنحضرت صلعم نے حضرت عمرؓ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا" ابوحفص! دیکھتے ہو، عم رسولؐ کا چہرہ تلوار کے قابل ہے؟" حضرت عمرؓ نے کہا اجازت دیجئے کہ اس کا سر اڑا دون" لیکن حضرت ابو حذیفہؓ ایک بلند پایہ صحابی تھے، یہ جملہ اتفاقاً زبان سے نکل گیا تھا آپ نے کچھ مواخذہ نہ فرمایا[2]،

اس جنگ مین دوسرے مشرکین قریش کے ساتھ حضرت عباسؓ، عقیل اور نوفل بن حارث بھی گرفتار ہوئے تھے، اتفاق سے حضرت عباسؓ کی مشکین اس قدر کس کر باندھی گئی تھین کہ وہ دردناک آواز کے ساتھ کراہ رہے تھے، یہان تک کہ آنحضرت صلعم ان کی کراہ سنکر رات کو آرام نہ فرما سکے، صحابۂ کرامؓ کو معلوم ہوا تو انھون نے ان کی مشکین ڈھیلی کر دین[3]،

اسیرانِ جنگ کے پاس کپڑے نہ تھے، آنحضرت صلعم نے سب کو کپڑے دلوائے، لیکن حضرت عباسؓ کا قد اس قدر اونچا تھا کہ کسی کا کرتہ ان کے بدن پر ٹھیک نہین اترتا تھا

[1] سیرۃ ابن ہشام ج ۱ ول صفحہ ۲۴۲ [2] ابن سعد جزو ۴ قسم اول صفحہ ۵ [3] ایضاً صفحہ ۷،

عبداللہ بن ابی نے کہ حضرت عباسؓ کا ہم قد تھا، اپنا کرتہ منگوا کر دیا،[۱] آنحضرت صلعم نے منافق ہونے کے باوجود مرنے کے بعد اس کی لاش کو اپنا کرتہ پہنانے کے لیے دیا، وہ درحقیقت اسی احسان کا معاوضہ تھا،

دربارِ رسالت نے قیدیون کو فدیہ لے کر چھوڑ دینے کا فیصلہ کیا، چونکہ حضرت عباسؓ کی والدہ انصار کے ایک قبیلہ (خزرج) سے تھین اس لیے انھون نے آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہو کر عرض کی کہ عباسؓ ہمارے بھانجے ہین ہم ان کا فدیہ چھوڑ دیتے ہین، لیکن آنحضرت صلعم نے مساوات کی بنا پر گوارا نہین فرمایا اور دولتمند ہونے کے باعث ان سے ایک بڑی رقم طلب فرمائی،[۲] حضرت عباسؓ نے ناداری کا عذر پیش کر کے کہا، مین دل سے پہلے ہی مسلمان ہو چکا تھا، مشرکین نے مجھکو بجبر اس جنگ مین شریک کیا" ارشاد ہوا کہ دل کا حال خدا جانتا ہے اگر آپ کا دعویٰ صحیح ہے تو خدا اس کا اجر دیگا، لیکن ظاہری حالت کے لحاظ سے کوئی رعایت نہین ہو سکتی، ناداری کا عذر بھی قابلِ تسلیم نہین کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ آپ مکہ مین ام الفضل کے پاس ایک بڑی رقم رکھ آئے ہین، حضرت عباسؓ نے متعجب ہو کر کہا خدا کی قسم! اس رقم کا حال میرے اور ام الفضل کے سوا کوئی نہین جانتا تھا، بیشک آپ رسولِ خدا ہین اور اپنی طرف سے نیز اپنے بھتیجے عقیل و نوفل بن حارث کی طرف سے گرانقدر فدیہ دے کر مخلصی حاصل کی۔[۳]

تاخیرِ اسلام اور قیامِ مکہ کی غایت

حضرت عباسؓ کا ایک عرصہ تک مکہ مین مقیم رہنا اور علانیہ دائرۂ اسلام مین داخل نہونا درحقیقت ایک مصلحت پر مبنی تھا، وہ کفارِ مکہ کی نقل و حرکت اور ان کے رازہاے سربستہ سے رسول اللہ صلعم کو اطلاع دیتے تھے نیز اس سرزمینِ کفر مین جو ضعفاے

[۱] طبقات ابن سعد قسم اول جزو ربع ص ۔ [۲] بخاری ج ۱ ص ۵۰۲ [۳] مسند ج ۱ ص ۳۵۳،

اسلام رہ گئے تھے ان کے لیے تنہا مامن و ملجا تھے، یہی وجہ ہے کہ حضرت عباسؓ نے جب کبھی رسالت پناہ صلعم سے ہجرت کی اجازت طلب کی تو آپ نے باز رکھا اور فرمایا کہ آپ کا مکہ مین مقیم رہنا بہتر ہے، خدا نے جس طرح مجھ پر نبوت ختم کی ہے اسی طرح آپ پر ہجرت ختم کرے گا۔[1]

گو حضرت عباسؓ نے عرصہ تک اپنے ایمان وعقیدہ کو مشرکینِ قریش سے مخفی رکھا تاہم وہ اپنے دلی رجحان کو چھپا نہ سکے، ایک مرتبہ حضرت حجاج بن علاطؓ آنحضرت صلعم سے اجازت لیکر مکہ آئے، اس زمانہ مین جنگِ خیبر درپیش تھی، اور اہل مکہ نہایت بے چینی کے ساتھ اس کے نتیجہ پر آنکھین لگائے ہوئے تھے، لوگون نے ان کو مدینہ کی طرف سے آتے ہوئے دیکھکر گھیر لیا اور جنگ کی خبر پوچھی بولے "خیبر کی جنگ مین مسلمانون کو نہایت عبرتناک شکست ملی، محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) گرفتار ہوئے، اوران کے اکثر جان نثار قتل کیے گیے، مین اپنا مال لینے آیا ہون کہ دوسرے تاجرون کو خبر ہونے سے پہلے اہل خیبر سے تمام مالِ غنیمت خریدلون"

اس خبر سے یکایک تمام مکہ مین خوشی ومسرت کی لہر دوڑ گئی، وادیِ بطحا کا ہر بچہ بادۂ انبساط سے مخمور ہو گیا، گھر گھر خوشی کے ترانے گائے جانے لگے، لیکن حضرت عباسؓ کا گھر ماتم کدہ تھا، وہ افسردہ دل اور مغموم صورت حجاج بن علاط سے تخلیہ مین ملے اور پوچھا "حجاج! کیا یہ خبر صحیح ہے؟" بولے "نہین! خدا کی قسم آپ کے لیے نہایت خوش آیند خبر ہے، خدا نے آپ کے بھتیجے کو خیبر پر کامل فتح عطا فرمائی، اکثر رؤسائے خیبر قتل کئے گئے، ان کا تمام مال و اسباب مجاہدینِ اسلام کے ہاتھ آیا اور مین نے رسول اللہ صلعم کو اس حال مین چھوڑا کہ خیبر کی شہزادی داخلِ حرم ہو رہی تھی، مین اسلام قبول کر چکا ہون، اور یہان صرف اس لیے

[1] اسد الغابہ ج ۳ صفحہ ۱۱۱،

ہون کہ بلطائف الحیل اپنا مال نے کر رسول اللہ صلعم سے جاملون، آپ میرے جانے کے بعد تین دن تک اس خبر کو پوشیدہ رکھین، کیونکہ مجھے تعاقب کا خوف ہے۔"

حضرت عباسؓ کی مسرت و انبساط کی کوئی انتہا نہ رہی، وہ بمشکل تین دن تک اسکو چھپا سکے اور چوتھے روز نہا دھوکر اور بیش قیمت کپڑے زیب بدن کر کے ہاتھ مین عصا لیے ہوئے خانۂ کعبہ آئے اور طواف کرنے لگے، لوگون نے چھیڑ کر کہا "خدا کی قسم! یہ مصیبت پر اظہار صبر ہے" بولے "قسم ہے اس ذات کی جس کی تم نے قسم کھائی ہرگز نہین! بالکل غلط ہے، خیبر فتح ہوگیا اور اس کا ایک ایک چپہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے اصحاب کے تصرف مین ہے" لوگون نے تعجب سے پوچھا "یہ خبر کہان سے آئی؟" فرمایا "حجاج بن علاط نے بیان کیا جو اسلام قبول کر چکے ہین اور یہان محض اپنا مال لینے آئے تھے" اس حقیقت نے مشرکین مکہ کی تمام مسرت خاک مین ملادی اور وہ ایک فریب خوردہ دشمن کی طرح دانت پیسنے لگے[1]

اسلام و ہجرت فتح مکہ سے کچھ عرصہ پہلے حضرت عباسؓ کو ہجرت کی اجازت مل گئی، چنانچہ وہ مع اہل و عیال رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئے اور علانیہ بیعت کر کے مستقل طور سے مدینہ مین سکونت پذیر ہوئے،

غزوات مکہ کی فوج کشی مین شریک تھے، حنین کی جنگ مین حضرت خیر الانامؐ کے ہمرکاب تھے، اور رہوار رسالت کی باگ تھامے ہوئے ساتھ ساتھ دوڑتے تھے، فرماتے ہین کہ اثناء جنگ مین جب کفار کا غلبہ ہوا اور مسلمانون کے منھ پھر گئے، تو ارشاد ہوا "عباس! نیزہ بردارون کو آواز دو" فطرۃً میری آواز نہایت بلند تھی، مین نے "این اصحاب السمرۃ؟"

[1] اسد الغابہ تذکرۂ حجاج بن علاط،

کا نعرہ مارا تو سب کے سب یکایک پلٹ پڑے اور مسلمانون کا بگڑا ہوا کھیل بنگیا[1] محاصرۂ طائف غزوۂ تبوک اور حجۃ الوداع مین بھی شریک تھے،

آنحضرت صلعم کی وفات

حجۃ الوداع سے واپس آکر آنحضرت صلعم بیمار ہوئے مرض روز بروز بڑھتا گیا، حضرت علیؓ حضرت عباسؓ اور دوسرے بنی ہاشم تیمارداری کی خدمت انجام دیتے تھے، وفات کے دن حضرت علیؓ باہر نکلے، لوگون نے پوچھا کہ رسول اللہ صلعم کا مزاج کیسا ہے؟ چونکہ حالت بظاہر سنبھل گئی تھی اس لئے انھون نے کہا کہ "خدا کے فضل سے اب آپ اچھے ہین" لیکن حضرت عباسؓ خاندان ہاشم کا دیرینہ تجربہ رکھتے تھے، انھون نے حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑ کر کہا، "تمھارا کہان خیال ہے؟ خدا کی قسم تین دن کے بعد تم غلامی کروگے، مین آنکھون سے دیکھ رہا ہون کہ رسول اللہ صلعم عنقریب اس مرض مین وفات پائین گے، کیونکہ مین خاندان عبد المطلب کے چہرون سے موت کا اندازہ کرسکتا ہون آؤ چلو رسول اللہ صلعم سے پوچھ لین کہ آپ کے بعد منصب خلافت کسکو حاصل ہوگا، اگر ہم مستحق ہین تو یہ معلوم ہو جائیگا، ورنہ عرض کرینگے کہ ہمارے لیے وصیت فرما جائین، حضرت علیؓ نے کہا "خدا کی قسم مین نہ پوچھون گا، اگر پوچھنے پر آپ نے انکار کر دیا تو پھر آئندہ ہمیشہ کے لیے اس سے محروم ہو جاؤن گا"[2] حضرت علیؓ کے انکار سے حضرت عباسؓ کو بھی جرأت نہ ہوئی،

غرض آنحضرت صلعم نے اسی روز وفات پائی، حضرت عباسؓ نے حضرت علیؓ اور دوسرے بنو ہاشم کی مدد سے تجہیز و تکفین کی خدمت انجام دی، چونکہ وہ آنحضرت صلعم کے عم محترم تھے، خاندان ہاشم مین سب سے معمر تھے اس لئے، تعزیت و ماتم پرسی کے خیال سے لوگ انھین کے پاس آئے[3]

[1] مسند ج ۱ صفحہ ۲۰۷، [2] بخاری ج ۲ صفحہ ۶۳۹ [3] استیعاب تذکرۂ عباس بن عبد المطلب،

بارگاہ نبوت مین اعزاز | آنحضرت صلعم اپنے عم محترم کی نہایت تعظیم وتوقیر فرماتے تھے اور ان کی معمولی اذیت سے بھی آپ کو تکلیف ہوتی تھی ایک مرتبہ انھون نے بارگاہ نبوت مین شکایت کی کہ قریش جب باہم ملتے ہین تو ان کے چہرون پر تازگی وشگفتگی برستی ہے، لیکن جب ہمسے ملتے ہین تو بشاشت کے بجائے برہمی کے آثار نمایان ہوتے ہین، آنحضرت صلعم یہ سنکر غضبناک ہوئے اور فرمایا "قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ مین میری جان ہے کہ جو شخص خدا اور رسول کے لیے تم لوگون سے محبت نہ کریگا، اس کے دل مین نور ایمان نہ ہوگا،[۱] چچا باپ کا قائم مقام ہے،

ایک دفعہ حضرت عمر رض بن خطاب مدینہ کے محصل مقرر ہوئے انھون نے حسب قاعدہ حضرت عباس رض سے بھی رقم طلب کی، انھون نے انکار کیا تو حضرت عمر رض نے سختی سے تقاضا کیا اور آنحضرت صلعم سے جاکر صورت واقعہ عرض کی، آپ نے فرمایا تم عباس سے کیا چاہتے ہو، بدر کے فدیہ مین تم ان سے بہت کچھ لے چکے، عباس رسول خدا کا چچا ہے، اور چچا باپ ہی کا قائم مقام ہے[۲]

خلفاے راشدین رض | آنحضرت صلعم کے بعد خلفاے راشدین رض نے بھی حضرت عباس رض کی عزت و احترام کا مخصوص لحاظ رکھا، حضرت عمر رض اور حضرت عثمان رض اگر کبھی گھوڑے پر سوار ہوکر انکی طرف سے گذرتے تو تعظیماً اتر پڑتے، اور فرماتے کہ "یہ رسول اللہ صلعم کے عم محترم ہین"[۳]

حضرت عمر رض اکثر انکو اپنے مشورون مین شریک کرتے تھے، اور قحط وخشک سالی کے موقعون پر ان سے دعائین کراتے تھے، قحط عام الرمادہ کے موقعہ پر حضرت عمر رض نے منبر پر کھڑے ہوکر کہا "خدایا! پہلے ہم رسول اللہ صلعم کا وسیلہ پکڑکر حاضر ہوتے تھے، اور اب ہم آنحضرت صلعم کے عم محترم کا وسیلہ لے کر آئے ہین، ان کے طفیل مین ہم کو سیراب کر"[۴] ان کے بعد حضرت عباس رض نے منبر پر بیٹھکر

[۱] جامع ترمذی مناقب حضرت عباس رض و مسند ج ۱ ص ۲۰۷ [۲] جامع ترمذی وغیرہ مناقب عباس رض [۳] استیعاب تذکرہ عباس رض [۴] بخاری ج ۱ ص ۵۲۶،

دعا کے لیے ہاتھ اوٹھایا تو یکایک صاف وشفاف آسمان پر لکہ ہاے ابر نمودار ہوئے اور تھوڑی ہی دیر مین باران رحمت سے تمام کوہ و بیابان جل تھل ہو گئے، حضرت حسان بن ثابت رض نے اس واقعہ کو اس طرح نظم کیا ہے؛

سال الامام وقد تتابع جدبنا	فسقی الغمام بغرۃ العباس
امام کے دعا مانگنے پر بھی خشک سالی بڑھتی گئی	لیکن عباس کی شرافت کے طفیل مین ابر نے سیراب کردیا
عم النبی وصنو والدہ الذی	ورث النبی بذاک دون الناس
وہ آنحضرت صلعم کے چچا اور آپ کے والد کے حقیقی بھائی ہین	انھون نے تمام لوگون کے مقابلہ مین رسول اللہ صلعم کی وراثت پائی
احیی الالہ بہ البلاد فاصبحت	مخضرۃ الاجناب بعد الیاس
ان کے طفیل مین خدا نے ملک کو زندہ کر دیا	اور ناامیدی کے بعد پھر تمام میدان سرسبز ہوگئے،

چونکہ یہ بارش نہایت غیر متوقع تھی، اس لیے لوگ فرط مسرت سے ان کے ہاتھ پاؤن چوم چوم کر کہتے تھے "ساقی حرمین! مبارک ہو، ساقی حرمین! مبارک ہو"[1]

وفات: حضرت عباس رض اٹھاسی برس کی عمر پاکر ۳۲ھ مین ماہ رجب یا رمضان جمعہ کے روز رہگزین عالم جاودان ہوئے، خلیفہ ثالث رض نے نماز جنازہ پڑھائی اور حضرت عبداللہ بن عباس رض نے قبر مین اوتر کر سپرد خاک کیا[2]

اخلاق: حضرت عباس رض نہایت فیاض، مہمان نواز اور رحمدل تھے، حضرت سعد بن ابی وقاص رض فرماتے ہین کہ ایک مرتبہ مقام بقیع مین آنحضرت صلعم نے حضرت عباس رض کو آتے ہوئے دیکھکر فرمایا "یہ عباس رض عم رسول ہین، یہ قریش مین سب سے زیادہ کشادہ دست ہین اور اپنے رشتہ دارون کا خیال رکھتے ہین"[3]

---

[1] استیعاب تذکرہ عباس رض بن عبدالمطلب [2] ایضاً [3] اسدالغابہ ج ۳ صفحہ ۱۱۱

دل نہایت نرم تھا، دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتے تو آنکھوں سے سیلِ اشک رواں ہو جاتا،
یہی وجہ ہے کہ ان کی دعاؤں میں خاص اثر ہوتا تھا،

تمول و ذریعۂ معاش | حضرت عباسؓ ایامِ جاہلیت میں نہایت متمول تھے، چنانچہ جنگِ بدر کے موقع پر رسول اللہ صلعم نے ان سے بیس اوقیہ سونا فدیہ لیا تھا جو دوسرے قیدیوں کے مقابلہ میں بہت زیادہ تھا[1]

تجارت ذریعۂ معاش تھی، ساتھ ہی وہ سودی لین دین بھی کرتے تھے، لوگوں کو سود پر قرض دیتے تھے، یہ سلسلہ فتحِ مکہ تک قائم رہا، حجۃ الوداع کے موقع پر محرم سنہ ۱۰ھ میں آنحضرت صلعم نے جب اپنا مشہور آخری خطبہ دیا تو اس میں فرمایا، "آج سے عرب کے تمام سودی کاروبار بند کئے گئے اور سب سے پہلا سودی کاروبار جس کو میں بند کرتا ہوں، وہ عباسؓ بن عبد المطلب کا ہے[2]"

آنحضرت صلعم مالِ غنیمت کے خمس اور فدک کی آمدنی سے بھی ان کی اعانت فرماتے تھے، رسول اللہ صلعم کی وفات کے بعد انھوں نے حضرت فاطمہؓ کے ساتھ خلیفۂ اول سے فدک اور آنحضرت صلعم کی دوسری متروکہ جائداد میں وراثت کا مطالبہ کیا لیکن "لا نورث ما ترکنا صدقۃ" کی حدیث سنکر خاموش ہو گئے،

حضرت عمرؓ نے اپنے عہدِ خلافت میں باغِ فدک حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کے حوالہ کر دیا تھا، لیکن وہ دونوں باہمی اتفاق سے اس کا انتظام قائم نہ رکھ سکے اور بارگاہِ خلافت میں تقسیم کر دینے کی درخواست پیش کی، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ محض گذارہ کے لیے دیا گیا ہے، اس میں وراثت کا قاعدہ جاری نہیں ہو سکتا[3]

[1] مسند ج ۱ ص ۳۵۳ [2] صحیح مسلم و ابو داؤد، [3] بخاری باب غزوۂ خیبر

حلیہ | حلیہ یہ تھا، قد بلند و بالا، چہرہ خوبصورت، رنگ سفید اور جلد نہایت نازک،

ازواج و اولاد | حضرت عباسؓ نے مختلف اوقات مین متعدد شادیان کین جنسے کثرت سے اولادین ہوئین، سب سے پہلی بیوی لبابہ بنت حارث تھین، ان سے حسب ذیل اولادین ہوئین، فضل، عبداللہ، عبیداللہ، عبدالرحمٰن، قثم، معبد، ام حبیبہ، ام ولد سے یہ اولادین ہوئین، کثیر، تمام، صفیہ، امیمہ، تیسری بیوی، حجیلہ تھین، ان کے بطن سے حارث تھے[۱]

حضرت بلالؓ بن رباح

نام، نسب | بلال نام، ابو عبداللہ کنیت، والد کا نام رباح اور والدہ کا نام حمامہ تھا، یہ حبشی نژاد غلام تھے لیکن مکہ ہی مین پیدا ہوئے، بنی جمح ان کے آقا تھے[۲]

اسلام | حضرت بلالؓ صورت ظاہری کے لحاظ سے گو سیہ فام حبشی تھے تاہم آئینۂ دل شفاف تھا، اس کو ضیای ایمان نے اس وقت منور کیا جبکہ وادیِ بطحا کی اکثر گوری مخلوق غرورِ حسن و زعمِ شرافت مین ضلالت و گمراہی کی ٹھوکرین کھا رہی تھی، جن معدودے چند بزرگون نے داعیِ حق کو لبیک کہا تھا ان مین صرف سات آدمیون کو اس کے اعلان کی توفیق ہوئی تھی جنمین ایک یہ غلام حبشی بھی تھا[۳] پھر ہے،

این سعادت بزورِ بازو نیست تا نہ بخشد خدای بخشندہ

ابتلاء و استقامت | کمزور ہمیشہ سب سے زیادہ ظلم و ستم کا آماجگاہ رہتا ہے، حضرت بلالؓ کی جو ذاتی حالت تھی اس کے لحاظ سے وہ اور بھی اس ناموسِ جفا کے شکار ہوئے، گوناگون مصائب اور طرح طرح کے مظالم سے ان کے استقلال و استقامت کی آزمایش ہوئی، تپتی ہوئی

---

[۱] طبقات ابن سعد جزو ۴ ق اول صـ۲ [۲] اسد الغابہ ج ا صـ۲۰۶ [۳] طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث صـ۱۶۶،

ریگ، جلتے ہوئے سنگریزون اور دہکتے انگارون پر لٹائے گئے، مشرکین کے لڑکون نے گلوے مبارک مین رسیان ڈال کر بازیچۂ اطفال بنایا لیکن ان تمام روح فرساو جان گسل آزمایشون کے باوجود توحید کا حبل متین ہاتھ سے نہ چھوٹا، ابوجہل ان کو منھ کے بھل سنگریزون پر لٹا کر اوپر سے پتھر کی چکی رکھدیتا اور جب آفتاب کی تمازت بیقرار کردیتی تو کہتا" بلال! اب بھی محمد کے خدا سے باز آ" لیکن اس وقت بھی دہن مبارک سے یہی " احد" " احد" نکلتا[۱]،

ستم پیشہ مشرکین مین امیہ بن خلف سب سے زیادہ پیش پیش تھا اوسکی جدت طرازیون نے ظلم وجفا کے نئے طریقے ایجاد کئے تھے، وہ ان کو طرح طرح سے اذیتین پہنچاتا، کبھی گائے کی کھال مین لپیٹتا، کبھی لوہے کی زرہ پہنا کر جلتی ہوئی دھوپ مین بٹھاتا اور کہتا "تمہارا خدا لات اور عزی ہے" لیکن اس وارفتۂ توحید کی زبان سے "احد" "احد" کے سوا اور کوئی کلمہ نکلتا، مشرکین کہتے کہ تم ہمارے ہی الفاظ کا اعادہ کرو تو فرماتے کہ میری زبان ان کو اچھی طرح ادا نہین کرسکتی[۲]

آزادی | حضرت بلالؓ ایک روز حسب معمول وادی بطحا مین مشق ستم بنائے جارہے تھے، حضرت ابوبکر صدیقؓ اس طرف سے گذرے تو یہ عبرتناک منظر دیکھکر دل بھرآیا اور ایک گرانقدر رقم معاوضہ دے کر آزاد کردیا، آنحضرت صلعم نے سنا تو فرمایا " ابوبکر! تم مجھے بھی اس مین شریک کرلو" عرض کی "یارسول اللہ! مین آزاد کراچکا ہون[۳]"

ہجرت | وہ مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ پہنچے تو حضرت سعد بن خیثمہؓ کے مہمان ہوئے، حضرت ابورویحہ عبداللہ بن عبدالرحمن خثعمی سے مواخات ہوئی، ان دونون مین نہایت شدید محبت پیدا ہوگئی تھی، عہد فاروق مین حضرت بلالؓ نے شامی مہم مین شرکت کا ارادہ کیا تو حضرت

[۱] اسد الغابہ ج ۱ صفحہ ۲۰۶، [۲] طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث صفحہ ۱۶۵ [۳] اضیاو بخاری،

عمرؓ نے پوچھا تو بلال! تمھارا وظیفہ کون وصول کرے گا؟" عرض کی "ابورویحہ کیونکہ رسول اللہ صلعم نے ہم دونون مین جو برادرانہ تعلق پیدا کر دیا ہے وہ کبھی منقطع نہین ہو سکتا[1]"

موذنی مدینہ کا اسلام مکہ کی طرح بے بس اور مجبور نہ تھا، یہان پہنچنے کے ساتھ شعارِ اسلام و دینِ متین کی اصولی تدوین و تکمیل کا سلسلہ شروع ہوا، مسجد تعمیر ہوئی، خداے لایزال کی عبادت و پرستش کے لیے نماز پنجگانہ قائم ہوئی اور اعلان عام کے لیے اذان کا طریقہ وضع کیا گیا، حضرت بلالؓ سب سے پہلے وہ بزرگ ہین جو اذان دینے پر مامور ہوئے[2]

حضرت بلالؓ کی آواز نہایت بلند و دلکش تھی، ان کی ایک صدا توحید کے متوالون کو بیچین کر دیتی تھی، مرد اپنا کار و بار، عورتین شبستانِ حرم اور بچے کھیل کو چھوڑ کر والہانہ وارفتگی کے ساتھ ان کے اردگرد جمع ہو جاتے، جب خداے واحد کے پرستارون کا مجمع کافی ہو جاتا تو نہایت ادب کیساتھ آستانۂ نبوت پر کھڑے ہو کر کہتے، حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح الصلوٰۃ یا رسول اللہ! یعنی یارسول اللہ! نماز تیار ہے، غرض آپ تشریف لاتے اور حضرت بلالؓ کی صداے سامعہ نواز تکبیر اقامت کے نعرون سے بندگانِ توحید کو بارگاہِ ذوالجلال والاکرام مین سربسجود ہونے کے لیے صف بصف کھڑا کر دیتی[3]

حضرت بلالؓ اگر کسی روز مدینہ مین موجود نہ ہوتے تو حضرت ابومحذورہؓ اور حضرت عمروؓ بن ام مکتومؓ ان کی قائم مقامی کرتے تھے، صبح کی اذان عموماً کچھ رات رہتے ہوئے دیتے تھے، یہی وجہ ہے کہ صبح کے وقت دو اذانین مقرر کی گئی تھین، آخری اذان حضرت عمروؓ بن ام مکتوم دیتے تھے، چونکہ وہ نابینا تھے اس لیے ان کو وقت کا پتہ نہ چلتا تھا جب لوگ ان سے کہتے تھے کہ "صبح ہو گئی" "صبح ہو گئی" تو اٹھ کر نداے تکبیر بلند فرماتے تھے، اسی بنا پر رمضان مین بھی

---

[1] طبقات ابن سعد قسم اوّل جزو ثالث صفحہ ۱۶۷ [2] بخاری باب بدء الاذان [3] طبقات ابن سعد قسم اوّل جزو ثالث صفحہ ۱۶۷

حضرت بلالؓ کی اذان کے بعد اکل وشرب جائز تھا، کیونکہ آپ نے فرمایا تھا کہ بلالؓ کی اذان صرف اس لیے ہے کہ جو لوگ رات بھر عبادت الٰہی مین مصروف رہے ہین وہ اب کچھ دیر آرام کرین اور جو تمام رات خوابِ راحت مین سرشار رہے ہین وہ بیدار ہو کر نمازِ صبح کی تیاری کرین، لیکن وہ صبح کا وقت نہین ہوتا بلکہ کچھ رات باقی رہتی ہے[1]

حضرت بلالؓ سفر وحضر ہر موقع پر رسول اللہ صلعم کے مؤذن خاص تھے، ایک دفعہ سفر درپیش تھا ایک جگہ رات ہو گئی، بعض صحابہؓ نے عرض کی "یا رسول اللہ! اگر اسی جگہ پڑاؤ کا حکم ہوتا تو بہتر تھا" ارشاد ہوا "مجھے خوف ہے کہ نیند تم کو نماز سے غافل کر دے گی" حضرت بلالؓ کو اپنی شب بیداری پر اعتماد تھا، انھون نے بڑھکر ذمہ لیا کہ وہ سب کو بیدار کر دینگے، غرض پڑاؤ کا حکم ہوا اور سب لوگ مشغولِ راحت ہوئے، حضرت بلالؓ نے مزید احتیاط کے خیال سے شب زندہ داری کا ارادہ کر لیا اور رات بھر اپنے کجاوہ پر ٹیک لگائے بیٹھے رہے، لیکن اتفاقِ وقت اس حالت مین بھی آنکھ لگ گئی اور ایسی غفلت طاری ہوئی کہ طلوعِ آفتاب تک ہشیار نہ ہوئے، آنحضرت صلعم نے خوابِ راحت سے بیدار ہو کر سب سے پہلے ان کو پکارا اور فرمایا "بلال! تمھاری ذمہ داری کیا ہوئی؟" عرض کی "یا رسول اللہ! آج کچھ ایسی غفلت طاری ہوئی کہ مجھے کبھی ایسا اتفاق نہین ہوا تھا" ارشاد ہوا "بیشک خدا جب چاہتا ہے تمھاری روحون پر قبضہ کر لیتا ہے اور جب چاہتا ہے تم مین واپس کر دیتا ہے، اچھا اٹھو اذان دو اور لوگون کو نماز کے لیے جمع کرو"[2]

غزوات — حضرت بلالؓ تمام مشہور غزوات مین شریک تھے، غزوۂ بدر مین انھون نے امیہ بن خلف کو تہ تیغ کیا جو اسلام کا بہت بڑا دشمن تھا اور خود ان کی ایذا رسانی مین بھی اس کا ہاتھ

[1] بخاری باب الاذان بعد الفجر وباب اذان الاعمیٰ [2] بخاری باب الاذان بعد ذہاب الوقت،

سب سے پیش پیش تھا،[1]

فتح مکہ مین بھی آنحضرت صلعم کے ہمرکاب تھے، آپ خانۂ کعبہ مین داخل ہوئے تو اس مؤذن خاص کو معیت کا فخر حاصل تھا،[2] انھین حکم ہوا کہ کعبہ کی چھت پر کھڑے ہو کر توحید کی پرعظمت صدائے تکبیر بلند کرین، خدا کی قدرت وہ حریم قدس جسکو ابو الانبیاء ابراہیمؑ نے خدائے واحد کی پرستش کے لیے تعمیر کیا تھا، مدتون صنم خانہ رہنے کے بعد پھر ایک حبشی نژاد کے نغمۂ توحید سے گونج اٹھا،[3]

آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد حضرت بلالؓ نے اپنے محسن و ولی نعمت حضرت صدیق اکبرؓ سے عرض کی "یا خلیفہ رسول اللہ! آپ نے خدا کے لیے آزاد کیا ہے، یا اپنی مصاحبت کے لئے" فرمایا "خدا کے لیے" بولے "مین نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہے کہ راہِ خدا مین جہاد کرنا مومن کا سب سے بہتر کام ہے اس لیے مین چاہتا ہون کہ پیامِ موت تک اسی عمل خیر کو لازمۂ حیات بنالون" حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا "بلال! مین تمھین خدا اور اپنے حق کا واسطہ دیتا ہون کہ تم مجھے اس عالمِ پیری مین داغِ مفارقت نہ دو" اس مؤثر فرمان نے حضرت بلالؓ کو عہدِ صدیقی کے غزوات مین شریک ہونے سے باز رکھا،[4]

حضرت ابو بکرؓ کے بعد حضرت عمرؓ نے مسندِ خلافت پر قدم رکھا تو انھون نے پھر شرکتِ جہاد کی اجازت طلب کی، خلیفۂ اول کی طرح خلیفۂ دوم نے بھی ان کو روکنا چاہا لیکن جوشِ جہاد کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا، بیحد اصرار کے بعد اجازت حاصل کی، اور شامی مہم مین شریک ہو گئے،[5] حضرت عمرؓ نے ۱۶ھ مین شام کا سفر کیا تو دوسرے افسرانِ فوج کے

[1] اسد الغابہ ج ۱ ص ۲۰۷ [2] بخاری کتاب المغازی باب دخول النبی صلعم من اعلی مکۃ [3] طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث ص ۱۶۷ [4] بخاری وطبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث ص ۱۶۸ [5] ایضاً،

ساتھ حضرت بلالؓ نے بھی مقام جابیہ مین ان کو خوش آمدید کہا اور بیت المقدس کی سیاحت مین ہمرکاب رہے، ایک روز حضرت عمرؓ نے ان سے اذان دینے کی فرمائش کی تو بولے "گو مین عہد کرچکا ہون کہ حضرت خیرالانام صلعم کے بعد کسی کے لیے اذان نہ دونگا، تاہم آج آپ کی خواہش پوری کرونگا" یہ کہکر اس عندلیب توحید نے کچھ ایسے لحن مین خدا اے ذوالجلال کی عظمت وشوکت کا نغمہ سنایا کہ تمام مجمع بیتاب ہوگیا، حضرت عمرؓ اس قدر روئے کہ ہچکی بندھ گئی، حضرت ابوعبیدہؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ بھی بے اختیار رو رہے تھے، غرض سب کے سامنے عہد نبوت کا نقشہ کھنچ گیا اور تمام سامعین نے ایک خاص کیفیت محسوس کی[1]،

شام مین توطن حضرت بلالؓ کو ملک شام کی سرسبز وشاداب زمین پسند آگئی تھی، انھون نے خلیفۂ دوم سے درخواست کی کہ ان کو اور ان کے اسلامی بھائی حضرت ابورویحہؓ کو یہان مستقل سکونت کی اجازت دیجائے، یہ درخواست منظور ہوئی تو ان دونون نے قصبہ خولان مین مستقل اقامت اختیار کرلی اور حضرت ابوالدرداء انصاریؓ کے خاندان سے جو پہلے ہی یہان آکر آباد ہو گیا تھا رشتۂ مناکحت کی سلسلہ جنبانی فرماتے ہوئے کہا "ہم دونون کافر تھے خدا نے ہماری ہدایت کی، ہم غلام تھے اس نے آزاد کرایا، ہم محتاج تھے اس نے مالدار بنایا، اب ہم تمھارے خاندان سے پیوستہ ہونے کی آرزو رکھتے ہین، اگر تم رشتۂ ازدواج سے یہ آرزو پوری کروگے تو خدا کا شکر ہے ورنہ کوئی شکایت نہین" اسلام نے کالے، گورے، حبشی اور عربی کی تفریق مٹادی تھی، انصار نے نہایت خوشی کیساتھ ان کے اس پیام کو لبیک کہا اور اپنی لڑکیون سے شادی کردی[2]،

حضرت بلالؓ نے ایک عرصہ تک شام مین متوطن رہنے کے بعد ایک رسول اللہ

---

[1] تاریخ طبری واسد الغابہ ج ۱ ص ۲۰۸ [2] اسد الغابہ ج ۱ ص ۲۰۸،

صلعم کو خواب مین دیکھا کہ آپ فرما رہے ہین "بلالؓ! یہ خشک زندگی کب تک ؟ کیا تمھارے لئے وہ وقت نہین آیا کہ ہماری زیارت کرو؟" اس خواب نے گذشتہ زندگی کے پُر لطف افسانے یاد دلائے، عشق و محبت کے مرجھائے ہوئے زخم پھر ہرے ہو گئے، اسی وقت مدینہ کی راہ لی اور روضۂ اقدس پر حاضر ہو کر مرغ بسمل کی طرح تڑپنے لگے، آنکھون سے سیلِ اشک رواں تھا، اور مضطربانہ جوش و محبت کے ساتھ جگر گوشگانِ رسول یعنی حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ کو چمٹا چمٹا کر پیار کر رہے تھے، ان دونون نے خواہش ظاہر کی کہ آج صبح کے وقت اذان دیجئے، گو ارادہ کر چکے تھے کہ رسول اللہ صلعم کے بعد وہ اذان نہ دینگے تاہم ان کی فرمایش ٹال نہ سکے، صبح کے وقت مسجد کی چھت پر کھڑے ہو کر نعرۂ تکبیر بلند کیا تو تمام مدینہ گونج اٹھا، اس کے بعد نعرۂ توحید نے اس کو اور بھی پُر عظمت بنا دیا لیکن جب اشہد ان محمدا رسول اللہ کا نعرہ بلند کیا تو عورتین تک بے قرار ہو کر پردون سے نکل پڑین اور تمام عاشقانِ رسول کے رخسارے آنسوؤن سے تر ہو گئے، بیان کیا جاتا ہے کہ مدینہ مین ایسا پُر اثر منظر کبھی دیکھنے مین نہین آیا تھا[1]،

وفات سنہ ۲۰ھ مین اس مخلص باوفا نے اپنے محبوب آقا کی دائمی رفاقت کے لیے دنیائے فانی کو خیر باد کہا، کم و بیش ساٹھ برس کی عمر پائی، دمشق مین باب الصغیر کے قریب مدفون ہوئے[2]،

اخلاق محاسنِ اخلاق نے حضرت بلالؓ کے پایۂ فضل و کمال کو نہایت بلند کر دیا تھا حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے ابوبکرؓ سیدنا و اعتق سیدنا یعنی ابوبکرؓ ہمارے سردار ہین، اور انھون نے سردار بلالؓ کو آزاد کیا ہے[3]،

جبیب خدا صلعم کی خدمت گذاری ان کا مخصوص مقصد حیات تھا، ہر وقت بارگاہ نبوی

[1] اسد الغابہ ج ۱ ص ۲۰۸، [2] ایضاً ص ۲۰۹، [3] مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۲۸۴،

مین حاضر رہتے، آپ کہین باہر تشریف لیجاتے تو خادم جان نثار کی طرح ہمراہ ہوتے، عیدین و استسقاء کے مواقع پر بَلم لے کر آگے آگے چلتے[1]، وعظ و پند کی مجلسون مین ساتھ جاتے، افلاس و ناداری کے باوجود ان کو جو کچھ میسر آجاتا اس کا ایک حصہ رسول اللہ صلعم کی ضیافت کے لیے پس انداز کرتے، ایک دفعہ برنی کھجورین (جو نہایت خوش ذائقہ ہوتی ہین) آنحضرت صلعم کی خدمت مین لائے، آپ نے تعجب سے پوچھا "بلال! یہ کہان سے؟" عرض کی میرے پاس جو کھجورین تھین وہ نہایت خراب قسم کی تھین، چونکہ مجھے حضور کی خدمت مین پیش کرنا تھا اسلیے مین نے دو صاع دے کر یہ ایک صاع اچھی کھجورین حاصل کین، ارشاد ہوا، "اُف! اُف!! ایسا نہ کیا کرو، یہ تو عین ربا ہے، اگر تمھین خریدنا تھا تو پہلے اپنی کھجورون کو فروخت کرتے، پھر اس کی قیمت سے اس کو خرید لیتے[2]"

حضرت بلالؓ مکہ کی زندگی مین جن عبرتناک مظالم و مصائب کے متحمل ہوئے اس سے ان کی غیر معمولی استقامت و استقلال کا اندازہ ہوا ہوگا، تواضع و خاکساری اُن کی فطرت مین داخل تھی، لوگ ان کے سامنے ان کے فضائل و محاسن کا تذکرہ کرتے تو فرماتے "مین صرف ایک حبشی ہون جو کل تک معمولی غلام تھا[3]" صداقت، بے لوثی اور دیانت داری نے ان کو نہایت معتمد علیہ بنا دیا تھا، ان کے ایک بھائی نے جو بزعم خود اپنے آپ کو عرب سمجھتے تھے، ایک عربی خاتون کے پاس نکاح کا پیام بھیجا، اس کے خاندان والون نے جواب دیا کہ اگر بلال ہمارے پاس آکر تصدیق کرین گے تو ہم کو بخوشی منظور ہے، حضرت بلالؓ نے کہا، صاحبو! مین بلال بن رباح ہون اور یہ میرا بھائی ہے، مین جانتا ہون کہ اخلاق و مذہب کے لحاظ سے یہ بُرا آدمی ہے، اگر تم چاہو تو اس سے بیاہ دو ورنہ

[1] طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث ص۱۶۸ [2] بخاری ج ۱ ص۳۱۱ [3] طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث ص۱۶۹،

انکار کرو"۔ انھون نے کہا "بلال! تم جس کے بھائی ہو گے اُس سے تعلق پیدا کرنا ہمارے لیے عار نہین"[1]

مذہبی زندگی: حضرت بلالؓ رسول اللہ صلعم کے مؤذن خاص تھے، اس بنا پر ان کو ہمیشہ خانۂ خدا مین حاضر رہنا پڑتا تھا، معاملاتِ دنیاوی سے سروکار نہونے کے باعث عبادت وشب زندہ داری ان کا خاص مشغلہ تھا، ایک مرتبہ رسول اللہ صلعم نے ان سے پوچھا کہ تم کو کس عملِ خیر پر سب سے زیادہ ثواب کی اُمید ہے، عرض کی "مین نے ایسا کوئی کام نہین کیا ہے، البتہ ہر طہارت کے بعد نماز ادا کی ہے"[2] نماز مین عموماً سب سے پہلے آمین کہتے تھے، لیکن رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ مجھ سے سبقت نہ کیا کرو[3]

ایمان کو تمام اعمال حسنہ کی بنیاد سمجھتے تھے، ایک مرتبہ کسی نے پوچھا کہ سب سے بہتر عمل کیا ہے؟ بولے "خدا اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، پھر جہاد، پھر حج مبرور"[4]

حلیہ: حلیہ یہ تھا قد نہایت طویل، جسم لاغر، رنگ نہایت گندم گون بلکہ مائل بہ سیاہی، سر کے بال نہایت گھنے، خمدار اور اکثر سفید تھے،[5]

ازواج: حضرت بلالؓ نے متعدد شادیان کین، ان کی بعض بیویان عرب کے نہایت شریف و معزز گھرانون سے تعلق رکھتی تھین، ابو بکرؓ کی صاحبزادی سے خود رسول اللہ صلعم نے نکاح کرا دیا تھا، بنی زہرہ اور حضرت ابوالدرداءؓ کے خاندان مین بھی رشتۂ مصاہرت قائم ہوا تھا، لیکن کسی سے کوئی اولاد نہین ہوئی،[6]

---

[1] مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۲۸۳ [2] بخاری ج ۲ صفحہ ۱۱۲۴ [3] اصابہ تذکرہ بلال بحوالۂ بخاری،

[4] بخاری ج ۲ صفحہ ۱۱۲۴، [5] طبقات ابن سعد قسم اوّل جزء ثالث صفحہ ۱۷۰،

[6] طبقات ابن سعد قسم اوّل جزء ثالث صفحہ ۱۶۹

حضرت جعفر طیارؓ

نام، نسب جعفر نام، ابو عبد اللہ کنیت، والد کا نام عبد مناف (ابو طالب) اور والدہ کا نام فاطمہ تھا، شجرۂ نسب یہ ہے جعفر بن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی القرشی الہاشمی،

آنحضرت صلعم کے ابن عم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سگے بھائی تھے، اور عمر مین اُن سے تقریبًا دس سال بڑے تھے،

اسلام آنحضرت صلعم ایک روز حضرت علیؓ کے ساتھ مشغولِ عبادت تھے، خاندانِ ہاشم کے سردار ابو طالب نے اپنے دو عزیزون کو بارگاہِ صمدیت مین سربسجود دیکھا تو دل پر خاص اثر ہوا، اپنے صاحبزادہ حضرت جعفرؓ کی طرف دیکھکر کہا "جعفر! تم بھی اپنے ابن عم کے ایک پہلو مین کھڑے ہو جاؤ" حضرت جعفرؓ نے بائین طرف کھڑے ہو کر نماز ادا کی، اُن کو خدائے لایزال کی عبادت و پرستش مین ایسا مزہ ملا کہ وہ بہت جلد یعنی آنحضرت صلعم کے زید بن ارقم کے گھر مین پناہ گزین ہونے کے قبل ہمیشہ کے لیے اس کے پرستارون مین داخل ہو گئے، اس وقت تک اکتیس ۳۱ آدمی اس سعادت سے مشرف ہوئے تھے[1]،

ہجرتِ حبش مشرکینِ قریش کی ستم آرائیون سے تنگ آکر جب مسلمانون کی جماعت نے حبش کی راہ لی تو حضرت جعفرؓ بھی اس کے ساتھ ہو گئے، لیکن قریش نے یہان بھی چین لینے نہ دیا، نجاشی کے دربار مین مکہ سے گرانقدر تحائف کے ساتھ ایک وفد آیا اور اس نے درباری پادریون

[1] اسد الغابہ ج ۱ ص ۲۸۶ و ابن سعد جزو ۴ ق اول ص ۲۳،

کو تائید پر آمادہ کر کے نجاشی سے درخواست کی کہ "ہماری قوم کے چند ناسمجھ نوجوان اپنے آبائی مذہب سے برگشتہ ہو کر حضور کے قلمرو سے حکومت مین چلے آئے ہین، انھون نے ایک ایسا نرالا مذہب ایجاد کیا ہے جس کو پہلے کوئی جانتا بھی نہ تھا، ہم کو ان کے بزرگون اور رشتہ دارون نے بھیجا ہے کہ حضور ان لوگون کو ہمارے ساتھ واپس کر دین"۔ درباریون نے بھی بلند آہنگی کے ساتھ اس مطالبہ کی تائید کی، نجاشی نے مسلمانون سے بلا کر پوچھا کہ "وہ کون سا نیا مذہب ہے جس کے لیے تم لوگون نے اپنا خاندانی مذہب چھوڑ دیا؟"

حضرت جعفرؓ کی دربارِ حبش مین اسلام پر تقریر

مسلمانون نے نجاشی سے گفتگو کے لیے اپنی طرف سے حضرت جعفرؓ کو منتخب کیا، انھون نے اس طرح تقریر کی "بادشاہ سلامت! ہماری قوم نہایت جاہل تھی، ہم بت پوجتے تھے، مردار کھاتے تھے، بدکاریان کرتے تھے، رشتہ دارون اور پڑوسیون کو ستاتے تھے، طاقتور کمزورون کو کھا جاتا تھا، غرض ہم اسی بدبختی مین تھے کہ خدا نے خود ہماری جماعت مین سے ایک شخص کو ہمارے پاس رسول بنا کر بھیجا، ہم اسکی شرافت، راستی، دیانت داری اور پاکبازی سے اچھی طرح آگاہ تھے، اس نے ہم کو شرک و بت پرستی سے روک کر توحید کی دعوت دی، راست بازی، امانت داری، ہمسایہ اور رشتہ دارون سے محبت کا سبق ہم کو سکھایا اور ہم سے کہا کہ ہم جھوٹ نہ بولین، بے وجہ دنیا مین خونریزی نہ کرین، بدکاری اور فریب سے باز آئین، یتیم کا مال نہ کھائین، شریف عورتون پر بدنامی کا داغ نہ لگائین، بت پرستی چھوڑ دین، ایک خدا پر ایمان لائین، نماز پڑھین، روزے رکھین، زکوٰۃ دین، ہم اس پر ایمان لائے اور اسکی تعلیم پر چلے، ہمنے بتون کو پوجنا چھوڑا، صرف ایک خدا کی پرستش کی اور حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھا، اس پر ہماری قوم ہماری جان کی دشمن ہو گئی، اس نے طرح طرح سے ظلم و تشدد کر کے ہم کو پھر بت پرستی اور جاہلیت کے برے کامون مین مبتلا کرنا چاہا،

یہان تک کہ ہم لوگ ان کے ظلم وستم سے تنگ آکر آپ کی حکومت مین چلے آئے"،
نجاشی نے کہا "تمھارے نبی پر جو کتاب نازل ہوئی ہو اسکو کہین سے پڑھکر سناؤ" حضرت
جعفر رض نے سورۂ مریم کی چند آیتین تلاوت کین تو نجاشی پر ایک خاص کیفیت طاری ہوگئی'
اس نے کہا "خدا کی قسم! یہ اور تورات ایک ہی چراغ کے پرتو ہین" اور قریش کے سفیرون سے
مخاطب ہو کر کہا "واللہ! مین ان کو کبھی واپس جانے نہ دونگا"
سفرائے قریش نے ایک دفعہ پھر کوشش کی اور دوسرے روز دربار مین باریاب
ہو کر عرض کی "حضور! کچھ یہ بھی جانتے ہین کہ حضرت عیسیٰ ع کے متعلق ان لوگون کا کیا خیال ہو"
نجاشی نے جواب دینے کے لیے مسلمانون کو بلایا، ان لوگون کو سخت تردد تھا کہ کیا جواب
دین، حضرت جعفر رض نے کہا کچھ بھی ہو، خدا اور رسول نے جو کچھ بتایا ہے، ہم اس سے انحراف
نہین کرین گے، غرض دربار مین پہنچے تو نجاشی نے پوچھا "حضرت عیسیٰ ع کی نسبت تمھارا کیا
اعتقاد ہے؟" حضرت جعفر رض نے کہا "ہم ان کو خدا کا بندہ، پیمبر اور اس کی روح مانتے ہین" نجاشی
نے زمین سے ایک تنکا اٹھا کر کہا "واللہ جو کچھ تم نے کہا عیسیٰ بن مریم اس سے اُس تنکے کے
برابر بھی زیادہ نہین ہین" یہ سنکر دربار کے پادری جو ابن اللہ کا عقیدہ رکھتے تھے نہایت برہم
ہوئے، نتھنون سے خرخراہٹ کی آوازین آنے لگین لیکن نجاشی نے کچھ پروانہ کی اور
قریش کی سفارت ناکام واپس آئی [1]

حبش سے مدینہ | حضرت جعفر آنحضرت صلعم کے مدینہ کی ہجرت کے چھ سال بعد تک حبشہ ہی مین رہے
سنہ ۷ھ مین وہ حبش سے مدینہ آئے، یہ وہ زمانہ تھا کہ خیبر فتح ہوگیا تھا، اور مسلمان اسکی خوشی
منارہے تھے، کہ مسلمانون کے اپنے ان دور افتادہ بھائیون کی واپسی کی دوہری خوشی ہوئی،

---

[1] مسند احمد ج ۱ ص ۲۰۱ تا ۲۰۳،

حضرت جعفرؓ سامنے آئے تو آنحضرت صلعم نے ان کو گلے سے لگایا اور پیشانی چوم کر فرمایا "مین نہین جانتا کہ مجھکو جعفر کے آنے سے زیادہ خوشی ہوئی یا خیبر کی فتح سے؟"[۱]

حضرت جعفرؓ کی واپسی کو ابھی ایک سال بھی گذرنے نہ پایا تھا، کہ انکے امتحان کا وقت آگیا،[۲]

غزوۂ موتہ | جمادی الاولیٰ سنہ۸ھ مین موتہ پر فوج کشی ہوئی، آنحضرت صلعم نے فوج کا علم حضرت زید بن حارثہؓ کو عطا کر کے فرمایا کہ "اگر زید شہید ہون تو جعفرؓ اور اگر جعفر بھی شہید ہون تو عبداللہ بن رواحہ اس جماعت کے امیر ہونگے"[۳] چونکہ حضرت جعفرؓ اپنے مخصوص تعلقات کی بنا پر متوقع تھے کہ شرفِ امارت انھین کو حاصل ہوگا، اس لیے انھون نے کھڑے ہوکر عرض کی یارسول اللہ! میرا کبھی یہ خیال نہ تھا کہ آپ زید کو مجھ پر امیر بنائین گے" ارشاد ہوا "اسکو جانے دو تم نہین جان سکتے کہ بہتری کس مین ہے"[۴] آنحضرت صلعم اس غزوہ کے انجام ونتیجہ سے آگاہ تھے' اس لیے فرمایا کہ اگر زید شہید ہون تو جعفر علم سنبھالین، اگر وہ بھی شہید ہون تو عبداللہ بن رواحہ ان کی جگہ لین[۵]،

شہادت | موتہ پہنچکر معرکۂ کارزار گرم ہوا، تین ہزار غازیانِ دین کے مقابلہ مین غنیم کا ایک لاکھ ٹڈی دل تھا، امیرِ فوج حضرت زیدؓ شہید ہوئے تو حضرت جعفرؓ گھوڑے سے کود پڑے اور علم سنبھال کر غنیم کی صفین چیرتے ہوئے آگے بڑھے، دشمنون کا ہر طرف سے نرغہ تھا تیغ وتبر، تیر وسنان کی بارش ہورہی تھی' یہان تک کہ تمام بدن زخمون سے چھلنی ہوگیا، دونون ہاتھ بھی یکے بادیگرے شہید ہوئے مگر اس جانباز نے اس حالت مین بھی توحید کے جھنڈے کو سرنگون ہونے نہ دیا، بالآخر جب شہید ہوکر گرے تو عبداللہ بن رواحہؓ نے اور ان کے بعد

[۱] طبقات ابن سعد ج ۴ ق اول ص۲۳، مختصراً بخاری ذکر غزوۂ خیبر مین ہے [۲] بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ موتہ [۳] طبقات ابن سعد ق ج ۴ ص۳۲ [۴] طبقات ابن سعد حصہ مغازی غزوۂ موتہ [۵] اسد الغابہ ج ۱ ص ۲۸۸،

حضرت خالد سیف اللہؓ نے علم ہاتھ مین لیا اور مسلمانون کو بچا لائے،

حضرت عبداللہ بن عمرؓ اس جنگ مین شریک تھے فرماتے ہین کہ مین نے جعفرؓ کی لاش کو تلاش کر کے دیکھا تو صرف سامنے کی طرف پچاس زخم تھے، تمام بدن کے زخمون کا شمار تو نوے سے بھی متجاوز تھا[1] لیکن ان مین سے کوئی زخم پشت پر نہ تھا[2]

رسول اللہ صلعم کا حزن و ملال — میدانِ جنگ مین جو کچھ ہو رہا تھا، خدا کے حکم سے آنحضرت صلعم کے سامنے تھا، چنانچہ خبر آنے سے پہلے ہی آپ نے حضرت جعفرؓ وغیرہ کی شہادت کا حال بیان فرما دیا، اس وقت آپ کی آنکھون سے بے اختیار آنسو جاری ہوگئے اور روئے انور پر حزن و ملال کے آثار نمایان تھے[3]

حضرت جعفرؓ کی اہلیہ محترمہ حضرت اسماء بنت عمیسؓ فرماتی ہین کہ مین آٹا گوندھ چکی تھی اور لڑکون کو نہلا دھلا کر صاف کپڑے پہنا رہی تھی، کہ آنحضرت صلعم تشریف لائے اور فرمایا "جعفرؓ کے بچون کو لاؤ!" مین نے ان کو حاضر خدمت کیا تو آپ نے آبدیدہ ہو کر انکا پیار فرمایا، مین نے کہا "میرے مان، باپ فدا ہون حضور آبدیدہ کیون ہین؟ کیا جعفر اور ان کے ساتھیون کے متعلق کوئی اطلاع آئی ہے؟" فرمایا "ہان! وہ شہید ہو گئے" یہ سنکر مین چیخنے چلانے لگی، محلے کی عورتین میرے اردگرد جمع ہو گئین، آنحضرت صلعم واپس تشریف لے گئے اور ازواج مطہراتؓ سے فرمایا کہ آل جعفر کا خیال رکھنا آج وہ اپنے ہوش مین نہین ہین[4]

سیدۂ جنت حضرت فاطمہ زہراؓ کو بھی اپنے عم محترم کی مفارقت کا شدید غم تھا، شہادت کی خبر سنکر با دیدۂ تر واعماہ! واعماہ! کہتے ہوئے بارگاہِ نبوت مین حاضر ہوئین، آنحضرت صلعم

---

[1] طبقات ابن سعد حصہ مغازی [2] بخاری باب غزوۂ موتہ [3] ایضاً،

[4] اسد الغابہ ج ۱ ص ۲۸۷ [5] مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۲۰۹،

نے فرمایا "بیشک! جعفر جیسے شخص پر رونے والیون کو رونا چاہیئے، آپ کو عرصہ تک شدید غم رہا، یہان تک کہ روح الامین نے یہ بشارت دی کہ "خدا نے جعفر کو دو کٹے ہوئے بازوؤن کے بدلہ مین دو نئے بازو عنایت کئے ہین جنسے وہ ملائکہ جنت کے ساتھ مصروف پرواز رہتے ہین[1]" چنانچہ ذوالجناحین اور طیار ان کا لقب ہوگیا،

فضائل ومحاسن

حضرت جعفرؓ کشادہ دست وفیاض تھے، غربا ومساکین کو کھانا کھلانے مین ان کو خاص لطف حاصل ہوتا تھا، آنحضرت صلعم ان کو ابو المساکین کے نام سے یاد فرمایا کرتے تھے، حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہین کہ مین اکثر بھوک کے باعث پیٹ کو کنکرون سے دبائے رکھتا تھا، اور آیت یاد بھی رہتی تو اس کو لوگون سے پوچھتا پھرتا، کہ شاید کوئی مجھکو اپنے گھر لے جائے اور کچھ کھلائے، لیکن مین نے جعفرؓ کو مسکینون کے حق مین سب سے بہتر پایا، وہ ہم لوگون (اصحاب صفہ) کو اپنے گھر لیجاتے تھے، اور جو کچھ ہوتا تھا، سامنے لاکر رکھدیتے تھے، یہان تک کہ بعض اوقات گھی یا شہد کا خالی مشکیزہ تک لادیتے اور اس کو پھاڑکر ہمارے سامنے رکھدیتے اور ہم اس کو چاٹ لیتے تھے[2]

حضرت جعفرؓ کے فضائل ومناقب کا پایہ نہایت بلند تھا، خود آنحضرت صلعم ان سے فرمایا کرتے تھے کہ "جعفر! تم میری صورت اور سیرت دونون مین مجھ سے مشابہ ہو[3]" آنحضرت صلعم فرمایا کرتے تھے کہ "مجھ سے پہلے جس قدر نبی گذرے ہین ان کو صرف سات رفیق دیئے گئے تھے لیکن میرے رفقاے خاص کی تعداد چودہ[14] ہے، ان مین سے ایک جعفر بھی ہین[4]" حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہین کہ "رسول اللہ صلعم کے بعد جعفر سب سے افضل ہین[5]" حضرت عبداللہ بن عمرؓ ان کے صاحبزادہ کو سلام کرتے تو کہتے "السلام علیک یا ابن ذی الجناحین[6]"

[1] مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۲۰۹ [2] صحیح بخاری مناقب حضرت جعفرؓ [3] ایضاً [4] جامع ترمذی مناقب اہل بیت [5] جامع ترمذی مناقب حضرت جعفرؓ [6] صحیح بخاری غزوۂ موتہ،

حضرت عبداللہ بن جعفرؓ فرماتے ہیں کہ بعض اوقات میں حضرت علیؓ سے کچھ مانگتا تو وہ انکار کر دیتے، لیکن جب اپنے والد جعفرؓ کا واسطہ دیتا تو بغیر کچھ دیئے نہ رہتے،

ازواج و اولاد بیویوں کی صحیح تعداد نہیں معلوم، آپ کی بیوی اسماؓ سے تین صاحبزادے تھے، عبداللہ، محمد اور عوف، ان میں صرف عبداللہ سے نسل چلی،

حضرت زید بن حارثہؓ

نام، نسب زید نام، ابو اسامہ کنیت، حِبّ رسول اللہ (صلعم) لقب، والد کا نام حارثہ اور والدہ کا نام سعدی بنت ثعلبہ تھا، پورا سلسلۂ نسب یہ ہے:۔ زید بن حارثہ بن شرجبیل بن کعب بن عبدالعزی بن امرار القیس بن عامر بن النعمان بن عامر بن عبد ود بن عوف بن کنانہ بن بکر بن عوف بن عذرہ بن زید اللات بن رفیدہ بن ثور بن کلب بن وبرہ بن ثعلب بن حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ،

ابتدائی حالات گذشتہ بالا نسب سے ظاہر ہوا ہوگا کہ حضرت زیدؓ کے والد حارثہ بنی قضاعہ سے تعلق رکھتے تھے جو یمن کا ایک نہایت معزز قبیلہ تھا، ان کی والدہ سعدی بنت ثعلبہ بنی معن سے تھیں جو قبیلۂ طے کی ایک شاخ تھی وہ ایک مرتبہ اپنے صغیر السن بچے حضرت زیدؓ کو ساتھ لیکر اپنے میکہ گئیں، اسی اثنار میں بنو قین کے سوار جو غارتگری سے واپس آرہے تھے اس نونہال کو خیمہ کے سامنے سے اٹھا لائے اور غلام بنا کر عکاظ کے بازار میں فروخت کے لیے پیش کیا، ستارۂ اقبال بلند تھا، غلامی میں بھی سیادت مقدر تھی، حکیم بن حزام نے چار سو درہم میں خرید کر اپنی پھوپھی ام المومنین حضرت خدیجہ بنت خویلدؓ کی خدمت میں پیش کیا، جنکی وساطت سے سرورِ دو عالم صلعم کی غلامی کا شرف نصیب ہوا جس پر ہزاروں

آزادیان اور تمام دنیا کی شاہنشاہیان قربان ہین[1]،

حضرت زیدؓ کے والد حارثہ بن شراحیل کو قدرۃً اپنے لختِ جگر کے گم ہو جانے کا شدید غم ہوا، آنکھون نے سیلِ اشک بہائے، دل آتشِ فراق سے بھڑک اٹھا اور محبت پدری سنے الفاظ کی رنگ آمیزی سے اس طرح اس رنج والم کا نقشہ کھینچا،

بکیت علی زید ولم ادر ما فعل ۔۔۔ أحیّ فیرجی ام اتی دونه الاجل

مین نے زید پر گریہ وزاری کی لیکن یہ معلوم نہ ہوسکا کہ وہ کیا ہوگیا، آیا زندہ ہے جسکی امید رکھی جائے یا اُسے موت آگئی

فواللّٰہ ما ادری وان کنت سائلا ۔۔۔ اغالك سهل الارض ام غالك الجبل

خدا کی قسم مین نہین جانتا اگرچہ پوچھتا بھی ہون کہ "کیا تجھے نرم زمین نگل گئی یا پہاڑ کھا گیا؟"

فیالیت شعری هل لک الدهر رجعة ۔۔۔ فحسبی من الدنیا رجوعک لی بجل

کاش مین جانتا کہ آیا تیرا واپس آنا کبھی ممکن ہے؟ بس تیرا واپس آنا ہی میرے لیے دنیا مین کافی ہے،

تذکرنیه الشمس عند طلوعها ۔۔۔ وتعرض ذکراه اذا قارب الطفل

آفتاب اپنے طلوع ہونے کے وقت اس کو دیا دلاتا ہے، اور جب غروب کا وقت قریب آتا ہے تو اسکی یاد کو پھر تازہ کردیتا ہے

وان هبت الارواح هیجن ذکره ۔۔۔ فیاطول ما حزنی علیه ویا وجل

باد بہاری کی لپٹ اس کی یاد کو برانگیختہ کر دیتی ہے، آہ! مجھے اس پر کس قدر شدید رنج والم ہے،

ساعمل نص العیش فی الارض جاهدا ۔۔۔ ولا اسأم التطواف او تسأم الابل

عنقریب مین اونٹ کی طرح چلکر تمام دنیا چھان مارونگا، مین اس آوارہ گردی سے اپنی زندگی بھر نہین تھکونگا یہانتک کہ اونٹ تھک جائے

حیاتی او تاتی علی منیتی ۔۔۔ وکل امرء فان وان غره الامل

یا مجھ پر موت آجائے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہر آدمی فانی ہے اگرچہ سراب امید اسے دھوکا دے

---

[1] طبقات ابن سعد جلد ثانی قسم اوّل صـ۲۷۔

واوصی بہ قیسا و عمرا کلیھما — واوصی یزید اثم من بعدھم جبل

مین قیس اور عمرو دونون کو اس کے جستجو کی وصیت کرتا ہون، اور یزید کو پھر ان کے بعد جبل کو وصیت کرتا ہون،

جبل سے مراد جبلہ بن حارثہ ہین جو حضرت زیدؓ کے بڑے بھائی تھے اور یزید ان کے اخیافی بھائی تھے،

ایک سال بنی کلب کے چند آدمی حج کے خیال سے مکہ آئے تو انھون نے اس یوسف گم گشتہ کو دیکھتے ہی پہچان لیا اور یعقوب صفت باپ کو ماجرائے غم کہہ سنایا بولے "یقیناً انھون نے میری فرقت مین نوحہ خوانی کی ہو گی، تم میری طرف سے میرے خاندان والون کو یہ اشعار سنا دینا"

احن الی قومی وان کنت نائیا — بانی قطین البیت عند المشاعر

مین اپنی قوم کا مشتاق ہون گو ان سے دور ہون — مین خانہ کعبہ مین مشعر حرام کے قریب رہتا ہون؛

فکفوا من الوجد الذی قد شجاکم — ولا تعملوا فی الارض نص الاباعر

اس لیے اس غم سے باز آجاؤ جس نے تم کو پرالم بنا رکھا ہے — اور اونٹون کی طرح چل کر دنیا کی خاک نہ چھانو

فانی بحمد اللہ فی خیر اسرۃ — کرام معد کابرا بعد کابر

الحمد للہ کہ مین بنی معد کے ایک معزز — اور اچھے خاندان مین ہون جو پشتہا پشت سے معزز ہے

بنی کلب کے زائرون نے واپس جا کر ان کے والد کو اطلاع دی تو تعجب سے ان کی آنکھین چمک اٹھین اور دفور یاس نے یک بیک یقین نہ ہونے دیا بولے "رب کعبہ کی قسم کیا میرا ہی نورِ نظر تھا؟" ان لوگون نے جب تفصیل کے ساتھ حلیہ، جائے قیام اور مربی کے حالات بیان کئے تو اسی وقت اپنے بھائی کعب بن شراحیل کو ساتھ لیکر مکہ کی طرف چل کھڑے ہوئے اور حضرت سرور کائنات صلعم کی خدمت مین حاضر ہو کر

بصد منت و لجاجت عرض کی" اے ابن عبداللہ! اے ابن عبدالمطلب! اے اپنی قوم کے رئیس زادہ! تم اہلِ حرم اور اس کے مجاور ہو، مصیبت زدون کی دستگیری کرتے ہو، قیدیون کو کھانا دیتے ہو، ہم تمھارے پاس اس غرض سے آئے ہین کہ ہمارے لڑکے کو آزاد کر کے ہم کو رہینِ منت بناؤ، زرِ فدیہ جس قدر چاہو لو، ہم بیش قرار معاوضہ دینے کو تیار ہین" ارشاد ہوا "وہ کون ہے؟ بولے "زید بن حارثہ!" آنحضرت صلعم نے حضرت زیدؓ کا نام سنا تو ایک لمحۂ تفکر کے بعد فرمایا "کیا اس کے سوا تمھاری کوئی اور حاجت نہین؟" عرض کی "نہین" فرمایا "بہتر زید کو بلا کر اختیار دو، اگر وہ تمھین پسند کرے تو تمھارا ہے اور اگر مجھے ترجیح دے تو خدا کی قسم مین ایسا نہین ہون جو اپنے ترجیح دینے والے پر کسی کو ترجیح دون" حارثہ اور کعب نے اس شرط پر شکریہ کے ساتھ رضامندی ظاہر کی، حضرت زیدؓ بلائے گئے، آنحضرت صلعم نے ان سے پوچھا "تم ان دونون کو پہچانتے ہو؟" عرض کی "ہان! یہ میرے باپ اور چچا ہین" آپ نے ان کے ہاتھ مین قرعۂ انتخاب دے کر فرمایا "مین کون ہون؟ اس سے تم واقف ہو، میری ہمنشینی کا حال بھی تم کو معلوم ہے، اب تمھین اختیار ہے چاہے مجھے پسند کرو یا ان دونون کو" حضرت زید رضی اللہ عنہ کو شہنشاہِ کونینؐ کی غلامی مین جو لطف ملا تھا اس پر صدہا آزادیان نثار تھین، بولے "مین ایسا نہین ہون جو حضور پر کسی کو ترجیح دون، آپ ہی میرے باپ، مان ہین" حضرت زید کی اس مخلصانہ و فاشعاری نے ان کے باپ اور چچا کو محوِ حیرت کر دیا، تعجب سے بولے "زید! افسوس تم آزادی، باپ چچا اور خاندان پر غلامی کو ترجیح دیتے ہو" فرمایا "ہان! مجھے اس ذاتِ پاک مین ایسے ہی محاسن نظر آئے ہین کہ مین اس پر کسی کو کبھی ترجیح نہین دے سکتا"

حضرت زیدؓ نے اپنی غیر متزلزل وفا شعاری سے آقائے شفیق کے دل مین محبت کی دبی ہوئی چنگاری کو مشتعل کر دیا، آنحضرت صلعم نے خانہ کعبہ مین مقام حجر کے پاس ان کو لیجا کر اعلان فرمایا کہ "زید آج سے میرا فرزند ہے، مین اسکا وارث ہون گا اور وہ میرا وارث ہوگا" اس اعلان سے ان کے باپ اور چچا کے افسردہ دل گل شگفتہ کی طرح کھل گئے گو والد کو مفارقت گوارا نہ تھی تاہم اپنے لختِ جگر کو ایک شفیق و معزز باپ کے آغوشِ عاطفت مین دیکھکر اطمینان ہوگیا، اور امتنان و مسرت کے ساتھ واپس گئے،

اس اعلان کے بعد حضرت زیدؓ آنحضرت صلعم ہی کے انتساب کے ساتھ زید بن محمد کے نام سے زبان زدِ عام وخاص ہوئے، یہان تک کہ جب اسلام کا زمانہ آیا اور قرآن پاک کی الہامی زبان نے صرف اپنے نسبی آبا کے ساتھ انتساب کی ہدایت فرمائی تو وہ پھر حارثہ کی نسبت سے زید بن حارثہ مشہور ہوئے، [1]

اسلام آنحضرت صلعم کو خلعتِ نبوت عطا ہوا تو حضرت زیدؓ نے ابتدا ہی مین شرفِ بیعت حاصل کیا، محققین کا فیصلہ ہے کہ وہ غلامون مین سب سے پہلے مومن تھے، حضرت حمزہؓ ایمان لائے تو رسول اللہ صلعم نے ان سے بھائی چارہ کرا دیا، ان دونون مین اس قدر محبت ہوگئی تھی کہ حضرت حمزہؓ جب غزوات مین تشریف لیجاتے تھے تو انھی کو اپنا وصی بنا کر جاتے تھے [2]

شادی حضرت ام ایمنؓ آنحضرت صلعم کی آیا اور کنیز تھین، آپ ان کو نہایت محبوب رکھتے تھے، اور امان کہہ کر مخاطب فرماتے تھے، ایک روز آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص کسی جنتی عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو اس کو ام ایمن سے نکاح کرنا چاہیے، حضرت زیدؓ نے (جو رسول اللہ صلعم کی خوشنودی کے کسی موقع کو ہاتھ سے جانے نہین دیتے تھے) ان سے

[1] طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث صفحہ ٢٧ تا صفحہ ٢٩، [2] طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث تذکرہ حمزہ،

نکاح کرلیا، چنانچہ حضرت اسامہ بن زیدؓ جو اپنے والد کے بعد حب رسول اللہ صلعم کے لقب سے مشہور ہوئے انھی کے بطن سے مکہ مین پیدا ہوئے[۱]

ہجرت | مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ پہنچے تو آنحضرت صلعم کی طرح یہ بھی حضرت کلثوم بن ہدمؓ کے مہمان ہوئے، حضرت اسید بن حضیر انصاری جو قبیلہ عبدالاشہل کے معزز رئیس تھے ان کے اسلامی بھائی بنائے گئے، وہ اب تک خاندان نبوت کے ایک ممبر کی طرح آنحضرت صلعم کے ساتھ رہتے تھے لیکن یہان پہنچکر آپ نے ان کے لیے ایک علحدہ مکان مخصوص فرمایا اور اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب بنت جحش سے نکاح کردیا، اس طرح درحقیقت یہ دوسرا طرۂ افتخار تھا جو حضرت زید رضی اللہ عنہ کے دستار فضل پر نصیب ہوا، لیکن یہ پیوند زیادہ عرصہ تک قائم نہ رہ سکا، نسبی وخاندانی عدم توازن نے دونون کے سطح مزاج مین نشیب و فراز پیدا کردیا، حضرت زید نے دربار نبوت مین بار بار ناموافقت کی شکایت کی اور بالآخر طلاق دینے پر مجبور ہوگئے، انقضای عدت کے بعد آنحضرت صلعم نے حضرت زیدؓ کی معرفت پیام نکاح بھیجا تو انھون نے کہا "جب تک خدا کی طرف سے کچھ حکم نہ آئے مین کچھ نہین کرسکتی" چنانچہ اس کے بعد ہی اس آیت نے ان کو امہات المومنین مین داخل کردیا[۱]

فلما قضی زید وطرًا زوجنا کہا | جب زید نے حاجت پوری کی تو ہم نے اسکو تمسے بیاہ دیا

حضرت زیدؓ چونکہ آنحضرت صلعم کے متبنّٰی اور زید بن محمد کے نام سے مشہور تھے اس لیے منافقین نے اس واقعہ کو نہایت ناگوار پیرایہ مین شہرت دی اور کہنے لگے "محمدؐ ایک طرف تو بہو سے نکاح کرنا حرام قرار دیتے ہین اور دوسری طرف خود اپنے لڑکے زید

---

[۱] طبقات ابن سعد جزو ۳ قسم اول صفحہ ۳۰ [۲]

کی بیوی سے نکاح کرتے ہین، لیکن قرآن پاک نے اس مفسدہ پردازی کا اس طرح پردہ فاش کردیا،

ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین، — محمد تمھارے مردون مین سے کسی کے باپ ہنین بلکہ وہ خدا کے رسول اور انبیا کی مہر ہین،

اور مسلمانون کو حکم ہوا،

ادعوھم لآبائھم ھو اقسط عند اللہ — لوگون کو ان کے باپ کی نسبت سے پکارو یہ خدا کے نزدیک زیادہ قرین انصاف ہے[1]

چنانچہ اس کے بعد ہی وہ اپنے والد حارثہ کی نسبت سے زید بن حارثہ مشہور ہوئے

غزوات

حضرت زیدؓ تیر اندازی مین مخصوص کمال رکھتے تھے، ان کا شمار ان مشاہیر صحابہ مین تھا جو اس فن مین اپنا نظیر نہین رکھتے تھے، معرکۂ بدر سے غزوۂ موتہ تک جس قدر اہم و خون ریز معرکے پیش آئے سب مین پامردی و شجاعت کے ساتھ شریک کارزار ہوئے غزوۂ مریسیع مین چونکہ رسول اللہ صلعم نے ان کو مدینہ مین اپنی جانشینی کا فخر بخشا اس لیے اس مہم مین حصہ نہ لے سکے[2]،

متفرق کارنامے

مشہور معرکون کے علاوہ اکثر چھوٹی چھوٹی مہمات خاص ان کی سپہ سالاری مین سر ہوئین، حضرت عائشہؓ فرماتی ہین کہ جس فوج کشی مین زید شریک ہوتے تھے، اس مین امارت کا عہدہ انھی کو عطا ہوتا تھا[3]، اس طرح نو دفعہ سپہ سالار بنا کر بھیجے گئے[4]

ان مہمات مین سے پہلی مہم سریہ قردہ تھی جس مین انھون نے غنیم کو نہایت کامیابی کے ساتھ

---

[1] بخاری کتاب التفسیر [2] طبقات ابن سعد حصہ مغازی

[3] طبقات ابن سعد قسم اول جز ثالث صفحہ ۳۱، [4] ایضاً،

شکست دی اور بہت سے اونٹ، مال و اسباب اور دشمن کے ایک سردار فرات بن حیان عجلی کو گرفتار کرکے لائے[1]،

ربیع الثانی ٦ھ مین بنی سلیم کی سرکوبی پر مامور ہوئے جو مقام جموم مین مسکن گزین تھے، اس مہم مین بھی حضرت زیدؓ کو غیر معمولی کامیابی حاصل ہوئی، بہت سے اونٹ بکریان اور قیدی پکڑ کر لائے[2]،

اسی سال قریش کے ایک قافلہ کو جو شام سے واپس آرہا تھا روکنے کا حکم ہوا، حضرت زیدؓ ایک سو ستر سوارون کے ساتھ یکایک مقام عیص مین اس قافلہ پر جا پڑے اور تمام اہل قافلہ کو مع سامان گرفتار کر لائے، مال غنیمت مین چاندی کا ایک بڑا ذخیرہ ہاتھ آیا جو صفوان بن امیہ کے لیے شام سے آرہا تھا، قیدیون مین ابو العاص بن الربیع آنحضرت صلعم کے داماد بھی تھے جنھون نے اپنی اہلیہ اور حضرت سرور کائنات صلعم کی دختر نیک اختر حضرت زینبؓ کی پناہ حاصل کرکے مخلصی پائی[3]،

اسی سال ماہ جمادی الثانی مین مقام طرف پر حملہ آور ہوئے، لیکن کوئی جنگ نہ ہوئی کیونکہ غنیم پہلے ہی خائف ہو کر بھاگ گیا تھا[4]، اس کے بعد مقام حسمی پر فوج کشی ہوئی، پانچسو جانباز مجاہدان کے زیر کمان تھے، حضرت زیدؓ احتیاط کے خیال سے دن کو پہاڑون مین چھپ جاتے تھے اور رات کو یلغار کرتے ہوئے قطع منازل کرتے تھے، یہان تک کہ ایک روز یکایک غنیم پر جا پڑے، ہنید اور اس کے خاندان کو جس نے حضرت دحیہ کلبیؓ کو قسطنطنیہ کی سفارت سے واپس آتے وقت لوٹ لیا تھا، تہ تیغ کیا اور ایک ہزار اونٹ، پانچہزار بھیڑ، بکریان اور بہت سے قیدی گرفتار کرکے

[1] طبقات حصہ مغازی باب سریہ قردہ ص ٦٤ [2] ایضاً سریہ جموم ص ٦٢ [3] ایضاً سریہ عیص ص ٦٣ [4] ایضاً سریہ طرف ص ٦٣

زید بن رفاعہ کے ساتھ دربارِ نبوت مین ارسال کئے، چونکہ اس قوم کے ایک ممبر ابو یزید بن عمرو نے دور اندیشی سے پہلے ہی پہنچکر اسلام قبول کر لیا تھا اسلیے ان کی سفارش پر تمام قیدی رہا کر دیئے گیے، اور مالِ غنیمت واپس کر دیا گیا[1]، پھر اسی سال ماہ رجب مین وادی قری کی مہم پر بھیجے گئے اور کامیابی کے ساتھ واپس آئے،

ماہ رمضان المبارک ۶ھ مین حضرت زیدؓ ایک اسلامی کاروانِ تجارت کیساتھ شام کی طرف روانہ ہوئے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم کا بہت سا سامانِ تجارت ان کے ساتھ تھا، مدینہ سے سات منزل دور وادیِ قریٰ کے نواح مین پہنچے تو بنی بدر کی ایک رہزن و غارت پیشہ جماعت نے تمام قافلہ کو لوٹ لیا اور کلمہ گویانِ توحید کو سخت اذیتین پہنچائین، حضرت زیدؓ بمشکل جان بچاکر مدینہ واپس آئے اور دربارِ نبوت مین اس واقعہ کی اطلاع دی، چونکہ اس قسم کے متعدد واقعات پیش آچکے تھے اس لیے حضرت سرورِ کائنات صلعم نے ان کو ایک جمعیت کے ساتھ اس قبیلہ کی سرکوبی پر مامور فرمایا، حضرت زیدؓ کمال احتیاط کے ساتھ دن کو چھپتے ہوئے اور رات کو یلغار کرتے ہوئے یکایک ان ڈاکوؤن پر جا پڑے اور قرار واقعی سزا دیکر مدینہ واپس آئے، انھون نے آستانۂ نبوت کو پہنچکر دستک دی تو آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) جس حالت مین تھے اُسی حالت مین باہر تشریف لے آئے اور جوشِ مسرت سے گلے لگا کر ان کی پیشانی کا بوسہ دیا، اور دیر تک مفصل کیفیت دریافت فرماتے رہے[2]،

مہم موتہ اور شہادت — موتہ دمشق کے قریب ایک مقام کا نام تھا، حضرت حارث بن عمیر ازدیؓ جو شاہِ بصریٰ کے دربار مین سفارت کی خدمت انجام دے کر واپس آرہے تھے اسی مقام

[1] طبقات حصہ مغازی باب سریہ طرف ۹۰-۹۱، [2] طبقات ابن سعد حصہ مغازی سریہ زید الی ام القری ص ۶۵

پر شرجیل بن عمرو غسانی کے ہاتھ سے شہید ہوئے، یہ پہلا واقعہ تھا کہ دربار رسالت کے ایک قاصد کے ساتھ اس قسم کی جسارت کیگئی[1]، آنحضرت صلعم نے ان کے انتقام کے لیے تین ہزار مجاہدین کی جمعیت فراہم کرکے حضرت زید بن حارثہ کو لوائے قیادت عطا کیا اور فرمایا اگر زید شہید ہون تو جعفر اور ان کے بعد عبداللہ بن رواحہ اس جماعت کے امیر ہونگے[2]، حضرت جعفرؓ چونکہ اپنے مخصوص تعلقات کی بنا پر متوقع تھے کہ امارت کا طغرائے امتیاز ان کے سینہ پر آویزان ہوگا اس لیے انھون نے کھڑے ہو کر عرض کی "یارسول اللہ! میرا کبھی یہ خیال نہ تھا کہ آپ زید کو مجھ پر امیر بنائین گے" ارشاد ہوا۔ اس کو جانے دو تم نہین جان سکتے کہ بہتر کیا ہے؟[3]

جمادی الاولی سنہ ۸ھ مین یہ مہم روانہ ہوئی، چونکہ غنیم کو اس فوج کشی کی اطلاع پہلے سے مل چکی تھی اس لیے ایک لاکھ کا ٹڈی دل امنڈ آیا تھا لیکن حضرت زیدؓ نے اس کثرت کی پروا نہ کی اور علم سنبھال کر پیادہ پا دشمن کی صف مین گھس گئے، ان کے اتباع مین دوسرے سرداران فوج نے بھی ہلہ کر دیا، دیر تک گھمسان جنگ رہی اس حالت مین نیزہ کے ایک وار نے اسلامی سالار فوج یعنی حضرت خیر الانام صلعم کے محبوب غلام حضرت زید رضی اللہ عنہ کو شہید کیا، ان کے بعد یکے بادیگرے حضرت جعفر طیار اور حضرت عبداللہ بن رواحہ نے علم سنبھالا اور شدید کشت و خون کے بعد واصل بحق ہوئے، ان کے بعد حضرت خالد سیف اللہ نے علم ہاتھ مین لیا اور غازیان دین کو مجتمع کرکے ایک ایسا حملہ کیا کہ غنیم کے پاؤن اکھڑ گئے[4]۔ آنحضرت صلعم نے میدان جنگ سے اطلاع آنے کے قبل ہی لوگون کو امرائے فوج

---

[1] طبقات ابن سعد حصہ مغازی باب غزوۂ موتہ، [2] بخاری باب غزوۂ موتہ، [3] طبقات سعد قسم اول جزء ثالث صفحہ ۳۲

[4] بخاری باب غزوۂ موتہ

کی خبر شہادت سنادی اور وفورِ غم سے آبدیدہ ہو گئے[1]، حضرت زیدؓ کی ایک صاحبزادی شفیق باپ کا سایہ اٹھ جانے سے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگین تو آپ بھی ضبط نہ فرما سکے اور اس قدر روئے کہ گلو گرفتہ ہو گئے، حضرت سعد بن عبادہؓ نے عرض کی "یا رسول اللہ یہ کیا ہے" فرمایا "یہ جذبۂ محبت ہے[2]"،

انتقام | حضرت سرور کائنات صلعم کو اپنے محبوب و وفاشعار غلام کی مفارقت کا شدید غم تھا، حجۃ الوداع سے واپس آنے کے بعد ان کے صاحبزادہ حضرت اسامہ بن زیدؓ کو ایک جمعیت کے ساتھ انتقام پر مامور فرمایا، چونکہ وہ نہایت کمسن تھے اس لیے بعضون نے ان کی سیادت پر ناپسندیدگی ظاہر کی، آنحضرت صلعم نے فرمایا "تم لوگ پہلے جس طرح اس کے باپ کی سرداری پر طعن و طنز کرتے تھے اسی طرح اب اس کی امارت کو ناپسند کرتے ہو، خدا کی قسم زید سزاوار امارت و محبوب ترین شخص تھا، اور اس کے بعد اسامہ مجھکو سب سے زیادہ محبوب ہے[3]"، یہ مہم ابھی روانہ بھی نہین ہوئی تھی کہ آفتاب رسالت غروب ہو گیا، لیکن خلیفۂ اول نے ہجوم مصائب و صعوبات گوناگون کے باوجود کوچ کا حکم دیدیا اور حضرت اسامہؓ اپنے پدر شفیق کے قاتلون سے انتقام لے کر غیر معمولی کامیابی کے ساتھ مدینہ واپس آئے،

اخلاق | حضرت زیدؓ کے صحیفۂ اخلاق مین وفاشعاری کا باب سب سے نمایان ہے، گذشتہ واقعات سے اس کا اندازہ ہوا ہو گا، آقائے نامدار کی رضاپسندی ان کا پر لطف مقصد حیات تھا، حضرت ام ایمنؓ گو ایک معمر عورت تھین تاہم انھون نے محض اسلیے ان سے نکاح کر لیا کہ آنحضرت صلعم ان کو بہت زیادہ محبوب رکھتے تھے[4]،

حضرت رسالتمآب صلعم اور ان کے متعلقین کا بے حد ادب و احترام ملحوظ رکھتے تھے،

---

[1] بخاری غزوۂ موتہ، [2] طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث ص ۳۲، [3] بخاری ذکر اسامہ بن زید، [4] طبقات ابن سعد تذکرہ ام ایمن،

حضرت زینبؓ بنت جحش کے پاس (جنکو انھون نے ناموافقت کے باعث طلاق دیدی تھی) آنحضرت صلعم کی طرف سے پیام لیکر گئے تو محض اس خیال سے کہ آپ نے ان سے نکاح کی خواہش ظاہر فرمائی ہے تعظیماً دیکھ نہ سکے اور جو کچھ کہنا تھا منھ پھیر کر کہا[1]،

گو حضرت زیدؓ کے اخلاقی کارنامون کی تفصیل نہین ملتی تاہم درحقیقت ان کے وہ اوصاف حسنہ ومحاسن جمیلہ ہی تھے جس نے ان کو اوران کی اولاد کو حضرت رسالتمآب صلعم کی نگاہ مین سب سے زیادہ محبوب بنا دیا تھا، حضرت عائشہؓ فرماتی ہین کہ اگر وہ آنحضرت صلعم کے بعد زندہ رہتے تو آپ انھین کو اپنا جانشین بناتے[2]، حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ایک دفعہ ان کے پوتے محمد بن اسامہ کو مدینہ کی مسجد مین دیکھا تو تعظیم سے گردن جھکالی اور بولے "اگر رسول اللہ صلعم دیکھتے تو اس کو بھی محبوب رکھتے"[3]

حلیہ اور عمر حضرت زیدؓ کا حلیہ یہ تھا، قد کوتاہ، ناک پست اور رنگ گہرا گندمی ۵۴ یا ۵۵ برس کی عمر مین شہادت پائی[4]،

ازواج مختلف اوقات مین متعدد شادیان کین بیویون کے نام یہ ہین:-

ام ایمن، ام کلثوم بنت عقبہ، درہ بنت لہب، ہند بنت العوام، زینب بنت جحش، ناموافقت کے باعث ان کو طلاق دیدی اور اس کے بعد وہ امہات المومنین مین شامل کی گئین[5]،

اولاد دو لڑکے اسامہ بن زید، زید بن زید اور ایک لڑکی رقیہ پیدا ہوئی، لیکن حضرت اسامہؓ کے سوا موخر الذکر دونون بچون نے بچپن ہی مین داغ مفارقت دیا[6]،

[1] مسلم باب زواج زینب بنت جحش [2] طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث صہ ۳۱ [3] بخاری ذکر اسامہ بن زید [4] اصابہ تذکرہ زید بن حارثہ [5] اسد الغابہ تذکرہ زید بن حارثہ [6] طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث صہ ۳۰،

حضرت عبداللہ بن عباسؓ

نام نسب | عبداللہ نام، ابو العباس کنیت والد کا نام عباسؓ اور والدہ کا نام ام الفضل لبابہ تھا، شجرہ نسب یہ ہے:- عبداللہ بن العباس بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف القرشی الہاشمی آنحضرت صلعم کے ابن عم اور ام المومنین حضرت میمونہؓ کے خواہر زادہ تھے، کیونکہ انکی والدہ حضرت ام الفضل حضرت میمونہؓ کی حقیقی بہن تھین،

ولادت | حضرت عبداللہؓ ہجرت سے تین سال قبل مکہ کی اس گھاٹی مین تولد پذیر ہوئے جہان مشرکین قریش نے تمام خاندان ہاشم کو محصور کردیا تھا، حضرت عباسؓ ان کو بارگاہ نبوت مین لے کر آئے تو آپ نے منھ مین لعاب دہن ڈال کر دعا فرمائی[۱]

اسلام | حضرت عباسؓ نے بظاہر فتح مکہ کے بعد اسلام قبول کیا، لیکن حضرت عبداللہؓ کی والدہ حضرت ام الفضلؓ نے ابتدا ہی مین داعی توحید کو لبیک کہا تھا، ابن سعد کی روایت ہے کہ ام المومنین حضرت خدیجہؓ کے بعد عورتون مین ان کا ایمان سب پر مقدم تھا اس بنا پر حضرت عبداللہؓ نے یوم ولادت ہی سے توحید کی لوریون مین پرورش پائی اور ہوش سنبھالنے کے ساتھ وہ قدرۃً ایک پرجوش مسلم ثابت ہوئے، امام بخاری ترجمۃ الباب مین فرماتے ہین[۲]

کان ابن عباس مع امہ من المستضعفین	ابن عباسؓ اپنی ماں کے ساتھ ضعفائے اسلام مین تھے
ولم یکن مع ابیہ علی دین قومہ و	(جو اپنی مجبوریون کے باعث مکہ مین رہ گئے تھے) و

---

۱ اسد الغابہ تذکرہ عبداللہ بن عباسؓ، ۲ بخاری ج ۱ صفحہ ۱۸۰

وقال الاسلام يعلو ولا يعلى — وہ اپنے والد کیساتھ اپنی قوم کے مذہب پر نہ تھے وہ کہا کرتے تھے کہ اسلام سربلند رہیگا مغلوب نہ ہوگا،

حضرت عبداللہ بن عباسؓ جب یہ آیت تلاوت فرماتے "الا المستضعفین من الرجال والنساء والولدان" تو فرماتے کہ مین بھی اپنی والدہ کے ساتھ ان لوگون مین شامل تھا جنکو خدانے معذور قرار دیا ہے[1]،

ہجرت حضرت عباسؓ ۸ھ مین فتح مکہ سے کچھ عرصہ پہلے علانیہ حلقہ بگوش اسلام ہوئے، اور اپنے اہل وعیال کے ساتھ ہجرت کرکے مدینہ پہنچے[2]، حضرت عبداللہ کی عمر اس وقت گیارہ برس سے زیادہ نہ تھی، لیکن وہ اپنے والد کے حکم سے اکثر بارگاہ نبوت مین حاضر ہوتے تھے ایک روز انھون نے واپس آکر بیان کیا "مین نے رسول اللہ کے پاس ایک ایسے شخص کو دیکھا جسکو مین نہین جانتا ہون، کاش مجھے معلوم ہوتا کہ وہ کون تھے؟" حضرت عباسؓ نے آنحضرت صلعم سے اس کا تذکرہ کیا، آپنے ان کو بلا کر فرط محبت سے اپنے آغوش عاطفت مین بٹھایا، اور سر پر ہاتھ پھیر کر دعا فرمائی "اے خدا اس مین برکت نازل فرما اور اس سے علم کی روشنی پھیلا[3]"

عہد طفولیت ومصاحبت رسول حضرت عبداللہ بن عباسؓ گو فطرۃً ذہین، سلیم الطبع، متین اور سنجیدہ تھے، تاہم انھون نے رسول اللہ صلعم کی مصاحبت کا جو زمانہ پایا وہ درحقیقت ان کا عہد طفولیت تھا، جس مین انسان کو کھیل کود سے دل آویزی ہوتی ہے، فرماتے ہین کہ مین لڑکون کے ساتھ گلیون مین کھیلتا پھرتا تھا، ایک روز رسول اللہ صلعم کو پیچھے آتے ہوئے دیکھا تو جلدی سے

---

[1] بخاری ج ۲ صفحہ ۶۶ [2] اسد الغابہ تذکرہ عباس بن عبد المطلب ۱۲

[3] اصابہ تذکرہ عبداللہ بن عباسؓ،

ایک گھر کے دروازہ مین چھپ گیا، لیکن آپ نے آکر مجھے پکڑ لیا اور سر پر ہاتھ پھیر کر فرمایا، "جا معاویہ کو بلا لا" وہ آنحضرت صلعم کے کاتب تھے مین دوڑ کر ان کے پاس گیا اور کہا "چلئے رسول اللہ صلعم آپ کو یاد فرماتے ہین، کوئی خاص ضرورت ہے"[۱]

ام المؤمنین حضرت میمونہؓ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی خالہ تھین اور ان کو نہایت عزیز رکھتی تھین، اسلیے وہ اکثر ان کی خدمت مین حاضر رہتے، کبھی کبھی رات کے وقت بھی ان ہی کے گھر سو رہتے تھے اس طرح ان کو رسول اللہ صلعم کی صحبت سے مستفیض ہونے کا بہترین موقع میسر تھا، فرماتے ہین کہ "ایک مرتبہ مین رات کے وقت اپنی خالہ (حضرت) میمونہؓ کے پاس سو رہا تھا، آنحضرت صلعم تشریف لائے اور چار رکعت نماز پڑھ کر استراحت فرما ہوئے، پھر کچھ رات باقی تھی کہ بیدار ہوئے اور مشکیزہ کے پانی سے وضو کر کے نماز پڑھنے لگے، مین بھی اٹھ کر بائین طرف کھڑا ہو گیا، آپ نے میرا سر پکڑ کر مجھے داہنی طرف کر لیا"[۲]

اسی سلسلہ مین بارہا خدمت گذاری کا شرف بھی حاصل ہوا، ایک مرتبہ رسول اللہ صلعم نماز کے لیے بیدار ہوئے، انھون نے وضو کے لیے پانی لاکر رکھدیا، آپ نے وضو فرما کر پوچھا "پانی کون لایا تھا؟" حضرت میمونہؓ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا نام لیا، آنحضرت صلعم نے خوش ہو کر دعائین دین اور فرمایا "اللھم فقھہ فی الدین وعلمہ التاویل" یعنی اے خدا! اس کو مذہب کا فقیہ بنا اور تاویل کا طریقہ سکھا[۳]

ایک دفعہ وہ نماز مین آنحضرت صلعم کے پیچھے کھڑے ہوئے آپ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا اور اپنے برابر کھڑا کر لیا، لیکن وہ حیص بیص مین کھڑے کے کھڑے رہ گئے، آنحضرت صلعم نے نماز سے فارغ ہو کر پوچھا، تمھارا کیا حال ہے؟ عرض کی "یا رسول اللہ! کیا آپکے برابر کھڑا ہونا کسی کے لئے مناسب ہے حالانکہ آپ رسول خدا ہین؟" آنحضرت صلعم نے اُنکے لئے ازدیاد علم وفہم کی دعا فرمائی[۴]

---

۱ مسند جلد ۱ ص ۲۹۱، ۲ بخاری ج ۱ ص ۹۷، ۳ مسند احمد ج ۱ ص ۳۲۸ و مستدرک جلد ۳ ص ۵۳۴، ۴ مسند احمد ج ۱ ص ۳۳۰ و مستدرک ج ۳ ص ۵۳۵، ۵۳۶

 حضرت عبداللہ بن عباسؓ صرف تیرہ برس کے تھے کہ حضرت سرورِ کائنات صلعم نے اس دارِ فانی سے رحلت فرمائی، سوا دو برس کے بعد خلیفۂ اول نے بھی داغِ مفارقت دیا، خلیفۂ دوم یعنی حضرت عمر فاروقؓ مسند آرائے خلافت ہوئے تو وہ سنِ شباب کو پہنچ چکے تھے، حضرت عمرؓ نے ان کو جوہر قابل پاکر خاص طور سے اپنے دامنِ تربیت میں لیا، اور اکابر صحابہؓ کی علمی صحبتوں میں شریک کیا، یہاں تک کہ لوگوں کو اس پر رشک ہوتا تھا، صحیح بخاری میں خود حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ مجھ کو شیوخ بدر کے ساتھ بٹھایا کرتے تھے، اس پر بعض بزرگوں نے کہا کہ آپ اس نوعمر کو ہمارے ساتھ کیوں شریک کرتے ہیں؛ اور ہمارے لڑکوں کو جوان کے ہمسر ہیں کیوں یہ موقع نہیں دیتے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا "یہ وہ شخص ہے جسکی قابلیت تم کو بھی معلوم ہے"[1]

محدث عبدالبر استیعاب میں تحریر فرماتے ہیں "کان عمر یحب ابن عباس و یقربہ" یعنی حضرت عمرؓ ابن عباسؓ کو محبوب رکھتے تھے اوران کو تقرب دیتے تھے، بسا اوقات حضرت عمرؓ کی مجلس میں کوئی مسئلہ پیش ہوتا، عبداللہ بن عباسؓ اس کا جواب دینا چاہتے لیکن کم سنی کی وجہ سے جھجکتے، حضرت عمرؓ ان کی ہمت بندھاتے اور فرماتے "علم سن کی کمی اور زیادتی پر موقوف نہیں ہے، تم اپنے نفس کو حقیر نہ بناؤ"[2] حضرت عمرؓ اکثر پیچیدہ اور مشکل مسائل ان سے حل کراتے تھے اوران کی فطری ذہانت وطباعی سے خوش ہو کر داد دیتے تھے، انشاء اللہ علم وفضل کے بیان میں اسکی تفصیل آئیگی،

خلیفۂ ثالث کے عہد میں عبداللہ بن ابی سرح والیِ مصر کے زیر اہتمام ۲۷ھ میں افریقہ

[1] بخاری ج ۲ ص ۶۱۵

[2] ایضاً ص ۶۵

پر فوج کشی ہوئی، حضرت عبداللہ بن عباسؓ ایک جماعت کیساتھ مدینہ منورہ سے چل کر اس مہم مین شریک ہوئے اور ایک سفارت کے موقع مین جرجیر شاہِ افریقہ سے مکالمہ ہوا، وہ ان کی ذہانت وطباعی سے نہایت حیرت ہوئی اور بولا "مین خیال کرتا ہون کہ آپ حبرِ عرب (عرب کے کوئی عالم متبحر) ہین[۱]"

امارت حج — چونکہ ۳۵ھ مین حضرت عثمانؓ محصور تھے، اس لئے اس سال وہ خود امارتِ حج کا فرض انجام نہ دیسکے، انھون نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو بلا کر فرمایا، "خالد بن عاص کو مین نے مکہ کا والی مقرر کیا ہے، مین ڈرتا ہون کہ امارتِ حج کے فرائض انجام دینے پر شاید اونکی مزاحمت کیجائے اور اس طرح خانۂ خدا مین بھی فتنۂ وفساد اٹھ کھڑا ہو، اس لیے مین تم کو اپنا قائم مقام بنا کر بھیجتا ہون[۲]"

حضرت عبداللہؓ اس خدمت کو سرانجام دے کر واپس آئے تو مدینہ نہایت پُرآشوب ہو رہا تھا، خلیفۂ ثالث شہید ہو چکے تھے، اور حضرت علیؓ کو بارِ خلافت اٹھانے پر لوگ مجبور کر رہے تھے، انھون نے ان سے مشورہ طلب کیا،

حضرت علیؓ۔ خلافت کے متعلق تمھاری کیا رائے ہے؟ مین خیال کرتا ہون کہ اس حادثۂ عظیم کے بعد کوئی شخص اس بار کو اٹھانے کی جرأت نہین کر سکتا،"

حضرت عبداللہ بن عباسؓ۔ "یہ ضرور ہے کہ اب جس کے ہاتھ پر بیعت کیجائیگی اس پر خونِ ناحق کا اتہام لگایا جائیگا، تاہم لوگون کو اس وقت آپ کی ضرورت ہے"

غرض اہل مدینہ کے اتفاق عام سے حضرت علیؓ مسند آرائے خلافت ہوئے اور سنئے سرے سے ملکی نظم ونسق کا اہتمام شروع ہوا، حضرت مغیرہؓ بن شعبہ نے مشورہ دیا کہ سر دست موجودہ

---

[۱] اصابہ تذکرۂ عبداللہ بن عباسؓ، [۲] طبری واقعات ۳۵ھ،

عمال و حکام برقرار رکھے جائین، لیکن جب حضرت علیؓ نے سختی کے ساتھ اس سے انکار کیا تو انھون نے دوسرے روز اپنی رائے واپس لے لی، اور کہا "امیر المومنین! مین نے رائے دینے کے بعد غور کیا تو آپ ہی کا خیال انسب نظر آیا" حضرت عبداللہ بن عباسؓ فوراً اصل حقیقت کو تاڑ گئے اور بولے "میرے خیال مین مغیرہؓ کی پہلی رائے خیر خواہی پر مبنی تھی لیکن دوسری دفعہ انھون نے آپ کو دھوکا دیا"

حضرت علیؓ۔ خیر خواہی کیا تھی؟

حضرت عبداللہ بن عباسؓ۔ آپ جانتے ہین کہ معاویہ اور ان کے احباب دنیا دار ہین، اگر آپ ان کو برطرف کر دین گے تو وہ تمام ملک مین شورش و فتنہ پردازی کی آگ بھڑکا دین گے، اور اہل شام و عراق کو خلیفۂ ثالث کے انتقام پر ابھار کر آپ کے خلاف کھڑا کر دین گے،

حضرت علیؓ۔ اس مین شک نہین کہ تمھاری رائے مصالح دنیاوی کے لحاظ سے نہایت صائب ہے، تاہم میرا ضمیر اس کو پسند نہین کرتا کہ مین جن لوگون کی بداعمالیون سے واقف ہون ان کو اپنے عہدون پر برقرار رہنے دون، خدا کی قسم مین کسی کو رہنے نہ دونگا، اگر سرکشی کرین گے تو تلوار سے فیصلہ کرونگا،

حضرت عبداللہ بن عباسؓ۔ میری بات مانئے، گھر کا دروازہ بند کر کے بیٹھ جائیے یا اپنی جاگیر پر ینبع چلے جائیے، لوگ تمام دنیا کی خاک چھان مارین گے، لیکن آپ کے سوا کسی کو خلافت کے لائق نہ پائین گے، خدا کی قسم اگر آپ ان مصریون کا ساتھ دین گے، تو کل ضرور آپ پر عثمانؓ کے خون کا اتہام لگایا جائے گا،

حضرت علیؓ۔ اب کنارہ کش ہونا میرے امکان سے باہر ہے،

حضرت علیؓ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو امیر معاویہ کے بجائے شام کا والی مقرر کرنا چاہا، لیکن انھون نے انکار کیا، اور بار بار یہی مشورہ دیا کہ آپ معاویہ کو برقرار رکھکر اپنا طرفدار بنا لیجئے، یہان تک کہ ایک مرتبہ حضرت علیؓ نے برہم ہو کر نہایت سختی سے انکار کر دیا اور فرمایا

"خدا کی قسم یہ کبھی نہین ہو سکتا"[۱]

غرض اس تشدد آمیز طرز عمل پر حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے جو اندیشہ ظاہر کیا تھا، وہ واقعہ بنکر سامنے آیا، تمام ملک مین جناب امیر کے خلاف مخالفت کی آگ بھڑک اٹھی، ایک طرف حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت عائشہؓ نے مطالبۂ اصلاح و انتقام کا علم بلند کر کے بصرہ پر قبضہ کر لیا اور دوسری طرف امیر معاویہؓ نے شام مین ایک عظیم الشان جنگ کی تیاریان شروع کر دین،

جنگ جمل حضرت علیؓ بصرہ کو محفوظ رکھنے کے خیال سے ایک فوج گران کے ساتھ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے تھے، لیکن وہ پہلے داعیانِ اصلاح کے قبضہ مین آچکا تھا، اسلیے طرفین نے میدان ذی قار مین صف آرائی کی، حضرت عبداللہ بن عباسؓ جناب امیر کی طرف سے اہل حجاز کی افسری پر مامور ہوئے اور جنگ شروع ہونے پر نہایت شجاعت و جانبازی کے ساتھ نبرد آزما ہوئے، یہان تک کہ حامیانِ عرشِ خلافت کی فتح پر اس افسوس ناک خانہ جنگی کا خاتمہ ہوا،

ولایت بصرہ بصرہ پر دوبارہ قبضہ ہونے کے بعد حضرت عبداللہ بن عباسؓ یہان کے گورنر بنائے گئے اور زیاد اُن کے مشیر اور بیت المال کے مہتمم مقرر ہوئے،

معرکۂ صفین جنگ جمل کے بعد امیر معاویہؓ سے معرکۂ صفین پیش آیا، حضرت عبداللہ بن عباسؓ

[۱] طبری صفحہ ۳۰۸۵

بصرہ سے ایک جماعت فراہم کرکے جناب امیر کی حمایت مین میدان جنگ پہنچے اور نہایت جانبازی و پامردی کے ساتھ سرگرم کارزار ہوئے، حضرت علی رضؓ نے ان کو میسرہ کا افسر مقرر فرمایا تھا،

چونکہ دونون طرف سے روزانہ تھوڑی تھوڑی فوجین نکلکر معرکہ آرا ہوتی تھین اس لیے اس جنگ کا سلسلہ طویل عرصہ تک قائم رہا، لیکن رفتہ رفتہ حامیان خلافت کا پلہ بھاری ہونے لگا، یہان تک کہ ایک روز شامی فوجون نے شکست کے خوف سے اپنے نیزون پر قرآن مجید بلند کرکے صلح کی دعوت دی گو جناب مرتضیٰؓ اور ان کے ہواخواہون نے اپنی فوج کو اسی دام تزویر سے محفوظ رکھنے کی بیحد کوشش کی تاہم فریق کا جادو چل چکا تھا ایک بڑی جماعت نے دعوت قرآن کو تسلیم کرنے پر اصرار کیا،

ثالثی اور اسکا حشر | غرض جنگ ملتوی ہو گئی اور مسئلۂ خلافت کا فیصلہ دو حکم پر محول ہوا، شامیون نے حضرت عمرو بن العاصؓ کو حکم مقرر کیا اور اہل عراق کی طرف سے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کا انتخاب ہوا، حضرت علیؓ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو ثالث بنانا چاہتے تھے لیکن لوگون نے اس پر اعتراض کیا اور کہا "آپ اور عبداللہ بن عباسؓ ایک ہی ہین، حکم کو غیر جانبدار ہونا چاہیے" دونون فریق کے اتفاق سے دومۃ الجندل تحکیم کے لیے مقام اجلاس قرار پایا، اور ہر ایک نے اپنے حکم کے ساتھ چار ہزار آدمیون کی جمعیت ساتھ کر دی، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے ساتھ جو فوج گئی تھی اس کے افسر شریح بن ہانی اور مذہبی نگران حضرت عبداللہ بن عباسؓ تھے،

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نہایت نیک طینت و سادہ مزاج تھے، وہ جب تخلیہ مین حضرت عمرو بن العاصؓ سے کسی فیصلہ پر متفق ہو کر باہر تشریف لائے تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ

نے ان سے کہا، خدا کی قسم! مجھے یقین ہے کہ عمرو نے آپ کو دھوکا دیا ہوگا، اگر کسی رائے پر اتفاق ہوا ہو تو آپ ہرگز اعلان مین سبقت نہ کیجئے گا، وہ نہایت چالاک ہین کیا عجب ہے کہ آپ کے بیان کی مخالفت کر بیٹھین" بولے "ہم دونون ایک ایسی رائے پر متحد ہوئے ہین کہ اس مین اختلاف کی گنجایش نہین" غرض دوسرے روز مسجد مین مسلمانون کا مجمع ہوا، حضرت ابوموسیٰ رض نے حضرت عمرو بن العاص رض کے اصرار پر پہلے کھڑے ہو کر یہ متفق علیہ فیصلہ سنایا

"صاحبو! ہمنے علی اور معاویہ دونون کو معزول کر کے پھر نئے سرے سے مسلمانون کی مجلس شوریٰ کو انتخاب کا حق دیا وہ جسکو چاہے اپنا امیر بنائے"۔

حضرت عبداللہ بن عباس رض نے جو اندیشہ ظاہر کیا تھا وہ نہایت صحیح ثابت ہوا، عمرو بن العاص رض نے قرار داد سے منحرف ہو کر کہا "صاحبو! بیشک علی رض کو جیسا کہ ابوموسیٰ رض نے معزول کیا مین بھی معزول کرتا ہون لیکن معاویہ کو اس منصب پر قائم رکھتا ہون کیونکہ وہ امیر المومنین عثمان رض کے ولی اور خلافت کے سب سے زیادہ مستحق ہین"۔

حضرت ابوموسیٰ رض اس خلاف بیانی پر ششدر رہ گئے، چلا کر کہنے لگے یہ کیا غداری ہے؟ یہ کیا بے ایمانی ہے؟ افسوس! ابن عباس نے مجھے عمرو کی غداری سے ڈرایا تھا لیکن مین نے اس پر اطمینان رکھا، مجھے کبھی یہ گمان نہ تھا کہ وہ مسلمانون کی خیر خواہی پر کسی چیز کو ترجیح دینگے، غرض اس ثالثی نے گتھی کو سلجھانے کے بجائے اور زیادہ الجھا دیا، جناب امیر کے اعوان و انصار مین تفریق و اختلاف کی ہوا چل گئی، اور ایک بڑی جماعت نے لشکر حیدری سے کنارہ کش ہو کر خارجی فرقہ کی بنیاد ڈالی اسکا عقیدہ تھا کہ معاملات دین مین حکم مقرر کرنا کفر ہے، اس بنا پر دونون حکم اور ان کے انتخاب کرنے والے کافر ہین[1]،

---

[1] یہ کل واقعات طبری ۳۶ھ سے ماخوذ ہین،

حضرت علیؓ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو خارجیون کے پاس بھیجا کہ بحث ومباحثہ سے ان کی ضلالت دور کردین، لیکن قلوب تاریک ہوچکے تھے، آنکھون پر ضلالت و گمراہی کا پردہ پڑ چکا تھا اس لیے ارشاد وہدایت کی تمام کوششین ناکام رہین،

معرکۂ نہروان | خارجیون نے نہروان مین مجتمع ہو کر عملاً سرکشی اختیار کی اور تمام ملک مین قتل و غارت گری کا بازار گرم کر دیا، حضرت علیؓ دوبارہ شام پر فوج کشی کے خیال سے روانہ ہوچکے تھے ان سرکشون کا حال سنکر نہروان کی طرف پلٹ پڑے، حضرت عبداللہ بن عباسؓ گورنری کے عہدہ پر بصرہ پہنچ گئے تھے وہ وہان سے تقریباً سات ہزار کی جمعیت فراہم کرکے مقام نخیلہ مین افواجِ خلافت سے مل گئے اور نہروان پہنچکر نہایت بہادری و پامردی کے ساتھ سرگرم پیکار ہوئے[۱]

ایران کی حکومت | جنگِ نہروان نے گو خارجیون کا زور توڑ دیا تھا تاہم ان کی چھوٹی چھوٹی جماعتون نے فارس، کرمان، اور ایران کے دوسرے اضلاع مین پھیل کر ایک عام شورش برپا کردی، اور ذمیون کو بھڑکا کر آمادۂ بغاوت کر دیا چنانچہ ایران کے اکثر صوبون سے عمال نکال دیئے گئے اور مجمیون نے خراج ادا کرنے سے قطعاً انکار کر دیا، حضرت علیؓ نے اپنے تمام عمال کو بلاکر اس شورش کے متعلق مشورہ طلب کیا، حضرت عبداللہؓ نے کہا "مین ایران مین تسلط قائم کرنے کا ذمہ لیتا ہون" چونکہ بصرہ ایران کے باغی اضلاع سے بالکل متصل تھا اور وہ ایک عرصہ سے وہان کامیابی کے ساتھ گورنری کے فرائض انجام دے رہے تھے اس لئے حضرت علیؓ نے ان کی درخواست قبول فرمائی اور انکو تمام ایران کا حاکم اعلیٰ بنا دیا[۲]

[۱] تاریخ الطوال، [۲] تاریخ طبری ص ۳۴۴۹،

بغاوت کا استیصال | حضرت عبداللہؓ نے بصرہ پہنچکر زیاد بن ابیہ کو ایک زبردست جمعیت کے ساتھ ایران کی بغاوت فرو کرنے پر مامور فرمایا، چنانچہ انھون نے بہت جلد کرمان، فارس اور تمام ایران مین امن وسکون پیدا کردیا[1]

مکہ مین عزلت نشینی | ایک روایت کے مطابق ۳۸ھ یعنی حضرت علیؓ کی زندگی ہی مین حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے بصرہ کے عہدہٗ امارت سے مستعفی ہوکر مکہ مین عزلت نشینی اختیار کرلی، وجہ یہ بیان کیجاتی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور ابوالاسود دُئلی قاضی بصرہ مین باہم مخالفت تھی، ابوالاسود نے بارگاہِ خلافت مین ان کی شکایت لکھی کہ انھون نے بیت المال مین تصرف بیجا کیا ہے، حضرت علیؓ نے ان سے جواب طلب کیا تو انھون نے لکھا،

ان الذی بلغک باطل وانی لما تحت	آپ کو جو خبر ملی ہے وہ قطعاً غلط ہے، میرے قبضہ مین
یدی ضابط قائم لہ ولہ حافظ فلا	جو کچھ ہے مین اسکا محافظ ونگہبان ہون آپ ان
تصدق الظنون ،	بدگمانیون کو باور نہ فرمائین ،

حضرت علیؓ نے اس کے جواب مین اُن سے بیت المال کا تمام وکمال حساب طلب کیا، حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو یہ ناگوار گذرا، انھون نے برداشتہ خاطر ہوکر لکھا،

فھمت تعظیمک مزراتہ ما بلغک انی	مین سمجھتا ہون کہ آپ اس شکایت کو کہ مین نے اس
رزاتہ من مال اھل ہذا البلد فابعث	شہروالون کے مال مین کچھ خورد برد کیا ہے، زیادہ اہمیت
الی عملک من احببت فانی ظاعن عنہ	دینا چاہتے ہین، اسلیے آپ اپنے کام پر جسکو چاہیے
والسلام[2]	بھیجد یجئے مین اس سے کنارہ کش ہوتا ہون،

ایک دوسری روایت یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے جب زیادہ بازپرس کی تو انھون نے

---

[1] تاریخ طبری ص ۳۴۴۹ [2] ایضاً ص ۳۴۵۲ ،

لکھ بھیجا کہ ابھی میں نے اپنا پورا حق نہیں لیا ہے اور بیت المال سے ایک بڑی رقم لے کر مکہ چلے گئے،

لیکن صحیح یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضرت علیؓ کی شہادت تک بصرہ کی گورنری پر مامور تھے البتہ جب حضرت امام حسینؓ اور امیر معاویہؓ میں مصالحت کی سلسلہ جنبانی شروع ہوئی تو انھوں نے بطور حفظ ماتقدم پہلے ہی امیر معاویہ کو خط لکھکر جان ومال کی امان حاصل کی اور مکہ جاکر گوشہ نشین ہو گئے[1]

حضرت امام حسینؓ کو کوفہ جانے سے منع کرنا

سنہ۶۰ھ میں امیر معاویہ کے بعد جب یزید مسند نشین حکومت ہوا تو، شیعان علی مرتضیٰ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو اس انقلاب سے فائدہ اٹھانے پر ابھارا اور کوفہ آنے کی دعوت دی، چنانچہ وہ مدینہ سے مکہ آئے اور یہاں سے عازم کوفہ ہوئے،

چونکہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کوفیون کی غداری کا دیرینہ تجربہ رکھتے تھے، اس لیے انھون نے حضرت امام حسینؓ کو بہ اصرار تمام کوفہ جانے سے منع کیا اور کہا،

عبداللہ بن عباسؓ۔ اے ابن عم! مین اپنے دل کو مطمئن کرنا چاہتا ہون، لیکن وہ نہین ہوتا، اس طریقہ سے جانے مین مجھکو تمھاری ہلاکت وتباہی کا خوف ہے، اہل عراق نہایت غدار ہین، تم ان کے قول وقرار پر اعتبار نہ کرو، تم اہل حجاز کے سردار ہو اس لیے کوفہ جانے سے یہان مقیم رہنا زیادہ مناسب ہے، ہان! اگر اہل کوفہ درحقیقت تمھارے عقیدت کیش ہین تو ان کو لکھو کہ وہ پہلے اپنے ملک سے دشمن کو نکال باہر کرین، پھر ان کے پاس جاؤ اگر یہ منظور نہ ہو تو یمن کی راہ لو، وہان بہت سے قلعے اور گھاٹیان ہین، ملک نہایت وسیع وفراخ ہے اور تمھارے والد کا اثر بھی خاصہ ہے، علاوہ ازین دشمن کے دور ہونے کے

---

[1] طبری ذکر بیعۃ حسن بن علیؓ،

باعث لوگون سے مراسلت و مکاتبت کر سکتے ہو اور تمام ملک مین اپنے داعی پھیلا سکتے ہو،
مجھے امید ہے کہ اس طرح زیادہ آسانی و اطمینان کے ساتھ تمھارا مقصد حاصل ہو جائیگا"

حضرت امام حسینؓ۔ اے ابن عم! خدا کی قسم مین جانتا ہون کہ آپ میرے سچے خیر خواہ و مہربان ہین لیکن اب سفرِ کوفہ کی تیاریان ہو چکی ہین اور مین نے وہان جانے کا عزم مصمم کر لیا ہے،

عبداللہ بن عباسؓ۔ اگر تم جاتے ہو تو خدارا بیوی بچون کو ساتھ نہ لے جاؤ، خدا کی قسم! مجھے خطرہ ہے کہ کہین تم بھی اس طرح نہ شہید کئے جاؤ جس طرح حضرت عثمانؓ اپنی عورتون اور بچون کے سامنے ذبح کیے گئے،

لیکن مشیت الٰہی مین کس کو دخل تھا، حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے ضد واصرار کے باوجود حضرت امام حسینؓ اپنے تمام خاندان کے ساتھ راہیِ کوفہ ہوئے اور میدانِ کربلا نے وہ خونین منظر پیش کیا جس سے جگر پاش پاش ہوتا ہے، حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو اپنے خاندان کی تباہی کا جو روح فرسا صدمہ ہوا ہو گا اس کا کون اندازہ کر سکتا ہے؟ وہ بیس سال سے گوشہ نشین تھے لیکن اس واقعہ کے بعد تمام دنیا ان کے سامنے تیرہ و تار تھی، بیان کیا جاتا ہے کہ وہ اخیر عمر مین نابینا ہو گئے تھے[۱] شاید یہ اسی جگر خراش سانحہ کا اثر ہو،

عبداللہ بن زبیرؓ کی بیعت سے انکار اسی سال حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے مکہ مین خلافت کا دعویٰ کیا، چونکہ حجاز و عراق مین حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے معتقدین کی ایک بڑی جماعت تھی، اسلئے انھون نے ان سے بیعت کے لیے بیحد اصرار کیا، اور بصورتِ انکار آگ مین جلا دینے کی دھمکی دی، لیکن وہ تمام جھگڑون سے کنارہ کش ہو چکے تھے، اس بنا پر انھون نے نہایت سختی سے انکار کیا،

---

[۱] اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۹۵،

اور ابو طفیلؓ کو کوفہ بھیجکر اپنے معتقدین سے مدد طلب کی،

ابو طفیل کا بیان ہے کہ ہم کوفہ سے چار ہزار جان نثارون کی ایک جماعت لے کر نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہوئے مکہ مین داخل ہوئے تو عبد اللہ بن زبیرؓ نے غلافِ کعبہ تھام کر پناہ حاصل کی حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کے مکان کے اردگرد لکڑیون کا انبار لگایا جا چکا تھا، ہم نے ان سے کہا "اگر آپ اجازت دیجیے تو اس شخص سے مخلوق الٰہی کو نجات دین" بولے "نہین! یہ حرم ہے یہان کشت وخون جائز نہین تم صرف میری حفاظت کرو اور مجھے پناہ دو"[1]

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ درحقیقت بنو امیہ کی بہ نسبت حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کو خلافت کا زیادہ مستحق سمجھتے تھے، ابن ابی ملیکہ فرماتے ہین کہ ایک روز مین نے ان کی خدمت مین حاضر ہو کر کہا "کیا آپ ابن زبیر سے لڑکر حرم الٰہی کو حلال کرنا چاہتے ہین؟" بولے "معاذ اللہ! حرم مین خونریزی کرنا تو صرف بنو امیہ اور ابن زبیرؓ کی قسمت مین لکھا ہے مین خدا کی قسم کبھی ایسی جرأت نہ کرونگا" مین نے کہا "لوگ ابن زبیرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہین معلوم نہین ان کو خلافت کا دعویٰ کس بنا پر ہے؟" فرمایا "کیون نہین! ان کے والد زبیرؓ حواریِ رسول تھے، ان کے نانا ابوبکرؓ آنحضرت صلعم کے رفیقِ غار تھے، ان کی مان اسماؓ ذات النطاق تھین، ان کی خالہ عائشہؓ ام المومنین تھین ان کے والد کی پھوپھی خدیجہؓ آنحضرت صلعم کی حرم محترم تھین اور ان کی دادی صفیہؓ آنحضرت صلعم کی پھوپھی تھین، پھر وہ ایک خود بھی پاکباز مومن اور قاری قرآن ہین خدا کی قسم اگر وہ میرے ساتھ کوئی احسان کرینگے تو یہ ایک رشتہ دار کا احسان ہوگا اور اگر وہ میری پرورش کرینگے تو یہ اپنے ایک ہمسر محترم کی پرورش ہوگی"[2]

طائف منتقل ہونا لیکن اس دلی ہمدردی وجانبداری کے باوجود انکار بیعت سے جو مخالفت پیدا

۱؎ اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۹۵ ۔ ۲؎ بخاری ج ۲ ص ۶۷۲،

ہوگئی تھی، اسکی بنا پر مکہ مین انکا رہنا خطرہ سے خالی نہ تھا اس لیے کوفی معاوینین کی حفاظت مین مکہ سے طائف منتقل ہوگئے اور بقیہ زندگی کے دن وہین پورے کئے،

وفات | ۶۸ھ مین پیمانۂ حیات لبریز ہوگیا، ایک روز سخت بیمار ہوئے، بستر علالت کے اردگرد احباب و معتقدین کا ہجوم تھا، بولے "مین ایک ایسی جماعت مین دم توڑونگا جو روے زمین پر خدا کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب، مشرف و مقرب ہے، اس لیے اگر مین تم لوگون مین مرون تو یقیناً تم ہی وہ بہتر جماعت ہو" غرض ہفت روزہ علالت کے بعد طائر روح نے قفس عنصری چھوڑا، محمد بن حنفیہ نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور سپرد خاک کرکے کہا۔ خدا کی قسم! آج دنیا سے حبر امت اٹھ گیا" غیب سے ندا آئی۔

یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیہ، (فجر) — یعنی اے نفس مطمئن اپنے خدا کی طرف خوشی خوشی لوٹ آ۔[۱]

علم و فضل

فضل و کمال کے اعتبار سے ابن عباسؓ اس عہد مبارک کے ممتاز ترین علماء مین تھے، ان کی ذات ایسی زندہ کتاب خانہ تھی جسمین تمام علوم و معارف بہ ترتیب جمع تھے، قرآن، تفسیر، حدیث، فقہ، ادب، شاعری وغیرہ کوئی علم ایسا نہ تھا جس مین ان کو ید طولیٰ حاصل نہ رہا ہو، تفسیر، بالخصوص قرآن پاک کی تفسیر و تاویل مین جو مہارت اور آیات قرآنی کے شان نزول اور ناسخ و منسوخ کے علم مین جو وسعت ان کو حاصل تھی، وہ کم کسی کے حصہ مین آئی، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جو علم و فضل مین ان کے ہمسر تھے، فرماتے تھے کہ "عبداللہ بن عباسؓ قرآن کے کیا اچھے ترجمان ہین" شقیق تابعی راوی ہین کہ ایک مرتبہ حج کے موسم مین عبداللہ بن عباسؓ

[۱] اصابہ ج ۴ ص ۹۴

نے خطبہ دیا اور اس مین سورۂ نور کی تفسیر بیان کی، مین کیا بتاؤن وہ تفسیر کیا تھی، اس سے پہلے نہ میرے کانون نے سنی تھی، نہ آنکھون نے دیکھی تھی، اگر اس تفسیر کو فارس اور روم والے سن لیتے تو پھر اسلام سے ان کو کوئی چیز نہ روک سکتی۔[1]

حضرت عمرؓ کی علمی مجلسون مین یہ برابر شریک ہوتے تھے اور قرآن پاک کے فہم مین وہ اکثر بڑے بڑے صحابہؓ سے بازی لیجاتے تھے، ایک دن فاروقؓ اعظم کے حلقۂ مجلس مین اکابر صحابہؓ کا مجمع تھا، ابن عباسؓ بھی موجود تھے، حضرت عمرؓ نے اس آیہ کا مطلب پوچھا

ایود احدکم ان تکون لہ جنة من	کیا تم مین سے کوئی اسکو پسند کریگا کہ اسکا کھجور اور انگور کا
نخیل واعناب تجری من تحتھا الانھار	ایک باغ ہو جس کے نیچے نہرین روان ہون، اس کے لئے
لہ فیھا من کل الثمرات واصابہ الکبر	ہر قسم کے پھل اس مین موجود ہون، اور اس شخص پر بڑھاپا
ولہ ذریة ضعفاء فاصابھا اعصار	آگیا ہو، اس کے ناتوان بچے ہون، اُس حالت مین اس باغ
فیہ نار فاحترقت کذالک یبین اللّٰہ	مین ایسا بگولا آیا جسمین آگ بھری تھی، اس نے باغ کو جلادیا،
لکم الایات لعلکم تتفکرون	اسی طریقہ سے اللہ تمہارے لئے کھول کھول کر نشانیان
(بقرہ ۲۶۶)	بیان کرتا ہے، شاید تم بچو،

لوگون نے کہا واللہ اعلم! حضرت عمرؓ کو اس بے معنی جواب پر غصہ آگیا، بولے اگر نہین معلوم تو صاف صاف کیون نہین کہتے کہ نہین معلوم، ابن عباسؓ جھجکتے ہوئے بولے مین کچھ عرض کرنا چاہتا ہون، فرمایا تم اپنے کو چھوٹا نہ سمجھو جو دل مین ہو بیان کرو، کہا اس مین عمل کی مثال دیگئی ہے، جواب گو صحیح تھا، تاہم ناکافی تھا، حضرت عمرؓ نے پوچھا کیسا عمل؟ ابن عباسؓ اس سے زیادہ نہ بتا سکے، تب خود حضرت عمرؓ نے بتایا کہ اس مین اس دولتمند

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۳۷،

کی تمثیل ہے جو خدا کی اطاعت بھی کرتا ہے، لیکن اس کو شیطانی وسوسہ گناہون مین مبتلا کر دیتا ہے، اور اس کے تمام اچھے اعمال برباد ہو جاتے ہین[1]،

حضرت عمرؓ ان کی ذہانت اور ذکاوت کی وجہ سے ان کو شیوخِ بدر کے ساتھ مجلسون مین شریک کرتے تھے، بعض صحابہؓ کو اس سے شکایت پیدا ہوئی، اُنھون نے کہا کہ ان کو ہمارے ساتھ مجلسون مین کیون شریک کرتے ہو، ان کی برابر تو ہمارے لڑکے ہین، فرمایا تم لوگ ان کا مرتبہ جانتے ہو، اس کے بعد ان کی ذہانت کا مشاہدہ کرانے کے لیے ایک دن ان کو بلا بھیجا اور لوگون سے پوچھا کہ

اذا جاء نصر اللہ والفتح الخ (نص) جب خدا کی نصرت اور فتح آئی تو اے پیغمبر توبہ اور استغفار کرو،

کے بارہ مین تم لوگون کا کیا خیال ہے، کہ اس کے کیا معنی ہین، کسی نے جواب دیا کہ نصرت و فتح پر ہم کو خدا کی حمد و ثنا کا حکم دیا گیا ہے، کوئی خاموش رہا، پھر ابن عباسؓ سے پوچھا کہ ابن عباسؓ تمھارا بھی یہی خیال ہے، اُنھون نے کہا نہین، پوچھا پھر کیا ہے؟ عرض کی اس مین آنحضرت صلعم کی وفات کا اشارہ ہے، حضرت عمرؓ نے فرمایا جو تم کہتے ہو یہی میرا بھی خیال ہے[2]، درحقیقت حضرت ابن عباسؓ کی فہم تفسیرِ قرآن مین ایسی دقیقہ رس تھی کہ وہان تک مشکل سے دوسرون کا خیال پہنچ سکتا تھا، چنانچہ اس سورہ کا مقصد خاص محرمانِ اسرار کے علاوہ عام لوگ کم سمجھ سکتے تھے، جب یہ آیہ نازل ہوئی تو اکثر صحابہؓ مین مسرت و شادمانی کی لہر دوڑ گئی کہ اس مین خدا نے فتح و نصرت اور اسلام کی مقبولیت کے ایفاے عہد پر حمد و ثنا کا حکم دیا ہے، لیکن مقربِ بارگاہِ رسالت، محرمِ اسرارِ نبوت، ثانی اثنین فی الغار ابوبکر صدیقؓ کی آنکھون سے جوے اشک روان ہو گئی، کہ اس کو صبحِ وصل کا نور چھپتا ہوا

---

[1] بخاری ج ۲ کتاب التفسیر باب قولہ ایود احدکم ان تکون لہ جنۃ الخ [2] ایضاً باب قولہ فسبح بحمد ربک الخ ص ۷۴۲،

اور شامِ فراق کی تاریکی چھاتی ہوئی نظر آگئی تھی،

بظاہر اس سورہ کو آنحضرت صلعم کی وفات سے کوئی تعلق نہین معلوم ہوتا لیکن اگر انسان کے مقصدِ حیات کو پیشِ نظر رکھکر اس کی ترتیب اور اس کے معنی پر غور کیا جائے تو مطلب واضح ہو جاتا ہے، دنیا مین انسان ایک نہ ایک مقصد لیکر آتا ہے، اور اس کے حصول کے بعد اس کے آنے کا مقصد پورا ہو جاتا ہے، پھر قیام کی ضرورت باقی نہین رہتی، آنحضرت صلعم دینِ الٰہی کی تبلیغ کے لیے دنیا مین تشریف لائے تھے، وہ پوری ہو چکی تو خدا نے فرمایا کہ جب خدا کی مدد اور اسکی فتح آچکی اور تم نے دیکھ لیا کہ لوگ جوق در جوق خدا کے دین مین داخل ہوئے ہین تو اب تم خدا کی تحمید و تقدیس کرو، اس سے مغفرت چاہو، وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے، یعنی خدا کو کچھ کام تمھارے ذریعہ لینا تھا وہ لے چکا اب تم کو اس سے ملنے کی تیاری کرنی چاہیئے،

حضرت ابن عباسؓ تفسیر مین ہمیشہ عام جامع اور قرینِ عقل شق کو اختیار کرتے تھے، سورۂ کوثر مین کوثر کی تفسیر خود آنحضرت صلعم سے حضرت عائشہؓ اور متعدد اکابر صحابہؓ کے ذریعہ سے منقول ہے، حضرت انسؓ راوی ہین کہ آنحضرت صلعم نے سورۂ کوثر کے نزول کے وقت پوچھا جانتے ہو کوثر کیا چیز ہے؟ لوگون نے عرض کی خدا اور اس کا رسول خوب جانتا ہے، فرمایا خدا نے مجھ سے ایک نہر کا وعدہ کیا ہے جس مین بے شمار بھلائیان ہین، قیامت کے دن اس حوض پر میری امت آئے گی[۲]، حضرت عائشہؓ اور حضرت انسؓ کوثر سے مراد نہر لیتے ہین اور حضرت ابن عباسؓ "خیر کثیر"[۳] حضرت ابن عباسؓ کی اس تفسیر سے عطیۂ الٰہی کی وسعت اور عظمت بہت بڑھ جاتی ہے، اور دوسری تفسیرین بھی اس کے تحت مین آجاتی ہین،

[۱] صحیح بخاری، [۲] مسلم، [۳] بخاری کتاب التفسیر باب تفسیر انا اعطیناک الکوثر،

اور قرآن پاک کے سلسلۂ کلام کا بھی یہی اقتضا ہے کہ کوثر سے مراد "خیر کثیر" لیا جائے، تاکہ اس کے بعد کفار سے برائت (قل یا ایہا الکافرون) اور فتح و نصرت (فتح مکہ) کی بشارت اسی سلسلہ مین داخل ہو جائے،

قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودة فی القربیٰ — کہدو اے محمدؐ (تبلیغ رسالت کے عوض) مین تم سے کوئی صلہ نہین مانگتا صرف یہ کہ قرابت داری کی محبت ملحوظ رکھو۔

(شوریٰ ۳)

عام مفسرین "قربیٰ" سے مراد خاص آنحضرت صلعم کے اہلبیت لیتے ہین، لیکن ابن عباسؓ قریش کے تمام قبائل کو اس مین شامل کرتے ہین، ایک مرتبہ کسی نے ان سے مودة فی القربیٰ کی تفسیر پوچھی، سعید بن جبیر بولے، اس سے مراد آنحضرت صلعم کی قرابت ہے یعنی آپ کے اہل بیت کی قرابت، ابن عباسؓ نے کہا تم نے جلد بازی سے کام لیا قریش کا کوئی قبیلہ ایسا نہ تھا جس سے آنحضرت صلعم کی قرابت نہ رہی ہو اس آیت مین یہ سب شامل ہین[1]

تفسیر قرآن اور فہم قرآن کے فطری ملکہ کے علاوہ شان نزول اور ناسخ و منسوخ کے بارہ مین اس قدر حاضر المعلومات تھے کہ بمشکل کوئی ایسی آیت نکل سکے گی جس کے تمام جزئیات اور مالہ و ماعلیہ سے ان کو پوری واقفیت نہ ہو،

لا تقولوا لمن القیٰ الیکم السلام لست مؤمنا، (نساء ۱۴) — اے مسلمانو! (اظہار اسلام کے لیے) جو تم کو سلام کرے اس کو تم خوامخواہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہین ہے،

بظاہر یہ ایک عام حکم ہے اس کی تفسیر بھی ابن عباسؓ کی ممنون احسان ہے، وہ بیان کرتے ہین کہ کسی غزوہ مین ایک شخص کچھ مال غنیمت لیے ہوئے تھا، مسلمانون کا سامنا ہوا تو اس نے سلام کیا، ان لوگون نے (شبہ مین) مار ڈالا، اور مال غنیمت چھین لیا

[1] بخاری کتاب التفسیر باب قولہ تعالیٰ لا تقولوا الخ

اس پر یہ حکم نازل ہوا[1]

اسی طریقہ سے اس آیۃ،

ولقد علمنا المستقدمین منکم ولقد علمنا المستاخرین (حجر ۲)

ہم نے تم مین سے بعض ان لوگون کو جو آگے بڑھکر کھڑے ہوتے ہین جان لیا ہے اوران کو بھی جو پیچھے کھڑے ہوتے ہین،

کے متعلق بیان کرتے ہین کہ ایک خوبصورت عورت نماز کی جماعت مین شریک ہوتی تھی، بعض محتاط اشخاص اگلی صف مین چلے جاتے تھے کہ اس پر نظر نہ پڑے اور بعض دیکھنے کی نیت سے پیچھے رہتے تھے اور رکوع مین بغل کے راستہ سے نظر ڈال لیتے تھے ان کی اس خیانت پر یہ آیت نازل ہوئی،[2]

قرآن مجید کا یہ حکم

لا تحسبن الذین یفرحون بما اتوا ویحبون ان یحمدوا بما لم یفعلوا فلا تحسبنھم بمفازۃ من العذاب ولھم عذاب الیم (آل عمران ۱۹)

اور جو لوگ اپنے کئے پر خوش ہوتے ہین، اور جو نہین کیا ہے اس پر تعریف چاہتے ہین تو ایسے لوگون کی نسبت ہرگز یہ خیال نہ کرو کہ وہ عذاب سے بچ جائینگے، بلکہ ان کے لیے دردناک عذاب ہے،

بظاہر انسانی فطرت کے کس قدر خلاف ہے، کیونکہ ہر شخص اپنے کئے پر خوش ہوتا ہے، اور جو نہین کرتا ہے اس پر بھی تعریف کا خواہان رہتا ہے، اگر بہت بلند اخلاق کا شخص ہے تو زیادہ سے زیادہ یہ کہ دوسرا جذبہ اس مین نہ ہوگا، اس تہدیدی حکم کے استفسار کیلئے مروان نے اپنے دربان کو عبداللہ بن عباسؓ کے پاس بھیجا کہ ان سے جاکر پوچھو کہ ہم مین سے

[1] مسند احمد بن حنبل ج اول ص ۲۲۹، [2] ایضاً ص ۳۰۵،

کون ایسا ہے، جس کے دل مین یہ جذبہ نہ ہو، اس حکم کے مطابق توہم سب عذاب مین مبتلا ہونگے، حضرت ابن عباسؓ نے جواب دیا کہ اس کو ہم لوگون سے کوئی تعلق نہین، یہ ایک خاص موقعہ پر اہل کتاب کے بارہ مین نازل ہوئی تھی، پھر یہ آیت،

واذ اخذ اللہ میثاق الذین اوتوا الکتاب	جب خدانے ان لوگون سے جنکو کتاب دی ہی یہ وعدہ
لتبیننہ للناس (آل عمران ع ۱۹)	لیا کہ وہ اسے لوگون کو کھول کھول کے سنائین گے،

تلاوت کرکے کہا کہ ان کو یہ حکم ملا تھا، مگر انھون نے بالکل اس کے برعکس عمل کیا، ایک دفعہ آنحضرت صلعم نے ان سے کسی بات کے متعلق استفسار فرمایا انھون نے اصل جواب جو ان کی کتاب مین تھا چھپا ڈالا اور اپنے حسب منشار دوسرا فرضی جواب دیکر آنحضرت صلعم پر ظاہر کیا کہ انھون نے اصل جواب دیا ہے، اور پھر اس فعل پر آنحضرت صلعم سے خوشنودی کے طالب ہوئے اور اپنی اس چالاکی پر شادان وفرحان ہوئے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ جو لوگ اپنے کیے پر خوش ہوتے ہین (جیسا کہ اہل کتاب اپنی چالاکی پر خوش ہوئے تھے) اور جو نہین کیا ہے اس پر تعریف کے خواہان ہوتے ہیں (جیسا کہ یہ لوگ آنحضرت صلعم کی خوشنودی کے خواہان ہوئے تھے) تو ایسے لوگون کے لیے عذاب سے چھٹکارا نہین ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے[1]

ذیل کے واقعہ سے ان کی فراست، طباعی، دقیقہ سنجی، اور قوت استنباط کا اندازہ ہوگا، ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے صحابہؓ کے مجمع مین سوال کیا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ لیلۃ القدر رمضان کے اخیر عشرہ کی ایک طاق رات ہے تم لوگ اس سے کونسی طاق رات سمجھتے ہو؟ کسی نے ساتوین، کسی نے پانچوین، کسی نے تیسری بتائی، ابن عباسؓ سے فرمایا تم کیون نہین بولتے، عرض کی اگر آپ فرماتے ہین تو مجھ کو کیا عذر ہو سکتا ہے،

[1] مسند احمد بن حنبل ج ۱ ص ۲۹۸،

حضرت عمرؓ نے فرمایا مین نے بولنے ہی کے لیے تمھین بلایا ہے، کہا مین اپنی ذاتی رائے دونگا، فرمایا ذاتی رائے تو پوچھتا ہی ہون، کہا مین نے آنحضرت صلعم سے سنا ہے کہ اللہ تعالے[۱] نے سات کے عدد کو بہت اہمیت دی ہے، چنانچہ فرمایا ہے کہ سات آسمان، سات زمین، ایک دوسرے موقعہ پر فرمایا ہے کہ ہم نے زمین کو پھاڑا اور اس مین غلہ، انگور، شاخ، زیتون، کھجور کے درخت، گنجان باغ، اور میوے اُگائے، یہ بھی سات باتین ہین، حضرت عمرؓ نے یہ جواب سنکر فرمایا کہ تم لوگ اس بچہ سے بھی گئے گذرے ہوئے، جس کے سر کے گوشے بھی ابھی درست نہین ہوئے، یہ جواب کیون نہ دیا، گو بعض دوسرے صحابہؓ نے بھی، کی تعیین کی تھی، لیکن کسی استدلال کے ساتھ نہین، سبھون نے ایک ایک طاق رات اپنے اپنے قیاس وفہم کے مطابق لی، کسی نے سات کی شب بھی لے لی، لیکن ابن عباسؓ نے قرآن سے اس کی تائید پیش کی، حضرت ابن عباسؓ تفسیر مین نہایت دلیری سے کام لیتے تھے، بعض محتاط صحابہؓ اس دلیری کو ناپسند کرتے تھے، لیکن بالآخر ان کو بھی ان کی مہارت تفسیر کا اعتراف کرنا پڑا،

ایک مرتبہ حضرت ابن عمرؓ کے پاس ایک شخص آیا، اور اس نے آیت "کانتا رتقا ففتقناھما" کا مطلب پوچھا، انھون نے امتحان کی غرض سے ابن عباسؓ کے پاس بھیجدیا کہ ان سے پوچھکر بتاؤ، اس نے جا کر پوچھا، انھون نے بتایا کہ آسمان کا فتق یہ ہے کہ پانی نہ برسائے، زمین کا فتق یہ ہے کہ نباتات نہ اُگائے، سائل نے واپس آکر یہ جواب حضرت ابن عمرؓ کو سنایا، انھون نے کہا ابن عباسؓ کو نہایت سچا علم مرحمت ہوا ہے، مجھکو تفسیر قرآن مین ان کی دلیری پر حیرت ہوتی تھی لیکن اب معلوم ہوا کہ درحقیقت علم انھین کا حصہ ہے[۲]

---

۱ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۳۹، ۲ اصابہ ج ۴ ص ۹۲،

حضرت ابن عمرؓ اس کے بعد قرآن کے سائلین کو خود جواب نہ دیتے تھے، بلکہ ابن عباسؓ کے پاس بھیجدیتے تھے، ایک مرتبہ عمرو بن حبشی نے ایک آیت کے متعلق ان سے استفسار کیا، انھون نے کہا ابن عباسؓ سے پوچھو، قرآن کے جاننے والے جو لوگ باقی رہ گئے ہین ان مین سب سے زیادہ معلومات وہی رکھتے ہین[1]

علوم قرآنی مین علم النسخ کی اہمیت بالکل عیان ہے، حضرت ابن عباسؓ اس بحر ذخار کے بھی شناور تھے، اور تمام ناسخ اور منسوخ احکام ان کے ذہن مین مستحضر تھے، یہ اس علم کو اس قدر اہمیت دیتے تھے کہ بغیر اس پر حاوی ہوئے وعظ کے لیے لب کشائی کی اجازت نہ دیتے تھے، ایک مرتبہ کسی راستہ سے گذر رہے تھے، ایک واعظ وعظ کہہ رہا تھا، اس سے پوچھا ناسخ منسوخ جانتے ہو کسے کہتے ہین، اس نے کہا نہین، فرمایا، تو تم خود بھی ہلاک ہوئے اور دوسرون کو بھی ہلاک کیا[2]

گو حضرت ابن عباسؓ قرآن کی تعلیم مین بخل نہ کرتے تھے، اور ان کا دروازہ ہر طالبِ قرآن کے لیے کھلا ہوا تھا، تاہم وہ اس نکتہ سے بھی بے خبر نہ تھے کہ جب کثرت سے قرآن کی اشاعت ہو گی اور ہر کس و ناکس فہم قرآن کا مدعی ہو جائیگا، تو امت مین اختلاف کا دروازہ کھل جائے گا، ان کی اس نکتہ رسی کا اعتراف حضرت عمرؓ کو بھی کرنا پڑا، حضرت عمرؓ نے اپنے عہدِ خلافت مین سارے ممالک محروسہ مین حافظِ قرآن مقرر کر دیئے تھے کہ وہ مسلمانون کو قرآن کی تعلیم دین، ایک دن ابن عباسؓ ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، حاکم کوفہ کا خط آیا کہ کوفہ والون نے اتنا اتنا قرآن پڑھ لیا، حضرت عمرؓ نے یہ مژدہ سنکر تکبیر کا نعرہ لگایا، لیکن ابن عباسؓ بولے کہ اب ان مین اختلاف کا تخم پڑ گیا، حضرت عمرؓ نے غصہ سے پوچھا تم کو کیسے

---

[1] اصابہ ج ۴ ص ۹۳ [2] کتاب الناسخ والمنسوخ ابو جعفر نحاس،

معلوم ہوا، اس واقعہ کے بعد یہ گھر چلے آئے، لیکن حضرت عمرؓ کے دل مین ان کا کہنا کھٹکتا رہا، چنانچہ آدمی بھیجکر ان کو بلا بھیجا، انھون نے عذر کر دیا، دوبارہ پھر آدمی بھیجا کہ تم کو آنا ہوگا، اس تاکید پر یہ چلے آئے، حضرت عمرؓ نے پوچھا تم نے کوئی رائے ظاہر کی تھی، انھون نے کہا پناہ بخدا اب مین کبھی دوبارہ کوئی خیال نہ ظاہر کرونگا، حضرت عمرؓ نے کہا مین طے کر چکا ہون کہ جو تم نے کہا تھا اس کو کہلوا کر رہونگا، اس اصرار پر انھون نے کہا کہ آپ نے جب کہا کہ میرے پاس خط آیا ہے کہ کوفہ والون نے اتنا اتنا قرآن یاد کر لیا، اس پر مین نے کہا کہ ان لوگون مین اختلاف پیدا ہوگیا، حضرت عمرؓ نے کہا یہ تم نے کیسے جانا، انھون نے سورۂ بقر کی یہ آیتین پڑھ کر سنائین،

ومن الناس من يعجبك قوله في الحيٰوة الدنيا ويشهد الله على ما في قلبه وهو الد الخصام، واذا تولى سعى في الارض ليفسد فيها ويهلك الحرث والنسل والله لا يحب الفساد واذا قيل له اتق الله اخذته العزة بالاثم فحسبه جهنم ولبئس المهاد، ومن الناس من يشري نفسه ابتغاء مرضات الله والله رءوف بالعباد،	اے محمدؐ لوگون مین سے بعض ایسے آدمی بھی ہین جنکی باتین تم کو دنیاوی زندگی مین بھلی معلوم ہوتی ہین اور وہ اپنی دلی باتون پر خدا کو گواہ بناتا ہے، حالانکہ وہ دشمنون مین بڑا جھگڑالو ہے اور جب وہ تمھارے پاس لوٹ کر جائے تو ملک مین پھرے تاکہ اس مین فساد پھیلائے اور کھیتی اور نسل کو تباہ کرے اور اللہ فساد کو پسند نہین کرتا اور جب اس سے کہا جائے کہ خدا کو ڈرو تو ان کو عزت نفس گناہ پر آمادہ کرے، ایسے شخص کے لیے جہنم کافی ہے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے، اور لوگون مین کچھ ایسے بھی ہین جو خدا کی رضا جوئی کے لیے اپنی جان تک بیچ ڈالتے ہین اور اللہ بندون پر شفقت کرنے والا ہے،
(بقرہ ع ۲۵)	

یہ آئتین سنکر حضرت عمرؓ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ مین میری جان ہے تم نے سچ کہا [1]

حدیث حضرت ابن عباسؓ ان مخصوص صحابہؓ مین ہین جو علم حدیث کے اساطین سمجھے جاتے ہین، اگر حدیث کی کتابون سے ان کی روایتین علحدہ کرلی جائین تو اس کے بہت سے اوراق سادے رہ جائین گے، ان کی مرویات کی مجموعی تعداد ۱۶۶۰ ہے [2] ان مین ۷۵، متفق علیہ ہین، یعنی بخاری اور مسلم دونون مین ہین، ان کے علاوہ ۱۲۰ روایتون مین بخاری منفرد ہین اور ۴۹ مین مسلم

ان کی روایات کی کثرت اور معلومات کی وسعت خود ان کی ذاتی کاوش وجستجو کا نتیجہ ہین، گو بہت سی روایتین براہ راست خود زبان وحی والہام سے لی ہین، لیکن آنحضرت صلعم کی وفات کے وقت ان کی عمر ۱۴، ۱۵ سال سے زائد نہ تھی، ظاہر ہے کہ اس عمر مین علم کا اتنا سرمایہ کہان سے حاصل کرسکتے تھے، ان کے ذوق علم اور تلاش وجستجو کا اندازہ ذیل کے واقعات سے ہوگا،

آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد ایک انصاری سے کہا کہ آنحضرت صلعم وفات پاگئے، مگر آپ کے اصحاب زندہ ہین، چلو ان سے تحصیل علم کرین، انھون نے کہا ابن عباسؓ مجھکو تم پر حیرت ہوتی ہے، تم دیکھتے ہو کہ لوگ علم مین خود تمھارے محتاج ہین، پھر تم دوسرون کے پاس جاتے ہو، یہ جواب سنکر ان کو چھوڑ دیا اور تنہا جہان کہین سراغ ملتا کہ فلان شخص نے آنحضرت صلعم سے کوئی حدیث سنی ہے، فوراً مشقت اٹھاکر اس کے پاس پہنچے اور اطلاع دیتے، وہ گھر سے نکل آتا اور کہتا کہ ابن عم رسولؐ آپ نے کیسے تکلیف کی، یہ اپنا مدعا بیان کرتے کہ مین نے سنا ہے کہ تم نے آنحضرت صلعم سے کوئی حدیث سنی ہے،

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۴۰ شرط شیخین، [2] تہذیب الکمال ص ۲۰۲،

وہ کہتا ابن عم رسولؐ آپ نے کیون زحمت گوارا کی، کسی دوسرے کو بھیج دیا ہوتا، کہتے نہین یہ میرا فرض تھا، اس طریقہ سے عرب کے گوشہ گوشہ سے ایک ایک دانہ چن چنکر خرمن علم کا انبار لگایا، جب ان کے فضل و کمال کا چرچا زیادہ ہوا، اسس وقت ان انصاری نے جنھون نے ساتھ چلنے سے انکار کیا تھا، ندامت کے ساتھ اقرار کیا کہ "ابن عباسؓ ہم سے زیادہ عقلمند تھے[1]"

ابوسلمہؓ روایت کرتے ہین کہ ابن عباسؓ کہتے تھے کہ جس شخص کے متعلق مجھ کو پتہ چلتا کہ اس نے آنحضرت صلعم سے کوئی حدیث سنی ہے تو مین خود اس کے مکان پر جا کر حاصل کرتا، حالانکہ اگر مین چاہتا تو راوی کو اپنے یہان بلوا سکتا تھا[1]۔

ابورافع آنحضرت صلعم کے غلام تھے اس لیے ان کو آنحضرت صلعم کے افعال دیکھنے اور اقوال سننے کا زیادہ موقع ملتا تھا، ابن عباسؓ ان کے پاس کاتب لیکر آتے اور پوچھتے کہ آنحضرت صلعم نے فلان فلان دن کیا کیا کیا، ابورافعؓ بیان کرتے اور کاتب قلمبند کرتا جاتا[2]، اسی تلاش وجستجو نے ان کو اقوال وافعال نبوی کا سب سے بڑا حافظ بنا دیا تھا، اکثر اکابر صحابہؓ کو جو عمر اور مرتبہ مین ان سے کہین زیادہ تھے، ان کے مقابلہ مین اپنے قصور علم کا اعتراف کرنا پڑتا تھا، یہ فتویٰ دیتے تھے کہ حائضہ طواف رخصت کیے بغیر لوٹ جائے، حضرت زید بن ثابت انصاریؓ کاتب وحی کو معلوم ہوا تو انھون نے پوچھا تم حائضہ عورت کو یہ فتویٰ دیتے ہو، انھون نے کہا ہان، زید بن ثابتؓ نے کہا یہ فتویٰ نہ دیا کرو، انھون نے کہا مین تو یہی دون گا، اگر آپ کو شک ہے تو فلان انصاریہ سے جا کر پوچھ لیجئے کہ اسکو

---

[1] مستدرک حاکم ج ۳ فضائل ابن عباس سعی ابن عباس فی طلب العلم،

[2] تذکرۃ الحفاظ ج اوّل ص ۵ سے اصابہ ج ۴ ص ۹۲ ،

یہ حکم دیا تھا یا نہین، زید بن ثابتؓ نے جا کر پوچھا تو ابن عباسؓ کا فتوی صحیح نکلا، چنانچہ ہنستے ہوئے واپس آئے اور بولے تم نے سچ کہا تھا۔[1]

اسی طریقہ سے ایک مرتبہ ان مین اور مسور بن مخرمہ مین محرم کے سر دھونے کے بارہ مین اختلاف ہوا، یہ کہتے تھے محرم سر دھو سکتا ہے، مخرمہ اس کے خلاف تھے، اس پر عبداللہ بن عباسؓ نے عبداللہ بن حنین کو حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے پاس تحقیق کے لیے بھیجا، یہ اس وقت کپڑا آڑ کئے ہوئے کنوئین پر نہا رہے تھے، عبداللہ نے سلام کیا، انھون نے پوچھا کون ہو؟ کہا مین ہون عبداللہ بن حنین، ابن عباسؓ نے پوچھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم احرام کی حالت مین کس طرح سر دھوتے تھے، ابو ایوبؓ نے عملاً نقشہ کھینچ کر بتا دیا۔[2]

جب صحابۂ کرامؓ مین آنحضرت صلعم کے کسی قول و فعل کے بارہ مین اختلاف ہوتا، تو وہ ابن عباسؓ کی طرف رجوع کرتے، اس بارہ مین کہ آنحضرت صلعم نے کہان سے احرام باندھا؟ صحابہ مین بہت اختلاف ہے، سعید بن جبیر نے ابن عباسؓ سے کہا کہ ابو العباس مجھکو حیرت ہوتی ہے کہ آنحضرت صلعم کے اصحابؓ مین آپ کے احرام باندھنے کی جگہ کی تعیین مین بہت زیادہ اختلاف ہے، انھون نے کہا میرے معلومات اس بارہ مین سب سے زیادہ ہین، چونکہ آنحضرت صلعم نے ایک ہی حج کیا ہے اس لیے لوگون مین اختلاف پیدا ہو گیا، اس کا سبب یہ ہے کہ جب آپ نے ذو الحلیفہ کی مسجد مین دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد احرام باندھا اور لبیک کہنا شروع کیا، جو لوگ اس وقت موجود تھے، انھون نے اسی کو یاد رکھا، پھر جب آپ اونٹنی پر سوار ہوئے اور وہ چلی تو پھر آپ نے لبیک کہا، اس وقت جو لوگ موجود تھے وہ یہ سمجھے کہ آپ نے یہین سے ابتدا کی ہے، چنانچہ وہ لوگ یہ سمجھتے ہین کہ جب آپ اونٹنی پر سوار ہو کر چلے اس وقت سے لبیک کہنا شروع کیا، اس کے بعد جب آپ بلند مقام

---

[1] مسند احمد بن حنبل ج اول ص ۲۶۰ [2] ابوداؤد کتاب المناسک باب المحرم یغتسل راسہ

پر چڑھے تب لبیک کہا جو لوگ اس وقت آ کر ملے، وہ یہان سے ابتدا سمجھے، چنانچہ وہ کہتے ہین کہ جب آپ بلندی پر چڑھے اس وقت سے کہنا شروع کیا، لیکن مین خدا کی قسم کھا کر کہتا ہون کہ آپ نے مسجد مین احرام باندھا اس کے بعد جب اونٹنی چلی تب، اور جب بلند مقام پر چڑھے تب، دونون مرتبہ لبیک کہا[1]،

روایتون مین احتیاط عموماً کثیر الروایت راویون کے متعلق یہ شبہہ کیا جاتا ہے کہ وہ روایت کرنے مین محتاط نہین ہوتے، اور رطب و یابس کا امتیاز نہین رکھتے، لیکن ابن عباسؓ کی ذات اس سے مستثنیٰ اور اس قسم کے شکوک و شبہات سے ارفع و اعلیٰ تھی، وہ حدیث بیان کرتے وقت اس کا پورا پورا لحاظ رکھتے تھے کہ کوئی غلط روایت آنحضرت صلعم کی جانب نہ منسوب ہونے پائے، جہان اس قسم کا کوئی خفیف سا بھی خطرہ ہوتا، وہ بیان نہ کرتے، چنانچہ اکثر کہا کرتے تھے کہ ہم اس وقت تک آنحضرت صلعم کی حدیث بیان کرتے تھے جب تک جھوٹ کا خطرہ نہ تھا، لیکن جب سے لوگون نے ہر قسم کی رطب و یابس حدیثین بیان کرنا شروع کر دین، اس وقت سے ہم نے روایت ہی کرنا چھوڑ دیا[2] لوگون سے کہتے کہ تم کو قال رسول اللہ کہتے وقت یہ خوف نہین معلوم ہوتا کہ تم پر عذاب نازل ہو جائے یا زمین شق ہو جائے اور تم اس مین سما جاؤ[3]، اسی احتیاط کی بنا پر فتوی دیتے تو آنحضرت صلعم کا نام نہ لیتے تھے[3] کہ آپ کی طرف نسبت کرنے کا بار نہ اُٹھانا پڑے،

حلقۂ درس حضرت ابن عباسؓ کا حلقۂ درس بہت وسیع تھا، سیکڑون طلبگار روزانہ ان کے خرمن کمال سے خوشہ چینی کرتے تھے، ان کی زندگی کا ہر لمحہ درس و تدریس کے لیے وقف تھا، کبھی کوئی

---

[1] ابو داؤد کتاب المناسک باب وقت الاحرام [2] مسند دارمی باب فی الحدیث عن الثقات،

[2] ایضاً باب ما یتقی من تفسیر حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم،

[3] مسند ابن حنبل ج اول صفحہ ۳۵،

شخص ان کے چشمۂ فیض سے ناکام واپس نہ ہوا، اس عام فیض کے علاوہ بعض مجلسین خصوصیت کیساتھ درس وتدریس اور علمی مذاکرون کے لیے مخصوص تھین، اوران مین باقاعدہ ہر علم وفن کی جدا جدا تعلیم ہوتی تھی، ابوصالح تابعی بیان کرتے ہین کہ "مین نے ابن عباسؓ کی ایک ایسی علمی مجلس دیکھی کہ اگر سارا قریش اس پر فخر کرے تو بھی بجا ہوگا، اس مجلس کا یہ حال تھا کہ عبداللہ بن عباسؓ کے مکان کے سامنے آدمیون کا اتنا اژدحام تھا کہ ان کی کثرت سے آمد ورفت مشکل تھی، مین نے جاکر اس اژدحام کی اطلاع دی، مجھ سے پانی مانگا، مین پانی لایا، انھون نے وضو کیا، وضو کرکے بیٹھ گئے، پھر مجھ سے کہا جاؤ قرآن کے جس شعبہ کے متعلق جو سائل ہون ان کو اطلاع دو، مین نے اطلاع دی، دیکھتے دیکھتے سائلون سے سارا گھر اور تمام حجرے بھر گئے، جس نے جو سوال کیا اس کے سوال سے زیادہ اس کو جواب دیکر رخصت کیا، پھر مجھ سے کہا جاؤ حرام وحلال اور فقہ کے سائلون کو بلاؤ، مین نے ان لوگون کو اطلاع دی، چنانچہ انکا جم غفیر آیا، اور جنکو جو سوالات کرنا تھے پیش کئے، فرداً فرداً سب کو نہایت تشفی بخش اور ان کے سوالات سے زیادہ جواب دیکر رخصت کیا، پھر فرمایا کہ اب تمھارے دوسرے بھائیون کی باری ہے، اس کے بعد فرائض وغیرہ کے سائلون کو بلایا، ان کی تعداد بھی اتنی بڑی تھی کہ پورا گھر بھر گیا، ان کے پیشرودن کی طرح ان کے سوالات سے زیادہ جوابات دیکر فارغ ہوئے تو مجھ سے کہا کہ عربی زبان، شعروشاعری اور ادب وانشار کے سائلون کو بلاؤ، چنانچہ مین نے اطلاع دی، یہ لوگ آئے، ان کے ہجوم کا بھی وہی حال تھا، ان لوگون نے جو سوالات کئے، ان کے سوالات سے زیادہ جوابات دیئے، ابوصالح یہ واقعہ بیان کرکے کہتے ہین کہ مین نے کسی شخص کی اتنی بڑی مجلس نہین دیکھی تھی[1]"

درس کے ان مستقل حلقون کے علاوہ کبھی کبھی نماز کے بعد تقریر اور خطبہ کے ذریعہ سے تعلیم دیتے

---

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۳۸،

عبداللہ بن شقیق بیان کرتے ہین کہ ایک دن ابن عباسؓ نے عصر کے بعد ہم لوگون کے سامنے تقریر کی، اور اتنی دیر تک کرتے رہے کہ آفتاب غروب ہوگیا، اور تارے نکل آئے تو لوگون نے نماز نماز کی آوازین بلند کرنا شروع کین، ایک تیمی نے مسلسل نماز کہنا شروع کیا، ابن عباسؓ نے جھنجھلا کر بولے لا اُمّ لک، تو مجھ کو سنت کی تعلیم دیتا ہے، مین نے آنحضرت صلعم کو دیکھا ہے، آپ ظہر، عصر اور مغرب وعشا کی نمازین ایک ساتھ پڑھتے تھے، عبداللہ بن شقیق کے دل مین یہ بات کھٹکتی رہی، انھون نے جا کر حضرت ابو ہریرہؓ سے پوچھا حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا ہان صحیح ہے[1]،

حضر کے علاوہ سفر مین بھی ان کا یہ چشمۂ فیض جاری رہتا تھا، چنانچہ جب چند دنون کے لیے حج کی غرض سے مکہ معظمہ تشریف لیجاتے تھے، اس وقت بھی ان کی قیامگاہ طالبان علم کی درسگاہ بن جاتی[2]،

ترجمان کا تقرر اسلامی فتوحات کے بعد جب اسلام عرب کے حدود سے نکلکر ایران ومصر وغیرہ مین پھیلا، تو وہ قومین اسلام کے حلقۂ اثر مین آئین جنکی زبان عربون سے جدا تھی ابن عباسؓ نے اونکی آسانی کے لیے مخصوص ترجمان رکھے کہ ان کو سوال مین زحمت نہ ہو[3]،

تلامذہ ان کی اس فیض رسانی وعلم وعرفان کی بارش نے ان کے تلامذہ کا دائرہ بہت وسیع کردیا تھا، ان کی تعداد ہزارون تک پہنچ جاتی ہے، مشہور تلامذہ اور شاگردون کی مختصر فہرست یہ ہے،

بیٹون مین محمد اور علی، پوتون مین محمد بن علی، بھائیون مین کثیر، بھتیجون مین عبداللہ بن عبیداللہ، اور عبداللہ بن معبد، عام لوگون مین عبداللہ بن عمر، ثعلبہ بن حکم، مسور بن مخرمہ، ابوالطفیل، ابوامامہ بن سہل، سعید بن مسیب، عبداللہ بن حارث، عبداللہ بن عبداللہ، عبداللہ بن شداد

---

[1] مسلم کتاب صلوٰۃ المسافرین وقصرہا باب الجمع بین الصلوٰتین فی الحضر [2] استیعاب ج اول ص۳۸۳ [3] مسلم ج اول

یزید بن اصم، ابوسلمہ بن عبدالرحمن، ابوجمرہ ضبعی، ابومجلز لاحق بن حمید، ابورجاء عطارہ دیلمی، قاسم بن محمد، عبید بن اسباق، علقمہ بن وقاص، علی بن حسین، عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ، عکرمہ، عطاء، طاؤس، کریب، سعید بن جبیر، مجاہد، عمرو بن دینار، ابوالجوزاء، اوس بن عبداللہ ربعی، ابوالشعثاء، جابر بن زید، بکر بن عبداللہ مزنی، حصین بن جندب، حکم بن اعرج، ابوالجویرہ، حطان بن خفاف، حمید بن عبدالرحمن بن عوف، رفیع ابوالعالیہ، مقسم، ابوصالح السمان، سعد بن ہشام، سعید بن ابوالحسن بصری، سعید بن حویرث، سعید بن ابی ہند، ابوالحباب سعید بن یسار، سلیمان بن یسار، ابوزمیل سماک بن ولید، سنان بن سلمہ، صہیب، طلحہ بن عبداللہ بن عوف، عامر الشعبی، عبداللہ بن ابی ملیکہ، عبداللہ بن کعب بن مالک، عبداللہ بن عبید، عبید بن حنین، عبدالرحمن بن مطعم، عبدالرحمن بن وعلہ، عبدالعزیز بن رفیع عبدالرحمن بن عابس نخعی، عبیداللہ بن عبداللہ بن ابی ثور، عبیداللہ بن یزید المکی، علی بن ابوطلحہ، عمرو بن مرہ، عمرو بن میمون، عمران بن حطان، عمار بن ابی عمار، محمد بن عباد بن جعفر، مسلم بن صبیح، مسلم القری موسیٰ بن سلمہ، میمون بن مہران جزری، نافع بن جبیر بن مطعم، نافع، نضر بن انس، یحیی بن یعمر، ابوالبختری الطائی، ابوالحسان الاعرج، یزید بن ہرمز، ابوحمزہ قصاب، ابوالزبیر مکی، ابوعمر البہرانی، ابوالمتوکل الناجی، ابونضرہ العبدی، فاطمہ بنت حسین، محمد بن سیرین وغیرہم،[1]

فقہ و فرائض حضرت ابن عباسؓ کے فتاویٰ، فقہ کی سنگ بنیاد ہین، اس کی تشریح کے لیے ایک دفتر چاہیئے، اس لیے ہم ان کو قلم انداز کرتے ہین، تاہم ان کی فقہ دانی کا سرسری اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ ابوبکر محمد بن موسیٰ خلیفہ مامون الرشید کے پروتے نے جو اپنے زمانہ کے امام تھے، ان کے فتاویٰ ۲۰ جلدون مین جمع کئے تھے،[2]

مکہ مین فقہ کی بنیاد انھین نے رکھی، وہ تمام فقہاء جنکا سلسلہ مکہ کے شیوخ تک پہنچتا ہے،

---

[1] تہذیب التہذیب [2] اعلام الموقعین ج اول ص ۱۳،

وہ سب بالواسطہ یا بلا واسطہ ان کے خوشہ چین تھے، ایک فقیہہ و مجتہد کے لیے قیاس ناگزیر ہے،
کیونکہ وقتاً فوقتاً بہت سے ایسے نئے مسائل پیدا ہوتے رہتے ہین، جو حضرت حامل شریعت
علیہ السلام کے عہد مین نہ تھے، اور ان کے متعلق کوئی صریح حکم موجود نہین ہے، ایسے وقت
مین مجتہد کا یہ فرض ہے کہ وہ منصوصہ احکام اور ان مین علت مشترک نکال کر ان پر قیاس کر کے
حکم صادر کرے، ورنہ فقہ کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند ہو جائیگا، حضرت ابن عباسؓ کے سامنے
جب کوئی مسئلہ پیش ہوتا تو وہ پہلے کتاب اللہ کی طرف رجوع کرتے، اگر اس سے جواب
ملجاتا تو فبہا، ورنہ رسول اللہ صلعم کی سنت کی طرف رجوع کرتے، اگر اس سے بھی مقصد برآری
نہ ہوتی، تو حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کا فیصلہ دیکھتے، اگر اس سے بھی عقدہ نہ حل ہوتا، تو پھر خود اجتہاد کرتے[1]
مگر اسی کے ساتھ قیاس بالرائے کو برا سمجھتے تھے، چنانچہ وہ اس کی مذمت مین کہتے ہین کہ "جو شخص
کسی مسئلہ مین ایسی رائے دیتا ہے جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ مین نہین ہے، تو میری سمجھ
مین نہین آتا کہ جب وہ خدا سے ملے گا تو کیا معاملہ پیش آئے گا[2]"

حضرت علیؓ کے عہد خلافت مین کچھ لوگ مرتد ہو گئے، حضرت علیؓ نے ان کو زندہ جلا دیا، ابن عباسؓ
کو معلوم ہوا تو کہا اگر ان کی جگہ مین ہوتا، تو جلانے کے بجائے قتل کی سزا دیتا، کیونکہ مین نے آنحضرت
صلعم سے سنا ہے کہ جو شخص مذہب تبدیل کرے اس کو قتل کردو، پھر فرمایا کہ "جو عذاب خدا کا مخصوص
ہے اس کو تم لوگ نہ دو" یعنی آگ مین کسی کو نہ جلاؤ، حضرت علیؓ کو معلوم ہوا تو فرمایا ابن عباسؓ پر
افسوس ہے[3]،

فقہ کے ساتھ ساتھ فرائض مین بھی درک تھا، اگرچہ وہ اس فن مین حضرت معاذ بن جبلؓ،
زید بن ثابتؓ، اور عبداللہ بن مسعودؓ کے برابر نہ تھے، تاہم عام صحابہؓ مین حضرت ابن عباسؓ

[1] اعلام الموقعین ج اول ص ۱۳ [2] ایضاً [3] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۳۹،

بھی اس فن مین ممتاز درجہ رکھتے تھے، عبید اللہ بن عبد اللہ کا بیان ہے کہ حساب اور فرائض مین ابن عباسؓ ممتاز درجہ رکھتے تھے[1]،

دیگر علوم

ان مذہبی علوم کے علاوہ اون تمام علوم مین جو اس زمانہ مین لازمۂ شرافت سمجھے جاتے تھے، کافی دستگاہ اور ناقدانہ نظر رکھتے تھے، اوپر گذر چکا ہے کہ مذہبی علوم کے علاوہ ان کے حلقۂ درس مین عربی شعر و شاعری اور ادب و انشاء کے طالبین بھی آتے تھے، عربون مین شاعری لازمۂ شرافت تھی، بالخصوص قریش کی آتش بیانی مشہور تھی، ابن عباسؓ نہ صرف سخن سنج تھے، بلکہ خود بھی اشعار کہتے تھے، ابن رشیق نے ان کے یہ چند اشعار کتاب العمدہ مین نمونہ کے طور پر نقل کئے ہین،

اذا طارقات الھم ضاجعت الفتی — واعمل فکر اللیل واللیل عاکر

جب رات کے آنے والے غم کسی جوانمرد کے ساتھ ہم خواب ہوتے ہین اور شب کے آخر حصہ مین تفکرات اپنا عمل کرتے ہین،

وباکرنی فی حاجۃ لم یجد بھا — سوای ولا من نکبۃ الدھر ناصر

اور وہ صبح کو میرے پاس اسی حالت مین اپنی حاجت لے کر آتا ہے کہ اس مین اور اسکی زمانہ کی بدبختیون مین اسکا کوئی مددگار نہین ہوتا

فرجت بمالی ھمہ من مقامہ — وزایلہ ھمٌّ طروق مسامر

تو مین اپنے مال کے ذریعہ اس کا غم دور کرتا ہون اور اس کے رات کی آنے والے تفکرات دور ہو جاتے ہین،

وکان لہ فضل علی بظنہ — بی الخیر انی للذی ظن شاکر

اور مین اسی کا ممنون ہوتا ہون کیونکہ وہ میرے ساتھ حسن ظن رکھتا ہے اور جو شخص میرے ساتھ حسن ظن رکھتا ہو اسکا مین مشکور ہوتا ہون[2]،

شعر گوئی کے ساتھ فصیح و بلیغ بھی تھے، اگرچہ خطیب کی حیثیت سے انھون نے کوئی شہرت نہین حاصل کی، تاہم ان کی روزانہ کی گفتگو بھی ادب کی چاشنی سے خالی نہ ہوتی تھی، مسروق کا

---

[1] اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۹۳ [2] کتاب العمدہ ص ۵،

بیان ہے کہ جب ابن عباسؓ گفتگو کرتے تھے تو فصیح ترین آدمی معلوم ہوتے تھے[1]
حضرت حسنؓ کی وفات کے بعد ان میں اور امیر معاویہ میں جو گفتگو ہوئی ہے، وہ حسنِ بیان کا ایک دل آویز نمونہ ہے[2]،

معاویہ، اجرك الله ابا العباس فی ابی محمد الحسن بن علی،	**معاویہ**، ابو العباس خدا تمہیں ابی محمد الحسن بن علی کی موت پر اجر دے،
فقال ابن **عباس**: انا لله وانا الیه راجعون وغلبه البکاء فرده ثم قال لا یسد والله مکانه، حفرتك ولا یزید موته فی اجلك والله قد اصبنا بمن هو اعظم منه فقد فما صبرنا والله بعده	**ابن عباس**، ابن عباس نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور آنسو ضبط کرکے بولے خدا کی قسم ان کی موت سے تمہاری قبر پر نہ ہو جائے گی اور نہ ان کی موت سے تمہاری زندگی میں کچھ اضافہ ہوگا، خدا کی قسم ہم کو ان سے بڑے کی موت کا صدمہ اٹھانا پڑا، خدا کی قسم اس کے بعد ہمارا کیا چارہ تھا،
معاویہ، کم کانت سنه	**معاویہ**، ان کی عمر کتنی تھی،
ابن عباس، مولده اشهر من ان تتعرف سنه	**ابن عباس** ان کی ولادت اتنی مشہور ہے کہ تم کو ان کی عمر معلوم کرنے کی ضرورت نہیں
معاویہ، احسبه ترك اولادا صغارا	**معاویہ**، میرا خیال ہے کہ انھوں نے چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑے،
ابن عباس، کان کلنا فکبر ولئن اختار الله لابی محمد عنده وقبضه الی رحمته لقد ابقی الله ابا عبد الله و فی مثله الخلف الصالح،	**ابن عباس**، ہم سب چھوٹے تھے پھر بڑے ہوئے، اگر خدا نے ابو محمد (حسن) کو اپنی رحمت کی طرف بلا لیا تو ابھی اس نے ابو عبد اللہ (حسین) کو زندہ رکھا ہے اور ان کے ایسے لوگ خلف صالح ہوتے ہیں،

[1] استیعاب ج اول ص ۳۸۹ [2] کتاب البیان والتبیین جاحظ ج ۲ ص ۱۸۰ ،

تقریر اس قدر شیرین ہوتی تھی کہ بے ساختہ سننے والون کی زبانون سے مرحبا نکل جاتا تھا، نے
مستدرک حاکم کے حوالہ سے اوپر کہین نقل کیا ہے کہ شقیق بیان کرتے تھے کہ ابن عباسؓ نے ایک
مرتبہ حج کے موسم مین سورۂ نور کی تفسیر اس اچھوتے انداز سے بیان کی تھی کہ اس سے بہتر نہ
میرے کانون نے سنی تھی، نہ آنکھون نے دیکھی تھی، اگر اس کو فارس و روم سن لیتے تو پھر ان کو
اسلام سے کوئی چیز نہ روک سکتی" ابن ابی شیبہ کی روایت مین اتنا اور اضافہ ہے کہ ایک شخص
بولا کہ ابن عباس کی شیرین بیانی اور حلاوت پر میرا بے اختیار دل چاہتا تھا کہ ان کا سر چوم لون۔

ابن عباسؓ کی جامعیت

اوپر کی تفصیلات سے ان کی جامعیت کا اندازہ ہوا ہوگا، عبید اللہ بن عبد اللہ
کے اس تبصرہ سے اس کا پورا اندازہ ہوگا وہ کہا کرتے تھے کہ اس زمانہ کے علوم مین کوئی ان کا
ہمسر نہ تھا، معاملہ فہمی اور اصابتِ راے مین وہ سب پر فائق تھے، نسب دانی اور تاویلِ قرآن
کے بڑے ماہر تھے، احادیث نبوی اور ابوبکر عمر اور عثمانؓ کے فیصلون کا ان سے زیادہ کوئی
واقف کار نہ تھا، شعر و شاعری، ادب، تفسیر، حساب اور فرائض مین ممتاز درجہ رکھتے تھے، اور ان
سب مین ان کی رائے بے نظیر ہوتی تھی، ان کے علمی مذاکرے کے دن مقرر تھے، کسی دن
فقہ کا درس دیتے تھے، کسی دن تاویلِ قرآن پر روشنی ڈالتے، کسی دن مغازی کے واقعات کا تذکرہ
کرتے، کسی دن ایامِ عرب کی داستان سناتے، کسی دن شعر و شاعری کا چرچا ہوتا، غرض انکا
چشمۂ فیض ہر دن نئے رنگ سے ابلتا تھا، مین نے کسی بڑے سے بڑے عالم کو نہین دیکھا جو
تھوڑی دیر کے لیے ان کی صحبت مین بیٹھا ہو اور ان کے کمالِ علم کے سامنے اس کی گردن
نہ جھک گئی ہو، کسی علم کے متعلق کوئی سوال بھی کرتا اس کو اس کا جواب ضرور ملتا۔

معاصرین کا اعتراف

حضرت ابن عباس صحابہؓ کی جماعت مین گو عمر مین بہت چھوٹے تھے، مگر ان کا

لہ اصابہ بحوالہ ابن ابی شیبہ تذکرہ عبد اللہ بن عباس ۲ہ اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۹۳-۱۹۴

علم سب سے بڑا تھا[1] ان کے تمام معاصرین حتیٰ کہ بڑے بڑے صحابہؓ تک تھے ان کے فضل و کمال کے معترف تھے،

حضرت عمرؓ فرماتے تھے ابن عباسؓ ادھیڑ عمر والون مین نوجوان ہین' ان کی زبان سائل' اور ان کا ذہن رسا ہے' مجاہد تابعی کہتے تھے کہ "مین نے ابن عباسؓ کے فتادی سے بہتر کسی شخص کا فتوی نہین دیکھا، علاوہ اس شخص کے جو قال رسول اللہ کہتا ہے" طاؤس کہتے تھے کہ "مین نے آنحضرت صلعم کے پانسو اصحابؓ کو دیکھا ہے کہ جب وہ کسی مسئلہ مین ابن عباسؓ سے مباحثہ کرتے اور دونون مین اختلاف رائے ہوتا تو آخر مین ابن عباسؓ ہی کی رائے پر فیصلہ ہوتا"

عبید اللہ بن عباس کہتے تھے کہ مین نے عبداللہ بن عباسؓ سے زیادہ سنت کا عالم' ان سے زیادہ صائب الرائے' ان سے بڑا دقیق النظر کسی کو نہین دیکھا، حضرت عمرؓ باوجود اپنے ملکۂ اجتہاد اور مسلمانون کی خیر خواہی کے ابن عباسؓ کو مشکلات کے لیے تیار کرتے تھے' قاسم بن محمد کا بیان ہے کہ ہم نے ابن عباسؓ کی مجلس مین کبھی کوئی باطل تذکرہ نہین سنا، اور ان سے زیادہ کسی کا فتویٰ سنت نبوی کے مشابہ نہین دیکھا،[2] طاؤس تابعی حضرت ابن عباسؓ کے ساتھ بہت رہا کرتے تھے' ابو سلیم نے ان پر اعتراض کیا کہ آنحضرت صلعم کے اکابر صحابہؓ کو چھوڑ کر تم اس چھوکرے سے کیون چپٹے رہتے ہو؟ انھون نے کہا مین نے آنحضرت صلعم کے ستر اصحابؓ کو دیکھا ہے جب وہ کسی مسئلہ مین گفتگو کرتے تھے تو آخر مین ان کو ابن عباسؓ ہی کے قول کی طرف رجوع کرنا پڑتا تھا،[3] حضرت زید بن ثابتؓ کا انتقال ہوا تو حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا آج اس امت کا عالم اٹھ گیا، امید ہے کہ خدا ابن عباسؓ کو ان کا قائم مقام بنائے گا[4] مشہور عالم صحابی ابی بن کعبؓ کے بیٹے محمد روایت کرتے ہین کہ ابن عباسؓ ایک دن میرے والد کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، جب وہ اٹھکر چلے

[1] یہ تمام اقوال استیعاب سے منقول ہین ج اول ص ۳۸۴ [2] اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۹۴ [3] اصابہ ج ۴ ص ۹۲

تو میرے باپ نے کہا، کہ ایک دن یہ شخص اس امت کا حبر (زبردست عالم) ہوگا[1] حضرت ابی بن کعب رضی کی یہ پیشین گوئی حرف بحرف پوری ہوئی، اور ابن عباس رضی اپنے کثرت علم کی وجہ سے حبر الامۃ کہلانے لگے،

معاصرین کی عزت اس ذاتی علم وفضل کے باوجود وہ دوسرے علمار کی بڑی عزت کرتے تھے، اور ان سے نہایت تواضع اور انکسار سے پیش آتے تھے، ایک مرتبہ حضرت زید بن ثابت رضی سوار ہوئے، تو ابن عباس رضی نے احتراماً ان کی رکاب تھام لی، زید بن ثابت رضی نے کہا اے ابن عم رسول! ایسا نہ کیجئے، فرمایا ہم کو اپنے علمار کا ایسا ہی احترام کرنا چاہیے، زید بن ثابت رضی نے ان کا ہاتھ چوم کر کہا، ہم کو اپنے نبی کے اہل بیت کا ایسا ہی احترام کرنا چاہیئے[2]،

بدعت سے نفرت عقیدہ کی صحت مذہب کی روح ہے، اس میں جہان رخنہ پیدا ہوا، مذہب کی بنیادین ہل جاتی ہین، تقدیر کا مسئلہ ہر مذہب مین ایسا نازک اور پیچیدہ ہے کہ اس مین ادنی افراط وتفریط سے عظیم الشان فتنون کا دروازہ کھل جاتا ہے، صحابہ رض کے آخر زمانہ مین نومسلم عجمیون کے ذریعہ سے خیر وشر اور قضا وقدر کی بحث عراق مین پیدا ہو چلی تھی، ایک مرتبہ حضرت ابن عباس رضی کو معلوم ہوا کہ ایک شخص تقدیر کا منکر ہے، اس وقت ان کی آنکھون کی بصارت زائل ہو چکی تھی، پھر بھی لوگون سے کہا کہ مجھکو اس شخص تک پہنچا دو، لوگون نے پوچھا آپ اس کے ساتھ کیا طرز عمل اختیار کرین گے؟ بولے اگر ہوسکا تو اس کی ناک کاٹ ڈالون گا، اور اگر گردن ہاتھ مین آگئی تو اس کو توڑ دونگا، مین نے آنحضرت صلعم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ "مین بنو فہر کی عورتون کو دیکھ رہا ہون، کہ وہ خزرج کا طواف کر رہی ہین، اور سب کی سب اعمال شرک مین مبتلا ہین" تقدیر کا انکار اس امت کا پہلا شرک ہے، مین اس ذات کی قسم کھا کر کہتا ہون

[1] اصابہ ج ۴ ص ۹۱ [2] مستدرک حاکم فضائل ابن عباس [3] اصابہ ج ۴ ص ۹۲ ،

عطا فرما"

ایک دوسری روایت مین ہے کہ آنحضرت صلعم جاے ضرورسے فارغ ہو کر تشریف لائے،
تو ایک طشت مین پانی ڈھکا ہوا رکھا دیکھا پوچھا کس نے رکھا ہے، ابن عباس نے عرض کی مین نے،
فرمایا، خدایا ان کو قرآن کی تفسیر کا علم عطا فرما،[1] کبھی کبھی آپ خود بھی ان سے کام لیا کرتے تھے،
ایک مرتبہ یہ بچون کے ساتھ کھیل رہے تھے، کہ آنحضرت صلعم کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا،
سمجھ گئے کہ میرے پاس آرہے ہین، بچپن کا زمانہ تھا، بھاگ کے ایک مکان کے دروازے
کی آڑ مین چھپ رہے، آنحضرت صلعم نے پشت سے آکر پکڑ لیا، اور فرمایا جاؤ معاویہ کو بلالاؤ،
معاویہ اس وقت آپ کے کاتب تھے، ابن عباسؓ نے جاکر کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تمھاری
ضرورت ہے فوراً چلو،[2]

رسول کا احترام | آنحضرت صلعم کا اتنا احترام کرتے تھے، کہ نماز مین بھی آپ کے برابر کھڑا ہونا گستاخی
سمجھتے تھے، ایک مرتبہ آپ آخر شب مین نماز کے لیے کھڑے ہوئے، ابن عباسؓ آکر پیچھے کھڑے
ہوگئے، آنحضرت صلعم نے ان کو ہاتھ سے پکڑ کر اپنے برابر کر لیا، اس وقت تو یہ ساتھ کھڑے ہوگئے،
مگر جیسے ہی آپ نے نماز شروع کی، ابن عباس ہٹ کر اپنی جگہ پر آگئے، نماز ختم کرنے کے بعد آپ نے
پوچھا کہ "مین نے تم کو اپنے ساتھ کھڑا کیا تھا تم پیچھے کیون ہٹ گئے" عرض کی "کسی کی یہ مجال
نہین ہے کہ وہ رسول اللہ صلعم کے شانہ بہ شانہ کھڑا ہو کر نماز پڑھے" آنحضرت صلعم اس معقول عذر
پر خوش ہوئے اور ان کے لیے فہم و فراست کی دعا فرمائی،[3]

امہات المومنین کا احترام | آنحضرت صلعم کے ساتھ اس غیر معمولی عقیدت کا فطری اقتضا
یہ تھا کہ وہ امہات المومنین کے ساتھ بھی اس عزت و تکریم سے پیش آتے تھے، جب

---

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۳۶، ۵۳۷، بشرط شیخین،

جس کے ہاتھ مین میری جان ہے کہ ایسے لوگون کی بری راے یہین تک نہ محدود رہے گی، بلکہ جس طرح انھون نے خدا کو شر کی تقدیر سے معطل کر دیا ہے، اسی طرح اسکی خیر کی تقدیر سے منکر ہوجائینگے۔

رسول کی محبت | حضرت ابن عباسؓ کو ذات نبویؐ کے ساتھ غیر معمولی شیفتگی اور گرویدگی تھی، آپکی وفات کے موقع کے ایک واقعہ کو یاد کرتے تو روتے روتے بیقرار ہو جاتے، سعید بن جبیر تابعی روایت کرتے ہین کہ ایک دفعہ حضرت ابن عباسؓ نے کہا پنجشنبہ کا دن کون پنجشنبہ اتنا کہنے پائے تھے، ابھی مبتدا کی خبر بھی نہ نکلی تھی کہ زار و قطار رونے لگے، اور اس قدر روئے کہ سامنے پڑے ہوئے سنگریزے ان کے آنسوؤن سے تر ہو گئے، ہم لوگون نے کہا ابو العباس! پنجشنبہ کے دن مین کیا خاص بات تھی؟ بولے اسی دن آنحضرت صلعم کی بیماری نے شدت پکڑی تھی، آپ نے فرمایا "لاؤ مین تم لوگون کو ایک پرچہ لکھدون کہ گمراہی سے ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو جاؤ" اس پر لوگ جھگڑنے لگے، حالانکہ نبیؐ کے پاس جھگڑا مناسب نہین ہے اور کہنے لگے کہ (بیماری کی تکلیف سے) ہذیان ہو گیا ہے، اور آپ سے بار بار پوچھتے تھے کہ یہ حکم آپ حواس کی حالت مین دے رہے ہین، یا ہذیان ہے؟ آپ نے فرمایا، میرے پاس سے ہٹ جاؤ، مین جس حالت مین ہون، وہ اس سے بہتر ہے جس کی طرف مجھکو لے جانا چاہتے ہو۔[۲]

رسول کی خدمت | ام المومنین حضرت میمونہؓ ان کی خالہ تھین، یہ ان کے پاس بہت رہا کرتے تھے، اکثر راتون کو بھی رہ جاتے تھے، اس لیے آنحضرت صلعم کی خدمت گذاری کا بھی انھین موقع ملتا رہتا تھا، ایک دن آنحضرت صلعم حضرت میمونہؓ کے گھر مین تشریف فرما تھے، ابن عباسؓ نے آپ کے لیے وضو کا پانی رکھا، حضرت میمونہؓ نے آنحضرت صلعم سے کہا کہ ابن عباسؓ نے آپ کے لیے وضو کا پانی رکھا ہے، آپ نے دعا دی "خدایا ان کو دین مین سمجھ اور قرآن کی تفسیر کا علم

[۱] مسند احمد بن حنبل ج اول ص۳۳۰، [۲] ایضاً ص۲۲۲،

حضرت میمونہؓ کا انتقال ہوا، اور لوگ مقام سَرِف مین جنازہ کی شرکت کے لیے جمع ہوئے تو انھون نے کہا کہ "لوگو! یہ آنحضرت صلعم کی حرم محترم کا جنازہ ہے، نعش آہستہ اٹھاؤ ہلنے نہ پائے[۱]"۔

یہ احترام حضرت میمونہؓ کی ذات کے ساتھ مخصوص نہ تھا، بلکہ تمام امہات المومنینؓ کیساتھ وہ اسی تعظیم سے پیش آتے تھے، البتہ خاندانی مناقشون کی وجہ سے حضرت عائشہؓ سے کچھ بدمزگی ہوگئی تھی، مگر ان کی وفات سے پہلے خود ان کے در دولت پر حاضر ہو کر صفائی کرلی، ذکوان حضرت عائشہؓ کے حاجب بیان کرتے تھے کہ حضرت عائشہؓ کے مرض الموت مین ابن عباسؓ آئے، اور حضوری کی اجازت چاہی، مین نے حضرت عائشہؓ سے جاکر عرض کی، اس وقت حضرت عائشہؓ کے بھتیجے، عبداللہ بن عبدالرحمن ان کے سرھانے بیٹھے ہوئے تھے، انھون نے بھی کہا کہ ابن عباسؓ آنے کی اجازت چاہتے ہین، بولین ان کو آنے کی ضرورت نہین، عبداللہ بن عبدالرحمن نے کہا، امان! ابن عباسؓ آپ کے سعادتمند بیٹے ہین، وہ سلام کرتے ہین، اور رخصت کرنے کے لیے حاضر ہوئے ہین انکو اجازت دیجئے، فرمایا خیر اگر تم چاہتے ہو تو بلا لو، چنانچہ ان کو باریابی کی اجازت مل گئی، بیٹھنے کے بعد عرض کی آپ کو بشارت ہو (یعنی آنحضرت صلعم کے پاس پہنچا چاہتی ہین،) حضرت عائشہؓ نے جواب مین فرمایا "تم کو بھی بشارت ہو" اس خوش آیند سلسلہ کلام کے بعد ابن عباسؓ نے عرض کی کہ اب آپکے اور آنحضرت صلعم اور آپ کے اعزہ و احباب سے ملنے مین صرف روح کو جسم کا ساتھ چھوڑنے کی دیر ہے، آپ آنحضرت صلعم کی محبوب ترین بیوی تھین، اور آنحضرت صلعم ہمیشہ طیب ہی چیز کو محبوب رکھتے تھے، پھر حضرت عائشہؓ کے فضائل بیان کیے[۲]،

---

[۱] مسلم کتاب الرضاع باب جواز ہبتہا لضرتہا، [۲] مسند احمد بن حنبل جلد اول صفحہ ۲۷۶،

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ

نام ونسب عبداللہ نام، ابوعبدالرحمن کنیت، والد کا نام مسعود اور والدہ کا نام ام عبد تھا، شجرۂ نسب یہ ہے:۔ عبداللہ بن مسعود بن غافل بن حبیب بن شمخ بن فار بن مخزوم بن صاہلہ بن کاہل بن الحارث بن تمیم بن سعد بن ہذیل بن مدرکہ بن الیاس بن مضر،

حضرت عبداللہؓ کے والد مسعود ایام جاہلیت مین عبد بن حارث کے حلیف تھے[1]،

ابتدائی حالات ایام جاہلیت مین زمانۂ طفولیت عموماً بھیڑ بکریون کے چرانے مین بسر ہوتا تھا یہان تک کہ شرفا و امرار کے بچے بھی اس سے مستثنیٰ نہ تھے، گویا یہ ایک درسگاہ تھی جہان سادگی، جفاکشی، وفاشعاری اور راستبازی کا عملی سبق دیا جاتا تھا،

مکہ مین جب دعوت توحید کا غلغلہ بلند ہوا تو حضرت عبداللہؓ اسی درسگاہ مین تعلیم پا رہے تھے اور عقبہ بن معیط کی بکریان ان کے سپرد تھین[2]،

اسلام ایک روز آنحضرت صلعم اپنے مونس و ہمدم حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ اس طرف سے گذرے جہان یہ بکریان چرا رہے تھے، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان سے فرمایا، "صاحبزادے! تمھارے پاس کچھ دودھ ہو تو پیاس بجھاؤ" بولے "مین آپ کو دودھ نہین دے سکتا کیونکہ یہ دوسرے کی امانت ہے" آنحضرت صلعم نے فرمایا "کیا تمھارے پاس کوئی ایسی بکری ہے جس نے بچے نہ دیے ہون" عرض کی "ہان" اور ایک بکری پیش کی، آپ نے

[1] اسد الغابہ ج ۳ تذکرہ عبداللہ بن مسعودؓ [2] ایضاً،

تھن پر ہاتھ پھیر کر دعا فرمائی یہان تک کہ وہ دودھ سے لبریز ہوگیا، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس کو علٰحدہ بیجا کر دوہا تو اس قدر دودھ نکلا کہ تینون آدمیون نے یکے بادیگرے خوب سیر ہوکر نوش فرمایا، اس کے بعد رسول اللہ صلعم نے تھن سے فرمایا خشک ہوجا اور وہ پھر اپنی اصلی حالت پر عود کر آیا،

اس کرشمۂ قدرت نے حضرت عبداللہؓ کے دل پر بے حد اثر کیا، حاضر ہو کر عرض کی "مجھے اس مؤثر کلام کی تعلیم دیجئے" آپ نے شفقت سے ان کے سر پر دستِ مبارک پھیر کر فرمایا "تم تعلیم یافتہ بچے ہو" غرض اس روز سے وہ معلمِ دینِ مبین کے حلقۂ تلمذ مین داخل ہوئے، اور بلا واسطہ خود مہبطِ وحی والہام سے ستر سورتون کی تعلیم حاصل کی جنمین کوئی انکا شریک سہیم نہ تھا،[1]

اسلام قبول کرنے کے بعد وہ ہمیشہ خدمت بابرکت مین حاضر رہنے لگے اور رسول اللہ صلعم نے ان کو اپنا خادم خاص بنا لیا، انشاء اللہ آگے ایک خاص باب مین خدمت گذاریون کی تفصیل آئے گی،

جوشِ ایمان حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اس زمانہ مین ایمان لائے تھے جبکہ مومنین کی جماعت صرف چند اصحاب پر مشتمل تھی اور مکہ کی سرزمین مین رسول اللہ صلعم کے سوا اور کسی نے علانیہ بلند آہنگی کے ساتھ تلاوتِ قرآن کی جرأت نہین کی تھی، چنانچہ ایک روز مسلمانون نے باہم مجتمع ہو کر اس مسئلہ پر گفتگو کی اور سب نے بالاتفاق کہا "خدا کی قسم! قریش نے ابتک بلند آواز سے قرآن پڑھتے ہوئے نہین سنا" لیکن پھر یہ سوال پیدا ہوا کہ اس پُر خطر فرض کو کون انجام دے؟ حضرت عبداللہ بن مسعود نے آگے بڑھکر اپنے آپ کو پیش کیا

[1] اسد الغابہ ج ۳ تذکرہ عبداللہ بن مسعودؓ، [2] مسند احمد بن حنبل،

لوگون نے کہا کہ تمھارا خطرہ مین پڑنا مناسب نہین ہے، اس کام کے لیے تو ایک ایسا شخص درکار ہے جس کا خاندان وسیع ہو، اور وہ اسکی حمایت مین مشرکین کے دستِ ستم سے محفوظ رہے، لیکن حضرت عبداللہؓ نے جوشِ ایمان سے برانگیختہ ہوکر کہا" مجھے چھوڑ دو! خدا میرا محافظ ہے"۔

غرض دوسرے روز چاشت کے وقت جبکہ تمام مشرکین قریش اپنی انجمن مین حاضر تھے، اس وارفتۂ اسلام نے ایک طرف کھڑے ہوکر سازِ توحید پر مضراب لگائی اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد علّم القرآن کا سحرآفرین راگ چھیڑا، مشرکین نے تعجب اور غور سے سنکر پوچھا" ابن ام عبد کیا کہہ رہا ہے؟" کسی نے کہا کہ محمدؐ پر جو کتاب اتری ہے اس کو پڑھتا ہے، یہ سننا تھا کہ تمام مجمع غیظ وغضب سے مشتعل ہوکر ٹوٹ پڑا اور اس قدر مارا کہ چہرہ ورم کر آیا، لیکن جسطرح پانی کے چند چھینٹے آگ کو اور زیادہ مشتعل کر دیتے ہین، اسی طرح حضرت عبداللہؓ کا شعلۂ ایمان اس ظلم وتعدی سے بھڑک اٹھا، مشرکین مارتے گئے لیکن ان کی زبان بند نہ ہوئی،

حضرت عبداللہؓ جب اس فرض کو انجام دے کر خستگی وشکستہ حالی کے ساتھ اپنے احباب مین واپس آئے تو لوگون نے کہا کہ ہم اسی ڈر سے تم کو جانے نہ دیتے تھے، بولے "خدا کی قسم! دشمنانِ خدا آج سے زیادہ میری نظر مین کبھی ذلیل نہ تھے، اگر تم چاہو تو کل مین پھر اسی طرح ان کے مجمع مین جاکر قرآن کریم کی تلاوت کرون لوگون نے کہا بس جانے دو، اس قدر کافی ہے کہ جس کا سننا وہ ناپسند کرتے تھے اس کو تم نے بلند آہنگی کے ساتھ ان کے کانون تک پہنچا دیا"[1]

---

[1] اسد الغابہ تذکرۂ عبداللہ بن مسعود،

ہجرت حضرت عبداللہؓ کے جوش و غیرتِ ایمان نے رفتہ رفتہ تمام مشرکین قریش کو دشمن بنا دیا، یہان تک کہ ان کی مسلسل وپیہم ایذا رسانیون سے تنگ آکر دو دفعہ سرزمین حبش کی صحرا نوردی پر مجبور ہوئے، پھر تیسری دفعہ دائمی ہجرت کا ارادہ کرکے یثرب کی راہ لی اور یہان پہنچکر حضرت معاذ بن جبلؓ کے مہمان ہوئے، آنحضرت صلعم نے مدینہ تشریف لانے کے بعد ان دونون مین باہم بھائی چارہ کرادیا، اور مستقل سکونت کے لیے حضرت عبداللہؓ کو مسجد نبوی کے متصل ایک قطعۂ زمین مرحمت فرمایا[1]

غزوات حضرت عبداللہؓ تمام مشہور و اہم جنگون مین جانبازی و پامردی کے ساتھ سرگرم پیکار تھے، غزوۂ بدر مین دو انصاری نوجوانون نے سرخیلِ کفار ابوجہل بن ہشام کو تہ تیغ کیا تھا، آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ کوئی ابوجہل کی خبر لاتا، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ گئے، ابھی کچھ کچھ جان باقی تھی اس کی داڑھی پکڑکر کہا کہ ابوجہل تو ہی ہے[2]

غزوۂ احد، خندق، حدیبیہ، خیبر اور فتحِ مکہ مین بھی رسول اللہ صلعم کے ہمرکاب تھے، مکہ سے واپس آتے ہوئے راہ مین غزوۂ حنین پیش آیا، اس جنگ مین مشرکین اس طرح یکایک ٹوٹ پڑے کہ مسلمان بدحواسی کے ساتھ منتشر ہو گئے اور دس ہزار کی جماعت مین سے صرف اسی اصحاب ثابت قدمی کے ساتھ شمعِ نبوت کے اردگرد پروانہ وار اپنی فدویت کے جوہر دکھاتے رہے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ انھی جان نثارون مین تھے، فرماتے ہین کہ جب مشرکین نے سخت حملہ کیا تو ہم لوگ تقریبًا اسی قدم تک پسپا ہوئے لیکن پھر جم کر کھڑے ہو گئے، آنحضرت صلعم اپنے رہوار کو آگے بڑھاتے تھے لیکن وہ پیچھے کی طرف ہٹتا تھا اسی حالت مین آپ ایک دفعہ زین سے جھکے، مین نے پکار کر کہا، آپ سربلند رہین خدا نے

---

[1] طبقات ابن سعد ق ۱ ج ۳ تذکرۂ عبداللہ بن مسعودؓ، [2] بخاری ج ۲ ص ۵۶۵

آپ کو رفعت عطا فرمائی ہے"۔ فرمایا"مجھے ایک مٹھی خاک اٹھا دو" مین نے خاک اٹھا کر دی، تو آپ نے مشرکین کے منہ کی جانب پھینک دی، جس سے ان کی آنکھین غبار آلود ہوگئین پھر ارشاد ہوا" مہاجرین وانصار کہان ہین؟" مین نے اشارہ سے بتایا تو حکم ہوا کہ انھین آواز دو، پکارا تو یکایک سب کے سب پلٹ پڑے، اس وقت ان کی تلوارین نورِ ایمان سے اس طرح چمک رہی تھین جسطرح شعلہ دہکتا ہے، غرض بگڑا ہوا کھیل پھر بنگیا، مشرکین مغلوب ہوکر بھاگ کھڑے ہوئے اور میدان مسلمانون کے ہاتھ رہا،

جنگ یرموک | رسول اللہ صلعم کی وفات کے بعد ایک عرصہ تک عزلت نشین رہے، لیکن عہدِ فاروقؓ مین جن عظیم الشان فتوحات کا سلسلہ چھڑ گیا تھا اس نے بالآخر ان کی رگ شجاعت مین بھی ہیجان پیدا کیا، ۱۵ھ مین گوشۂ خلوت سے نکلکر رزمگاہِ شام کی طرف چل کھڑے ہوئے اور میدانِ یرموک کی فیصلہ کُن جنگ مین سرگرم پیکار ہوکر خوب دادِ شجاعت دی،

عہدۂ قضا | ۲۰ھ مین کوفہ کے قاضی مقرر کئے گئے، عہدۂ قضاء کے علاوہ خزانہ کی افسری، مسلمانون کی مذہبی تعلیم اور والیِ کوفہ کی وزارت کے فرائض بھی ان کے متعلق تھے، چنانچہ فرمانِ تقرری کے الفاظ یہ ہین،

انی بعثت الیکم عمار بن یاسر امیرا و ابن مسعود معلما و وزیرا وقد جعلت ابن مسعود علی بیت مالکم وانہما لمن النجباء من اصحاب محمد من اھل بدر فاسمعوا لھما	مین نے تم پر عمار بن یاسر کو امیر اور ابن مسعودؓ کو معلم اور وزیر بنا کر بھیجا ہے، ابن مسعود کو بیت المال کی افسری بھی دی ہے، یہ دونون آنحضرت صلعم کے ان ذی عزت اصحاب مین سے ہین جو معرکۂ بدر مین شریک تھے، اس لئے انکو سمعگا

لے مسند احمد ج ۱ صفحہ ۴۵۳ ۲ے اسد الغابہ ج ۳ صفحہ ۲۵۷

واطیعوا وامتد وابھما وقد آثرتکم بابت ام عبد علی نفسی[۱]

وطاعہ کہو اور اتباع کرو، حقیقت یہ ہے کہ میں نے تمہارے لئے ابن ام عبد (عبداللہ بن مسعودؓ) کو اپنی ذات پر ترجیح دی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے کامل دس سال تک نہایت مستعدی وخوش اسلوبی کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیئے، اس طویل عرصہ میں بساطِ سیاست پر گوناگون انقلاب ہوئے، خلیفۂ دومؓ نے وفات پائی، خلیفۂ ثالثؓ نے مسندِ خلافت پر قدم رکھا، اور خاص کر کوفہ کی عنانِ حکومت اہل کوفہ کی شکایت واحتجاج پر یکے بادیگرے مختلف والیوں کے ہاتھ میں آئی، لیکن وہ جس احتیاط اور انصاف کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیتے تھے اس کے لحاظ سے کسی کو ان سے شکایت پیدا نہ ہوئی،

فطری رحمدلی، نرمی اور تلطف کے باعث عفو، درگذر اور چشم پوشی ان کا مخصوص شیوہ تھا، لیکن اسی کے ساتھ وہ اس راز سے بھی واقف تھے کہ بارگاہِ عدالت میں جب کسی مجرم پر کوئی جرم ثابت ہو جائے تو اس کے ساتھ نرمی ودرگذر سے پیش آنا درحقیقت نظامِ حکومت کے ارکان واساطین کو متزلزل کر دیتا ہے اس بنا پر وہ اثباتِ جرم کے بعد اپنی طبعی نرمی وشفقت کے باوجود قانونِ معدلت کے اجرا میں کبھی دریغ نہ فرماتے تھے ایک دفعہ ایک شخص نے اپنے برادرزادہ کو شراب خواری کے جرم میں پیش کیا، حضرت عبداللہؓ نے تحقیقات کے بعد حد جاری کرنے کا حکم دیدیا، لیکن جب درے پڑنے لگے تو اسکا دل رحم وشفقت سے بھر آیا اور منت وسماجت کے ساتھ سفارش کرنے لگا، انھوں نے غضبناک ہو کر فرمایا تو نہایت ظالم چچا ہے اس کو حدِ شرعی کا مستحق ثابت کر کے چھوڑ دینے کی سفارش کرتا ہے جواب ممکن نہیں، اسلام میں سب سے پہلے ایک عورت پر حد جاری

---

[۱] اسد الغابہ جلد ۳ صفحہ ۲۵۸،

گیگئی جس نے چوری کی تھی آنحضرت صلعم نے اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیدیا اور فرمایا کہ تم لوگون کو اعراض وچشم پوشی سے کام لینا چاہیئے کیا تم اسے پسند نہین کرتے کہ خدا تمھین بخشدے"

بعض اوقات ایک ہی جرم مجرمون کے اختلافِ حیثیات کے لحاظ سے ان کو مختلف سزاؤن کا مستوجب قرار دیتا ہے، حضرت عبداللہؓ اس نکتہ سے بھی اچھی طرح آگاہ تھے، ایکدفعہ ان کو اطلاع دیگئی کہ مسیلمہ کذاب کے متبعین مین سے کچھ لوگ اب تک موجود ہین جو اس کو رسول خدا کہتے ہین، حضرت عبداللہؓ نے چند سپاہی بھیجکر ان کو گرفتار کرایا اور سب کی توبہ قبول کرکے چھوڑ دیا، لیکن ان کے سرگروہ ابن نواحہ کے لیے قتل کی سزا تجویز کی، لوگون نے اس پر اعتراض کیا تو بولے کہ ابن نواحہ اور ابن اثال دو شخص مسیلمہ کذاب کی طرف سے رسول اللہ صلعم کی خدمت مین سفیر بنکر گئے تھے، آنحضرت صلعم نے ان سے پوچھا کہ تم مسیلمہ کی رسالت پر ایمان رکھتے ہو؟ انھون نے کہا "ہان" آپ نے فرمایا کہ "اگر تم سفیر نہ ہوتے تو مین تمھین قتل کرا دیتا" اس بنا پر جبکہ وہ اب تک اس کے اس باطل عقیدہ سے باز نہین آیا ہے تو رسول اللہ صلعم کی خواہش کا پورا کرنا ضروری تھا،

حضرت عثمانؓ کے آخری عہدِ خلافت مین جب کوفہ سازش، فتنہ پردازی اور بدامنی کا مرکز ہوگیا تو عہدۂ قضاء کے لحاظ سے قدرۃً حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو بھی غیر معمولی دشواریان پیش آئین، ایک دفعہ عقبہ بن ولید کے دورِ امارت مین ایک ساحر کا مقدمہ پیش ہوا، جو امیر کوفہ کے سامنے اپنی بازیگری کے کرشمے دکھا رہا تھا، لیکن فیصلہ صادر ہونے سے پہلے ہی جندب نام ایک شخص نے اس کو قتل کر ڈالا، چونکہ یہ صریحًا معاملاتِ حکومت مین مداخلتِ بیجا تھی، اس لئے انھون نے قاتل کی گرفتاری کا حکم دیکر دربارِ خلافت کو مفصل واقعہ سے مطلع کیا، وہان سے حکم آیا کہ معمولی تنبیہ وتعزیر کے بعد اس کو چھوڑ دو اور لوگون کو سمجھاؤ کہ

پھر آئندہ اس قسم کے واقعات کا اعادہ نہ ہونے پائے، حضرت عبداللہؓ نے اس حکم کی تعمیل کی اور اہلِ کوفہ کو جمع کرکے فرمایا "صاحبو! صرف شک وشبہہ پر کوئی کام نہ کرو اور عدالت کو اپنے ہاتھ مین نہ لیلو، مجرمون اور خطاکارون کو سزا دینا ہمارا فرض ہے، تمکو اس مین مداخلت کی ضرورت نہین"[1]

اسی سال ولید بن عقبہ والیِ کوفہ پر شراب خواری کا الزام لگایا گیا اور ایک جماعت نے حضرت عبداللہؓ بن مسعود کی خدمت مین حاضر ہوکر شکایت کی کہ وہ تخلیہ مین شراب پیتا ہے، انھون نے جواب دیا کہ جاسوسی میرا فرض نہین ہے، اگر ایک شخص چھپکر کوئی کام کرتا ہے تو مین اسکی پردہ دری کے درپے نہین ہو سکتا، ولید نے یہ جواب سنا تو ناراض ہوکر ان کو بلا بھیجا اور پوچھا کہ "کیا مفسدین کو ایسا ہی جواب دینا مناسب تھا؟ مین چھپکر کون کام کرتا ہون، یہ تو اس شخص کے لیے کہا جا سکتا ہے جو مشکوک ہو" غرض اسی سوال وجواب مین بات بڑھ گئی اور دونون ایک دوسرے سے کشیدہ خاطر اُٹھے[2]

خزانہ کی افسری حضرت عبداللہؓ منصبِ قضاء کے ساتھ خزانہ کی افسری پر بھی مامور تھے، کوفہ کی عظمت، وسعت وکثرتِ محاصل کے لحاظ سے اس کا بیت المال نہایت اہمیت رکھتا تھا، اس سے لاکھون روپیہ کے وظائف جاری تھے، فوجی مرکز ہونے کے باعث ہزارون سپاہیون کی تنخواہین مقرر تھین، اور خراسان، ترکستان اور آرمینیہ پر وقتاً فوقتاً جو فوج کشی ہوتی رہتی تھی اس کے مصارف ادا کئے جاتے تھے اس بنا پر دوسرے اہم مشاغل کے ساتھ اس شعبہ کی اس طرح نگرانی کرنا کہ ایک حبہ بھی ادہر کا ادھر نہ ہونے پائے درحقیقت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی انتظامی قابلیت، بیدارمغزی اور حساب فہمی کا حیرت انگیز کارنامہ ہے

[1] تاریخ طبری ص ۲۸۴۵ [2] ایضاً،

ذاتی حیثیت سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ زہد و بے نیازی کی اقلیم کے بادشاہ تھے، دنیا کی بڑی سی بڑی نعمتون کو حقارت کے ساتھ ٹھکرا دیتے تھے، لیکن قومی سرمایہ کے تحفظ مین اس قدر سخت تھے کہ اعزہ، احباب، افسر اور والیِ ملک کے ساتھ بھی کسی قسم کی رعایت ملحوظ نہ رکھتے تھے، ایک دفعہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ والیِ کوفہ نے بیت المال سے قرض لیا، اور ناداری کے باعث عرصہ تک ادا نہ کر سکے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے مہتمم بیت المال کی حیثیت سے نہایت سختی کے ساتھ ان سے تقاضا شروع کیا، یہان تک کہ ایک روز تلخ کلامی کی نوبت پیش آئی، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے جھلا کر چھڑی زمین پر پھینک دی اور دونون ہاتھ اوٹھا کر کہا "اے آسمان و زمین کے پیدا کرنے والے"

چونکہ وہ نہایت مستجاب الدعوات مشہور تھے، اس لیے حضرت عبداللہؓ نے خوف زدہ ہو کر کہا "دیکھو میرے لیے بد دعا نکرنا" بولے "خدا کی قسم! اگر خوفِ خدا نہ ہوتا تو مین تمھارے لیے سخت بد دعا کرتا" حضرت عبداللہؓ نے ان کی برافروختگی کا یہ انداز دیکھا تو تیزی کے ساتھ کاشانۂ امارت سے باہر نکل آئے،

اس واقعہ کی رپورٹ دربارِ خلافت مین پہنچی، تو امیر المومنین حضرت عثمانؓ نے سخت ناراضی ظاہر فرمائی اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو معزول کر کے ولید بن عقبہ کو کوفہ کا والی بنا کر بھیجا، حضرت عبداللہؓ بھی گو اس ناراضی سے مستثنیٰ نہ تھے تاہم وہ ایک عرصہ تک اپنے عہدہ پر برقرار رہے[1]

معزولی حضرت عثمانؓ کے اخیر عہدِ حکومت مین جب سازش و مفسدہ پردازی کا بازار گرم ہوا تو مخفی ریشہ دوانیون نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو بھی زیادہ دنون تک اپنے

---

[1] تاریخ طبری صفحہ ۲۸۱۱،

عہدہ پر برقرار رہنے نہ دیا، اور یکایک معزول کر دیئے گئے، معزولی کی خبر سنے کوفہ کی علمی دنیا کو ماتم کدہ بنا دیا، احباب، معتقدین، تلامذہ اور اعیانِ شہر کی ایک بڑی جماعت نے مجتمع ہو کر اس فرمانِ عزل پر سخت ناراضی ظاہر کی اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مُصر ہوئے کہ "آپ کوفہ سے تشریف نہ لیجائیں اگر اس کی پاداش میں کوئی مصیبت پیش آئیگی تو ہم سب اپنی جانیں قربان کرنے کو حاضر ہیں" بولے "امیر المومنین کی اطاعت مجھ پر فرض ہے، میں نہیں چاہتا کہ فتنہ و فساد جو عنقریب برپا ہونے والا ہے اسکی ابتدا میری ذات سے ہو" غرض وہ عمرہ کی نیت کر کے ایک جماعت کے ساتھ حجاز کی طرف روانہ ہو گئے[1]

حضرت ابو ذرؓ کی تجہیز و تکفین جب مقام ربذہ میں پہنچے تو وسطِ راہ میں ایک عورت کو سرگردان و پریشان دیکھکر پوچھا خیر ہے، کہا ایک مردِ مسلمان کی تجہیز و تکفین کیجئے، پوچھا کون؟ کہا ابوذر صحابیِ رسولؐ، آپ فدیتہ بابی و امی کہکر مع اپنے ساتھیوں کے اتر پڑے، حضرت ابو ذرؓ ایک بلند پایہ اور نہایت زاہد و متقشف صحابی تھے، وہ دار الخلافت کی روز افزوں تمدنی زندگی سے اس قدر بیزار ہوئے کہ ربذہ کے سنسان جنگل میں اُٹھ آئے اور بالآخر اسی سرزمین نے ان کے لیے اپنا آغوشِ شوق پھیلا دیا، یہ لوگ حضرت ابو ذرؓ کے پاس پہنچے، ان کا دمِ واپسین تھا، اپنی تجہیز و تکفین کے متعلق ضروری ہدایات دیکر داصلِ بحق ہوئے، حضرت عبداللہؓ نے حضرت ابو ذرؓ کی وصیت کے مطابق ان کی تجہیز و تکفین کر کے نماز جنازہ پڑھا کر سپردِ خاک کیا[2]

حضرت عبداللہؓ نے مکہ پہنچکر امیر المومنین کو حضرت ابو ذرؓ کی وفات کی اطلاع دی،

---

[1] اصابہ تذکرۂ عبداللہ بن مسعودؓ،

[2] مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۱۶۶، اس روایت میں عبداللہؓ کے نام کی تصریح نہیں ہے لیکن مستدرک حاکم میں صراحت کیساتھ نام موجود ہے

اور عمرہ سے فارغ ہو کر مدینہ پہنچے کہ زندگی کے بقیہ ایام عزلت نشینی و عبادت الٰہی مین بسر ہون،

علالت ۳۲ھ مین جبکہ حضرت عبداللہؓ کا سن مبارک ساٹھ برس سے متجاوز ہو چکا تھا، ایک روز ایک شخص نے حاضرِ خدمت ہو کر عرض کی، خدا مجھے آپ کی آخری زیارت سے محروم نہ رکھے، مین نے گذشتہ شب کو خواب مین دیکھا کہ حضرت رسولِ خدا صلعم ایک بلند منبر پر تشریف فرما ہین اور آپ سامنے حاضر ہین، اسی حالت مین ارشاد ہوتا ہے "ابن مسعود! میرے بعد تمھین بہت تکلیف پہنچائی گئی آؤ میرے پاس چلے آؤ"، فرمایا خدا کی قسم! تم نے یہ خواب دیکھا ہے؟ بولا "ہان" فرمایا شاید تم میرے جنازہ مین شریک ہو کر مدینہ سے کہین چلے جاؤ گے" یہ خواب درحقیقت واقعہ ہو کر پیش آیا، چند ہی دنون کے بعد اس طرح بیمار ہوئے، کہ لوگون کو ان کی زندگی سے مایوسی ہو گئی، امیر المومنین حضرت عثمانؓ سے چونکہ ایک گونہ شکر رنجی تھی اور انھون نے دو برس سے ان کا مقررہ وظیفہ مطلقًا بند کر دیا تھا، اس لیے وہ اس آخری لمحۂ حیات مین عفو خواہی و عیادت کے لیے تشریف لائے اور اس طرح گفتگو شروع کی،

حضرت عثمانؓ: آپ کو کس مرض کی شکایت ہے؟

حضرت عبداللہؓ: اپنے گناہون کی،

حضرت عثمانؓ: آپ کیا چاہتے ہین؟

حضرت عبداللہؓ: خدا کی رحمت،

حضرت عثمانؓ: آپ کے لیے طبیب بلاؤن؟

حضرت عبداللہؓ: مجھے طبیب ہی نے بیمار ڈالا،

حضرت عثمانؓ: آپ کا وظیفہ جاری کر دون؟

حضرت عبداللہؓ: مجھے اس کی ضرورت نہین،

حضرت عثمانؓ: آپ کی صاحبزادیون کے کام آئیگا،

حضرت عبداللہؓ: کیا آپ کو میری لڑکیون کے محتاج و دست نگر ہو جانے کا خوف ہے؟ مین نے انھین حکم دیا ہے کہ ہر رات سورۂ واقعہ پڑھ لیا کرین، کیونکہ رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے کہ "جو ہر رات کو سورۂ واقعہ پڑھے گا وہ کبھی فاقہ مست نہ ہوگا"[1]

مذکورۂ بالا سوال وجواب سے بعض اصحاب سیر کو یہ غلط فہمی ہے کہ اس آخری وقت مین بھی دونون ایک دوسرے سے صاف نہ ہوئے، لیکن طبقات ابن سعد کی ایک روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ باہمی عفو خواہی کے صیقل نے دونون کے آئینۂ قلب کو بالکل شفاف کر دیا تھا، محمد بن سعد نے اس واقعہ کی صحت پر خاص طور سے زور دیا ہے[2]،

وفات: حضرت عبداللہؓ کو جب سفر آخرت کا یقین ہوگیا تو انھون نے حضرت زبیرؓ اور ان کے صاحبزادہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو بلا کر اپنے مال واسباب اور اولاد نیز خود اپنی تجہیز و تکفین کے متعلق مختلف وصیتین فرمائین اور ساٹھ برس سے کچھ زیادہ عمر پا کر ۳۲ھ مین داعی اجل کو لبیک کہا، مستند وصحیح روایت کے مطابق امیر المومنین حضرت عثمانؓ نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور حضرت عثمان بن مظعونؓ کے پہلو مین سپرد خاک کیا[3]، انا للہ وانا الیہ راجعون،

---

[1] یہ تمام تفصیل اسد الغابہ سے ماخوذ ہے،

[2] طبقات ابن سعد ق ۱ ج ۳ ص ۱۱۳،

[3] طبقات ابن سعد ق ۱ ج ۳ ص ۱۱۳،

علم و فضل

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ان صحابۂ کرامؓ مین ہین جو اپنے علم و فضل کے لحاظ سے تمام دنیاے اسلام کے امام تسلیم کئے گیے ہین، تم نے پہلے پڑھا ہے کہ وہ ایام جاہلیت مین عقبہ بن معیط کی بکریان چراتے تھے، لیکن خدا کی قدرت معلّم ربانی کی نگاہِ انتخاب نے گلہ بانی کی درسگاہ سے نکال کر اپنے حلقۂ تلمذ مین داخل کرلیا، اور علم و فضل کے آسمان پر مہرِ منیر بناکر چمکایا،

علم کا شوق حضرت عبداللہؓ ابتدا ہی سے علم کے شائق تھے، قبولِ اسلام کے ساتھ ہی انھون نے عرض کی "یارسول اللہ! مجھے تعلیم دیجئے" بشارت ملی

انک غلام معلم[۱] — تم تعلیم یافتہ لڑکے ہو،

اس شوق کا یہ اثر تھا، کہ شب و روز سرچشمۂ علم سے مستفیض ہوتے، خلوت، جلوت، سفر حضر، غرض ہر موقع پر ساقیِ معرفتؐ کی خدمت مین حاضر رہتے تھے، لیکن طلبِ صادق کی پیاس نہ بجھتی، یہان تک کہ آپ جب داخل حرم ہوتے تو اپنی والدہ حضرت ام عبدؓ کو بھیجتے کہ وہ خانگی زندگی کے معلومات بہم پہنچائین[۲]،

رسالتمآب صلعم کی خدمت وصحبت کا اثر، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام خاص مین شامل تھے، مسواک اٹھاکر رکھنا، جوتہ پہنانا، سفر کے موقع پر کجاوہ کسنا اور عصاے کر آگے چلنا آپ کی مخصوص خدمت تھی، اس خدمتگذاری

[۱] مسند ابوداؤد طیالسی و مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۹ و ابن سعد و دلائل ابی نعیم و اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۵۶ [۲] مسند اعظم ص ۱۸۴،

کے ساتھ وہ آنحضرت صلعم کے ہمدم وہمراز بھی تھے[۱]، مخصوص صحبتون مین شریک کئے جاتے، بلا اذن تخلیہ کے موقعون پر حاضر ہوتے اور راز کی تمام باتین سن سکتے تھے، چنانچہ یہی وجہ ہے کہ صحابۂ کرامؓ نے ان کو حضور کے بستر، مسواک اور وضو کے پانی والے کا معزز خطاب دے رکھا تھا[۲]،

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہین کہ "ہم یمن سے آئے اور کچھ دنون تک (مدینہ مین) رہے، ہم نے عبداللہ بن مسعودؓ کو رسول اللہ صلعم کے پاس اس کثرت سے آتے جاتے دیکھا کہ ہم ان کو (ایک مدت تک) خاندانِ رسالت کا ایک رکن گمان کرتے رہے[۳]" غرض اس خدمت گذاری اور ہر وقت کی حاضرباشی نے ان کو قدرۃً سب سے زیادہ خرمنِ کمال کی خوشہ چینی کا موقع دیا،

قرآن — قرآن کریم جو اصل اصولِ اسلام ہے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اس کے سب سے بڑے عالم تھے، فرماتے ہین کہ "ستر سورتین مین نے خاص مہبطِ وحی والہامؐ کے دہن مبارک سے سنکر یاد کی تھین[۴]" ان کو دعویٰ تھا کہ قرآن مجید مین کوئی آیت ایسی نہین جس کی نسبت مین یہ نہ جانتا ہون کہ کب، کہان اور کس بارہ مین اتری ہے، وہ فرمایا کرتے تھے کہ "اگر کوئی شخص قرآن مجید کا مجھ سے زیادہ عالم ہوتا تو مین اس کے پاس سفر کرکے جاتا"، ایک دفعہ انھون نے مجمع عام مین دعویٰ کیا کہ "تمام صحابہ جانتے ہین کہ مین قرآن کا سب سے زیادہ عالم ہون، گو سب سے بہتر نہین ہون،" شقیق اس جلسہ مین موجود تھے وہ کہتے ہین کہ اس واقعہ کے بعد مین اکثر صحابہؓ کے حلقون مین شریک ہوا مگر کسی کو عبداللہ بن مسعودؓ کے دعویٰ کا منکر نہین پایا[۵]،

ابوالاحوص فرماتے ہین کہ ایک روز ہم اور عبداللہ بن مسعودؓ اپنے چند احباب کیساتھ

---

[۱] مستدرک جلد ۳ ص ۳۱۶ [۲] طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث ص ۱۰۹ [۳] صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۴۲ [۴] بخاری ج ۲ ص ۷۴۸

ابوموسیٰ اشعریؓ کے مکان میں تھے حضرت عبداللہؓ چلنے کے قصد سے کھڑے ہوئے تو ابو مسعودؓ نے اون کی طرف اشارہ کرکے کہا "مین نہین جانتا کہ رسول اللہ صلعم کے بعد ان سے زیادہ کوئی شخص قرآن کا عالم ہے" ابوموسیٰ نے کہا "کیون نہین! یہ اس وقت بارگاہِ رسالت مین حاضر رہتے تھے جبکہ ہم لوگ غائب ہوتے تھے اوران کو ان موقعون مین باریاب ہونے کی اجازت تھی جبکہ ہم لوگ روک دیئے جاتے تھے" حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرمایا کرتے تھے کہ مین عبداللہ بن مسعودؓ کو اس دن سے بہت دوست رکھتا ہون جس دن رسولِ خدا صلعم نے فرمایا کہ "قرآن چار آدمیون سے حاصل کرو" اور سب سے پہلے ابنِ امِّ عبدؓ کا نام لیا، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے جب وفات پائی تو حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اور حضرت ابومسعودؓ نے ایک دوسرے سے کہا "کیا عبداللہ نے اپنے جیسا کسی کو چھوڑا؟ دوسرے نے کہا "نہین وہ خلوت جلوت ہر موقع پر حاضر رہتے تھے، جبکہ ہم لوگون کے لیے یہ ممکن نہ تھا۔

حضرت عبداللہؓ کے پاس عہدِ نبوت کا جمع کیا ہوا ایک مصحف بھی تھا جسکو وہ نہایت عزیز رکھتے تھے، چنانچہ امیرالمومنین حضرت عثمانؓ نے جب مصحف صدیقی کے سوا تمام مصاحف کو تلف کردینے کا حکم دیا تو انھون نے نہایت ناگواری کیساتھ اس حکم کی تعمیل کی،

چونکہ اس مصحف کے نقل وترتیب کی خدمت حضرت زید بن ثابتؓ نے انجام دی تھی، اس لیے وہ اکثر ان کی ناتجربہ کاری پر معترض ہوتے تھے، شقیق بن سلمہ بیان کرتے ہین کہ ایک دفعہ انھون نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا "ستر سے کچھ زیادہ سورتین مین نے خاص رسولِ خدا صلعم کی زبان سے سنکر یاد کی ہین، حالانکہ زید بن ثابت اس وقت لڑکے تھے، اور لڑکون کے ساتھ کھیلتے پھرتے تھے" اس سے بڑھ کر اونکی قرآن دانی کی

لے مسلم باب من فضائل عبداللہ بن مسعود ے اسدالغابہ ج ۳ ص ۲۵۹

اور کیا سند ہو سکتی ہے کہ خود حضور پر نور[1] نے ایک موقعہ پر لوگون سے فرمایا کہ قرآن چار آدمیون سے سیکھو، عبد اللہ بن مسعودؓ، سالمؓ معاذؓ اور ابی بن کعبؓ[1]،

تفسیر | قرآن مجید کی تفسیر اور مناسب موقعون پر برجستہ آیات قرآنی کی تلاوت مین خاص مہارت رکھتے تھے، ایک دفعہ یہ حدیث زیر بحث تھی کہ "جو شخص جھوٹی قسم کھا کر کسی مسلمان کا مال مارے گا، قیامت کے روز خدا اس پر نہایت غضبناک ہوگا" حضرت عبد اللہؓ نے اس حدیث کی تصدیق مین برجستہ یہ آیت تلاوت فرمائی[2]،

ان الذین یشترون بعھد اللہ وایمانھم	بیشک وہ لوگ جو خدا کے عہد اور اپنی قسمون کے معاوضہ
ثمناً قلیلا اولٰئک لاخلاق لھم فی الاخرۃ	مین نفع قلیل حاصل کرتے ہین ان کے لئے آخرت مین کوئی حصہ نہ ہوگا

اسی طرح ایک دفعہ اپنے حلقۂ درس مین بیان فرما رہے تھے کہ ایک روز رسول خدا صلعم سے سوال کیا گیا کہ سب سے بڑا گناہ کیا ہے، ارشاد ہوا کہ "شرک، پھر قتلِ اولاد، پھر اپنے ہمسایہ کی بیوی سے زنا کرنا" اس حدیث کو بیان کرکے انھون نے برجستہ اس آیت سے اسکی تصدیق فرمادی[3]،

والذین لایدعون مع اللہ الٰھاً آخر	جو لوگ خدا کے ساتھ (کسی) دوسرے خدا کو نہین پکارتے
ولایقتلون النفس التی حرم اللہ الا	اور ناحق جان نہین مارتے کہ اللہ نے اس کو حرام کر رکھا ہے
بالحق ولایزنون ومن یفعل ذٰلک	اور نہ زنا کے مرتکب ہوتے ہین اور جو شخص ایسا کریگا
یلق اثاما، (سورۂ فرقان ع ۶)	وہ ان گناہون کا خمیازہ اٹھائیگا،

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی تفسیرین حدیث و تفسیر کی کتابون مین بکثرت منقول ہین، اگر ان کو جمع کیا جائے تو ایک مستقل کتاب تیار ہو سکتی ہے،

---

[1] بخاری باب القراء من اصحاب النبی صلعم، [2] مسند ج ۱ ص ۳۷۷، بخاری ج ۲ ص ۶۵۲، [3] مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۰

تفسیر بالرأی سے احتراز | محض اپنی رائے وقیاس سے آیات قرآنی کی تشریح وتفسیر کرنا علماے امت کے نزدیک بالاتفاق ناجائز ہے، حضرت عبداللہؓ اگر کسی کو ایسا کرتے دیکھتے تو نہایت برہم ہوتے، ایک مرتبہ کسی نے آکر کہا کہ ایک شخص مسجد مین۔ یوم تاتی السماء بدخان مبین، کی تفسیر محض اپنی رائے سے کر رہا ہے، وہ کہتا ہے کہ "قیامت کے روز اس قدر دھوان ہوگا کہ لوگ اس مین سانس لیکر زکام یا اسی قسم کی ایک بیماری مین مبتلا ہو جائین گے" بولے .. دانشمندی یہ ہے کہ اگر انسان کسی امر سے واقف ہو تو بیان کرے اور اگر ناواقف ہو تو اللہ اعلم کہہ کر خاموش ہو جائے، یہ آیت اس وقت نازل ہوئی تھی جبکہ قریش کی نافرمانی اور انحضرت صلعم کی بددعا کے باعث تمام عرب قحط کی مصیبت مین مبتلا تھا، لوگ جب آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتے تھے تو بھوک کی شدت اور ضعف وناتوانی کے باعث زمین سے آسمان تک دھوان ہی دھوان نظر آتا تھا، خداے پاک نے اس موقع پر کفار کو متنبہ کیا کہ اس سے بھی ایک زیادہ ہولناک اور سخت انتقام کا دن آنیوالا ہے، اور وہ جنگ بدر کا دن ہے[1]،

قرأت | قرأت مین غیر معمولی کمال حاصل تھا، صحاح مین بکثرت ایسی روایتین ہین جنکا ماحصل یہ ہے کہ قرأت مین ابن ام عبد یعنی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی پیری کیجائے، ایک مرتبہ وہ نماز مین سورۂ نسا تلاوت فرما رہے تھے کہ حضرت خیر الانامؐ حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کے ساتھ مسجد تشریف لائے اور انکی خوش الحانی اور باقاعدہ ترتیل سے خوش ہو کر فرمایا

اسئل تعطہ اسئل تعطہ (جو کچھ سوال کرو پورا کیا جائیگا، (جو کچھ) سوال کرو پورا کیا جائیگا)

پھر ارشاد ہوا کہ جو پسند کرتا ہے کہ قرآن کو اسی طرح تر وتازہ پڑھنا سیکھے، جس طرح وہ نازل ہوا ہے تو اس کو قرأۃ ابن ام عبد کی اتباع کرنا چاہیئے،

---

[1] مسند ج ۱ ص ۳۸۱ و بخاری ج ۲ ص ۷۱۰،

دوسرے روز حضرت ابوبکر صدیقؓ ان کے پاس بشارت وتہنیت کے خیال سے تشریف لائے، اور پوچھا کہ "رات آپ نے خدا سے کیا دعا مانگی؟" بولے "مین نے کہا اے خدا! مجھے ایسا ایمان عطا کر جسکو کبھی جنبش نہ ہو، ایسی نعمت دے جو کبھی ختم نہ ہو، اور خلد برین مین (حضرت محمد (مصطفےٰ صلعم) کی دائمی رفاقت نصیب کر"[1]

وہ تلاوتِ قرآن کے نہایت شائق تھے، اور تنہائی کے موقع مین عموماً اس سے دل بہلایا کرتے، بسا اوقات خود آنحضرت صلعم بھی ان سے قرآن کی کوئی سورہ پڑھوا کر سنتے اور محظوظ ہوتے، خود کہتے ہین کہ ایک مرتبہ ارشاد ہوا کہ سورۂ نسا، پڑھکر سناؤ، مین نے عرض کی یا رسول اللہ! آپ پر نازل ہوا اور آپ کو مین سناؤن! ارشاد ہوا کیون نہین! لیکن مین دوسرے کی زبان سے سننا چاہتا ہون" غرض مین نے تعمیلِ ارشاد کی اور جب اس آیت پر پہنچا، فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشہید وجئنا بک علیٰ ھؤلاء شہیدا، آپ کی آنکھون مین آنسو بھر آئے[2]

روایت مین خوف واحتیاط

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو بارگاہِ نبوت مین جو مخصوص تقرب حاصل تھا اس کے لحاظ سے نہایت وسیع معلومات رکھتے تھے، لیکن روایت مین وہ حد درجہ محتاط تھے، ابو عمر شیبانی کہتے ہین کہ مین ابن مسعودؓ کی صحبت مین کامل ایک سال رہا، لیکن بہت کم قال رسول اللہ کا لفظ ان کی زبان سے سنا، ایک مرتبہ انھون نے ایک حدیث بیان کی تو تمام جسم مین رعشہ آگیا، اور کہنے لگے "آپ نے اسی طرح فرمایا تھا یا اس کے قریب قریب یا اسی کے مثل"[3]

عمرو بن میمون فرماتے ہین کہ تقریباً ایک سال تک عبداللہ بن مسعودؓ کی خدمت مین میری آمدورفت رہی، لیکن مین نے کبھی ان کو رسولِ خدا صلعم کے انتساب سے کچھ بیان کرتے

---

[1] مسند ج ا ص ۴۵۴ [2] مسند ج ا ص ۴، [3] و بخاری ج ۲ ص ۶۵۹

[3] تذکرۃ الحفاظ ج ا ص ۱۴،

ہوئے نہین سنا، ایک مرتبہ حدیث بیان کرتے ہوئے اتفاقاً ان کی زبان سے قال رسول اللہ کا فقرہ نکل گیا، تو دیکھا کہ ان کا تمام بدن تھرّا اٹھا، اور خوف دہراس سے عرق عرق ہوگئے[1]

تلامذہ کو احتیاط کی ہدایت

شاگردون کو بھی عموماً روایتِ حدیث مین احتیاط کی ہدایت کیا کرتے اور فرماتے کہ جب تم کوئی حدیث بیان کرو تو اس خیال کو پیشِ نظر رکھو کہ رسولِ خدا صلعم سب سے زیادہ مقدس پرہیزگار اور ہدایت یاب تھے[2]

کثرت روایات کی وجہ

لیکن ان واقعات سے یہ قیاس نہ کرنا چاہیئے کہ وہ مطلقاً حدیثین روایت نہین کرتے تھے، کیونکہ معلمِ دین ہونے کی حیثیت سے حضرت خیر الانام کی تعلیمات وارشادات کا پھیلانا ان کے فرائض منصبی مین داخل تھا، یہی وجہ ہے کہ خوف واحتیاط کے باوجود صحاح ومسانید مین ان سے بکثرت روایات منقول ہین، چنانچہ آپ کے جملہ مرویات کی تعداد ۸۴۸ ہے، ان مین سے ۶۴ بخاری اور مسلم دونون مین ہین، ان کے علاوہ ۲۱ بخاری مین ہین اور ۳۵ مسلم مین ہین[3]

مذاکرۂ حدیث کا شوق

بسا اوقات وہ مذاکرۂ حدیث کے شوق مین تلامذہ واحباب کے گھر پر تشریف لے جاتے اور دیر تک عہدِ نبوت کا ذکر مذکور رہتا، وابصہ اسدی فرماتے ہین، کہ مین کوفہ مین دوپہر کے وقت اپنے گھر مین تھا کہ یکایک دروازہ سے السلام علیکم کی آواز بلند ہوئی مین نے جواب دیا اور باہر نکل کر دیکھا، تو عبداللہ بن مسعودؓ تھے، مین نے کہا ابوعبدالرحمٰن! یہ ملاقات کا کون سا وقت ہے؟ بولے "آج بعض مشاغل ایسے پیش آگئے کہ دن چڑھ گیا اور اب فرصت ملی تو خیال آیا کہ کسی سے باتین کرکے عہدِ مقدس کی یاد تازہ کرلون" غرض و

---

[1] ابن سعد قسم اوّل جزء ثالث صفحہ ۱۱۰ [2] مسند احمد جلد اول صفحہ ۳۸۵۔

[3] تہذیب الکمال ص ۲۳۴،

بیٹھ کر حدیثین بیان فرمانے لگے، اور دیر تک پر لطف صحبت رہی۔[1]

آداب روایت | حضرت عبداللہؓ حدیث بروایت کرتے وقت نہایت مؤدب متین اور سنجیدہ بنجاتے تھے، اور اس طرح نقشہ کھینچ دیتے تھے کہ گویا سامع خود حضرت رسول مقبول صلعم کی زبان فیض ترجمان سے سُن رہا ہے، ایک مرتبہ انھون نے ایک طولانی حدیث بیان فرمائی جسمین قیامت، جنت اور مومنین وسبحان رب العزت کے سوال وجواب کا تذکرہ تھا، حدیث ختم کرکے متبسم ہوئے اور فرمایا "تم پوچھتے نہین کہ مین کیون ہنستا ہون؟" لوگون نے کہا آپ کیون ہنستے ہین؟ بولے "اس لیے کہ اس موقع پر رسول اللہ صلعم نے اسی طرح تبسم فرمایا تھا۔"[2]

فقہ | حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ان افاضل صحابہؓ مین ہین جو فقہ کے موسس وبانی سمجھے جاتے ہین، خصوصاً فقہ حنفی کی عمارت تمامتر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہی کے سنگ اساس پر تعمیر ہوئی، پہلے گذر چکا ہے کہ حضرت عبداللہؓ کوفہ کے قاضی مقرر ہوئے تو اس کے ساتھ تعلیم دین کی خدمت بھی سپرد ہوئی تھی، اس بنا پر ان کو قدرتہً ایک حلقۂ درس قائم کرنا پڑا، اور عام مسلمانون مین مسائل فقہیہ اور اپنے اجتہادات کی ترویج واشاعت کا نہایت کافی موقع ہاتھ آیا، اس طرح تمام خطۂ عراق، فقہ مین حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا پیرو ہو گیا، اور ان کی درسگاہ سے بڑے بڑے اہل کمال سندِ فضیلت لیکر نکلے،

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے مخصوص تلامذہ مین سے علقمہ اور اسود نے فقہ مین خاص شہرت حاصل کی، پھر ان کے بعد ابراہیم نخعی نے کوفہ کی فقہ کو بہت کچھ وسعت دی، یہان تک کہ انکو فقیہہ العراق کا لقب ملا،

ابراہیم نخعی کے پاس حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے فتاوی کا نہایت کافی ذخیرہ تھا،

---

[1] مسند احمد جلد اول صفحہ ۴۴۸، [2] ایضاً مسند عبداللہ بن مسعودؓ،

جو ان کو تمامتر زبانی یاد تھا، ان سے حماد نے حاصل کیا، اور حماد سے منتقل ہو کر وہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے حصہ مین آیا جنھون نے اپنے علم و اجتہاد سے اس کو اس قدر وسعت دی کہ آج اکثر دنیاے اسلام ان کے فیوض و برکات سے مالا مال ہے،

اصولِ فقہ — قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس فقہ اسلامی کی عمارت کے چار ستون ہین، اور یہی اصولِ فقہ کے موضوعِ فن بھی ہین، ان مین سے دونون مؤخر الذکر کی ضرورت رسول اللہ صلعم کے بعد پیش آئی کیونکہ ہبطِ وحی و الہام کی موجودگی مین اجماع و قیاس کی ضرورت ہی کیا تھی!

اجماع — اجماع کو عملی حیثیت سے رواج دینا گو حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمر فاروقؓ کا خاص طغراے امتیاز ہے، تاہم اصولی حیثیت سے سب سے پہلے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے اسکو مستحسن قرار دیا اور فرمایا[1]

ما رای المسلمون حسنا فھو عند اللہ	جس چیز کو تمام مسلمان بہتر سمجھ لین وہ خدا کے نزدیک بھی
حسن و ما راوا سیئًا فھو عند اللہ سیّیٔ	بہتر ہے اور جسکو برا سمجھ لین وہ خدا کے نزدیک بھی برا ہے،

اور یہی خیال درحقیقت اجماع کی اصلی روح ہے،

قیاس — اصولِ فقہ کا چوتھا رکن قیاس ہے، جو درحقیقت قرآن پاک احادیث نبوی اور اجماع ہی کی ایک شاخ ہے، لیکن توسیعِ فقہ اور نئے نئے مسائل کی گتھیون کو سلجھانے کے لحاظ سے وہ خاص اہمیت رکھتا ہے، یہ ظاہر ہے کہ قرآن مجید اور احادیث مین تمام جزئیات مذکور نہین، اور نہ اس قدر احاطہ ممکن تھا، اس لیے علت مشترکہ نکال کر ان جزئیات غیر منصوصہ کو احکام منصوصہ پر قیاس کرنا فقیہہ یا مجتہد کا سب سے اہم فرض ہے، اور درحقیقت یہی وہ موقع ہے جہان اس کی قوتِ اجتہاد تفریعِ مسائل و استنباطِ احکام کا امتحان ہوتا ہے،

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے عملاً قیاس شرعی سے کام لے کر آئندہ نسلون کے لیے ایک وسیع شاہراہ قائم کر دی اور ضمناً بہت سے ایسے قاعدے مقرر کر دیئے جو آج ہمارے

[1] مسند احمد جلد اول صفحہ ۳۷۹،

علم اصول فقہ کی بنیاد ہین، ہم یہان ان کے چند قیاسی مسائل نقل کرتے ہین جنسے ان کی قوت استنباط کا اندازہ ہوگا،

حج یا عمرہ کا ایک مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی احرام باندھ لے اور دشمن کے سدِراہ ہوجانے سے حج یا عمرہ کے ارکان کو پورا نہ کرسکے تو وہ صرف قربانی کا جانور بھیجکر احرام کھولدے، اور آئندہ جب کبھی موقع میسر آئے اپنے ارادہ کو پورا کرے، جیساکہ خود آنحضرت صلعم نے غزوۂ حدیبیہ کے موقع پر کیا تھا، لیکن حضرت عبداللہ بن مسعودؓ "مجبوری" کو علت مشترکہ قرار دیکر مریض یا دوسرے مجبور اشخاص کے لیے بھی یہی حکم جاری فرماتے ہین، چنانچہ ایک شخص نے ان سے پوچھا کہ "مین عمرہ کے لیے احرام باندھ چکا تھا کہ اتفاقاً سانپ نے کاٹ کھایا اور اب جانے کی طاقت نہین رہی" بولے "تم صرف قربانی بھیجکر احرام کھول دو، اور جب ممکن ہو عمرہ ادا کرد[1]"

اس قیاس سے ضمناً دو نہایت اہم اصول منضبط ہوتے ہین (۱) اشتراک علت اشتراک حکم کا باعث ہے، (۲) سبب کا خاص ہونا حکم کی تعمیم پر کچھ اثر نہین ڈالتا،

علم فرائض کا ایک قاعدہ یہ ہے کہ میت سے جس کو زیادہ قرابت ہوگی، اس کو وراثت مین ترجیح دیجائے گی، مثلاً حقیقی بھائی کو اخیانی یا علاتی بھائی پر صرف اس لیے ترجیح ہے کہ اول الذکر کو مان اور باپ دونون کی طرف سے قرابت ہے، برخلاف اس کے دونون مؤخر الذکر مین صرف ایک ہی حیثیت پائی جاتی ہے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اس اصول کو دوسرے قرابت دارون مین بھی پیش نظر رکھتے ہین، مثلاً ایک میت نے زید اور بکر دو چچازاد بھائی چھوڑے اور زید اس رشتہ کے علاوہ میت کا اخیانی بھائی بھی ہے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اس صورت مین ازدیادِ قربت کی علت مرجحہ نکال کر زید کو بکر پر ترجیح

[1] موطا امام محمد ص ۲۳۲،

دیتے ہین، لیکن جمہور علماے اہل سنت عصبہ ہونے کی حیثیت سے ان دونون مین کوئی تفریق نہین کرتے۔[1]

اجتہاد | مذکورۂ بالا قیاسی مسائل کے علاوہ فقہ اسلامی کی بہت سی پیچیدہ گتھیان صرف حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے ناخنِ اجتہاد سے حل ہوئین، آپ استنباطِ احکام و تفریعِ مسائل پر غیر معمولی قدرت رکھتے تھے، اور نصوص شرعیہ مین ناسخ و منسوخ، موقت و مؤبد کی تفریق کرکے صحیح استنباطِ حکم کی راہ پیدا کر لیتے تھے، مثلاً ایک دفعہ استفتا آیا کہ ایک حاملہ عورت کے لیے جس کا شوہر مرگیا ہو، عدت کیا ہے؟ چونکہ قرآن مجید مین عدت کے متعلق مختلف احکام ہین،

سورۂ بقرہ مین عام حکم یہ ہے،

والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا یتربصن بانفسھن اربعۃ اشھر وعشرا	تم مین سے جو لوگ مرجائین اور بیویان چھوڑین تو وہ (عورتین) اپنے آپ کو چار مہینے دس دن تک روکے رکھین،

اور سورۂ نسار مین خاص حاملہ عورتون کے لیے جنکے شوہر مرگئے ہون یہ حکم ہے،

واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن	اور جو عورتین حاملہ ہون ان کی مدت یہ ہے کہ اپنا حمل وضع کرین،

اس بنا پر حضرت علیؓ کا خیال تھا کہ جسمین زیادہ مدت صرف ہو وہی اس کا زمانۂ عدت قرار دیا جائے، تاکہ دونون آیتون کا توافق پیدا ہوجائے، لیکن حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے حاملہ عورت کے حق مین سورۂ بقرہ کی آیت کو سورۂ نسار کی آیت سے منسوخ قرار دے کر وضعِ حمل عدت قرار دی، اور فرمایا کہ مین اس کے لیے مباہلہ کرسکتا ہون کہ سورۂ

[1] التوضیح والتلویح،

بقرہ سورۂ نساء کے بعد نازل ہوئی ہے[1]،

یہ مسئلہ کہ جہری نمازون مین مقتدی کو سورۂ فاتحہ پڑھنا چاہئے، یا نہین؟ آج تک احناف اور دیگر فرق اسلامیہ کے درمیان ایک معرکۃ الآراء بحث ہے اور اس کا کسی طرح فیصلہ ہی نہین ہونے پاتا، حضرت عبداللہؓ کے زمانہ مین یہ بحث پیدا ہو چکی تھی، چنانچہ ایک شخص نے بطریق استفتاء اس مسئلہ کو ان کے سامنے پیش کیا، انھون نے جواب دیا،

انصت فان فی الصلوٰۃ شغلا سیکفیک ذاک الامام[2]، — خاموش رہو کیونکہ نماز مین توجہ قائم نہین رہتی، امام کا پڑھنا تمھارے لئے کافی ہے،

اس جواب مین درحقیقت حسب ذیل تین دلیلون کی طرف اشارہ ہے جو آج بھی احناف کے لیے مخالفین کے مقابلہ مین بمنزلہ سپر ہے،

(۱) اذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا، — جب قرآن پڑھا جائے تو اوسکو سنو اور خاموش رہو

(۲) مقتدی کی قرأت سے نماز مین توجہ قلب باقی نہین رہتی،

(۳) آنحضرت صلعم کا فرمان ہے من کان لہ امام فقرأۃ الامام قرأۃ لہ یعنی جو امام کے پیچھے ہو اس کے لیے امام کی قرأت کافی ہے،

ایک مرتبہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے پاس فرائض کا یہ استفتاء آیا کہ ایک میت نے ورثہ مین ایک لڑکی ایک پوتی اور ایک بہن چھوڑی ہے، اس کی جائداد کس طرح تقسیم ہوگی؟ انھون نے جواب دیا کہ لڑکی اور بہن نصف کی مستحق ہین، اور پوتی محروم الارث ہے، حضرت ابوموسیٰؓ کے جواب کے ساتھ ہی استفتاء حضرت عبداللہؓ بن مسعودؓ کی خدمت مین آیا، انھون نے

[1] التوضیح والتلویح [2] موطا امام محمد ج ۱ ص ۹۶،

فرمایا کہ اگر مین رسول خدا صلعم کے فرمان پر ابو موسیٰ کے قول کو ترجیح دون تو مین گمراہ ہونگا
بیشک لڑکی نصف پائے گی، لیکن دو ثلث پورا کرنے کے لیے ایک سدس پوتی کو بھی ملیگا،
اور جو باقی رہے گا وہ بہن کا حصہ ہے[1]؛ یہ جواب حضرت ابو موسیٰؓ کو معلوم ہوا تو فرمایا جبتک
یہ بڑا عالم ہم مین موجود ہے اس وقت تک ہم سے پوچھنے کی ضرورت نہین" چنانچہ آج یہی
فتویٰ تمام مسلمانون کا معمول بہ ہے،

معاصرین فضل و کمال کے معترف تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے تبحر علمی و ملکۂ اجتہاد کے تمام صحابۂ کرامؓ معترف
تھے، حضرت عمرؓ جب ان کو دیکھتے تو چہرہ بشاش ہو جاتا اور فرماتے،
کنیف ملی علما[2]، (مستدرک حاکم، مناقب) ایک ظرف ہے جو علم سے بھرا ہوا ہے،

ایک مرتبہ حضرت علیؓ سے چند کوفیون نے ان کے تقویٰ، حسن خلق اور تبحر علمی کی بید
تعریف کی، انھون نے پوچھا کیا تم سچے دل سے کہتے ہو؟" بولے "ہان، فرمایا "تم لوگون نے
عبداللہ بن مسعود کی جو کچھ تعریف کی ہے، مین ان کو اس سے بھی بہتر خیال کرتا ہون"[3]

ایک دفعہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے ایک شخص نے پوچھا کہ اگر کسی کے حلق سے
بیوی کا دودھ فرو ہو جائے تو اس کے لیے کیا حکم ہے، انھون نے جواب دیا کہ وہ اس
پر حرام ہو جائے گی، حضرت عبداللہؓ موجود تھے، انھون نے (روک کر) کہا آپ یہ کیا فتوای
دیتے ہین؟ رضاعت صرف دو سال تک ہے، حضرت ابو موسیٰؓ نے خوش ہو کر اعتراف
فضل کے لہجہ مین لوگون سے کہا "جب تک یہ حبر (یعنی عالم متبحر) تم مین موجود ہے مجھ سے
کچھ نہ پوچھو"[4]

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ایک شخص سے جو تہ بند ٹخنون سے نیچے لٹکائے ہوئے تھا

[1] مسند احمد ج ۱ ص ۴۲۸ [2] بخاری ج ۲ ص ۹۹۷ [3] طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث ص ۱۱۰ [4] موطا امام مالک ص ۲۴۳

کہا، "تہ بند ذرا اوپر کرکے باندھو" اس نے کہا ابن مسعود تم بھی تہ بند اوپر کرو، بولے "مین تمھارے جیسا نہین ہون، میری ٹانگین پتلی ہین" حضرت عمرؓ نے اس رد وقدح کا حال سنا تو اس شخص کے کوڑے لگوائے کہ تو نے عبداللہ بن مسعود جیسے شخص سے منہ زوری کی[1]

نامعلوم مسائل مین رائے زنی سے احتراز

ایک طرف تو ان کی قوتِ اجتہاد وجلالتِ شان کا یہ حال تھا، لیکن دوسری طرف حزم واحتیاط کا یہ عالم تھا کہ نامعلوم مسائل مین کبھی رائے زنی سے کام نہ لیتے اور اپنے شاگردون کو ہمیشہ ہدایت فرمایا کرتے کہ جس چیز کو تم نہ جانتے ہو اس کی نسبت یہ نہ کہا کرو کہ میری رائے یہ ہے' یا میرا خیال یہ ہے' بلکہ صاف کہدیا کرو کہ مین نہین جانتا[2]

مسروق جو ان کے خاص تلامذہ مین ہین بیان کرتے ہین کہ عبداللہ بن مسعودؓ اکثر حسرت وافسوس کے ساتھ فرمایا کرتے تھے کہ عنقریب ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے، جبکہ علمار باقی نہ رہین گے اور لوگ ایسے جاہلون کو سردار بنالین گے جو تمام امور کو محض اپنی عقل و رائے سے قیاس کرین گے[3]

ایک مرتبہ ان کے پاس یہ استفتار آیا کہ ایک عورت کا نکاح ہوا لیکن اس مین مہر کا کوئی تذکرہ نہین کیا گیا، یہان تک کہ اس کے شوہر کا انتقال ہوگیا، اس کے لیے کیا حکم ہے وہ مہر و وراثت کی مستحق ہے یا نہین؟ چونکہ ان کو اس کے متعلق کوئی واقفیت نہ تھی اس لیے لوگون کے ضد واصرار کے باوجود تقریباً ایک مہینہ تک خاموش رہے، لیکن جب زیادہ مجبور کئے گئے تو بولے "میرا فیصلہ یہ ہے کہ وہ مہر مثل اور وراثت کی مستحق ہے اور اس کو عدت مین بیٹھنا چاہیئے" پھر فرمایا "اگر یہ صحیح ہے تو خدا کی طرف سے ہے اور اگر غلط ہے تو میری

[1] اصابہ ج ۴ ص ۱۳۰ [2] اعلام الموقعین ص ۶۴ [3] ایضاً ص ۶۴

طرف سے اور شیطان کی طرف سے ہے، خدا اور اس کا رسول اس سے بری ہے" اس وقت حاضرین میں دو صحابی حضرت جراحؓ اور حضرت ابو سنانؓ موجود تھے انھون نے اٹھ کر کہا، "ہم گواہی دیتے ہین کہ رسول اللہ صلعم نے بروع بنت واشق کے حق مین بھی یہی فیصلہ فرمایا تھا" اس توافق سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو غیر معمولی مسرت حاصل ہوئی[۱]

فتوی سے رجوع کرنا | اگر وہ کبھی کوئی فتوی دیتے اور بعد کو اس کے خلاف ثابت ہو جاتا تو فوراً اس سے رجوع کر لیتے، ایک مرتبہ کوفہ مین ایک شخص نے ان سے پوچھا کہ "اگر کسی نے اپنی بیوی کو ہاتھ نہ لگایا ہو تو اس کے بعد اس کی مان سے نکاح کر سکتا ہے؟" حضرت عبداللہؓ نے جواز کا فتوی دیا، لیکن جب مدینہ آئے اور لوگون سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ ربیبہ لڑکیون کے سوا اور تمام صورتون مین ناجائز ہے، چنانچہ انھون نے کوفہ واپس آکر براہ راست مستفتی سے ملاقات کی اور اپنے فتوی سے رجوع کر کے فسخ نکاح کا حکم دیا[۲]

معاصرین سے استفادہ | نامعلوم مسائل مین ان کو اپنے اہل علم معاصرین سے استفادہ کرنے مین عار نہ تھا، ایک مرتبہ انھون نے اپنی بیوی سے ایک لونڈی خرید کی اور شرط یہ قرار پائی کہ اگر وہ فروخت کیجائے تو اس کی قیمت ان کی بیوی کو ملے گی، چونکہ ان کو خود اس بیع کی تکمیل مین شک تھا اس لیے انھون نے حضرت عمرؓ سے فتوی پوچھا، انھون نے جواب دیا کہ بیع مشروط سے ملکیت حاصل نہین ہوتی تم اس کے قریب نہ جاؤ[۳]

امام محمد نے کتاب الآثار مین روایت کی ہے کہ صحابۂ کرامؓ مین سے "چھ شخص مجتہد تسلیم کیے جاتے تھے، اور وہ باہم مسائل فقہیہ مین بحث و مذاکرہ کرتے رہتے تھے، علیؓ - ابی بن کعبؓ اور ابو موسیٰ اشعریؓ ایک ساتھ اور عمرؓ، زید بن ثابتؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ ایک ساتھ" امام شعبی کا

---

[۱] ابو داؤد باب فیمن تزوج ولم یسم صداقا، [۲] موطا امام مالک ص ۳۰۹ [۳] موطا امام محمد ص ۲۴۲،

بیان ہے کہ عمرؓ، زید بن ثابتؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ باہم ایک دوسرے سے استفادہ کرتے تھے، اور اسی وجہ سے ان کے مسائل باہم ملتے جلتے ہین،

ارباب علم کی قدرشناسی حضرت عبداللہؓ ارباب علم وفضل کی نہایت عزت کرتے تھے، حضرت عمرؓ کی نسبت ان کا قول تھا کہ "اگر تمام عرب کا علم ایک پلہ مین رکھا جائے، اور عمرؓ کا علم دوسرے پلہ مین تو عمرؓ کا پلہ بھاری رہیگا" وہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ عمرؓ کے ساتھ ایک گھڑی بیٹھنا مین سال بھر کی عبادت سے بہتر جانتا ہون[1]،

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی نسبت فرمایا کرتے تھے "ابن عباسؓ بہترین ترجمانِ قرآن ہین، اگر وہ (عہدِ رسالت مین) ہم لوگون کا سن پاتے تو کوئی ان کی برابری نہ کرسکتا[2]"

علقمہ ان کے شاگرد تھے، انھون نے محض اپنی ذہانت وکثرتِ معلومات کے باعث ان کے حلقۂ درس مین ممتاز عزت حاصل کرلی تھی، حضرت عبداللہؓ ان کی نسبت فرمایا کرتے تھے کہ "علقمہ کے معلومات سے میرے معلومات زیادہ نہین ہین[3]"،

احترامِ خلافت منصبِ خلافت کا نہایت ادب واحترام ملحوظ رکھتے تھے، اور اگر کبھی خلیفۂ وقت کا کوئی حکم یا فعل سنت ماضیہ کے خلاف نظر آتا تو عملاً اس کی مخالفت نہ فرماتے تھے، کہ اس سے امت مرحومہ مین تفریق وانتشار کا اندیشہ تھا، ایک سال حج کے موقع پر حضرت عثمانؓ نے منیٰ مین دو کے بجائے چار رکعتین ادا کین، حضرت عبداللہؓ کو خبر ملی تو متاسف ہوکر بولے، انا للہ وانا الیہ راجعون، مین نے رسول اللہ صلعم کے ساتھ دو رکعتین پڑھین، ابوبکرؓ وعمرؓ کے عہد مین بھی دو ہی رکعتین تھین، اب یہ کیا انقلاب ہے[4]؟ لیکن عملاً انھون نے چار ہی

[1] استیعاب تذکرۂ عمر فاروقؓ [2] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۵،

[3] تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۲۷۷ [4] بخاری ج ۱ ص ۱۴۷،

رکعتین پڑھین، لوگون نے اس پر تعجب ظاہر کیا تو بولے کہ خلافت کا احترام ضروری ہے[1]

درس وتدریس | حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کوفہ مین باقاعدہ حدیث، فقہ اور قرآن پاک کی تعلیم دیتے تھے، ان کی درسگاہ مین شاگردون کا بڑا مجمع رہتا تھا، جن مین سے علقمہؒ، اسودؒ، مسروق، عبیدہ، حارث، قاضی شریح اور ابووائل نہایت نامآور ہوئے، خاصکر علقمہ ان کی صحبت مین اس التزام سے رہے تھے اور ان کے طور طریقہ کے اس قدر پابند تھے کہ لوگون کا بیان تھا کہ جس نے علقمہ کو دیکھ لیا اس نے عبداللہ بن مسعودؓ کو دیکھ لیا،

شاگردون کی ایک جماعت سفر مین بھی عموماً ہمراہ ہوتی تھی، علقمہ اس قدر اہتمام کرتے تھے کہ اگر خود جانے سے مجبور ہوتے تو اپنے کسی رفیق کو ساتھ کر دیتے، اور تاکید کرتے کہ ہمیشہ حاضر خدمت رہین، عبدالرحمن بن یزید کا بیان ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے ایک مرتبہ حج کا قصد کیا، علقمہ نے مجھکو ان کے ہمراہ بھیجا اور تاکید کی کہ ہر وقت حاضر رہون اور جو کچھ معلومات حاصل ہون ان سے ان کو مطلع کر دون[2]

ایک مرتبہ حضرت خبابؓ نے ان کے وسیع حلقۂ درس کو دیکھکر کہا "ابوعبدالرحمن! کیا اسی طرح آپکے یہ نوجوان شاگرد بھی باقاعدہ قرأت کر سکتے ہین؟" بولے "اگر آپ کی خواہش ہو تو کسی کو سنانے کا حکم دون" حضرت خبابؓ نے کہا کیون نہین؟ حضرت عبداللہؓ نے علقمہ کی طرف اشارہ کیا انھون نے تقریباً پچاس آیتون کی ایک سورہ پڑھکر سنائی، حضرت عبداللہؓ نے حضرت خبابؓ کی طرف دیکھکر کہا "کیا رائے ہے؟" انھون نے نہایت تعریف کی[3]

---

[1] مسند اعظم صفحہ ۳۶ [2] مسند احمد ج ۱ صفحہ ۴۶۱،

[3] بخاری ج ۲ صفحہ ۶۳۰

معتقدین کا ہجوم | تلامذہ کے علاوہ معتقدین کا ایک بڑا مجمع بھی ہر وقت حاضر رہتا تھا شقیق کا بیان ہے کہ "ہم لوگ مسجد میں بیٹھکر عبداللہ بن مسعودؓ کے مکان سے برآمد ہونے کا انتظار کرتے رہتے تھے"[1]

طارق بن شہاب کہتے ہیں کہ ہم لوگ عبداللہ بن مسعودؓ کے گرد بیٹھتے اور ان کی صحبت سے فیضیاب ہوتے تھے، ایک روز حسب معمول بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص السلام یا ابا عبدالرحمن کہتا ہوا تیزی کے ساتھ اس طرف سے گذرا، انھوں نے جواب دیا "صدق اللہ ورسولہ یعنی خدا اور اس کے رسول نے سچ فرمایا ہے" یہ کہکر داخل حرم ہوئے، ہم لوگوں کو اس جواب پر سخت حیرت تھی، باہم مشورہ ہوا کہ ان کے برآمد ہونے کے بعد کون اس کے متعلق سوال کرے؟ میں نے کہا کہ میں پوچھونگا، غرض وہ تشریف لائے اور میں نے پوچھا بولے "رسول اللہ صلعم کا ارشاد ہے کہ خاص خاص آدمیوں کو سلام کرنا، تجارت کا ترقی کرنا، اعزہ کے ساتھ بدسلوکی، جھوٹی گواہی دینا اور حق کو چھپانا قرب قیامت کی نشانی ہے"[2]

قوت تقریر اور وعظ و پند | تقریر وخطابت میں خاص مہارت رکھتے تھے، ایجاز واختصار کے ساتھ تاثیر ان کی تقریر اور وعظ کی ممتاز صفت تھی، ایک مرتبہ رسول اللہ صلعم نے ایک مختصر تقریر فرمائی پھر حضرت ابوبکرؓ کو اور ان کے بعد حضرت عمرؓ کو تقریر کا حکم دیا، ان دونوں نے باری باری اختصار کے ساتھ اپنا بیان ختم کیا تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو حکم ہوا، انھوں نے کھڑے ہوکر حمد ونعت کے بعد کہا،

ایّھا الناس ان اللہ ربنا وان الاسلام دیننا وان ھذا نبینا واوما بیدہ الی النبی	صاحبو! بے شک خدا ہمارا مالک ہے، اسلام ہمارا مذہب ہے اور یہ (ہاتھ سے آنحضرت صلعم کی طرف اشارہ

[1] مسند احمد ج ۱ ص ۷۷، ۳ [2] مسند احمد ج ۱ ص ۴۰۷

صلی اللہ علیہ وسلم) رضینا مارضی اللہ لنا ورسولہ، السلام علیکم | کرکے) ہمارے نبی ہین، خدا اور اس کے رسول نے جو کچھ ہمارے لیے پسند کیا ہے ہم نے بھی اسکو پسند کیا، السلام علیکم،

آنحضرت صلعم نے اس مختصر تقریر کی نہایت تعریف کی اور فرمایا "ابن ام عبد نے سچ کہا[1]"

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اپنے مواعظ حسنہ مین عموماً توحید، نماز باجماعت اور خوف خدا کی تلقین فرماتے، اور تمثیلات سے ذہن نشین کراتے تھے، مثلاً ایک وعظ مین انھون نے فرمایا کہ ایک شخص نے جس کے نامۂ اعمال مین توحید کے سوا اور کوئی نیکی نہ تھی مرنے کے وقت وصیت کی کہ میری لاش کو جلا کر اور چکی مین پیس کر سمندر مین ڈال دینا، لوگون نے اس کی وصیت پوری کی، خدا نے اس کی روح سے سوال کیا "تو نے اپنی لاش کیسا تھ ایسا کیون کیا؟" بولا "خدایا تیرے خوف اور ڈر سے" اس گذارش پر دریاے رحمت جوش مین آیا اور وہ بخشدیا گیا[2]، اس تمثیل سے درحقیقت یہ سمجھانا تھا کہ خشیت باری تمام اعمال حسنہ کی روح ہے،

کثرت وعظ سے احتراز وہ اس حقیقت سے آگاہ تھے کہ وعظ و پند کی کثرت اس کے اثر کو زائل کر دیتی ہے، اس بنا پر لوگون کے صدو اصرار کے باوجود بہت کم منبر وعظ پر تشریف لیجاتے اور جو کچھ کہنا ہوتا اس کو نہایت مختصر صاف و سادہ لیکن مؤثر الفاظ مین فرماتے کہ سامعین تقریر کی طوالت سے گھبرا نہ اٹھین، ایک مرتبہ وعظ سننے کے شوق مین معتقدین کا ہجوم تھا، یزید بن معاویہ نخعی نے ان کو خبر دی، لیکن وہ بہت دیر کے بعد گھر سے برآمد ہوئے اور فرمایا "صاحبو! مجھے معلوم تھا کہ آپ دیر سے میرا انتظار کر رہے ہین، لیکن مین اس ڈر سے باہر

[1] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۴، [2] مسند احمد ج ۱ ص ۳۹۸

نہین آیا کہ کثرتِ بیان آپ کو تھکا دے گی، رسول اللہ صلعم ہم لوگون کی تکلیف کے خیال سے کئی کئی دن ناغہ دے کر وعظ فرماتے تھے[1]،

یون تو ان کا دولتکدہ ہر وقت طالبانِ علم کا مرجع رہتا تھا، لیکن طلوعِ آفتاب کے بعد کا وقت مسئلہ مسائل کے لیے مخصوص تھا، ابو وائل بیان کرتے ہین کہ ہم لوگ ایک دن فجر کی نماز کے بعد عبد اللہ بن مسعودؓ کے پاس گئے، وہ اس وقت تسبیح و تحلیل مین مصروف تھے طلوعِ آفتاب کے بعد ایک شخص نے پوچھا مین نے رات نماز مین پوری مفصل پڑھین، عبد اللہ نے کہا شعر کی طرح جلدی جلدی پڑھی ہونگی، ہم نے قرآن کی تلاوت سنی ہے اور مجھے وہ قرائن یاد ہین، جنکو آنحضرت صلعم پڑھا کرتے تھے، آپ دس مفصل اور دو سورتین آل حٰمٓ کی پڑھتے تھے[2]،

اخلاق سنت نبوی کی پیروی کے شوق مین حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے اخلاق و طرزِ معاشرت مین ایک گونہ حضرت خیر الانام صلعم کے مکارم و محامد کی جھلک پیدا کر دی تھی، عبد الرحمٰن بن یزید کا بیان ہے کہ ہم نے حضرت حذیفہؓ کی خدمت مین حاضر ہو کر کہا، آپ ہم کو کسی ایسے شخص کا پتہ دیجئے جو خلق و ہدایت مین آنحضرت صلعم سے قریب تر ہو تاکہ ہم اس سے کچھ حاصل کرین' بولے "عبد اللہ بن مسعودؓ سب سے زیادہ آنحضرت صلعم کی ہدایت، حسنِ خلق اور طور طریقے کے پابند تھے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دوستون مین سے جو لوگ موجود ہین وہ جانتے ہین کہ بارگاہِ نبوت مین تقرب کے لحاظ سے ابن ام عبد کا درجہ سب سے بلند ہے[3]"

حضرت علیؓ جب کوفہ تشریف لے گئے تو حضرت عبد اللہؓ بن مسعود کے چند دینی

---

[1] مسند احمد ج ۱ ص ۷۷،۳،

[2] مسلم ج اول صفحہ ۴۰۰ مطبوعۂ مصر اس حدیث مین اور واقعات بھی ہین، مگر ان کو تعلیم سے تعلق نہین ہے اس لئے ہم نے حذف کر دیئے، [3] جامع ترمذی مناقب عبد اللہ بن مسعود ۱۲،

احباب ان سے ملنے آئے حضرت علیؓ نے امتحاناً حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی نسبت ان کے خیالات دریافت کئے، سب نے بالاتفاق تعریف کی اور کہا "امیر المومنین! ہمنے عبداللہ بن مسعودؓ سے زیادہ متقی، پرہیزگار، خلیق، نرم دل اور بہتر ہمنشین نہین دیکھا" حضرت علیؓ نے فرمایا، "بیشک میرا بھی یہی خیال ہے، بلکہ تمنے جو کچھ تعریف کی مین ان کو اس سے زیادہ بہتر سمجھتا ہون، انھون نے قرآن پڑھا، حلال کو حلال اور حرام کو حرام کیا، وہ دین کے فقیہ اور سنت کے عالم تھے"[1]

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ایک دفعہ اپنے ایک دوست ابو عمیر سے ملنے گئے، اتفاق سے وہ موجود نہ تھے، انھون نے ان کی بیوی کو سلام کہلا بھیجا اور پینے کے لیے پانی مانگا، گھر مین پانی موجود نہ تھا، ایک لونڈی کسی ہمسایہ کے یہان سے لانے گئی اور دیر تک واپس نہ آئی، ابو عمیر کی بیوی نے غضبناک ہوکر اس کو سخت سست کہا اور اس پر لعنت بھیجی، حضرت عبداللہؓ یہ سنکر تشنہ لب واپس چلے آئے، دوسرے روز ابو عمیر سے ملاقات ہوئی تو انھون نے اس قدر جلد بازی کے ساتھ واپس چلے آنے کی وجہ پوچھی، بولے، "خادمہ نے جب پانی لانے مین دیر کی تو تمھاری بیوی نے اس پر لعنت بھیجی، چونکہ مین نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہے کہ جس پر لعنت بھیجی جاتی ہے اگر وہ بے قصور ہوتا ہے تو بھیجنے والے پر لوٹ آتی ہے، مین نے خیال کیا کہ خادمہ اگر معذور ہوئی تو بے وجہ مین اس لعنت کے واپس آنے کا باعث ہونگا"[2]

ایک بار انھون نے ایک شخص سے ایک لونڈی خریدی لیکن قیمت بے باق ہونے سے پہلے بائع مفقود الخبر ہوگیا، حضرت عبداللہؓ نے ایک سال تک اس کو تلاش کیا، مگر

---

[1] طبقات ابن سعد ق ۱ ج ۳ ص ۱۱۰، [2] مسند احمد ج ۱ ص ۴۰۸

کچھ پتہ نہ چلا بالآخر مایوس ہو کر ایک ایک، دو دو درہم کر کے ان کی طرف سے صدقہ کر دیا اور فرمایا کہ اگر وہ واپس آئے گا تو قیمت ادا کر دونگا اور یہ صدقہ میری طرف سے ہوگا۔[1]

تمیم بن حرام فرماتے ہین کہ مجھکو اکثر اصحاب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ہمنشینی کا فخر حاصل ہے، لیکن مین نے عبداللہ بن مسعودؓ سے زیادہ کسی کو دنیا سے بے نیاز اور آخرت کا طالب نہ دیکھا[2]

حضرت عثمانؓ نے دو برس تک ان کا وظیفہ بند کر دیا تھا، وفات کے وقت انھون نے ان کی اولاد کے لیے جاری کر دینا چاہا، لیکن حضرت عبداللہؓ نے نہایت بے نیازی کے ساتھ انکار کر دیا، بولے "کیا آپ کو میری اولاد کے محتاج و دست نگر ہو جانے کا اندیشہ ہے؟ مین نے انہین حکم دیا ہے کہ ہر رات کو سورۂ واقعہ پڑھ لیا کرین، کیونکہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ جو ہر رات کو سورۂ واقعہ پڑھے گا وہ کبھی فاقہ مست نہ ہوگا"[3]

حضرت عبداللہؓ کو مہمان نوازی کا نہایت شوق تھا، انھون نے کوفہ مین موضع الرماده کا مکان مخصوص طور سے مہمانون کے لیے خالی کر دیا تھا[4]

مذہبی زندگی | عبیداللہ بن عبداللہ کا بیان ہے کہ رات کے وقت جبکہ تمام دنیا محو راحت ہوتی تھی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیٹھکر صبح تک آہستہ آہستہ قرآن کی تلاوت فرماتے تھے[5] رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی تمام طاق راتین شب قدر کی تلاش مین بسر ہوتی تھین، ابو عقرب کہتے ہین کہ مین رمضان مین ایک روز علی الصباح ان کی خدمت مین حاضر ہوا دیکھا کہ مکان کی چھت پر بیٹھے ہوئے فرما رہے ہین "خدا اور اس کے رسول نے سچ کہا" مین نے پوچھا کہ وہ کیا ہے؟ بولے، "رسول اللہ صلعم نے فرمایا تھا کہ لیلۃ القدر رمضان کے آخری عشرہ مین ہے، اور اوسکی

---

[1] بخاری ج ۲ ص ۷۹۱، [2] اصابہ تذکرہ عبداللہ بن مسعودؓ [3] اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۵۹ [4] تاریخ طبری ص ۲۸۴۲
[5] اسد الغابہ تذکرہ عبداللہ بن مسعودؓ [6] مسند ج ۱ ص ۴۰۶،

علامت یہ ہے کہ اس روز جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو اس مین شعاع نہین ہوتی" چنانچہ آج مین نے اپنی آنکھون سے دیکھ لیا[1]،

سارا گھر صبح سویرے بیدار ہو کر عبادت مین مشغول ہو جاتا تھا، خود صبح صادق سے طلوعِ آفتاب تک تسبیح و تہلیل مین مصروف رہتے تھے،

ابو وائل راوی ہین کہ ایک دن ہم لوگ صبح کی نماز پڑھ کر عبد اللہ بن مسعودؓ کے پاس گئے دروازہ پر کھڑے ہو کر سلام کیا، اندر آنے کی اجازت ملی لیکن ہم لوگ تھوڑی دیر دروازے پر ٹھہرے رہے، کہ اتنے مین لونڈی نے آکر کہا، آتے کیون نہین، ہم لوگ گھر مین گئے تو وہ بیٹھے ہوئے تسبیح پڑھ رہے تھے، کہا اجازت ملنے کے بعد تم لوگون کو اندر آنے سے کس نے روکا تھا؟ ہم لوگون نے کہا کسی نے نہین، خیال ہوا ممکن ہے بعض اہل بیت سو رہے ہون، کہا ابن ام عبد کی اولاد پر تم نے غفلت کا گمان کیا، اس کے بعد پھر تسبیح مین مشغول ہو گئے جب سمجھے کہ آفتاب نکل چکا تو لونڈی سے کہا دیکھو آفتاب طلوع ہوا، اس نے جاکر دیکھا تو ابھی طلوع نہ ہوا تھا، پھر تسبیح مین مشغول گئے، تھوڑی دیر کے بعد پھر لونڈی سے کہا دیکھو آفتاب طلوع ہوا، اس نے جا کے دیکھا تو طلوع ہو چکا تھا تو پھر یہ دعا پڑھی، اس خدا کا شکر ہے جس نے ہم کو آج کے دن معاف کر دیا، مہدی راوی کہتے ہین کہ میرے خیال مین یہ بھی کہا تھا" اور ہمارے گناہون کے بدلے مین ہم کو ہلاک نہین کیا[2]"

---

[1] مسند احمد ج ا صفحہ ۴۰۶،

[2] مسلم ج اول صفحہ ۳۰۵ باب ترتیل القراۃ واجتناب الہذ،

نمازین نہایت کثرت سے پڑھتے تھے. فرماتے ہین کہ ایک دفعہ مین نے رسول اللہ صلعم سے پوچھا کہ سب سے بہتر عملِ خیر کیا ہے؟ ارشاد ہوا کہ نماز کا اپنے وقت پر ادا کرنا، مین نے کہا پھر کیا ہے؟ فرمایا، "والدین کے ساتھ نیکوکاری" مین نے کہا "پھر؟" حکم ہوا "راہِ خدا مین جہاد کرنا" اس کے بعد خاموش ہوگیا ہان اگر مین اپنا سوال آگے بڑھاتا تو آپ اس پر کچھ اور اضافہ فرماتے[۱]، غرض اس ارشاد کے مطابق وہ فرائض ٹھیک وقت پر ادا کرتے تھے، ایک مرتبہ ولید بن عقبہ والیٔ کوفہ کو مسجد پہنچنے مین دیر ہوگئی، حضرت عبداللہؓ نے بغیر توقف وانتظار نماز پڑھا دی، ولید نے برہم ہوکر کہلا بھیجا "آپ نے ایسا کیون کیا؟ کیا امیرالمومنین کا کوئی حکم ہے یا اپنی ایجاد؟ انھون نے جواب دیا کہ نہ تو امیرالمومنین کا حکم ہے، اور نہ اپنی ایجاد، البتہ خدا کو یہ ناپسند ہے کہ تم اپنے مشاغل مین مصروف رہو اور لوگ نمازین تمھارے منتظر رہین[۲]"

رمضان کے علاوہ ہفتہ مین دو دن دوشنبہ اور جمعرات عموماً روزون کے لیے مخصوص تھے، عاشورے کا روزہ بھی پابندی کے ساتھ رکھتے تھے، باوجود اس کے عبدالرحمٰن بن یزید کہتے ہین کہ مین نے عبداللہ بن مسعودؓ کے سوا اور کسی فقیہ کو اس قدر کم روزے رکھتے ہوئے نہین دیکھا، چنانچہ ایک دفعہ ان سے پوچھا گیا کہ آپ روزے کیون نہین رکھتے؟ بولے "مین روزہ پر نماز کو ترجیح دیتا ہون، اگر روزے رکھون گا تو ضعف کے باعث نماز نہ ہوسکے گی[۳]"

---

[۱] بخاری ج ۱ ص ۳۹۰،

[۲] مسند احمد ج ۱ ص ۴۵۰،

[۳] طبقات ابن سعد ق ۱ ج ۳ ص ۱۰۹،

خشیتِ الٰہی اور خوفِ قیامت سے حضرت عبد اللہؓ کا دل ہمیشہ مضطرب رہتا تھا، وہ فرمایا کرتے تھے "کاش! مین مرنے کے بعد اٹھایا نہ جاتا"[1]

خانگی زندگی | بیوی بچون سے محبت رکھتے تھے، گھر مین داخل ہوتے تو باہر ہی سے کھکھارتے اور بلند آواز سے کچھ بولتے، تاکہ گھر کے لوگ باخبر ہوجائین، ان کی اہلیۂ محترمہ حضرت زینبؓ فرماتی ہین کہ ایک روز عبد اللہ کھکھارتے ہوئے اندر آئے، اس وقت ایک بڈھی عورت مجھے تعویذ پہنا رہی تھی، مین نے ان کے ڈر سے اس کو پلنگ کے نیچے چھپا دیا، عبد اللہ آکر میرے پاس بیٹھ گئے، اور گلے کی طرف دیکھکر پوچھا "یہ دھاگا کیسا ہے؟" مین نے کہا تعویذ ہے" انھون نے اس کو توڑ کر پھینک دیا اور کہا "عبد اللہ کا خاندان شرک سے بری ہے، رسول اللہ صلعم سے مین نے سنا ہے کہ تعویذ اور گنڈے شرک مین داخل ہین" مین نے کہا "آپ یہ کیا فرماتے ہین؟ میری آنکھین جوش کراتی تھین تو مین فلان یہودی سے تعویذ لینے جایا کرتی تھی اور اس کے تعویذ سے سکون ہوجاتا تھا" بولے یہ سب عمل شیطانی ہے تمھارے لیے صرف رسول اللہ صلعم کی یہ دعا کافی ہے[2]،

اذھب الباس رب الناس اشف و	خوف دور کر اے پروردگار شفا دے تو ہی شفا دینے
انت الشافی لا شفاء الا شفاء ک	والا ہے، تیرے سوا کوئی شفا نہین، وہ شفا ایسی ہے
شفاء لا یغادر سقما	جو کسی بیماری کو نہین چھوڑتی،

پوشاک نہایت سادہ پہنتے تھے، ہاتھ مین ایک آہنی انگوٹھی رہتی تھی[3] جو غالباً مہر وغیرہ کے کام آتی ہوگی، غذا بھی پر تکلف نہ تھی، کھانے کے بعد عموماً نبیذ (چھوہارون کا شربت) استعمال فرماتے تھے، ایک مرتبہ علقمہ نے ان سے کہا، خدا آپ پر رحم کرے، آپ تمام امت کے

[1] طبقات ابن سعد ق ۱ ج ۳ ص ۱۱۰، [2] مسند احمد ج ۱ ص ۳۸۱ وابوداؤد ج ۲ ص ۱۸۶، [3] طبقات ابن سعد ق ۱ ج ۳ ص ۱۱۲

مقتدا و پیشوا ہو کر نبیذ پیتے ہیں، بولے "میں نے رسول اللہ صلعم کو نبیذ پیتے ہوئے دیکھا تھا، اگر میں آپ کو نہ دیکھتا تو استعمال نہ کرتا"[1]

وظیفہ | حضرت عبداللہؓ کے لیے بیت المال سے پانچ ہزار درہم کا سالانہ وظیفہ مقرر تھا جو ان کی وفات سے دو برس پہلے خلیفۂ ثالثؓ کے حکم سے بند کر دیا گیا تھا، لیکن حضرت زبیرؓ نے سفارش کر کے ان کی اولاد کے لیے واگذار کرا دیا، اس طرح ان کے پسماندوں کو یکمشت دس یا پندرہ ہزار درہم مل گئے، اس کے علاوہ انہوں نے تقریباً ۹ ہزار درہم نقد چھوڑے[2]،

حلیہ | حلیہ یہ تھا، جسم لاغر، قد کوتاہ، رنگ نہایت گندم گون، اور سر پر کانوں تک نہایت نرم و خوبصورت زلف، حضرت عبداللہؓ اس کو اسطرح سنوارتے تھے کہ ایک بال بھی بکھرنے نہیں پاتا تھا،

ٹانگیں نہایت پتلی تھیں، حضرت عبداللہؓ ہمیشہ ان کو چھپائے رکھتے تھے، ایک مرتبہ وہ آنحضرت صلعم کے لیے مسواک توڑنے کے خیال سے پیلو کے درخت پر چڑھے تو ان کی پتلی پتلی ٹانگیں دیکھ کر لوگوں کو بے اختیار ہنسی آگئی، آنحضرت صلعم نے فرمایا "تم ان پتلی ٹانگوں پر ہنستے ہو حالانکہ یہ قیامت کے روز میزان عدل میں کوہ احد سے بھی زیادہ بھاری ہوں گی"[3]

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ

نام، نسب، خاندان | عبداللہ نام، ابو موسیٰ کنیت، والد کا نام قیس اور والدہ کا نام طیبہ تھا، سلسلۂ نسب یہ ہے:- عبداللہ بن قیس بن سلیم بن حضار بن حرب بن عامر بن عنز بن بکر

---

[1] مسند اعظم ص ۲۰۱ [2] طبقات ابن سعد ق ا ج ۳ ص ۱۱۳،

[3] ایضاً صفحہ ۱۱۰،

بن عامر بن عذر بن وائل بن ناجیہ، بن الجماہر بن الاشعر بن ادد بن زید بن یشجب،

حضرت ابو موسیٰؓ یمن کے رہنے والے تھے، ان کا خاندان قبیلۂ اشعریین سے تعلق رکھتا تھا، اسی کے انتساب سے وہ اشعری مشہور ہوئے، اور ان کی والدہ طیبہ بنت وہب قبیلۂ عک سے تعلق رکھتی تھیں، وہ اپنے صاحبزادہ کی ہدایت سے ایمان لائیں، اور مدینہ پہنچکر وفات پائی[1]

اسلام | ساقی توحیدؐ کے صلائے عام پر نزدیک والوں نے اپنے کان بند کر لیے تھے، لیکن تشنہ کامانِ حق دور دراز ممالک سے دشوار گذار منزلیں طے کرکے آتے تھے، اور اپنی پیاس بجھاتے تھے، حضرت ابو موسیٰؓ یمن سے چل کر مکہ آئے اور بادۂ اسلام کے ایک ہی جام میں سرشار ہو گئے، وہ مکہ میں قبیلۂ عبد شمس سے حلیفانہ تعلق پیدا کرکے پھر مراجعت فرمائے وطن ہوئے[2] کہ اپنے اعزہ اور احباب کو بھی یہ مژدۂ جانفزا سنائیں،

ہجرت | حضرت ابو موسیٰؓ اشعری خاندان کے ایک ذی اثر رئیس تھے، اس لئے ان کی دعوتِ حق نے بہت جلد قبولیت عام حاصل کر لی اور وہ تقریباً پچاس حلقہ بگوشانِ اسلام کی ایک جماعت لیکر بحری راستہ سے بارگاہِ نبوت کی طرف چل کھڑے ہوئے، لیکن طوفان وباد مخالف نے اس کشتی کو حجاز کے بجائے حبش پہنچا دیا، حضرت جعفرؓ اور دوسرے ستم زدگانِ اسلام جو یہاں ہجرت کرکے آئے تھے اور اب تک موجود تھے، مدینہ منورہ کے قصد سے روانہ ہوئے تو حضرت ابو موسیٰؓ بھی اس قافلہ میں شریک ہو گئے، اور عین اس وقت مدینہ پہنچے جبکہ مجاہدینِ اسلام خیبر فتح کرکے واپس آرہے تھے، چنانچہ آنحضرت صلعم نے حضرت ابو موسیٰؓ اور ان کی تمام جماعت کو بھی خیبر کے مالِ غنیمت میں حصہ مرحمت فرمایا[3]

غزوات | حضرت ابو موسیٰؓ فتحِ مکہ اور غزوۂ حنین میں شریک تھے، بنو ہوازن رزمگاہِ حنین

---

[1] اسد الغابہ جلد ۲ ص ۲۴۵ [2] ایضاً [3] بخاری ج ۲ ص ۶۰۸،

سے بھاگ کر وادیِ اوطاس مین پھر مجتمع ہونے لگے تو آنحضرت صلعم نے حضرت ابو عامرؓ کو ایک جمعیت کے ساتھ ان کے استیصال کامل پر مامور فرمایا، انھون نے اوطاس پہنچکر بنو ہوازن کے سردار درید بن الصمہ کو قتل کیا اور خدا نے اس کے ساتھیون کو شکست فاش دی، لیکن اتفاقاً جشمی نام ایک مشرک کے تیر نے ان کو بھی زخمی کر دیا، حضرت ابو موسیٰؓ اس مہم مین شریک تھے، فرماتے ہین کہ مین نے بڑھ کر ان سے پوچھا "یا عم! کس نے آپکو زخمی کیا؟" انھون نے اشارہ سے بتایا تو مین اس پر جھپٹ پڑا، وہ مجھکو دیکھکر بھاگ کھڑا ہوا لیکن مین تعاقب کرتا جاتا تھا اور کہتا جاتا تھا، کیا تجھے شرم نہین آتی؟ کیا تو ثابت قدم نہ رہیگا؟" غرض وہ (ان غیرت انگیز جملون سے جوش مین آکر) پلٹ پڑا اور تلوار کے دو دو ہاتھ چلنے لگے، یہان تک کہ مین نے اس کو قتل کیا اور ابو عامر کو آکر بشارت دی کہ خدا نے آپکے دشمن کو مار ڈالا۔

حضرت ابو عامرؓ کا زخم نہایت مہلک تھا، انھون نے حالتِ نزع مین حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو اپنا جانشین بنایا اور کہا "جانِ برادر! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین سلام عرض کرنا اور کہنا کہ میرے لیے دعاے مغفرت فرمائین"۔ اس وصیت کے تھوڑی دیر بعد روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی، حضرت ابو موسیٰؓ نے ان کو سپردِ خاک کرکے فوج کو مراجعت کا حکم دیا اور بارگاہِ نبوت مین حاضر ہوکر میدانِ جنگ کی کیفیت اور حضرت ابو عامرؓ کی وصیت بیان کی، سرورِ کائنات صلعم نے اسی وقت پانی مانگ کر وضو فرمایا، پھر دونون ہاتھ اٹھا کر دعا کی "اے خدا! ابو عامر کو بخشدے، اے خدا! تو اس کو قیامت کے روز اپنی بہت سی مخلوق پر تفوق عطا فرما" حضرت ابو موسیٰؓ نے عرض کی "یا رسول اللہ! میرے لیے بھی" فرمایا "خدایا! عبداللہ بن قیس کی خطائین بخشدے اور قیامت کے دن اس کا باعزت داخلہ

فرمایا۔

سنہ ۹ھ مین غزوۂ تبوک کا اہتمام شروع ہوا تو حضرت ابو موسیٰؓ کو ان کے ساتھیون نے بھیجا کہ دربارِ نبوت سے ان کے لیے سواریون کا انتظام کرین، اتفاق سے آنحضرت صلعم اس وقت حالتِ غیظ مین تھے، لیکن حضرت ابو موسیٰؓ اُس کا اندازہ نہ کر سکے، اور عرض کی "یا رسول اللہ! میرے ساتھیون نے مجھکو بھیجا ہے کہ حضور ان کو سواریان مرحمت فرمائین" آنحضرت صلعم غصہ مین بیٹھے ہی تھے برہم ہو کر فرمایا "واللہ! تمھین کوئی سواری نہ دونگا" حضرت ابو موسیٰؓ کچھ اپنی محرومی اور کچھ اس خوف سے کہ شاید رسول خدا صلعم ان سے ناراض ہین نہایت غمزدہ واپس آکر اپنے ساتھیون کو اسکی اطلاع دی لیکن وہ ابھی اچھی طرح کھڑے بھی نہ ہونے پائے تھے کہ حضرت بلالؓ پکارتے ہوئے آئے "عبد اللہ بن قیس! کہان ہو؟ چلو رسولِ خدا صلعم یاد فرماتے ہین" وہ ان کے ساتھ پھر بارگاہِ نبوت مین حاضر ہوئے تو آپ نے دو ساتھ بندھے ہوئے اونٹون کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ان کو اپنے ساتھیون کے پاس لیجاؤ، حضرت ابو موسیٰؓ اُن کو لیے ہوئے اپنی قوم مین آئے اور کہا کہ "رسولِ خدا صلعم نے یہ دو اونٹ تمھاری سواری کے لیے مرحمت فرمائے ہین، لیکن خدا کی قسم: چند آدمیون کو میرے ساتھ کسی ایسے شخص کے پاس چلنا ہوگا جس نے رسول اللہ صلعم کی گفتگو سنی تھی، تاکہ یہ نہ خیال کرو کہ مین نے پہلے جو کچھ آکر کہا تھا وہ دل سے گڑھ کر کہا تھا" لوگون نے کہا "خدا کی قسم ہم آپکو سچا سمجھتے ہین، آیندہ جو آپ کی خوشی ہو" غرض انھون نے چند آدمیون کو ساتھ لے جا کر لوگون سے تمام واقعہ کی تصدیق کرادی[2]۔

ولایتِ یمن | تبوک سے واپس آنے کے بعد ایک روز دو اشعری بزرگ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو

---

[1] بخاری ج ۲ ص ۶۹۵ [2] ایضاً ج ۲ ص ۶۳۳

اپنے ساتھ لے کر دربار نبوت مین حاضر ہوئے اور آنحضرت صلعم سے کسی عہدہ کی خواہش کی،
آپ مسواک فرما رہے تھے، اس سوال پر دفعتہً مسواک رک گئی، اور حضرت ابو موسیٰؓ کی طرف
دیکھ کر فرمایا "ابو موسیٰ! ابو موسیٰ!" انھون نے عرض کی "یا رسول اللہ! قسم ہے اس ذات
کی جس نے آپ کو دین حق کے ساتھ مبعوث فرمایا کہ مین ان کے دل کے حال سے آگاہ
نہ تھا اور نہ یہ جانتا تھا کہ وہ کسی عہدہ کی خواہش کرین گے" ارشاد ہوا کہ جو کوئی خود سے کسی
عہدہ کی خواہش کریگا اس کو ہرگز اس پر مامور نہ کرونگا، لیکن ابو موسیٰ تم یمن جاؤ مین نے
تم کو وہان کا عامل مقرر کیا"[1]

یمن دو حصون پر منقسم تھا، ایک اقصائے یمن جسمین جند اور عدن وغیرہ دور کے
اضلاع شامل تھے، اور دوسرا یمن ادنی یا زیرین یمن، اول الذکر پر حضرت معاذ بن جبلؓ
کا تقرر ہوا، اور دوسرے پر حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ مامور ہوئے، آنحضرت صلعم نے ان دونون
کو رخصت کرتے وقت حسب ذیل نصیحت فرمائی،

یسرا ولا تعسرا وبشرا ولا تنفرا و تطاوعا، — یعنی ملک والون سے نرمی کے ساتھ پیش آنا، سختی نہ کرنا، لوگون کو خوش رکھنا، متنفر نہ کردینا اور باہم میل جول سے رہنا

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے عرض کی یا رسول اللہ! ہمارے ملک مین جو سے ایک
قسم کی شراب بنائی جاتی ہے، اس کو "مزر" کہتے ہین نیز شہد سے ایک طرح کی شراب
ہوتی ہے جو "بتع" کے نام سے مشہور ہے، اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ فرمایا کہ "ہر وہ چیز جو
نشہ لائے حرام ہے"[2]

حضرت ابو موسیٰؓ چونکہ اپنے وطن مین گورنر ہو کر آئے تھے جہان پہلے سے ان کا

[1] بخاری ج ۲ ص ۱۰۲۳ [2] بخاری کتاب المغازی،

اثر موجود تھا، اس لئے قدرۃً انھون نے اپنے خدمات نہایت کامیابی کے ساتھ انجام دیئے

حضرت معاذ بن جبلؓ سے دوستانہ تعلقات و مراسم کا سلسلہ بھی قائم تھا، بسا اوقات یہ دونون بزرگ سرحد پر آکر فروکش ہوتے اور باہم ملاقات کر کے تبادلۂ خیالات فرماتے تھے، ایک مرتبہ حضرت معاذ بن جبلؓ حضرت ابو موسیٰؓ کی ملاقات کے لیے تشریف لائے تو دیکھا کہ ان کے پاس لوگون کا ہجوم ہے اور ایک شخص کے دونون ہاتھ گردن سے بندھے ہوئے ہین، انھون نے تعجب سے پوچھا کہ "عبد اللہ بن قیس! یہ کون ہے؟" بولے "یہ مرتد ہوگیا ہے" انھون نے اس کے قتل کا مشورہ دیا، حضرت ابو موسیٰؓ نے کہا کہ "یہ اسی لیے گرفتار ہو کر آیا ہے، آپ گھوڑے سے اتر آئے" بولے جب تک وہ قتل نہ ہوگا، مین نہ اترون گا" حضرت ابو موسیٰؓ نے اس کے قتل کا حکم دیا تو وہ اتر کر اندر آئے اور دیر تک دوستانہ صحبت قائم رہی، حضرت معاذؓ نے پوچھا کہ "آپ قرآن کس طرح پڑھتے ہین"؟ بولے کہ "رات، دن مین جب موقع مل جاتا ہے تھوڑا تھوڑا کر کے پڑھ لیتا ہون" پھر پوچھا کہ "آپ کس طرح تلاوت کرتے ہین؟" بولے کہ "مین رات کو ایک نیند سو کر اٹھ بیٹھتا ہون اور اس وقت خدا کو جس قدر منظور ہوتا ہے پڑھ لیتا ہون"[1]

حجۃ الوداع مین شرکت سنہ ۱۰ھ مین آنحضرت صلعم نے آخری حج فرمایا، حضرت ابو موسیٰؓ یمن سے شرکت کے لیے آئے، آنحضرت صلعم نے پوچھا "عبد اللہ بن قیس! کیا تم حج کے ارادے سے آئے ہو؟" عرض کی "ہان! یا رسول اللہؐ" فرمایا نیت کیا تھی؟ بولے "مین نے کہا تھا کہ جو رسول اللہ کی نیت ہے وہی میری نیت ہے"، ارشاد ہوا کہ "قربانی اپنے ساتھ لائے ہو؟" عرض کی "نہین" حکم ہوا کہ "تم طواف اور سعی کر کے احرام کھول دو" یہ اس وجہ سے کہ

[1] بخاری باب بعث ابی موسیٰ و معاذ الی الیمن [2] بخاری ج ۲ ص ۶۲۳

حج قران کی صورت مین قربانی لانا ضروری تھا۔[1]

یمن مین فتنہ و فساد حضرت ابوموسیٰ حج سے فارغ ہوکر پھر یمن واپس آئے، لیکن یہان اسود عنسی کی ادعاے نبوت نے بہت جلد تمام ملک مین شورش و بغاوت پھیلا دی، یہان تک کہ حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابوموسیٰ اشعری کے مرکز حکومت "مارب" چلے آنے پر مجبور ہوئے، لیکن یہ بھی زیادہ دنون تک محفوظ نہ رہ سکا اور بالآخران دونون کو حضر موت مین پناہ لینی پڑی۔[2]

گو ابن مکتوح مرادی کی تلوار نے بہت جلد اسود عنسی کا قصہ تمام کردیا، تاہم آنحضرت صلعم کی وفات سے دفعتہً پھر ارتداد و سرکشی کی آگ بھڑک اٹھی لیکن خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیق نے ایک زبردست مہم بھیجکر از سر نو تسلط قائم کردیا، اور اس طرح یمن کے امرار اور حکام پھر اپنے اپنے عہدون پر واپس آ گئے، حضرت ابوموسیٰ بھی حضرموت سے اپنے دارالحکومت "مارب" واپس آئے اور خلیفۂ دوم کی ابتداے خلافت تک نہایت تدبر و جانفشانی کے ساتھ گورنری کے فرائض انجام دیتے رہے،

فتح نصیبین حضرت عمر کے عہد خلافت مین جب بیرونی فتوحات کا زیادہ وسیع پیمانہ پر انتظام کیا گیا، اور حضرت سعد وقاص کی زیر قیادت رزمگاہ عراق کی طرف ایک بہت بڑی مہم روانہ ہوئی تو حضرت ابوموسیٰ اشعری بھی شوق جہاد مین عہدۂ امارت سے مستعفی ہوکر اس فوج کشی مین شریک ہوئے،

عراق کا اکثر حصہ فتح کرلینے کے بعد حضرت سعد وقاص نے ۱۷ھ مین دریاے دجلہ اور فرات کے درمیانی علاقہ یعنی الجزیرہ پر ایک عام فوج کشی کا اہتمام کیا، اور حضرت ابوموسیٰ کو نصیبین کی فتح پر مامور کیا، انھون نے نہایت کامیابی کے ساتھ یہ مہم سرانجام دی،[3]

---

[1] بخاری ج ۲ ص ۶۲۴، [2] تاریخ طبری ص ۱۸۵۱ [3] ایضاً ص ۲۵۰۶

ولایتِ بصرہ | اسی سال دربارِ خلافت نے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کو معزول کر کے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو بصرہ کا والی مقرر کیا، اس موقع پر اہل بصرہ کے نام جو فرمان آیا تھا اس کے الفاظ یہ تھے،

امابعد فانی قد بعثت اباموسی امیرا	مین نے ابو موسیٰ کو تم پر امیر بنا کر بھیجا ہے تاکہ قوی سے کمزور
علیکم لیاخذ لضعیفکم من قویکم ولیقاتل	کا حق دلائین، تمھارے دشمنون سے لڑین، ذمیون کی حفاظت
بکم عدوکم ولیدفع عن ذمتکم ولیحصی	کرین، تمھاری آمدنی کا تم کو حساب دین، پھر اس کو تم مین تقسیم
لکم فیئکم ثم لیقسمہ بینکم ولینقی لکم	کرین، اور تمھارے راستون کو تمھارے لئے صاف رکھین
طرقکم[1]	

فتح خوزستان | بصرہ کی سرحد خوزستان سے ملی ہوئی تھی اور وہ اب تک ایرانیون کے قبضہ مین تھا، ۱۶ھ مین حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے اس کو فتح کرنے کے خیال سے اہواز پر فوجکشی کی تو یہان کے رئیس نے ایک قلیل سی رقم دے کر صلح کر لی، اور حضرت مغیرہؓ وہین رک گئے، ۱۷ھ مین ان کی جگہ پر حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ آئے اس انقلاب مین اہواز کے رئیس نے سالانہ رقم بند کر دی، اور علانیہ بغاوت کا اظہار کیا، مجبوراً انھون نے لشکر کشی کی اور اہواز کو فتح کر کے مناذر کا رخ کیا، یہ ایک نہایت مستحکم مقام تھا، حضرت مہاجر بن زیادؓ جو ایک معزز افسر تھے، یہان ایک معرکہ مین شہید ہوئے، اور قلعہ والون نے ان کا سر کاٹ کر برج کے کنگرہ پر لٹکا دیا، حضرت ابو موسیٰؓ حضرت مہاجرؓ کے بھائی ربیع کو اس کے محاصرہ پر چھوڑ کر سوس کی طرف بڑھے، ربیع نے مناذر کو سر کر لیا، اور حضرت ابو موسیٰؓ نے سوس کا محاصرہ کر کے ہر طرف سے رسد بند کر دی، قلعہ مین کھانے پینے کا سامان ختم ہو چکا تھا، مجبوراً رئیس شہر نے اس شرط پر صلح کی درخواست کی کہ اس کے خاندان کے سو آدمی زندہ چھوڑ دیئے جائین، حضرت ابو موسیٰؓ نے منظور کیا، رئیس نے

[1] تاریخ طبری ص ۲۵۳۲ ،

ایک ایک کر کے سوآدمیون کو پیش کیا، اور وہ سب چھوڑ دیئے گئے، لیکن بدقسمتی سے اس نے شمار مین خود اپنا نام نہین لیا، چنانچہ جب سو آدمیون کی تعداد پوری ہو گئی، تو انھون نے رئیس کو جو شمار سے باہر تھا قتل کرا دیا،

سوس کے بعد رامہرمز کا محاصرہ ہوا، اور آٹھ لاکھ درہم سالانہ پر صلح ہوگئی، یزدگرد نوجوان شہنشاہ ایران اس وقت قم مین مقیم تھا، اس کو حضرت ابوموسیٰؓ کی فتوحات کی خبرین پہنچین تو اس نے اپنے مامون ہرمزان کو خوزستان کی حفاظت کے لیے بھیجا، ہرمزان نے شوستر پہنچکر اس کو مستحکم کیا اور تمام ملک مین جوش پیدا کر کے اپنے گرد ایک بہت بڑی فوج جمع کر لی حضرت ابوموسیٰؓ نے ان حالات سے دربار خلافت کو مطلع کیا، اور مدد کی درخواست کی، وہان سے حضرت عمارؓ بن یاسرؓ کے نام جو کوفہ کے گورنر تھے، حکم آیا کہ نعمان بن مقرن کو ایک ہزار سپاہیون کے ساتھ مدد کو بھیجین، لیکن غنیم کی کثرت اور سروسامان کے مقابلہ مین یہ جمعیت بیکار تھی، حضرت ابوموسیٰؓ نے دوبارہ لکھا جس کے جواب مین حضرت عمار بن یاسرؓ کوفہ سے ایک بڑی فوج لیکر آئے اور دوسری طرف جریر بجلی ایک جرار لشکر لے کر جلولاء پر حملہ آور ہوئے، غرض حضرت ابوموسیٰؓ نے اس سروسامان سے شوستر کا رخ کیا اور شہر کے قریب پہنچکر ڈیرے ڈالے، ہرمزان نے خود قلعہ سے باہر نکل کر مقابلہ کیا اور شکست کھا کر پھر قلعہ بند ہو گیا،

شوستر نہایت مستحکم مقام تھا، اس کی تسخیر کے متعلق حضرت ابوموسیٰؓ کی تمام کوششین بے نتیجہ رہین، لیکن خدا نے غیب سے سامان پیدا کر دیا، ایک دن شہر کا ایک آدمی چھپ کر ان کے پاس آیا اور کہا کہ اگر میری جان اور مال کو امن دیا جائے تو مین شہر پر قبضہ کرا دون، حضرت ابوموسیٰؓ نے منظور کیا، اس نے ایک عرب کو جس کا نام اشرس تھا ساتھ لیا، اور نہر دجیل سے گذر کر ایک تہ خانہ کی راہ خاص شہر مین داخل ہوا، اشرس کے منھ پر چادر ڈال دی، اور

کہا کہ نوکر کیطرح میرے پیچھے چلے آؤ، چنانچہ شہر کے گلی کوچوں سے گذرتا ہوا خاص ہرمزان کے محل مین آیا، شہری نے ان کو تمام عمارات کی سیر کرائی اور موقع کے نشیب و فراز دکھا کر، حضرت ابوموسیٰؓ کی خدمت مین حاضر ہوا، اشرس نے تفصیل کے ساتھ تمام کیفیت بیان کی، اور کہا کہ دو سو جانباز میرے ساتھ ہون تو شہر فوراً فتح ہو جائے، حضرت ابوموسیٰؓ نے فوج کی طرف دیکھا، دو سو بہادرون نے بڑھکر کہا خدا کی راہ مین ہماری جان حاضر ہے، اشرس ان کو لے کر اسی تہ خانہ کی راہ شہر مین داخل ہوئے اور پہرہ والون کو تہ تیغ کرکے اندر کی طرف سے دروازے کھولدیے ادہر حضرت ابوموسیٰؓ تمام فوج کیساتھ موقع پر موجود تھے، دروازہ کھلنے کے ساتھ تمام لشکر ٹوٹ پڑا اور شہر مین ہلچل پڑ گئی، ہرمزان نے بھاگ کر قلعہ مین پناہ لی، مسلمان قلعہ کے نیچے پہنچے تو اس نے برج پر چڑھکر کہا کہ میرے ترکش مین اب بھی سو تیر ہین، اور جبتک اتنی ہی لاشین یہان نہ ڈھیر ہو جائین مین گرفتار نہین ہو سکتا، تاہم مین اس شرط پر اتر آتا ہون کہ تم مجھکو مدینہ پہنچا دو اور جو کچھ فیصلہ ہو عمرؓ کے ہاتھ سے ہو، حضرت ابوموسیٰؓ نے منظور کیا اور اس کو حضرت انسؓ کے ساتھ مدینہ بھیجدیا[1]،

شوستر کے بعد جندی سابور پر حملہ ہوا، اسکا کئی دن تک محاصرہ رہا، ایک دن شہر والون نے خود شہر کے دروازے کھولدیے، اور نہایت اطمینان کے ساتھ تمام لوگ اپنے کاروبار مین مصروف ہوئے، مسلمانون کو ان کے اطمینان پر تعجب ہوا، سبب دریافت کیا تو انھون نے کہا کہ تم ہم کو جزیہ کی شرط پر امن دے چکے، اب کیا جھگڑا رہا، سب کو حیرت ہوئی کہ امن کس نے دیا؟ تحقیق سے معلوم ہوا کہ ایک غلام نے لوگون سے چھپا کر امن کا رقعہ لکھدیا ہے، حضرت ابوموسیٰؓ نے فرمایا کہ ایک غلام کی خود رائی حجت نہین ہو سکتی، شہر والے

---

[1] طبری صفحہ ۲۵۵۵۔

کہتے تھے کہ ہم آزاد اور غلام نہین جانتے، بالآخر دربارِ خلافت سے استصواب کیا گیا تو حکم ہوا کہ مسلمانون کا غلام بھی مسلمان ہے، اور جس کو اس نے امان دیدی تمام مسلمان امان دیچکے[۱] اس شہر کی فتح نے تمام خوزستان مین اسلام کا سکہ بٹھا دیا اور اس طرح نہ صرف فتوحات کی فہرست مین ایک نئے ملک کا اضافہ ہوا، بلکہ بصرہ (جہان حضرت ابوموسیٰؓ عہدۂ امارت پر سرفراز تھے) دشمنون سے بالکل محفوظ ہوگیا،

معرکۂ نہاوند خوزستان کی شکست سے متأثر ہو کر ۲۱ھ مین ایرانیون نے نہاوند مین ایک آخری اور فیصلہ کن جنگ کی تیاریان کین، حضرت عمرؓ نے نعمان بن مقرن کو ایک بڑی جمعیت کے ساتھ ان کے مقابلہ کے لیے روانہ فرمایا اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو لکھا کہ بصرہ سے ان کو مدد پہنچائین، چنانچہ وہ ایک بڑی جماعت کے ساتھ خود کمک لے کر گئے اور نہاوند فتح کرکے واپس آئے[۲]

تبادلہ بصرہ کی کثرتِ آبادی کے لحاظ سے اس صوبہ کا رقبہ نہایت مختصر تھا، اس بنا پر اہل بصرہ نے حضرت ابوموسیٰؓ کی وساطت سے دربارِ خلافت مین یہ درخواست پیش کی کہ خوزستان کے مفتوحہ علاقہ مین سے رامہرمز، ایذج اور ماہ یا ماسپذان کے اضلاع بصرہ سے ملحق کردیئے جائین، لیکن اہل کوفہ اس علاقہ کی فتح مین برابر کے شریک تھے، انھون نے اس پر صداے احتجاج بلند کی اور حضرت عمار بن یاسرؓ والی کوفہ سے درخواست کی کہ وہ اس علاقہ کو کوفہ مین شامل کرنے کی کوشش کرین، لیکن حضرت عمارؓ نے اس معاملہ مین بالکل غیر جانبداری اختیار کرلی، اور فرمایا کہ مجھے ان جھگڑون مین پڑنے کی کیا ضرورت ہے؟ غرض حضرت ابوموسیٰؓ کی تحریک پر یہ اضلاع بصرہ سے ملحق کردیئے گئے، اور اہل کوفہ

---

[۱] طبری ص ۲۵۶۸ [۲] تاریخ طبری ص ۲۶۰۱

نے حضرت عمار بن یاسرؓ سے ناخوش ہو کر مسلسل شکایتون کے بعد ان کو معزول کرا دیا حضرت عمرؓ نے کوفہ والون سے پوچھا کہ تم کس کو اپنا والی بنانا چاہتے ہو؟ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے جس خوش اسلوبی کے ساتھ بصرہ والون کی حمایت کی تھی اس کے لحاظ سے انھون نے حضرت ابو موسیٰؓ کا نام لیا، چنانچہ وہ ان کی درخواست پر ۲۲ھ مین بصرہ سے کوفہ تبدیل کر دیئے گئے، لیکن ایک ہی سال کے بعد یعنی ۲۳ھ مین پھر بصرہ منتقل کیے گئے[۱]،

الزام اسی سال ضبہ نام ایک شخص نے حضرت ابو موسیٰؓ کے خلاف دربار خلافت مین حسب ذیل شکایتین پیش کین،

(۱) ابو موسیٰ نے اسیرانِ جنگ مین سے ساٹھ رئیس زادے چھانٹ کر اپنے لیے رکھے ہین،

(۲) انھون نے عنانِ حکومت زیاد بن سمیہ کو سپرد کر دی ہے اور وہی سیاہ و سپید کا مالک ہے،

(۳) انھون نے حطیہ شاعر کو ایک ہزار انعام دیا ہے،

(۴) عقیلہ نام ان کی ایک لونڈی ہے جس کو دونون وقت نہایت عمدہ غذائین بہم پہنچائی جاتی ہین، حالانکہ اس قسم کی غذا عام مسلمانون کو میسر نہین،

حضرت عمرؓ نے ان تمام شکایتون کو اپنے ہاتھ سے قلمبند کیا، اور حضرت ابو موسیٰؓ کو دار الخلافہ طلب کر کے باضابطہ تحقیقات کی، چنانچہ پہلا الزام غلط ثابت ہوا، دوسرے الزام کا انھون نے یہ جواب دیا کہ زیاد صاحبِ تدبیر و سیاست ہے، اس لیے مین نے اس کو اپنا مشیر کار بنایا ہے، حضرت عمرؓ نے زیاد کو بلا کر کے امتحان لیا تو حقیقت مین قابل آدمی تھا، اس لیے انھون نے خود حکام بصرہ کو ہدایت کی کہ زیاد کو مشیرِ کار بنائین، تیسرے الزام کے جواب مین حضرت ابو موسیٰؓ نے کہا کہ حطیہ کو مین نے اپنے جیب خاص سے انعام دیا ہے کہ وہ میری ہجو نہ کہے،

[۱] تاریخ طبری ص ۲۶۷۸،

لیکن چوتھے الزام کا وہ کوئی جواب نہ دے سکے، حضرت عمرؓ نے معمولی فہمایش کے بعد ان کو رخصت کر دیا،[1]

فتح اصفہان حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے اسی سال یعنی ۲۳ھ مین اصفہان پر فوجکشی کی اور اس کو فتح کر کے اسلامی ممالک محروسہ مین داخل کر دیا،[2]

اصفہان فتح کر کے واپس آئے تو حضرت عمرؓ نے ان کو اسی سال بصرہ سے کوفہ کی گورنری پر منتقل کر دیا، لیکن کچھ دنون کے بعد ہی وہ پھر بصرہ تبدیل ہو کر آگئے،

تعمیر نہر ابی موسیٰ بصرہ مین لوگون کو پانی کی سخت تکلیف تھی، دربار خلافت مین اسکی شکایت پہنچی تو حکم آیا کہ دریاے دجلہ سے ایک نہر کاٹ کر لائی جائے، وہ شہر سے تقریباً دس میل دور تھا، لیکن اس کی ایک شاخ صرف چھ میل پر واقع تھی، حضرت ابو موسیٰؓ نے خود مستعد ہو کر اس شاخ سے شہر بصرہ تک ایک نہر بنوائی جو اب تک "نہر ابی موسیٰ" کے نام سے مشہور ہے

اخیر ذیحجہ ۲۳ھ مین خلیفۂ دومؓ نے شہادت پائی اور حضرت عثمان ذوالنورینؓ نے مسند خلافت پر قدم رکھا، اس انقلاب مین عہد فاروقی کے اکثر عمال و حکام ایک ہی سال کے بعد سبکدوش ہو گئے، لیکن حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ ۲۹ھ تک بصرہ مین عہدۂ امارت کے فرائض انجام دیتے رہے، بیان کیا جاتا ہے کہ خود حضرت عمرؓ نے ان کو چار سال تک برقرار رکھنے کی وصیت فرمائی تھی،[3]

معزولی ۲۹ھ مین کردون نے بغاوت کر دی، حضرت ابو موسیٰؓ نے مسجد مین ان کے خلاف جہاد کا وعظ کہا، اور راہ خدا مین پیادہ پا چلنے کے فضائل بیان کئے، اس کا اثر یہ ہوا کہ بہت سے مجاہدین جنکے پاس گھوڑے موجود تھے وہ بھی پیادہ پا چلنے پر تیار ہو گئے، لیکن حضرت

---

[1] تاریخ طبری ص ۲۷۱۱، [2] ایضاً ۲۷۱۳، [3] تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۳۶۳،

ابو موسیٰ رضہ کے چند مخالفین نے کہا کہ "ہم کو جلدی نہ کرنا چاہیئے، دیکھیں ہمارا والی کس شان سے چلتا ہے" غرض صبح کے وقت دار الامارت کے قریب مجاہدین کا مجمع ہوا، حضرت ابو موسیٰ رضہ گھوڑے پر سوار ہو کر برآمد ہوئے، لوگوں نے بڑھکر گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور اس پر اعتراض کیا،

ظاہر ہے کہ حضرت ابو موسیٰ رضہ کا مقصد یہ نہ تھا کہ جن کے پاس گھوڑے موجود ہوں وہ راہِ خدا میں ان سے کام نہ لیں لیکن درحقیقت خلیفہ سوم رضہ کے عہدِ خلافت کا نصف آخر فتنہ اور سازش کا دور تھا، مفسدہ پردازوں نے اسی وقت دار الخلافہ کی راہ لی اور دربارِ خلافت سے ان کی معزولی کا مطالبہ کیا، چنانچہ حضرت عثمان رضہ نے ان کو معزول کر کے ایک کمسن نوجوان عبد اللہ بن عامر کو اس منصب پر مامور فرمایا[1]،

امارتِ کوفہ ۳۴ھ میں اہل کوفہ کی درخواست پر حضرت ابو موسیٰ اشعری رضہ پھر سعید بن العاص رضہ کی جگہ کوفہ کے والی مقرر کئے گئے، لیکن یہ وہ زمانہ تھا کہ تمام دنیائے اسلام پر آشوب تھی اور ملک میں ہر طرف سازش و فتنہ پردازی کا بازار گرم تھا، چونکہ حضرت ابو موسیٰ رضہ کو رسول اللہ صلعم کی پیشین گوئی یاد تھی، اس لیے ان کو یقین تھا کہ عنقریب ہولناک خانہ جنگیوں کا سلسلہ شروع ہوگا، وہ عموماً اپنے وعظ میں اہل کوفہ کو رسول اللہ صلعم کی پیشین گوئی سناتے اور اس آنے والے دورِ فتنہ سے کنارہ کش رہنے کی ہدایت فرماتے تھے، چنانچہ ۳۵ھ میں حضرت عثمان رضہ کی شہادت اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی مسند نشینی کے بعد وہ خطرہ بالکل سر پر آگیا،

خانہ جنگی سے اجتناب حضرت عائشہ رضہ، حضرت طلحہ رضہ اور حضرت زبیر رضہ نے خلیفہ ثالث رضہ کے قصاص اور

[1] تاریخ طبری ص ۲۸۲۸،

مطالبۂ اصلاح کا علم بلند کر کے بصرہ کا رخ کیا، حضرت علیؓ ان کے مقابلہ کے لیے مدینہ سے چلکر مقام ذی قار مین آئے اور حضرت امام حسنؑ کو حضرت عمار بن یاسرؓ کے ساتھ کوفہ بھیجا کہ وہان لوگون کو خلافت کی اعانت پر آمادہ کرین، حضرت امام حسنؑ کوفہ پہنچے تو اس وقت حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ مسجد مین ایک عظیم الشان مجمع کے سامنے تقریر کر رہے تھے کہ سرور کائنات صلعم نے جس فتنہ کا خوف دلایا تھا وہ اب سر پر ہے، اسلیے اسلحہ بیکار کر دو اور عزلت نشین ہو کر بیٹھ جاؤ، رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ فتنہ و فساد کے زمانہ مین سونے والا بیٹھنے والے سے، اور بیٹھنے والا چلنے والے سے بہتر ہے[1]، اسی اثنا مین حضرت امام حسنؑ داخل مسجد ہوئے اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے مخاطب ہو کر کہا، آپ ابھی ہماری مسجد سے نکل جائیے؟ وہ نہایت سکون و خاموشی کیساتھ منبر سے اتر آئے، اور ملک شام کے ایک غیر معروف گاؤن مین جا کر گوشہ نشین ہو گئے،

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے اہل کوفہ کو بارہا جس خطرہ سے آگاہ کیا تھا، اس کو انھون نے اپنی آنکھون سے دیکھ لیا، جنگ جمل مین عرب کے ہزارون گھر بے چراغ ہو گئے، اور میدان صفین مین حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ کی باہمی آویزش نے بیشمار مسلمانون کا خون پانی کی طرح بہا دیا،

حکم مقرر ہونا

معرکۂ صفین مین جب امیر معاویہؓ کے حامیون نے حریف کا پلہ بھاری دیکھا، تو اپنے نیزون پر دمشق کا مصحف اعظم بلند کر کے عجیب و غریب طریقہ پر مصالحت کی دعوت دی، گو جناب امیرؓ اس پر راضی نہ تھے تاہم قرآن کی دعوت کا رد کرنا آسان نہ تھا خود انکی فوج مین پھوٹ پڑ گئی، انجام کار تمام مابہ النزاع امور کا فیصلہ طرفین کے دو ثالث پر محول ہوا، امیر معاویہؓ نے اپنی طرف سے حضرت عمرو بن العاصؓ کو حکم مانا، اور حضرت علیؓ کی طرف سے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کا انتخاب ہوا، دومۃ الجندل مقام اجلاس قرار پایا، اور دونون حکم ایک مقرر تاریخ پر مجتمع ہوئے، حضرت مغیرہ بن شعبہؓ ایک نہایت نکتہ رس

[1] بخاری کتاب الفتن،

اور معاملہ فہم بزرگ تھے، انھون نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اور عمرو بن العاصؓ سے علٰحدہ علٰحدہ گفتگو کرکے ان کی رائے کا اندازہ کیا، تو ان کو یقین ہوگیا کہ یہ دونون کسی امر پر متفق نہین ہو سکتے کیونکہ اگر ایک طرف کمال غیر جانبداری و بے لوثی ہے تو دوسری طرف شدید خود غرضی و پاسداری،

غرض دونون حکم باہم مشورہ کے لیے گوشۂ خلوت مین مجتمع ہوئے، حضرت ابو موسیٰؓ نے محض بے لوثی کے ساتھ صرف مسلمانون کی فلاح و بہبود کے خیال سے اس عہدہ کو قبول کیا تھا، ان کی رائے تھی کہ عنانِ خلافت کسی غیر جانبدار کے ہاتھ مین دیدی جائے تو اس خانہ جنگی کا دروازہ خود بخود بند ہو جائے گا، چنانچہ دونون مین حسب ذیل گفتگو ہوئی،

ابو موسیٰؓ: عمرو! تم ایک ایسی رائے کے متعلق کیا خیال رکھتے ہو جس سے خدا کی خوشنودی اور قوم کی بہبودی دونون میسر آئے؟

عمرو بن العاصؓ: وہ کیا ہے؟

ابو موسیٰؓ: عبداللہ بن عمر کو منصبِ خلافت پر متمکن کرنا چاہیئے، کیونکہ انھون نے ان خانہ جنگیون مین کسی طرح حصّہ نہین لیا ہے،

عمرو بن العاصؓ: معاویہ مین کیا خرابی ہے؟ آپ جانتے ہین کہ عثمانؓ مظلوم شہید ہوئے، معاویہ ان کے قصاص کے دعویدار ہین، ام المومنین ام حبیبہؓ ان کی بہن ہین، اور خود انکو رسول اللہ صلعم کی مصاحبت کا شرف حاصل ہے،

ابو موسیٰؓ: معاویہ کے جن فضائل کا تم نے تذکرہ کیا وہ استحقاقِ خلافت کے لیے کافی نہین، اگر فضل و شرف ہی پر معیار ہو تو علیؓ سے بڑھکر کون ہے؟ رہا قصاص کا دعویٰ تو اس کے لیے معاویہ کو خلافت کے معاملہ مین مہاجرین اولین پر ترجیح نہین دیجا سکتی، ہان اگر

تم مجھ سے اتفاق کرو، تو فاروق اعظمؓ کا عہد لوٹ آئے، اور فاضل و عالم عبداللہ اپنے باپ کی یاد پھر تازہ کر دے۔

عمرو بن العاصؓ: میرے لڑکے عبداللہ پر آپ کی نظرِ انتخاب کیوں نہیں پڑتی؟ فضل و منقبت میں تو وہ بھی کچھ کم نہیں۔

ابو موسیٰؓ: بیشک وہ صاحب فضل و منقبت ہیں، لیکن ان خانہ جنگیوں میں شریک کر کے تم نے ان کے دامن کو بھی داغدار کر دیا ہے، برخلاف اس کے طیب بن الطیب عمرؓ کے بیٹے عبداللہؓ کا لباسِ تقویٰ تمام دھبوں سے محفوظ ہے۔

عمرو بن العاصؓ: ابو موسیٰ! اس منصب کی صلاحیت صرف اسی میں ہو سکتی ہے جس کے دو داڑھ ہوں ایک سے کھائے اور دوسرے سے کھلائے۔

ابو موسیٰؓ: عمرو! تمہارا برا ہو، شدید کشت و خون کے بعد مسلمانوں نے ہمارا دامن پکڑا ہے، اب ہم ان کو پھر فتنہ و فساد میں مبتلا نہیں کرینگے۔

عمرو بن العاصؓ: پھر آپ کی کیا رائے ہے؟

ابو موسیٰؓ: ہمارا خیال ہے کہ علی اور معاویہ دونوں برطرف کئے جائیں، اور مسلمانوں کی مجلس شوریٰ کو پھر نئے سرے سے اختیار دیا جائے، کہ وہ جس کو چاہے منتخب کرے۔

عمرو بن العاصؓ: مجھے بھی اس سے اتفاق ہے۔

اس قرارداد کے بعد دونوں ایک دوسرے سے جدا ہوئے، حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے پاس آکر کہا، خدا کی قسم مجھے یقین ہے کہ عمرو نے آپکو دھوکا دیا ہوگا، اگر کسی رائے پر اتفاق ہوا ہو تو آپ ہرگز اعلان میں سبقت نہ کیجئے گا، کیا عجب ہے کہ وہ آپ کی مخالفت کر بیٹھیں، حضرت ابو موسیٰؓ نہایت نیک طینت بزرگ تھے، اونھین دنیا

کی فریب کاریون کی کیا خبر تھی، بولے "ہم دونون ایک ایسی رائے پر متفق ہوئے ہین کہ اس مین اختلاف کی گنجائش ہی نہین"؛ غرض دوسرے روز مسجد مین مسلمانون کا مجمع ہوا، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے عمرو بن العاصؓ سے فرمایا کہ "منبر پر چڑھکر فیصلہ سنادو" بولے "مین آپ پر سبقت نہین کرسکتا، آپ فضل ومنقبت اور سن وسال مین مجھسے افضل اور بڑے ہین" حضرت ابوموسیٰؓ پر ان کا یہ افسون چل گیا، وہ بغیر سوچے سمجھے کھڑے ہوگئے اور حمد وثنا کے بعد فرمایا "صاحبو! ہمنے علی اور معاویہ دونون کو معزول کیا اور پھر نئے سرے سے مجلس شوریٰ کو انتخاب کا حق دیا، وہ جسکو چاہے اپنا امیر بنائے"؛ ابوموسیٰؓ اپنا فیصلہ سناکر اتر آئے تو عمرو بن العاصؓ نے کھڑے ہوکر کہا "صاحبو! علی کو ابوموسیٰ کی طرح مین بھی معزول کرتا ہون، لیکن معاویہ کو اس منصب پر برقرار رکھتا ہون، کیونکہ وہ امیر المومنین عثمانؓ کے ولی اور خلافت کے سب سے زیادہ مستحق ہین"

حضرت ابوموسیٰؓ نہایت متقی، پرہیزگار اور نیک نفس بزرگ تھے، اس خلاف بیانی سے ششدر رہ گئے، چلاکر کہنے لگے، یہ کیا غداری ہے؟ یہ کیا بے ایمانی ہے؟ سچ یہ ہے کہ تمہاری حالت بالکل اس کتے کی طرح ہے جس پر بوجھ لادو جب بھی ہانپتا ہے اور چھوڑدو جب بھی ہانپتا ہے (انما مثلك كمثل الكلب ان تحمل عليه يلهث او تتركه يلهث الایہ) عمرو بن العاصؓ نے جواب دیا، اور آپ پر چارپاے بروکتابے چند کی مثل صادق آتی ہے، (مثلك كمثل الحمار يحمل اسفارا)

وفات | حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو اپنے فریب کھا جانے پر اس قدر ندامت ہوئی کہ وہ اسی وقت مکہ معظمہ روانہ ہوگئے اور پھر کسی جھگڑے مین حصہ نہ لیا، وفات کے سنہ اور مقام مین مختلف روایتین ہین، بعض لوگ ان کی وفات کا مقام مکہ بتاتے ہین، اور بعض کوفہ، لیکن مرجح

مکہ کی روایت ہے، بہرحال باختلافِ روایت سنہ ۴۲ھ، ۴۴ھ یا سنہ ۵۲ھ میں بیمار پڑے، اور بروایت صحیحہ ذی الحجہ سنہ ۴۴ھ میں وفات پائی[1]، آخر وقت تک احکام نبوی کا لحاظ رہا جب حالت زیادہ نازک ہوئی اور غشی طاری ہو گئی، تو جس عورت کی گود مین سر تھا، اس نے گریۂ وزاری شروع کردی؛ اس وقت بولنے کی طاقت نہ تھی، ہوش آیا تو کہا جس چیز سے رسول اللہ صلعم نے برات کی ہے، اس سے مین بھی بری ہون، جیب وگریبان پھاڑنے والی، نوحہ و بکا کرنے والی اور کپڑے پھاڑنے والی عورتون سے آپ نے برات ظاہر کی ہے[2]،

اس کے بعد کفن ودفن وغیرہ کے متعلق ضروری وصیتین کین کہ جنازہ تیز چال سے لے چلنا، جنازہ کے ساتھ انگیٹھی نہ لے چلنا، لحد اور میری میت کے درمیان کوئی مٹی روکنے والی چیز نہ رکھنا، قبر پر کوئی عمارت نہ بنانا، اور مین نوحہ و بین کرنے والی، جیب وگریبان چاک کرنے والی اور سر نوچنے والی عورتون سے بری ہون[3]، وصیت سے فراغت ہوئی کہ طائر روح قفس عنصری سے پرواز کرکے اپنے اصلی نشیمن مین پہنچ گیا، وفات کے وقت ۱۶ سال کی عمر تھی،

حلیہ پستہ قد اور لاغر اندام تھے،

اولاد وفات کے بعد متعدد نسلی یادگارین چھوڑین، نام یہ ہین، ابراہیم، ابوبکر، ابوبردہ، موسیٰ[4]،

ذریعۂ معاش ابتدا مین تنگدستی کی زندگی تھی، لیکن پھر فارغ البالی کا دور آیا، متعدد مہمین انکی افسری مین سر ہوئین، مدتون تک مختلف ممالک کے گورنر رہے، حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ

---

[1] تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۲۱، [2] مسلم کتاب الایمان باب تحریم ضرب الخدود وشق الجیوب [3] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۳۹۷، [4] تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۳۶۲،

مین دوسرے مہاجرین کے ساتھ ان کا وظیفہ بھی مقرر کیا، غرض اطمینان اور فارغ البالی کی زندگی بسر کرتے تھے،

فضل و کمال

حضرت ابوموسیٰؓ ان مخصوص صحابہؓ مین تھے جنکو بارگاہِ رسالت مین خاص تقرب اور شرف پذیرائی حاصل تھا، اس لیے وہ نبوت کے چشمۂ فیض سے پوری طرح سیراب تھے، وہ ان چھ آدمیون مین سے ایک تھے، جنکو خود عہدِ رسالت مین مسائل کے جواب اور فتویٰ دینے کی اجازت تھی[1]

اسود تابعی کا بیان ہے کہ مین نے کوفہ مین حضرت علیؓ اور حضرت ابوموسیٰؓ سے زیادہ کسی کو صاحبِ علم نہین دیکھا، حضرت علیؓ فرماتے تھے کہ ابوموسیٰ سرتاپا علم کے رنگ مین رنگے ہوئے ہین[2]،

اہلِ علم سے اکثر ان کی علمی صحبتین اور علمی بحثین رہتی تھین، جس نے ان کے علم کو اور چمکا دیا تھا، یون تو ان کے علمی احباب کا حلقہ بہت وسیع تھا، مگر ان مین حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور معاذ بن جبلؓ سے خاص طور سے وہ علمی گفتگو کرتے تھے، اور کبھی کبھی یہ گفتگو نیک نیتی کے ساتھ بحث و مناظرہ تک پہنچ جاتی، اور جب تک مسئلہ کی پوری تنقیح نہ ہوجاتی برابر جاری رہتی، ایک مجلس مین تیمم کا مسئلہ چھڑا، حضرت ابوموسیٰؓ نے عبداللہ بن مسعودؓ سے پوچھا اگر کسی کو نہانے کی ضرورت پیش آجائے، اور اس کو ایک مہینہ تک پانی نہ ملے، تو کیا تیمم کرکے نماز پڑھے؟ حضرت عبداللہؓ نے کہا نہین، خواہ ایک مہینہ تک پانی نہ ملے جب بھی تیمم نہ کرے

[1] تذکرۃ الحفاظ ج اول ص ۲۱ [2] ایضاً ص ۲۰،

حضرت ابو موسیٰؓ نے کہا تو پھر سورۂ مائدہ کی اس آیت کے متعلق کیا کہتے ہو؟

فلم تجدوا ماءً فتیمموا صعیداً طیبًا — پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمم کرو،

حضرت عبداللہؓ نے کہا "اگر لوگون کو تیمم کی اجازت دیدیجائے تو سردیون کے موسم مین جب پانی ٹھنڈا ملتا ہے لوگ تیمم ہی پر اکتفا کرنے لگین گے" اس پر شقیق (راوی) بولے "کیا صرف اس خطرہ سے آپ تیمم کو برا سمجھتے ہین" حضرت عبداللہؓ نے کہا ہان، حضرت ابو موسیٰؓ نے کہا "تم نے عمار کا وہ واقعہ جس کو انھون نے حضرت عمرؓ سے بیان کیا تھا نہین سنا، کہ ان کو آنحضرت صلعم نے کسی کام کے لیے بھیجا تھا، اتفاق سے ان کو راہ مین غسل کی ضرورت پیش آگئی، اور پانی نہ ملا تو انھون نے جانور کی طرح زمین پر لوٹ کر تیمم کیا، اور واپس ہوکر آنحضرت صلعم سے یہ واقعہ بیان کیا، آپ نے ان کو تیمم کا طریقہ بتاکر فرمایا کہ اس قدر کافی تھا" اس پر عبداللہؓ نے کہا مگر شاید آپ کو یہ نہین معلوم کہ حضرت عمرؓ نے اس واقعہ کو کافی نہ سمجھا[1]

ایک مرتبہ دونون مین حدیث کا مذاکرہ ہو رہا تھا، حضرت ابو موسیٰؓ نے کہا "آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے قریب علم اٹھ جائے گا، جہالت کا دور دورہ ہوگا، اور قتل و غارت کی گرم بازاری ہوگی[2]"،

اشاعتِ علم علم کی اشاعت اور اس سے دوسرون کو فائدہ پہنچانے کی وہ پوری کوشش کرتے تھے، ان کا اصول یہ تھا کہ جو کچھ کسی کو معلوم ہو اس سے دوسرون کو فائدہ پہنچانا اس کا فرض ہے، ایک مرتبہ خطبہ مین لوگون سے خطاب کرکے کہا کہ جس شخص کو خدا علم دے، اس کو چاہیئے کہ اپنے دوسرے بھائیون کو بھی اسکی تعلیم دے، اسی کے ساتھ جو اس کو معلوم نہ ہو اس کے متعلق ایک لفظ بھی وہ اپنی زبان سے نہ نکالے[3]،

---

[1] بخاری کتاب التیمم باب التیمم ضربۃ [2] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۴۰۱، [3] ابن سعد جزو ۴ ق اول ص ۱۸

ان کے درس کے طریقے مختلف تھے، مستقل حلقۂ درس کے علاوہ کبھی کبھی وہ لوگون کو جمع کرکے خطبہ دیتے؛ ایک مرتبہ خطبہ دیا،

"لوگو! شرک سے بچنے کی کوشش کرو کہ یہ چیونٹی کی چال سے زیادہ غیر محسوس ہے[۱]"،

جہان کہین چند آدمی ایک جگہ ان کو اکٹھا مل جاتے، ان کے کانون تک وہ کوئی نہ کوئی حدیث ضرور پہنچا دیتے، ایک دفعہ بنو ثعلبہ کے چند آدمی کہین جا رہے تھے، ان کو راہ مین ایک حدیث سنا دی[۲]،

اصفہان کی مہم سے واپس ہوتے وقت ایک جگہ پڑاؤ کیا، کافی مجمع تھا، کہا مین تم لوگون کو ایک حدیث سنانا چاہتا ہون جو ہم لوگون کو آنحضرت صلعم نے سنائی تھی، لوگون نے کہا خدا آپ پر رحم کرے، ضرور سنائیے، بولے، آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ "قیامت کے قرب مین "ہرج" زیادہ ہوگا، لوگون نے پوچھا "ہرج" کیا؟ کہا قتل اور جھوٹ، لوگون نے کہا کیا اس سے بھی زیادہ قتل ہوگا، جتنا ہم لوگ کرتے ہین؟ فرمایا اس سے مقصد کفار کا قتل نہین ہے بلکہ باہمی خونریزی ہے، حتی کہ پڑوسی پڑوسی کو، بھائی بھائی کو، بھتیجا چچا کو، اور چچا بھتیجے کو قتل کریگا، لوگون نے کہا سبحان اللہ عقل و ہوش رکھتے ہوئے؟ کہا عقل و ہوش کہان عقل و ہوش تو اس زمانہ مین باقی نہ رہیگا، حتی کہ آدمی خیال کریگا کہ وہ کسی (حق) بات پر ہے، لیکن درحقیقت وہ کسی (حق) بات پر نہ ہوگا، یہ حدیث سنا کر بولے کہ ہم مین تم مین سے کوئی بھی آنحضرت صلعم کی اس پیشین گوئی سے نہ نکل سکے گا، اس سے نکلنے کی صرف یہ صورت ہے کہ ہم بلا کچھ کئے ہوئے اس طریقہ سے پاک و صاف نکل جائین جس طرح اس مین شریک ہوئے تھے[۳]،

حضرت ابو موسیٰؓ کے تعلیم دینے کا طریقہ نہایت نرم تھا اگر کبھی کوئی شخص نا دانی سے

[۱] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۴۰۳ [۲] ایضاً ص ۴۱۷، [۳] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۴۰۶،

بھی کوئی اعتراض کرتا، تو خفا ہونے کے بجائے نہایت نرمی سے اس کو سمجھا دیتے، عبد اللہ الرقاشی روایت کرتے ہیں کہ "میں ایک مرتبہ ابو موسیٰ کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا، وہ قعدہ میں تھے کہ کسی نے زور سے ایک ایسا فقرہ کہا جو مسنون دعاؤں میں سے نہ تھا، ابو موسیٰ نماز ختم کرچکے تو پوچھا یہ کس نے کہا تھا، لوگ خاموش رہے، پھر پوچھا فلاں بات کس نے کہی تھی، لوگ پھر چپ رہے تو بولے حطان شاید تم نے کہا ہوگا، انھوں نے کہا میں نے نہیں کہا، مجھکو پہلے ہی خطرہ تھا کہ آپ مجھی پر ڈانٹ ڈپٹ کرینگے، اتنے میں ایک شخص نے اقرار کیا کہ میں نے کہا اور اس سے میرا مقصد بدنیتی نہ تھی، بلکہ بھلائی تھی، ابو موسیٰ نے کسی قسم کی ترشروئی کے بغیر مسنون نماز کا پورا طریقہ بتادیا،[1]

قرآن پاک

قرآن پاک اسلام کے تمام علوم و معارف کا سرچشمہ ہے، اس کے ساتھ حضرت ابو موسیٰ کو غیر معمولی شغف وانہماک تھا، فرصت کا سارا وقت قرآن پاک کی تلاوت اور اسکی تعلیم میں صرف ہوتا، یمن کی گورنری کے زمانہ میں معاذ بن جبل اکثر ان سے ملنے آتے، اور دیر تک علمی صحبت رہتی، ایک مرتبہ انھوں نے پوچھا آپ قرآن کس طرح تلاوت کرتے ہیں؟ بولے رات دن میں جب موقع ملجاتا ہے تھوڑا تھوڑا کرکے پڑھ لیتا ہوں،[2]

قرآن نہایت خوش الحانی سے پڑھتے تھے، یہ اس قدر خوش گلو اور شیرین آواز تھے کہ آنحضرت صلعم فرماتے تھے کہ "انکو لحن داؤدی سے حصہ ملا"[3] ہے آنحضرت صلعم کو انکا قرآن پڑھنا بہت پسند تھا، جہاں اونکو قرأت کرتے ہوئے سنتے کھڑے ہوجاتے، ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ کے ساتھ کہیں تشریف لئے جارہے تھے، ابو موسیٰ کو قرآن پڑھتے

---

[1] مسلم کتاب الصلوہ باب التشہد فی الصلوۃ [2] بخاری

[3] ابن سعد جزو ۴ ق اول ص۸۰،

ہوئے سنا، وہین کھڑے ہو گئے اور سنکر آگے بڑھے، صبح کو جب ابو موسیٰؓ حاضر ہوئے، تو فرمایا کہ ابو موسیٰ کل تم قرآن پڑھ رہے تھے ہم نے تمھاری قرأت سنی تھی، عرض کیا اے خدا کے رسول اگر مجھکو حضور کی موجودگی کا علم ہوتا، تو مین آواز مین اور دلکشی پیدا کرتا[1]

ایک مرتبہ مسجد نبوی مین بلند آواز سے عشار کی نماز پڑھ رہے تھے، آواز سنکر ازواج مطہراتؓ اپنے اپنے حجرون مین پردون کے پاس آکر کھڑی ہو کر سننے لگین، صبح کو جب انکو اطلاع ہوئی تو کہا اگر اس وقت مجھکو معلوم ہو جاتا تو مین ان کو قرآن کا اس سے بھی زیادہ مشتاق بنا دیتا[2]

ابو عثمان نہدی بیان کرتے تھے کہ ابو موسیٰؓ ہمارے ساتھ نماز پڑھتے تھے، انکی آواز اتنی سریلی اور دلکش ہوتی تھی کہ چنگ و بربط مین بھی وہ دلکشی نہین ہے[3]

کبھی کبھی حضرت عمرؓ فرمائش کرتے کہ ابو موسیٰ خدا کی یاد دلاؤ، یہ قرآن پڑھکر سناتے،

ایک مرتبہ حضرت ابو موسیٰؓ نے انس بن مالکؓ کو حضرت عمرؓ کے پاس بھیجا، انھون نے پوچھا، ابو موسیٰ کا کیا حال ہے، کہا لوگون کو قرآن پڑھاتے ہین، فرمایا وہ بلند مرتبہ آدمی ہین، مگر اسکو ان کے سامنے نہ کہنا[4]

ان کی غیر معمولی قرأت دانی کی وجہ سے آنحضرت صلعم نے مشہور عالم قرآن حضرت معاذ بن جبلؓ کے ساتھ ان کو بھی نو مسلمون کی تعلیم قرآن کے لیے یمن بھیجا تھا[5]

حدیث | قرآن کے ساتھ ان کو حدیث کے علم سے بھی وافر حصہ ملا تھا، حفظِ حدیث کے اعتبار سے وہ اپنے معاصرون مین امتیازی پایہ رکھتے تھے، کوفہ مین مستقل حلقۂ درس تھا جس سے

---

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۴۶۶ [2] طبقات ابن سعد جزو ۴ ق اول ص ۸۰ [3] ایضاً [4] ایضاً

[5] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۳۹۷ ،

بڑے بڑے اربابِ کمال پیدا ہوئے، ان کے نام آئندہ آئین گے، ان کی مرویات کی تعداد ۳۶۰ تک پہنچتی ہے، ان مین ۵۰ متفق علیہ ہین، ان کے علاوہ ۱۴ بخاری اور ۳۵ مسلم مین ہین[1]، ان مین سے اکثر روایات خود صاحبِ حدیث صلعم کی زبان سے سنی ہوئی ہین، ان کے بعد پھر حضرت ابوبکر، عمر، علی، ابن عباس، ابی بن کعب، عمار بن یاسر، معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہین، تلامذہ کی تعداد بھی کافی ہے مختصر فہرست یہ ہے،

ابراہیم، ابوبکر، ابوبردہ، موسی، انس بن مالک رض، ابوسعید خدری رض، طارق بن شہاب، ابوعبدالرحمن سلمی، زر بن حبیش، زید بن وہب، عبید بن عمیر، ابوالاحوص، عوف بن مالک، ابوالاسود دئلی، سعید بن مسیب، ابوعثمان نہدی، قیس بن ابی حازم، ابورافع صائغ، ابوعبیدہ بن عبداللہ بن مسعود، مسروق بن ادس حنظلی، ہزیل بن شرحبیل، مرہ بن شرحبیل، اسود بن یزید، عبدالرحمن بن یزید، حطان بن عبداللہ رقاشی، ربعی بن خراش، زہدم بن مضرب، ابووائل، شقیق بن سلمہ، صفوان بن محرز وغیرہم[2]،

اس فضل و کمال کے باوجود ان کو اپنی غلطی اور دوسرون کے کمال کے اعتراف مین بخل نہ تھا، ایک مرتبہ کسی نے لڑکی پوتی اور بہن کی وراثت کے متعلق فتوی پوچھا، انھون نے جواب دیا لڑکی اور بہن کو نصف نصف ملیگا، مستفتی نے جاکر یہ جواب حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو سنایا اور ان سے بھی فتوی دریافت کیا، انھون نے کہا، اگر مین اس کی تائید کرون تو گمراہ ہون، مین اس مسئلہ مین وہی فیصلہ کرون گا جو آنحضرت صلعم نے کیا ہے، لڑکی کو آدھا ملیگا، پوتی کو دوتہائی پورا کرنے کے لیے چھٹا حصہ ملیگا باقی جو بچے گا وہ بہن کا حصہ ہے، مستفتی نے یہ جواب جاکر ابوموسیٰ کو سنایا، انھون نے کہا جبتک یہ عالم تم مین موجود ہے،

[1] تہذیب الکمال، [2] تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۳۶۳،

اس وقت تک مجھ سے پوچھنے کی ضرورت نہین ہے[1]

اخلاق و عادات

خشیت الٰہی اور رقت قلب مذہب کی روح ہے، حضرت ابو موسیٰ رضؓ مین یہ دونون وصف موجود تھے، خود بھی روتے اور دوسرون کو بھی رُلاتے، بصرہ کے قیام کے زمانہ مین ایک مرتبہ خطبہ دیا، کہ لوگو خوب روؤ اگر نہ رو سکتے ہو تو کم از کم رونی صورت بناؤ کیونکہ دوزخی (جھون نے دنیا ہنس کر گذاری) اس قدر روئین گے کہ آنسو خشک ہوجائین گے، پھر خون کے آنسو روئینگے، آنسوؤن کی فراوانی کا یہ حال ہوگا، کہ اگر اس مین کشتیان چلائی جائین تو بہ نکلین[2]

اتباع سنت ابو موسیٰ رضؓ کی پوری زندگی حیات نبوی کا آئینہ تھی، وہ کوشش کرتے تھے کہ ان کی نقل و حرکت، قول و فعل بلکہ ہر ہر ادا ذات نبویؐ کا نمونہ بنجائے، ایک موقعہ پر انھون نے اپنی اس حرص کا ان الفاظ مین ذکر کیا ہے،

ابو مجلز راوی ہین کہ ایک مرتبہ ابو موسیٰؓ مکہ سے مدینہ آرہے تھے، راستہ مین عشا کی نماز کا وقت آیا تو دو رکعت نماز پڑھی، پھر کھڑے ہو کر سورۂ نسار کی ۱۰۰ آیتین ایک رکعت مین پڑھین، لوگون نے اس پر اعتراض کیا، انھون نے کہا میری ہمیشہ یہ کوشش رہتی ہے کہ جہان آنحضرت صلعم نے قدم رکھا ہے وہین مین بھی قدم رکھون، اور جو کام آپ نے کیا ہے وہی مین بھی کرون[3]

رمضان کے روزون کے علاوہ نوافل کے روزے محض اسلیے رکھتے تھے کہ آنحضرت صلعم رکھا کرتے تھے عاشورہ کا روزہ آنحضرت صلعم برابر رکھا کرتے تھے یہ لوگون کو ہدایت کرتے کہ

---

[1] بخاری کتاب الفرائض باب میراث ابنہ ابن مع ابنتہ، [2] ابن سعد جزو ۴ ق اول ص۸۱، [3] مسند ابن حنبل ج ۴ ص۴۱۹

عاشورہ کا روزہ رکھو،

سنت سے لے کر مستحبات تک کی خود پابندی کرتے اور اپنے اہل و عیال سے پابندی کراتے، قربانی کا جانور اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا مسنون ہے، حضرت ابو موسیٰؓ لڑکیون تک کو حکم دیتے تھے کہ وہ اپنے ہاتھ سے ذبح کرین[1]،

احکام نبوی کا لحاظ ہر آن و ہر لمحہ رہتا تھا، کسی موقع پر فرو گذاشت نہ ہونے پاتی، آنحضرت صلعم کا حکم تھا کہ جب کوئی شخص کسی کے یہان جائے تو اجازت لیکر گھر مین داخل ہو، اگر تین مرتبہ اجازت مانگنے پر بھی اجازت نہ دے، تو لوٹ جائے، حضرت ابو موسیٰؓ اس فرمان نبوی پر اس سختی سے عامل تھے کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور اندر آنے کی اجازت چاہی، آپ غالبًا کسی کام مین مشغول تھے، اس لیے کوئی توجہ نہ کی، انھون نے ۳ مرتبہ اجازت مانگی، پھر لوٹ آئے، دوسرے وقت حضرت عمرؓ نے کہا تم کیون واپس ہوگئے تھے، کہا مین نے ۳ مرتبہ اجازت مانگی، جب نہ ملی، تو لوٹ گیا، کیونکہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ اگر تم کو ۳ مرتبہ اجازت مانگنے کے بعد بھی اجازت نہ ملے تو لوٹ جانا چاہیئے، حضرت عمرؓ نے فرمایا "شاہد لاؤ تمھارے علاوہ کسی دوسرے نے بھی اس حکم کو سنا ہے" یہ گھبرائے ہوئے انصاری اصحاب کی مجلس مین آئے، ابی بن کعبؓ کو یہ حکم معلوم تھا انھون نے جاکر شہادت دی[2]،

یہی پاس و لحاظ زندگی کے آخر لمحہ تک رہا،

مرض الموت مین اپنے گھر کی کسی عورت کی گود مین سر رکھے ہوئے تھے، اسی حالت مین غشی طاری ہوگئی، عورت نے گریہ وزاری شروع کردی، اس وقت تو بولنے

[1] بخاری کتاب الاضاحی باب من ذبح ذبیحۃ [2] بخاری کتاب الاستیذان باب التسلیم والاستیذان ثلثاً،

کی طاقت نہ تھی، ہوش آیا تو کہا جس چیز سے آنحضرت صلعم نے برأت ظاہر کی ہے، اس سے مین بھی بری ہون، جیب و گریبان پھاڑنے والی، نوحہ و بکا کرنے والی، سر نوچنے والی اور کپڑے پھاڑنے والی عورتون سے آپ نے برأت کی ہے[1]،

موت سے پہلے کفن و دفن وغیرہ کی وصیتون کے ساتھ ساتھ یہ بھی وصیت کی کہ کوئی میری موت پر نوحہ اور بین نہ کرے، جیب اور گریبان نہ چاک کرے، سر کو نہ نوچے، ان سب سے مین بری ہون[2]،

تقوی ابو موسیٰؓ کا دامنِ عفاف کبھی معصیت کی آلودگیون سے داغدار نہ ہوا، وہ اس درجہ محتاط تھے کہ غیر عورتون کی ہوا تک لگنا گوارا نہ کرتے تھے، کہا کرتے تھے کہ عورتون کی بیٹ سے مجھکو سڑے ہوئے مردار کی عفونت زیادہ خوش آیند ہے[3]،

طہارت اور صفائی کے خیال سے ہمیشہ شیشی مین پیشاب کرتے تھے کہ کوئی چھینٹ نہ پڑنے پائے، دوسرے صحابہؓ اس غیر ضروری شدت کو محسوس کرتے اور اس کا اظہار بھی کر دیتے تھے، حذیفہؓ نے لوگون سے کہا کہ کاش تمھارے ساتھی اتنا تشدد نہ کرتے[4]،

توکل خدا کی ذات پر پورا اعتماد اور قضاؤ قدر پر پورا الیقین تھا، چنانچہ وبائی مقامات سے الگ نہ ہوتے تھے، ایک مرتبہ طاعون کی وبا پھیلی، ابو بردہ نے کہا یہان سے ہٹ کر وابق چلے چلئے، کہا مین خدا کے پاس جاؤن گا، وابق نہ جاؤن گا[5]،

خدمتِ رسول خطرناک سے خطرناک موقعون پر آنحضرت صلعم کی خدمت اور آپ کی حفاظت کی سعادت حاصل کرتے تھے، کسی غزوہ مین آنحضرت صلعم کے ہمرکاب تھے، راستہ مین

---

[1] مسلم کتاب الایمان باب تحریم ضرب الخدود وشق الجیوب [2] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۳۹۷ [3] ابن سعد جزو ۴ ق اول ص ۸۴ [4] مسلم کتاب الطہارت باب المسح علی الخفین [5] ابن سعد جزو ۴ ق اول ص ۸۲،

رات گذارنے کے لیے مجاہدین نے قیام کیا، جنگ کا زمانہ تھا، دشمن ہر وقت تاک مین رہتے تھے، اس خطرہ سے یہ رات کو آنحضرت صلعم کے خیمہ کے پاس پہنچے، اتفاق سے آپ موجود نہ تھے یہ تلاش مین نکلے، راستہ مین ایک اور صحابی جو اسی نیت سے نکلے تھے، مل گئے، دونون آگے بڑھے، اتنے مین آنحضرت صلعم آتے ہوئے دکھائی دیئے، ان دونون نے عرض کیا کہ اس وقت آپ دشمن کی زمین مین ہین، آپ کے متعلق ہر وقت خطرہ ہے، اس لیے جب آپ کو کوئی ضرورت پیش آیا کرے تو کسی کو حکم دیدیا کیجئے وہ ساتھ ہو جایا کرے[1]"

شرم وحیا الحیاء شعبۃ من الایمان حضرت ابو موسیٰؓ مین ایمان کا یہ عنصر بہت غالب تھا، رات کو سوتے وقت خاص قسم کا کپڑا پہن لیتے تھے کہ نیند کی غفلت مین ستر نہ کھل جائے، ایک مرتبہ کچھ اشخاص کو دیکھا وہ پانی کے اندر ننگے نہا رہے ہین، تو بولے مجھکو بار بار مرکر زندہ ہونا پسند ہے مگر یہ فعل پسند نہین ہے[2]،

سادگی حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کی زندگی کے مختلف دور تھے، ابتدائی دور نہایت عسرت کا تھا، مگر جیسے جیسے اسلام کو فروغ ہوتا گیا، ان کی عسرت مین کمی آتی گئی، متعدد مہمین انکی ماتحتی مین سر ہوئین، برسون تک مختلف صوبون کے حاکم رہے، لیکن ان دونون حالتون مین ان کی ظاہری زندگی مین کوئی فرق نہ آیا، نہ مال و دولت جمع کیا، نہ نخوت و رعونت پیدا ہوئی، گورنری کے بعد ایک مرتبہ مشہور صحابی حضرت ابوذر غفاریؓ سے ملاقات ہوئی، ابوذر فقیر منش آدمی تھے، دنیا سے ان کو کوئی تعلق نہ تھا، حضرت ابو موسیٰؓ بھائی بھائی کہتے ہوئے دوڑکر لپٹ گئے، لیکن ابوذر بار بار یہ کہکر ہٹاتے تھے اب تم میرے بھائی نہین ہو اس منصب سے پہلے بھائی تھے، دوبارہ جب پھر ملاقات ہوئی تو پہلے کی طرح لپکے، انہون نے

[1] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۴۱۶ [2] ابن سعد جزو ۴ ق اول ص ۸۲

نے کہا ابھی ہٹے رہو، پہلے میرے سوالات کے جوابات دیدو، پھر پوچھا تم نے لوگون پر حکومت کی ہے؟ ابو موسیٰ نے کہا ہان، کہا عمارتین تو نہین بنوائین، زراعت تو نہین کی، جانور تو نہین پالے؟ انھون نے سب نفی کی تو پھر ان سے دل کھول کے ملے[1]

اسی خاکساری اور تواضع کی وجہ سے وہ اپنی مذہبی خدمات کا اظہار برا سمجھتے تھے، ابو بردہؓ روایت کرتے ہین کہ ابو موسیٰؓ کہتے تھے کہ ایک مرتبہ ہم ۶ آدمی آنحضرت صلعم کے ساتھ ایک غزوہ مین نکلے ان چھ مین صرف ایک اونٹ تھا، اسی پر سب باری باری سے سوار ہوتے تھے، پیادہ پا چلنے کی مشقت سے ہمارے پاؤن پھٹ پھٹ گئے اور ناخن گر گر گئے، تو ہم لوگون نے چیتھڑے لپیٹ لیے، اسی لیے اس غزوہ کو ذات الرقاع "چیتھڑے والا" کہتے ہین، راوی کا بیان ہے کہ ابو موسیٰؓ اس واقعہ کو بیان تو کر گئے مگر بعد مین اتنے واقعہ کا اظہار بھی برا سمجھا[2]

امت مسلمہ کی خیر خواہی

امت مسلمہ کی خیر خواہی اور اس کا مفاد ہر وقت پیش نظر رہتا تھا، اس کے مقابلہ مین وہ بڑی سے بڑی منفعت کو ٹھکرا دیتے تھے، جب حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ کے درمیان کشمکش شروع ہوئی تو امیر معاویہؓ نے ان کے پاس لکھ بھیجا کہ عمرو بن العاص نے میری بیعت کر لی ہے، اگر تم بھی بیعت کر لو، تو مین حلفیہ وعدہ کرتا ہون کہ تمھارے ایک لڑکے کو بصرہ اور دوسرے کو کوفہ کی امارت پر سرفراز کر دونگا، اور تمھاری ضرورت کے لیے میرا دروازہ ہر وقت کھلا رہے گا، مین اپنے خاص قلم سے یہ خط لکھ رہا ہون، امید ہے کہ تم بھی اپنے دست و قلم سے اس کا جواب دوگے، اس خط کو پڑھکر انھون نے یہ جواب لکھا "تم نے امت محمدی کے بہت اہم اور نازک معاملہ کی بابت لکھا ہے،

---

[1] ابن سعد جزء ۴ ق اول ص ۱۶۹ [2] مسلم کتاب الجہاد والسیر باب غزوۂ ذات الرقاع،

جو چیز تم نے میرے سامنے پیش کی ہے اسکی مجھکو حاجت نہین ہے[1]،

جنگ جمل اور جنگ صفین دونون مین غیر جانبدار رہے، اور دوسرون کو بھی اس کی کت سے روکتے تھے، جب حضرت علیؓ نے عمار بن یاسرؓ کو کوفہ بھیجا کہ وہ کوفہ والون کو حضرت علیؓ کیساتھ جنگ کی شرکت پر آمادہ کرین، تو ابو موسیٰؓ اور ابو مسعودؓ نے ان سے جاکر کہا کہ "جب سے تم اسلام لائے ہو آج تک ہمارے نزدیک اس جنگ کی شرکت سے زیادہ تم نے کوئی ناپسندیدہ کام نہین کیا ہے[2]"

ان کے بھائی ابورہم بہت ہنگامہ پسند تھے، اور شورشون اور ہنگامون مین نہایت ذوق وشوق سے شریک ہوتے تھے، اور ابو موسیٰؓ فتنہ و فساد سے سخت متنفر تھے، وہ انکو برابر سمجھاتے تھے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے جب دو مسلمان ایک دوسرے کے خلاف تلوار اٹھائین گے اور ایک دوسرے کو قتل کرین گے تو دونون جہنم مین جائین گے[3]،

ان کی اس بے لوثی اور غیر جانبداری کی بنا پر جنگ صفین مین حضرت علیؓ نے انکو ثالث مقرر کیا، اس وقت رفع فساد کے خیال سے ان کو مجبوراً گوشۂ عزلت سے نکلنا پڑا اور نہایت نیک نیتی سے مصالح امت کا خیال رکھتے ہوئے حضرت علیؓ اور معاویہؓ دونون کو معزول کرکے کسی تیسرے کو خلیفہ منتخب کرنے کا مشورہ دیا، مگر افسوس ہے کہ عمرو بن العاص کی چالاکی نے نیک نیتی کے مشورہ کو بیکار کر دیا،

امت کے اس تفرقہ کے خیال سے بسا اوقات وہ اپنا فتوی مسترد کر دیتے، وہ آنحضرت صلعم کے ساتھ حج مین شریک ہو چکے تھے، آپ نے بیت اللہ کے طواف

---

[1] ابن سعد جزو ۴ ق اول ص۸۳، [2] بخاری کتاب الفتن باب الفتنۃ التی تموج کموج البحر، [3] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص۴۰۳،

اور صفا اور مروہ کی سعی کے بعد احرام کھلوا دیا تھا آپ کے بعد بھی اسی پر عمل رہا، ابو موسیٰؓ بھی یہی فتویٰ دیتے تھے، حضرت عمرؓ اپنے زمانہ میں حج تمام ہونے کے بعد احرام کھلوانے لگے، ایک مرتبہ حج کے موقع پر لوگوں نے ابو موسیٰؓ سے کہا کہ آپ فتویٰ دینے میں اتنی عجلت نہ کیجئے، امیر المومنین نے اس میں ترمیم کردی ہے، اگرچہ ابو موسیٰؓ اس فتویٰ میں حق بجانب تھے، مگر اختلاف کے خیال سے فوراً اعلان کر دیا، لوگو جس جس کو میں نے فتویٰ دیا ہو اس کو ابھی ٹھہر جانا چاہئے، امیر المومنین آتے ہیں ان کی اقتدا کرنی چاہئے۔[1]

مخصوص فضائل ان مذکورہ فضائل کے علاوہ بعض مخصوص فضائل ایسے تھے جو ان کے لیے طغرائے امتیاز ہیں، ایک بدوی نے آنحضرت صلعم کی خدمت میں آکر عرض کی کہ محمد تم نے جو کچھ دینے کا وعدہ کیا تھا، اس کو پورا کرو، آپ نے فرمایا ابشر یعنی بشارت ہو، اس نے کہا بشارت ہو چکی، کچھ دلواؤ، اس جاہلانہ جواب سے چہرۂ مبارک پر برہمی کے آثار نمایاں ہو گئے، پھر حضرت بلالؓ اور ابو موسیٰ اشعریؓ سے کہا کہ اس نے بشارت سے انکار کر دیا تم دونوں قبول کرو، عرض کیا زہے نصیب، پھر ایک برتن میں پانی منگا کر اس میں ہاتھ منھ دھویا اور کلی کر کے ان دونوں کی طرف بڑھایا کہ اس کو پیو اور سینہ اور چہرہ پر ملو، انھوں نے اس آبِ حیات کو پیا اور سینہ اور چہرہ پر ملا، حضرت ام سلمہؓ پردہ کی آڑ سے دیکھ رہی تھیں، آواز دی تھوڑا میرے لیے بھی، چنانچہ اس شراب طہور کے چند جرعے ان کو بھی ملے[2] بظاہر یہ واقعہ نہایت معمولی ہے، مگر یہ بشارت کیا تھی؟ اور اس شراب طہور میں کیا نشہ تھا؟ اس کا جواب عشق و محبت کی زبان سے سننا چاہئے،

---

[1] مسلم کتاب الحج باب فی نسخ التحلل من الاحرام والامر بالتمام،

[2] مسلم کتاب فضائل الصحابہ باب من فضائل ابو موسیٰؓ،

غزوۂ حنین کے بعد آنحضرت صلعم نے ابو عامر کو ایک دستہ کے ساتھ اوطاس روانہ کیا،
ابو موسیٰؓ کو بھی ان کی مشایعت کا حکم ملا، اوطاس مین مشرکین کا مقابلہ ہوا، ابو عامر سخت زخمی ہوئے، ابو موسیٰؓ نے قاتل کا تعاقب کر کے اس کو قتل کیا، پھر لوٹ کر ابو عامر کے گھٹنے سے تیر نکالا، زخم سے خون جاری ہوگیا، زخم کاری تھا، بچنے کی امید نہ تھی، ابو موسیٰؓ سے کہا میری طرف سے حضور انورؐ کی خدمت مین سلام کے بعد دعاے مغفرت کی درخواست کرنا، یہ کہکر ابو عامر واصل بحق ہوگئے، حضرت ابو موسیٰؓ نے لوٹ کر آنحضرت صلعم کی خدمت مین انکا پیام پہنچا دیا، آپ نے وضو کر کے ان کے لیے دعاے مغفرت فرمائی، حضرت ابو موسیٰؓ نے عرض کی، حضور میرے لیے بھی دعا فرمائین، آپ نے دعا فرمائی خدایا عبد اللہ بن قیس (ابو موسیٰ) کے گناہون کو بخشدے اور قیامت کے دن ان کا معزز اور شریفانہ داخلہ فرما[1]،

حضرت عمار بن یاسرؓ

نام، نسب، خاندان عمار نام، ابو الیقظان کنیت، والد کا نام یاسر اور والدہ کا نام سمیہ تھا، پورا سلسلۂ نسب یہ ہے، عمار بن یاسر بن عامر بن مالک بن کنانہ بن قیس بن الحصین بن الوذیم بن ثعلبہ بن عوف بن حارثہ بن عامر الاکبر بن یام بن عنس بن مالک العنسی القحطانی[2]،

حضرت عمارؓ کے والد حضرت یاسرؓ قحطانی النسل تھے، یمن ان کا اصلی وطن تھا، اپنے ایک مفقود الخبر بھائی کی تلاش مین دوسرے دو بھائی حارث اور مالک کیساتھ مکہ پہنچے، وہ دونون واپس لوٹ گئے، لیکن انھون نے یہین طرح اقامت ڈالدی، اور بنو مخزوم سے حلیفانہ تعلق پیدا کر کے ابو حذیفہ بن المغیرہ مخزومی کی ایک لونڈی سمیہ

[1] بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ اوطاس [2] اسد الغابہ تذکرۂ عمار بن یاسرؓ،

نام سے شادی کرلی جس سے حضرت عمارؓ پیدا ہوئے، ابو حذیفہ نے حضرت عمارؓ کو ان کے بچپن ہی مین آزاد کرکے تاحیات دونون باپ، بیٹے کو لطف و محبت سے اپنے ساتھ رکھا[1]

اسلام | ابو حذیفہ کی وفات کے بعد ہی اسلام کا غلغلہ بلند ہوا، حضرت عمارؓ اور حضرت صہیب بن سنانؓ ایک ساتھ ایمان لائے تھے، فرماتے ہین کہ مین نے صہیب کو ارقم بن ابی ارقمؓ کے دروازہ پر دیکھکر پوچھا "تم کس ارادہ سے آئے ہو؟" بولے "پہلے تم اپنا ارادہ بیان کرو" مین نے کہا "محمدؐ سے ملکر ان کی کچھ باتین سنناچاہتا ہون" بولے "میرا بھی مقصد یہی ہے" غرض دونون ایک ساتھ داخل ہوئے، اور ساقی اسلامؐ کے ایک ہی جام نے دونون کو نشۂ توحید سے مخمور کردیا، حضرت عمارؓ کے ساتھ یا کچھ آگے پیچھے ان کے والدین بھی مشرف بہ اسلام ہوئے[2]

صحیح بخاری کی ایک روایت ہے کہ حضرت عمارؓ جس وقت ایمان لائے، تو انھون نے حضرت ابوبکرؓ صدیق کے علاوہ صرف پانچ غلام اور دو عورتون کو آنحضرت صلعم کے ساتھ دیکھا[3] یہ وہ حضرات تھے جنھون نے اپنے اسلام کو ظاہر کردیا تھا، ورنہ صحیح روایت کی بناپر اس وقت تک تیس اصحاب سے زیادہ اس دائرہ مین داخل ہوچکے تھے، جنھون نے مشرکین کے خوف سے اعلان نہین کیا تھا[4]

حضرت عمارؓ گو ایک بے یار و مددگار غریب الوطن تھے، دنیاوی وجاہت و طاقت بھی حاصل نہ تھی، اور سب سے زیادہ یہ کہ ان کی والدہ ماجدہ حضرت سمیہؓ اس وقت تک بنی مخزوم کی غلامی سے آزاد نہین ہوئی تھین، تاہم جوشِ ایمان نے ایک دن سے زیادہ مخفی ہوکر رہنے نہ دیا، مشرکین نے ان کو اور ان کے خاندان کو لاچار و مجبور دیکھکر سب سے زیادہ

---

[1] طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث ص ۱۷۶، [2] ایضاً ص ۱۷۷

[3] بخاری باب فضائل الصدیق، [4] فتح الباری ج ۷، ص ۱۸ و اسد الغابہ ج ۴، ص ۱۳۰،

مشقِ ستم بنا لیا، طرح طرح کی اذیتیں دیں، ٹھیک دوپہر کے وقت تپتی ہوئی ریگ میں لٹایا، دہکتے ہوئے انگارون سے جلایا، اور گھنٹون پانی مین غوطے دیئے لیکن جلوۂ توحید نے کچھ ایسا وارفتہ کر دیا تھا کہ ان تمام سختیون کے باوجود وہ ان کو اسلام سے برگشتہ نہ کر سکے[1]

حضرت عمارؓ کی والدہ حضرت سمیہؓ کو ابوجہل نے نہایت وحشیانہ طریقے پر اپنے نیزہ سے شہید کیا، چنانچہ تاریخِ اسلام کی یہ پہلی عبرتناک شہادت تھی جو استقلال واستقامت کیساتھ راہِ خدا مین واقع ہوئی، ان کے والد حضرت یاسرؓ اور بھائی حضرت عبداللہؓ بھی اسی گردابِ اذیت مین جان بحق ہوئے[2]

ایک دفعہ مشرکین نے حضرت عمارؓ کو دہکتے ہوئے انگارون پر لٹا دیا، آنحضرت صلعم اس طرف سے گذرے تو ان کے سر پر دستِ مبارک پھیر کر فرمایا "اے آگ! تو ابراہیمؑ کی طرح عمارؓ پر ٹھنڈی ہو جا" اسی طرح جب ان کے گھر کی طرف سے گذرتے اور خاندانِ یاسرؓ کو مبتلائے مصیبت دیکھتے تو فرماتے "اے آلِ عمارؓ تمھین بشارت ہو جنت تمھاری منتظر ہے[3]" ایک دفعہ حضرت یاسرؓ نے آنحضرت صلعم سے گردشِ زمانہ کی شکایت کی، ارشاد ہوا، "صبر کرو! صبر کرو!!" پھر دعا فرمائی "اے خدا! آلِ یاسر کو بخشدے[4]"

ایک روز مشرکین نے ان کو پانی مین اس قدر غوطے دیئے کہ بالکل بدحواس ہوگئے، یہان تک کہ اسی حالت مین ان جفا کارون نے جو کچھ چاہا ان کی زبان سے اقرار کرا لیا، اس کے بعد گو اس مصیبت سے گلو خلاصی ہوگئی، تاہم غیرتِ ملی نے عرق عرق کر دیا، دربارِ نبوت مین حاضر ہوئے تو آنکھون سے آنسوؤن کا دریا جاری تھا، آنحضرت صلعم نے پوچھا، "عمار! کیا خبر ہے؟" عرض کی "یارسول اللہ! نہایت بری خبر ہے، آج مجھے اس وقت تک

[1] طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث ص ۱۷۷، [2] اصابہ تذکرہ سمیہ ام عمار [3] مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۳۸۸ [4] طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث ص ۱۷۸

مخلصی نہ ملی جب تک مین نے آپ کی شان مین برے الفاظ اور ان کے معبودون کے حق مین کلماتِ خیر استعمال نہ کئے،" ارشاد ہوا "تم اپنا دل کیسا پاتے ہو؟" عرض کی "میرا دل ایمان سے مطمئن ہے،" سرورِ کائنات صلعم نے نہایت شفقت کے ساتھ ان کی آنکھون سے آنسو کے قطرے پونچھے، فرمایا "کچھ مضائقہ نہین اگر یہ پھر ہو تو پھر ایسا ہی کرو،" اس کے بعد ہی قرآن پاک مین یہ آیت نازل ہوئی[1]،

من کفر باللہ بعد ایمانہ الا من اکرہ	جو شخص ایمان لانے کے بعد خدا کا انکار کرے مگر وہ جو مجبور
وقلبہ مطمئن بالایمان،	کیا گیا ہو اور اس کا دل ایمان سے مطمئن ہے (اس سے کوئی مواخذہ نہین)

ایک مرتبہ حضرت سعید بن جبیرؓ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے پوچھا کہ کیا قریش مسلمانون کو اس قدر اذیت پہنچاتے تھے کہ وہ اپنا مذہب چھوڑ دینے پر مجبور ہو جائین؟" بولے "خدا کی قسم ہان! وہ ان کو مارتے تھے، بھوکا اور پیاسا رکھتے تھے، یہان تک کہ ضعف اور کمزوری سے وہ اٹھنے بیٹھنے سے بھی مجبور ہو جاتے تھے، اسی حالت مین وہ جو کچھ چاہتے تھے ضمیر کے خلاف ان سے اقرار کرا لیتے تھے[2]" غرض حضرت عمارؓ بھی انھین گرفتارانِ مصائب مین تھے جنھون نے راہِ خدا مین صبر و استقامت کے ساتھ گوناگون مصائب اور مظالم برداشت کئے لیکن آئینۂ دل سے توحید کا عکس زائل نہ ہوا، ضعیفی کے عالم مین جن لوگون نے ان کی پیٹھ ننگی دیکھی تھی وہ بیان کرتے ہین کہ اس وقت تک کثرت کے ساتھ سیاہ لکیرین، تپتی ہوئی ریگ اور دہکتے ہوئے انگارون کے داغ ان کی پیٹھ مین موجود تھے[3]،

[1] طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث ص۱۷۸، [2] اسد الغابہ تذکرۂ عمار،

[3] طبقات ابن سعد قسم اوّل جزء ثالث ص۱۷۷،

ہجرت ان کے حبشہ کی ہجرت کے متعلق ارباب سیر مین اختلاف ہے، بعضون کا خیال ہے کہ وہ دوسری ہجرت مین شریک تھے، مدینہ کی ہجرت کا عام حکم ہوا تو حضرت عمارؓ نے بھی اس سرزمین امن کی راہ لی، اور حضرت مبشر بن عبد المنذرؓ کے مہمان ہوئے، آنحضرت صلعم نے یہان حضرت حذیفہؓ بن الیمان، انصاری سے بھائی چارہ کرادیا، اور مستقل سکونت کیلئے ایک قطعۂ زمین مرحمت فرمایا۔[1]

تعمیر مسجد مدینہ کی ہجرت کے چھ سات مہینون کے بعد مسجد نبوی کی بنا ڈالی گئی، سرور کائنات صلعم نے صحابۂ کرامؓ کو جوش دلانے کے لیے خود کام مین حصہ لیا، حضرت عمارؓ اینٹ گارا لا لا کر دیتے تھے اور زبان پر رجز جاری تھا،

نحن المسلمون نبتنی المساجد[2]

ہم مسلمان ہین، ہم مسجد بناتے ہین،

حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہین کہ ہم لوگ ایک ایک اینٹ اٹھاتے تھے اور عمار دو دو اینٹ اٹھاتے تھے، ایک دفعہ آنحضرت صلعم کی طرف سے گذرے تو آپ نے نہایت شفقت کے ساتھ ان کے سر سے غبار صاف کرکے فرمایا، افسوس عمار! تمھین باغی گروہ قتل کریگا،[3] تم اسے خدا کی طرف دعوت دوگے، اور وہ تمھین جہنم کی طرف بلائیگا۔[4]

ایک دفعہ کسی نے ان کے سر پر اس قدر بوجھ لاد دیا کہ لوگ چلا اٹھے "آج عمار مرجائین گے، آج عمار مرجائین گے" وہ اس سے پہلے بھی تکلیف مالایطاق کی شکایت کرچکے تھے، آنحضرت صلعم نے سنا تو کچھ اینٹین اوتار کر پھینکدین اور فرمایا، افسوس! ابن سمیہ تمھین گروہ باغی قتل کرے گا۔[5]

---

[1] طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث صفحہ ۱۷۹، [2] ایضاً [3] مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۳۸۵، [4] بخاری ج ۱

[5] طبقات ابن سعد قسم اول جز ثالث صفحہ ۱۸۱،

غزوات | غزوۂ بدر سے غزوۂ تبوک تک جس قدر اہم معرکے پیش آئے سب مین وہ جانبازی وشجاعت کے ساتھ حضرت خیر الانام صلعم کے ہمرکاب رہے، عہد صدیقی کی اکثر خونریز جنگون مین بھی خوب دادِ شجاعت دی، حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہین کہ یمامہ کی جنگ مین انکا ایک کان شہید ہوگیا جو سامنے ہی زمین پر پھڑک رہا تھا، لیکن وہ بے پرواہی کے ساتھ حملے پر حملے کر رہے تھے اور جس طرف رخ کرتے تھے صفین کی صفین تہ وبالا کر دیتے تھے، ایک دفعہ مسلمانون کے پاؤن پیچھے پڑنے لگے، انھون نے ایک بلند چٹان پر کھڑے ہوکر للکارا "اے گروہِ مسلمانان! کیا جنت سے بھاگ رہے ہو؟ مین عمار بن یاسر ہون، آؤ میرے پاس آؤ" اس صدا نے سحر کا کام کیا اور جنت کے شیدائی یکایک سنبھل کر ٹوٹ پڑے،

کوفہ کی حکومت | خلیفۂ دومؓ نے سنہ ۲۱ھ مین ان کو کوفہ کا والی بنایا، اور اہل کوفہ کے نام حسب ذیل فرمان جاری فرمایا،

اما بعد فانی بعثت الیکم عمار بن یاسر	اما بعد، مین عمار بن یاسر کو امیر اور ابن مسعود کو معلم اور وزیر
امیرا و ابن مسعود معلما و وزیرا،	مقرر کرکے بھیجتا ہون، خزانہ کا اہتمام و انصرام بھی ابن
وقد جعلت ابن مسعود علی بیت	مسعود کے متعلق کیا ہے، یہ دونون (حضرت) محمد (صلعم)
مالکم وانہما لمن النجباء من اصحاب	کے ان شریف اصحاب مین سے ہین جو غزوۂ بدر مین
محمد من اہل بدر فاسمعوا لہما واطیعوا	شریک تھے، اس لیے ان دونون کی فرمان برداری،
واقتدوا بہما وقد اثرتکم بابن	اطاعت اور پیروی کرو، مین نے ام عبد کے بیٹے (عبداللہ
ام عبد علی نفسی وبعثت عثمان بن	بن مسعودؓ) کو اپنے سے الگ کرکے تمھارے پاس
حنیف علی السواد و رزقتہم کل یوم	بھیجکر تم کو اپنے اوپر ترجیح دی ہے، عثمان بن حنیف کو

؎ طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث صفحہ ۱۸۱

شاة فاجعل شطرها وبطنها لعمار، والشطر الباقي بين هؤلاء الثلاثة[1]

عراق (کی پیمائش) پر مامور کر کے بھیجتا ہون، اور ان کے رسد کے لیے روزانہ ایک بکری مقرر کرتا ہون جس کا ایک حصہ اور شکم عمار کے لیے مخصوص رہیگا، اور باقی حصے ان تینون مین منقسم ہونگے،

حضرت عمارؓ نے ایک سال ۹ ماہ تک نہایت خوش اسلوبی اور بیدار مغزی کے ساتھ اپنے فرائض منصبی انجام دیئے، لیکن اسی اثنا مین اہل بصرہ اور اہل کوفہ کی باہمی منافست اور حضرت عمارؓ کی غیر جانبداری نے کوفہ کے رئیسون کو ان سے ناراض کر دیا، واقعہ کی تفصیلی کیفیت یہ ہے،

بصرہ کی کثرتِ آبادی کے لحاظ سے اس صوبہ کا رقبہ نہایت مختصر تھا اس بنا پر عمرو بن سراقہ نے بصرہ والون کی طرف سے دربارِ خلافت مین درخواست کی کہ کوفہ کے وسیع علاقہ سے ماہ یا ماسبذان کا پرگنہ بصرہ مین شامل کر دیا جائے، کوفہ والون کو خبر ہوئی تو وہ حضرت عمار بن یاسر والیِ کوفہ سے خواستگار ہوئے، کہ وہ اس کی مخالفت کرین اور رامہرمز اور ایذج کے اضلاع پر بھی اپنا دعویٰ پیش کرین، کیونکہ ان دونون کو اہل بصرہ کی اعانت و امداد کے بغیر ہم لوگون نے فتح کیا تھا، لیکن حضرت عمارؓ نے سرد مہری کے ساتھ اس کو ٹال دیا، اور فرمایا "مجھے ان جھگڑون کی کیا ضرورت ہے؟" اس پر ایک کوفی رئیس عطارد نے غضبناک ہو کر کہا، "اے کن کٹے! پھر تو ہمسے خراج کس بنا پر طلب کرتا ہے؟" حضرت عمارؓ صرف یہ کہکر خاموش ہو رہے "افسوس! تمنے میرے سب سے زیادہ بہتر اور محبوب کان کو گالی دی[2]"

غرض حضرت عمارؓ نے اس معاملہ مین بالکل غیر جانبداری اختیار کر لی، اور کوفہ والون کے

[1] طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث صفحہ ۱۸۲ [2] تاریخ طبری صفحہ ۲۶۷۶،

احتجاج کے باوجود رامہرمز، ایذج اور ماہ کا علاقہ بصرہ مین شامل کر دیا گیا، یہ نقصان ایسا نہ تھا جو والی کی طرف سے اہل کوفہ کے دلون مین ناراضی کی گرہ نہ ڈالتا، اس کے بعد ہی شکوہ شکایت اور سازش کا سلسلہ شروع ہوا اور امیر المومنین کو باور کرایا گیا کہ وہ اس منصب کی اہلیت نہین رکھتے انجام کار دار الخلافہ بلا کر اس عہدہ سے معزول کئے گئے[1]، حضرت عمرؓ نے معزولی کے بعد دوسرے روز بلا کر پوچھا کہ تم میرے اس طریق عمل سے کچھ ناراض تو نہ ہوئے بولے "جب آپ پوچھتے ہین تو حقیقت یہ ہے کہ مین نہ تو پہلے اپنی تقرری سے خوش ہوا تھا اور نہ اب اپنی معزولی سے ناراض ہون[2]"

تحقیقات پر مامور ہونا خلیفہ ثالثؓ کے عہد حکومت مین تمام ملک شورش و فتنہ پردازی کا آماجگاہ ہوگیا، ۳۵ھ مین خلیفۂ وقت نے اس شورش کے اصلی اسباب کی تحقیق و تفتیش کے لیے ایک تحقیقاتی کمیشن مرتب کیا، حضرت عمار بن یاسرؓ بھی اس کے ایک رکن قرار پائے اور فتنہ پردازی کے اصلی مرکز صوبۂ مصر کی طرف روانہ کئے گئے،

خلیفہ ثالثؓ سے اختلاف تحقیقاتی کمیشن کے تمام ارکان نے بہت جلد اپنے متعلقہ مقامات سے واپس آکر قابل اطمینان رپورٹ پیش کر دی، لیکن حضرت عمارؓ کی واپسی مین غیر معمولی تاخیر ہوگئی، اور دار الخلافہ مین ان کی نسبت طرح طرح کے خیالات پیدا ہونے لگے یہانتک کہ عبداللہ بن ابی سرح والیِ مصر کے ایک خط نے توقف کی اصلی وجہ ظاہر کر دی۔ اس خط کے فقرے یہ ہین :-

ان عمار اقد استمالہ قوم بمصر وقد انقطعوا	عمار کو مصر کی ایک قوم نے اپنا طرفدار بنا لیا ہے اور ان
الیہ منھم عبد اللہ بن السوداء وخالد	مین سے عبداللہ بن السوداء، خالد بن ملجم، سودان بن

---

[1] تاریخ طبری ص ۲۶۷۷، [2] طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث ص ۱۸۳

بن بلجم وسودان بن حمران وکنانہ بن بشر   حمران اور کنانہ بن بشر ان کی طرف جاتے ہین؟

غرض وہ مصر سے واپس آئے تو انقلاب پسند جماعت کا اثر ان کے خیالات مین نمایان تھا،[1] عام مجمعون مین علانیہ حضرت عثمانؓ کے طرز حکومت اور عمال کی بے اعتدالیون پر نکتہ چینی کرتے تھے، یہانتک کہ اسی حالت مین کبھی کبھی طرفداران خلافت سے جھڑپ بھی ہو گئی، ایک دفعہ حضرت عثمانؓ کے غلامون نے ان کو اس قدر مارا کہ تمام جسم ورم کر گیا، شکم مین خراش آگئی، اور پسلی کی ایک ہڈی کو سخت صدمہ پہنچا، بنی مخزوم نے جن سے جاہلیت مین حلف وموالات کا تعلق تھا یہ سنکر کاشانۂ خلافت کو گھیر لیا اور دھمکی دی کہ اگر عمار بن یاسر اس صدمہ سے جان بر نہ ہونگے تو ہم ضرور انتقام لین گے،[2]

اس قسم کے واقعات سے اختلاف کی خلیج روز بروز زیادہ وسیع ہوتی گئی، یہان تک کہ جب مصری مفسدین مدینہ پہنچے اور حضرت عثمانؓ نے حضرت سعد بن وقاصؓ کی معرفت کہلا بھیجا کہ وہ اپنے اثر سے ان کو واپس کر دین تو انھون نے صاف انکار کر دیا،[3] بعض روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ محاصرہ کی کارروائی مین شریک تھے،

سفارتِ کوفہ

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد خلافت کا بار گران حضرت علیؓ کے سر ڈالا گیا، حضرت عمارؓ کو ان سے جو خاص انس وخلوص تھا اس کے لحاظ سے تمام مہماتِ امور مین وہ ان کے دست وبازو ثابت ہوئے، حضرت عائشہؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ وغیرہ نے جب شہید خلیفہ کے قصاص کا مطالبہ کر کے جنگی تیاریون کے لیے بصرہ کا رخ کیا تو خلیفۂ چہارمؓ کے حکم سے وہ حضرت امام حسنؓ کے ساتھ کوفہ کی طرف روانہ ہوئے کہ اہل کوفہ کو خلافت کے تحفظ وحمایت پر آمادہ کرین،

---

[1] تاریخ طبری ص ۲۹۴۳ [2] استیعاب ج ۲ ص ۴۳۴ [3] طبری

حضرت عمارؓ کوفہ پہنچے تو حضرت ابوموسیٰؓ اشعری جامع مسجد مین ایک مجمع کے سامنے غیر جانبداری کا وعظ بیان کر رہے تھے، حضرت امام حسنؓ نے ان سے فرمایا "تم ابھی ہماری مسجد سے نکل جاؤ" اور منبر پر کھڑے ہو کر ایک نہایت پرجوش تقریر کی[1] حضرت عمارؓ بھی انکے ساتھ منبر پر چڑھ گئے، اور تقریر کرتے ہوئے فرمایا "صاحبو! بیشک مین جانتا ہون کہ عائشہؓ دنیا اور آخرت مین حضرت سرورِ کائنات صلعم کی حرم محترم ہین، لیکن اس وقت خدا تمھاری آزمائش کر رہا ہے کہ تم اس کی فرمان برداری کرتے ہو یا عائشہؓ کا ساتھ دیتے ہو"[2] حجر بن عدی نے حضرت عمارؓ کی تائید کی، اور دوسرے روز صبح کے وقت تقریباً ساڑھے نو ہزار جانباز سپاہیون کی ایک فوج گران حضرت عمارؓ کے ساتھ ہو گئی[3]،

جنگِ جمل ماہ جمادی الاخری ۳۶ھ مین دونون طرف کی فوجین مقام ذی قار مین مجتمع ہوئین، حضرت زبیرؓ کو جب معلوم ہوا کہ حضرت عمارؓ بھی حضرت علیؓ کے ساتھ ہین تو انھین نظر آنے لگا کہ وہ غلطی پر ہین، کیونکہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا تھا کہ حق عمار کے ساتھ ہے، اور باغی گروہ ان کو قتل کرے گا، اس کے ساتھ ہی حضرت علیؓ نے ایک ایسی بات یاد دلائی کہ وہ اسی وقت اس خانہ جنگی سے کنارہ کش ہو گئے،

جمعرات کے روز جنگ شروع ہوئی، حضرت عمارؓ میسرہ پر متعین تھے، چونکہ انھین یقین تھا کہ وہ حق کا ساتھ دے رہے ہین، اس لیے غیر معمولی جوش سے لڑے، یہان تک کہ حامیانِ خلافت کی فتح پر اس افسوسناک جنگ کا خاتمہ ہوا[4]،

جنگِ صفین جنگِ جمل کے بعد امیر معاویہؓ سے صفین کا معرکہ پیش آیا، حضرت عمارؓ اس جنگ مین بھی حضرت علیؓ کی طرف تھے، اس وقت ۹۱ برس کا ان کا سن تھا، لیکن حمایتِ حق کے

---

[1] اخبار الطوال ص ۱۴۶ [2] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۲۶۵ [3] اخبار الطوال ص ۱۴۷، [4] ایضاً ص ۱۴۹،

جوش نے اکانوے[9] برس کے بڈھے کو شجاعت وجانبازی کا مجسم پتلا بنا دیا تھا، رعد کی طرح گرجتے ہوئے جس طرف گھس جاتے تھے صفین کی صفین درہم برہم کردیتے تھے، ایک دفعہ اثنائے جنگ مین حضرت امیر معاویہؓ کے علم بردار حضرت عمرو بن العاصؓ پر نظر پڑی تو بولے "مین اسی علمبردار سے تین دفعہ رسولِ خدا صلعم کی معیت مین لڑ چکا ہون، اب یہ چوتھی مرتبہ ہے، خدا کی قسم اگر وہ ہم کو شکست دیتے ہوئے مقام ہجر تک بھی پسپا کردین جب بھی مین یہی سمجھونگا کہ ہم لوگ حق پر ہین، اور وہ غلطی پر[1]"

شہادت ایک روز شام کے وقت جب آفتاب غروب ہو رہا تھا، اور جنگ پورے زور کے ساتھ جاری تھی، حضرت عمارؓ دودھ کے چند گھونٹ حلق سے فرو کرکے بولے "رسولِ خدا صلعم نے مجھ سے فرمایا ہے کہ دودھ کا یہ گھونٹ تیرے لیے دنیا کا آخری توشہ ہے" اور کہتے ہوئے غنیم کی صف مین گھس گئے کہ "آج مین اپنے دوستون سے ملونگا، آج مین محمد صلعم اور انکے گروہ سے ملونگا"[2] کچھ ایسے عزم واستقلال سے حملہ آور ہوئے تھے کہ جس طرف نکل گئے پرے کا پرا صاف ہو گیا، اور جس پر وار کیا ڈھیر ہو کر رہ گیا، واقف کار مسلمان ان پر ہاتھ اٹھانے سے پہلو بچاتے تھے، لیکن اسی حالت مین ابن الغاویہ کے نیزہ نے ان کو مجروح کرکے زمین پر گرا دیا، اور ایک دوسرے شامی نے بڑھ کر سر تن سے جدا کر دیا، یہ دونون قاتل جھگڑتے ہوئے امیر معاویہؓ کے دربار مین پہنچے، کیونکہ ان مین سے ہر ایک اس کارنامہ کو اپنی طرف منسوب کرتا تھا، حضرت عمرو بن العاصؓ حاضر دربار تھے، انھون نے کہا "خدا کی قسم یہ دونون جہنم کے لیے جھگڑ رہے ہین" امیر معاویہؓ نے برہم کہا، عمرو! تمھاری یہ کیا حالت ہے؟ جو لوگ ہمارے لیے اپنی جانین قربان کر رہے ہین، ان کو ایسا کہتے ہو" بولے خدا کی قسم ایسا ہی ہے

[1] طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث ص ۱۸۵ [2] ایضاً ص ۱۸۴

کاش آج سے بیس برس پہلے مجھے موت آگئی ہوتی"[1]

حضرت عمرو بن العاصؓ کو حضرت عمار بن یاسرؓ کی شہادت سے سخت پریشانی لاحق ہوئی اور اس جنگ سے کنارہ کش ہونے کے لیے تیار ہوگئے، لیکن حضرت امیر معاویہؓ نے یہ کہکر تسلی دی کہ عمارؓ کے قاتل ہم نہین ہین بلکہ وہ جماعت ہے جو ان کو میدانِ جنگ مین لائی[2]

حضرت عمارؓ کی شہادت سے درحقیقت حق و ناحق کا فیصلہ ہوگیا، حضرت خزیمہ بن ثابتؓ جنگ جمل اور معرکۂ صفین مین شریک تھے، لیکن اس وقت تک کسی طرف سے اپنی تلوار بے نیام نہین کی تھی، حضرت عمارؓ کی شہادت نے ثابت کردیا کہ اونھین حیدر کرارؓ کا ساتھ دینا چاہیئے، چنانچہ اس کے بعد تلوار کھینچکر شامی فوج پر ٹوٹ پڑے اور شدید کشت و خون کے بعد شہادت حاصل کی[3] اسی طرح تمام دوسرے محتاط صحابہؓ بھی جو پس و پیش کر رہے تھے، اس صریح فیصلہ کے بعد حضرت علیؓ کے طرفدار ہوگئے،

تجہیز و تکفین حضرت علیؓ نے اپنے مونس و جان نثار کی شہادت کی خبر سنی تو آہ سرد کھینچکر فرمایا"

"خدا نے عمارؓ پر رحم کیا جس دن اسلام لائے، خدا نے رحم کیا جس دن شہید ہوئے اور خدا ان پر رحم کرے گا جس دن زندہ اٹھائے جائین گے، مین نے ان کو اس وقت رسول اللہ صلعم کے ساتھ دیکھا تھا جب کہ صرف چار یا پانچ صحابہؓ کو اعلانِ ایمان کی توفیق عطا ہوئی تھی، قدیم صحابہؓ مین سے کوئی بھی ان کی مغفرت مین شک نہین کرسکتا، عمارؓ اور حق باہم لازم و ملزوم تھے، اس لیے انکا قاتل یقیناً جہنمی ہوگا" اس کے بعد تجہیز و تکفین کا حکم دیا، خود جنازہ کی نماز پڑھائی اور خون آلود پیراہن کے ساتھ ۹۱ برس کی عمر مین اس حامیِ حق کو زیر زمین نہان کردیا[4]، انا للہ وانا الیہ راجعون، کوفہ کی زمین کو صحابیِ رسول کو اپنے دامن مین سلینے کا یہ پہلا موقع تھا[5]،

---

[1] طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث ص۱۸۵ [2] ایضاً ص۱۸۰ و مستدرک حاکم جلد ۳ ص۳۸۷ [3] طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث ص۱۸۷ [4] ایضاً ص۱۸۷ [5] مستدرک حاکم جلد ۳ ص۳۸۵،

اخلاق | حضرت عمارؓ کا معدنِ اخلاق گرانمایہ جواہر سے لبریز تھا، جفاکشی، استقامت، استقلال اور حقانیت کے واقعات پہلے گذر چکے ہین، ورع وتقویٰ کے باعث سکوت وکم سخنی ان کا خاص شعار تھا، فتنۂ وفساد سے ہمیشہ پناہ مانگا کرتے تھے لیکن خدا نے سب سے بڑے فتنہ مین ان کا امتحان لیا اور کامیابی کے ساتھ حق کا طرف دار بنا دیا،

سادگی، تواضع اور خاکساری کا یہ حال تھا، کہ فرشِ خاک ان کے لیے سب سے زیادہ راحت بخش بستر تھا، غزوۂ ذات العشیرہ کے موقع مین بنی مدلج کے چند آدمی ایک نخلستان سے نہر نکال رہے تھے، حضرت علیؓ نے ان سے فرمایا "ابوالیقظان چلو دیکھین یہ لوگ کیا کر رہے ہین" غرض وہان پہنچکر گھنٹون تماشا دیکھتے رہے یہان تک کہ نیند کا غلبہ ہوا، اور دونون اوسی جگہ ایک درخت کے نیچے فرشِ خاک پر بے تکلفی کے ساتھ سو رہے[۱]

عہد فاروقی مین کوفہ کے والی تھے، لیکن ایک گورنر کی سادگی وبے تکلفی یہ تھی کہ خود بازار جاکر سودا سلف خریدتے، اور اپنی پیٹھ پر لاد کرلے آتے تھے، اسی طرح اپنا تمام کام خود اپنے ہاتھ سے کرتے تھے، حضرت مطرف فرماتے ہین کہ ایک دفعہ کوفہ مین مین اپنے ایک دوست سے ملنے گیا، اثنائے گفتگو مین حضرت علیؓ کی بعض بے اعتدالیون کا تذکرہ آیا تو ایک شخص نے جو وہان بیٹھا ہوا، اپنے چرمی پیرہن پر پیوند ٹانک رہا تھا، برہم ہوکر کہا "اے فاسق کیا تو امیر المومنین کی مذمت کر رہا ہے؟" میرے دوست نے عفو خواہی کرکے کہا "ابوالیقظان! جانے دو یہ میرے مہمان ہین" اس وقت مین نے پہچانا کہ عمار بن یاسر یہی ہین[۳]

---

[۱] طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث ص ۱۸۱ [۲] مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۲۶۳

[۳] طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث ص ۱۸۲،

حضرت عمارؓ کا ہر ایک قدم صرف خدائے پاک کی خوشنودی ورضامندی کی راہ مین اٹھاتا تھا، جنگِ جمل اور غزوۂ صفین مین بھی درحقیقت اسی مطمحِ نظر نے حضرت علیؓ کے زیرعلم لاکر کھڑا کیا، صفین کی فوج کشی مین ساحلِ فرات کی راہ سے میدانِ جنگ کی طرف بڑھ رہے تھے اور بار بار کہتے جاتے تھے" اے خدا! اگر مین جانتا کہ پہاڑ سے کود کر، آگ مین جلکر یا پانی مین ڈوب کر جان دینا تیری خوشنودی کا باعث ہوگا تو ضرور تجھے خوش کرتا مین لڑنے جاتا ہون لیکن اس مین بھی تیری رضاجوئی مقصود ہے، امید ہے کہ تو مجھے اس مقصد مین ناکام نہ رکھیگا[1]" آپ کی اخلاقی عظمت اور قوت ایمانی کا ضامن خود آنحضرت صلعم کا یہ قول کہ" عمارؓ کے رگ وپے مین ایمان سرایت کئے ہوے ہے" اور شیطان سے مامون رہنے کی دعا ہے[2]

مذہبی زندگی حضرت عمارؓ کو خدائے واحد کی عبادت وپرستش مین خاص لطف حاصل ہوتا تھا، رات رات بھر نماز اور وظائف مین مشغول رہتے تھے، حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہین کہ یہ آیت۔

امن ھو قانت آناء اللیل ساجداً وقائماً یحذر الاٰخرۃ ویرجو رحمۃ ربہ	کیا وہ شخص جو رات کو بندگی کرتا ہے سجدہ کئے کھڑا ہوکر آخرت سے خوف کھاتا ہے اور اپنے خدا کی رحمت کا امیدوار رہتا ہے (کہین نافرمان بندون کے برابر ہوسکتا ہے)
(زمر ۱)	

حضرت عمارؓ ہی کی نسبت نازل ہوئی ہے[3]، خشوع، خضوع اور توجہ الی اللہ کو نماز کی اصل روح سمجھتے تھے، ایک دفعہ نماز پڑھنے کھڑے ہوئے تو جلدی جلدی دوگانہ ادا کرکے بیٹھ رہے، لوگون نے پوچھا کہ آپ نے اس قدر عجلت کیون کی؟ بولے اس وقت مجھے شیطان

---

[1] طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث ص۱۸۴ [2] مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۳۹۳ [3] ایضاً جلد ۲ ص۴۳۵

سے مسابقت کرنا پڑی[۱]، معذوری کی حالت مین بھی نماز قضا نہین ہوتی تھی، ایک مرتبہ سفر کے موقع پر غسل کی حاجت پیش آئی اور باوجود سعی و کوشش پانی دستیاب نہ ہوا، چونکہ جانتے تھے کہ مٹی پانی کا نعم البدل ہے، اس لیے تمام جسم پر خاک مل کر نماز پڑھ لی، جب سفر سے واپس آئے اور آنحضرت صلعم سے اس کا تذکرہ کیا تو ارشاد ہوا، "ایسی حالت مین بھی صرف تیمم کافی ہے[۲]"

جمعہ کے روز خطبہ سے پہلے منبر پر بیٹھکر عموماً سورۂ یسین تلاوت فرماتے تھے[۳]، خطبہ نہایت فصیح و بلیغ ہوتا تھا اور اس مین ایجاز و اختصار خاص طور پر ملحوظ رکھتے تھے، ایک دفعہ کسی نے اس اختصار پر اعتراض کیا تو بولے کہ "رسول اللہ صلعم فرمایا کرتے تھے کہ نماز کو طول دینا اور خطبہ مختصر کرنا انسان کی سمجھ کی علامت ہے[۴]"

حلیہ یہ تھا، قد بلند و بالا، نرگسی آنکھین، سینہ چوڑا اور بدن خوب بھرا ہوا، شہادت کے وقت گو ان کی عمر نوے اکانوے برس کی تھی تاہم بظاہر پیری کے آثار بہت کم طاری ہوئے تھے[۵]،

حضرت عبداللہ رضؓ بن عمرو بن العاصؓ

نام و نسب عبداللہ نام ابو محمد اور ابو عبدالرحمٰن کنیت، والد کا نام عمرو بن العاصؓ اور والدہ کا نام ریطہ بنت منبہ تھا، شجرۂ نسب یہ ہے:- عبداللہ بن عمرو بن العاص بن وائل بن ہاشم بن سعید بن سہم بن عمرو بن ھصیص بن کعب بن لوی القرشی،

اسلام حضرت عبداللہؓ اپنے والد حضرت عمرو بن العاصؓ سے پہلے مشرف بہ اسلام ہوئے تھے[۶]،

---

۱ مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۲۶۳ ۲ ایضاً صفحہ ۲۶۳ ۳ طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث ص ۱۸۲،

۴ مسند احمد بن حنبل ج ۴ ص ۲۶۳ ۵ طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث ص ۱۸۹، ۶ اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۳۳،

مصاحبتِ رسول | وہ دربارِ نبوت مین اکثر حاضر رہتے تھے، اور آنحضرت صلعم کی زبان فیض ترجمان سے جو کچھ سنتے اس کو لکھ لیتے تھے، ایک مرتبہ قریش کے چند بزرگون نے ان کو اس سے منع کیا اور کہا کہ "رسول اللہ صلعم حالتِ غیظ و انبساط مین خدا جانے کیا کچھ فرماتے ہین، آپ سب کو قلمبند نہ کیا کیجئے" حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے حضرت خیرالانام صلعم سے اس کا تذکرہ کیا تو ارشاد ہوا کہ "تم لکھا کرو، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ مین میری جان ہے کہ میری زبان سے صرف حق ہی نکل سکتا ہے[۱]"

رسول اللہ صلعم کی مصاحبت سے جو وقت بچتا تھا وہ تمام تر یادِ حق مین صرف ہوتا تھا، دن عموماً روزون مین بسر ہوتا، اور رات عبادت مین گذر جاتی تھی، رفتہ رفتہ یہ مشغلہ اس قدر بڑھا کہ اہل و عیال اور تمام دنیاوی تعلقات سے کنارہ کش ہو گئے، حضرت عمرو بن العاصؓ نے دربارِ نبوت مین ان کی اس راہبانہ زندگی کی شکایت کی تو آپ نے ان کو بلا کر اپنے والد کی اطاعت کی تاکید کی اور فرمایا "عبداللہ! روزے رکھو اور افطار کرو، نمازین پڑھو اور آرام کرو، نیز بیوی بچون کا حق ادا کرو یہی میرا طریقہ ہے اور جو میرے طریقے سے اعراض کریگا وہ میری امت سے نہین ہے[۲]"

غزوات | عہدِ نبوت کے بعض غزوات مین شریک تھے، جہاد و فوج کشی کے موقع پر عموماً سواری و بار برداری کا اہتمام ان کے سپرد ہوتا تھا، ایک مرتبہ عمرو بن حریش نے ان سے پوچھا "ابو محمد! ہم لوگ ایسی جگہ رہتے ہین جہان درہم و دینار کا چلن نہین، مویشی اور جانور ہمارے مال و اسباب ہین، ہم آپس مین بکریون کے عوض اونٹ، گائے کے بدلے گھوڑے اور گھوڑون کے عوض اونٹ ادھار خرید و فروخت کرتے ہین، اس مین کوئی مضائقہ تو نہین؟"

---

[۱] مسند احمد ج ۲ صفحہ ۱۹۲ [۲] ایضاً صفحہ ۱۵۸،

فرمایا تم ایک واقفکار شخص کے پاس آئے، ایک دفعہ رسول اللہ صلعم نے مجھکو شتر سوارون کی ایک فوج مرتب کرنے کا حکم دیا، چنانچہ میرے اہتمام مین جس قدر اونٹ تھے ایک ایک کر کے سب پر لوگون کو مین نے سوار کرایا، تاہم کچھ لوگ ایسے رہ گئے جنکے پاس کوئی سواری نہ تھی مین نے بارگاہِ نبوت مین عرض کی "یا رسول اللہ! تمام سواریان تقسیم ہو گئین لیکن پھر بھی ایک جماعت ایسی رہ گئی جسکو کوئی سواری نہ مل سکی" ارشاد ہوا کہ "ایک اونٹ کے عوض صدقہ کے دو دو، تین تین اونٹون کا وعدہ کر کے کچھ اونٹ خرید لو" چنانچہ اس طرح مین نے حسب ضرورت اونٹ فراہم کر لیے[1]

جنگِ یرموک یرموک کی عظیم الشان جنگ مین نہایت جانبازی کے ساتھ سرگرم پیکار رہے، حضرت عمرو بن العاص نے اس جنگ مین اپنا علمِ قیادت ان کے ہاتھ مین دے دیا تھا[2]

واقعۂ صفین حضرت عمرو بن العاص حضرت امیر معاویہ کے طرفدار تھے، اس لیے جب واقعۂ صفین پیش آیا تو انھون نے حضرت عبداللہ کو امیر معاویہ کی فوج مین شریک ہونے پر مجبور کیا لیکن درحقیقت وہ اس خانہ جنگی سے سخت متنفر تھے، یہی وجہ ہے کہ انھون نے جنگ مین عملاً کوئی حصہ نہین لیا اور بارہا اپنے والد کو اس سے کنارہ کش ہونے کا مشورہ دیا[3]

حضرت عمار بن یاسر حضرت علی کی طرف سے سرگرم پیکار تھے، وہ شہید ہوئے تو حضرت عبداللہ کو رسول اللہ صلعم کی پیشین گوئی یاد آگئی اور اپنے والد سے مخاطب ہو کر کہا "کیا آپ نے رسول اللہ صلعم کو یہ فرماتے ہوئے نہین سنا کہ افسوس! ابن سمیہ کو گروہ باغی قتل کریگا؟" حضرت عمرو بن العاص نے امیر معاویہ کی طرف دیکھ کر کہا "آپ نہین سنتے، عبداللہ کیا کہہ رہے ہین" امیر معاویہ نے تاویل کرتے ہوئے کہا "یہ ہمیشہ ایک نیا طرفہ لے کر آتے ہین، کیا عمار کو ہم نے

---

۱ دارقطنی، ۲ اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۳۴ ۳ تذکرۃ الحفاظ ص ۳۶۔

قتل کیا ہے؟ درحقیقت ان کے قتل کی ذمہ داری اس پر ہے جو ان کو اپنے ساتھ لایا۔[1]

حضرت عمار بن یاسرؓ پر دو آدمیوں نے ایک ساتھ حملہ کیا تھا۔ وہ دونوں جھگڑتے ہوئے امیر معاویہؓ کے دربار میں آئے کیونکہ ان میں سے ہر ایک اس کارنامہ کو تنہا اپنی طرف منسوب کرتا تھا، حضرت عبداللہ بن عمروؓ حاضر دربار تھے، انھوں نے کہا "تم میں سے کسی کو بخوشی اپنے فریق کا دعویٰ تسلیم کرلینا چاہیئے، کیونکہ میں نے رسالت پناہ صلعم سے سنا ہے کہ عمار کو گروہ باغی قتل کرے گا"۔ امیر معاویہؓ نے برہم ہوکر ان کے والد سے کہا "عمروؓ! تم اپنے اس مجنون کو مجھ سے الگ نہیں کروگے؟" اور خود ان سے کہا "اگر ایسا ہے تو تم کیوں میرے ساتھ ہو؟" حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے جواب دیا "میں صرف اس لیے آپ کے ساتھ ہوں کہ رسول خدا صلعم نے مجھے ہدایت فرمائی تھی کہ جب تک زندہ رہنا اپنے باپ کے مطیع و فرمان بردار رہنا"۔[2]

گو اس خانہ جنگی میں حضرت عبداللہؓ کا دامن قتل و خونریزی سے ملوث نہیں ہوا تاہم وہ اس نام نہاد شرکت پر بھی سخت نادم و پشیمان تھے، نہایت حسرت و افسوس کے ساتھ فرمایا کرتے تھے "میں اور صفین میں، اور مسلمانوں کی خونریزی، کاش! اس سے بیس سال پہلے میں دنیا سے اٹھ گیا ہوتا"۔[3]

اعتذار حضرت رجاؓ فرماتے ہیں کہ مسجد نبوی میں ایک مرتبہ میں ایک جماعت کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا، عبداللہ بن عمروؓ اور ابو سعید خدریؓ بھی موجود تھے، عبداللہ بن عمروؓ نے (حضرت امام) حسین بن علیؓ کو آتے ہوئے دیکھ کر کہا "کیا تمھیں اس شخص سے آگاہ نہ کروں جو آسمان والوں کے نزدیک دنیا میں سب سے زیادہ محبوب ہے؟" لوگوں نے کہا "کیوں نہیں؟" فرمایا "وہ یہ ہے جو تمھارے سامنے ٹہل رہا ہے، واقعہ صفین کے بعد سے اس نے مجھ سے کوئی گفتگو

[1] مسند احمد ج ۲ صفحہ ۱۶۱ [2] ایضاً صفحہ ۲۰۶ [3] اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۳۴

نہین ہوئی، حالانکہ انکی خوشنودی میرے نزدیک تمام دنیا سے زیادہ محبوب ہے" ابوسعید خدریؓ نے کہا "کیا آپ ان سے مل کر عذرخواہی نہ کرینگے؟" بولے کیون نہین؟" دوسرے روز ابوسعیدؓ کو ساتھ لے کر عذرخواہی کے لیے تشریف لے گئے حضرت امام حسینؓ کو ان سے ملنے مین پس وپیش تھا، لیکن حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ نے اصرار کے بعد اندر آنے کی اجازت حاصل کی اور واقعہ صفین مین اپنی شرکت کی عذرخواہی کرتے ہوئے کہا "رسول اللہ صلعم کی ہدایت کے مطابق مین اپنے والد کی اطاعت پر مجبور تھا، لیکن خدا کی قسم! مین نے اس جنگ مین نہ تو اپنی تلوار برہنہ کی، نہ نیزہ سے کسی کو زخمی کیا اور نہ کوئی تیر چلایا[1]"

وفات ۶۵ھ مین حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے فسطاط مین وفات پائی، لوگون نے ان کو گھرہی مین دفن کر دیا، کیونکہ اس زمانہ مین مروان بن الحکم اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی فوجون مین نہایت شدید جنگ ہورہی تھی اور جنازہ کا عام قبرستان تک پہنچانا سخت دشوار تھا[2]

حلیہ یہ تھا قد بلند بالا، پیٹ بھاری، رنگ سرخ، اخیر عمر مین سر اور داڑھی کے بال سفید ہوگئے تھے،

علم وفضل حضرت عبداللہ بن عمروؓ اپنے علم وفضل کے لحاظ سے طبقۂ صحابہؓ مین خاص امتیاز رکھتے تھے، انھون نے اپنی مادری زبان کے علاوہ عبرانی مین بھی مخصوص دستگاہ حاصل کی تھی، اور توریت وانجیل کا نہایت غور سے مطالعہ کیا تھا، احادیث نبوی کا جس قدر کثیر ذخیرہ ان کے پاس تھا، اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ تک کو اعتراف تھا کہ "عبداللہ بن عمروؓ کو مجھ سے زیادہ حدیثین یاد تھین، کیونکہ وہ رسول اللہ صلعم سے جو کچھ سنتے تھے لکھ لیتے تھے اور مین لکھتا نہ تھا[3]"

[1] اسد الغابہ ج ۳ صفحہ ۲۳۴ [2] تذکرۃ الحفاظ ص ۳۶ [3] ایضاً

مجموعۂ حدیث کے پہلے مدون | انھون نے رسول اللہ صلعم کے ارشادات وملفوظات کا ایک مجموعہ جمع کیا تھا، جسکا نام صادقہ رکھا تھا، چنانچہ جب ان سے کوئی ایسا مسئلہ پوچھا جاتا جس کے متعلق انھین زبانی کچھ یاد نہ ہوتا تو وہ اس مین دیکھکر جواب دیتے تھے، ابو قبیل فرماتے ہین کہ ایکبار مین نے پوچھا کہ "قسطنطنیہ پہلے فتح کیا جائے گا یا رومیہ؟" ان کو زبانی یاد نہ تھا، انھون نے صندوق منگا کر ایک کتاب نکالی اور اس کو ایک نظر دیکھکر فرمایا کہ ہم رسول اللہ صلعم کے پاس بیٹھے لکھ رہے تھے کہ کسی نے یہی سوال کیا، ارشاد ہوا کہ ہرقل کا شہر (یعنی قسطنطنیہ) پہلے فتح کیا جائے گا۔[۱]

حضرت عبداللہؓ اس مجموعہ کو نہایت عزیز رکھتے تھے، مجاہد بیان کرتے ہین کہ ایک مرتبہ مین ان کی خدمت مین حاضر ہوا اور بستر کے نیچے سے ایک کتاب نکال کر دیکھنے لگا، انھون نے منع کیا، مین نے کہا، آپ تو مجھکو کسی چیز سے منع نہ فرماتے تھے، یہ کیا ہے؟" فرمایا "یہ وہ صحیفۂ حق ہے جس کو مین نے تنہا رسول اللہ صلعم سے سنکر جمع کیا تھا، پھر فرمایا "اگر یہ صحیفہ اور قرآن اور وہط کی جاگیر مجھکو دیدیجائے تو پھر مجھکو دنیا کی کچھ پروا نہ ہو"۔[۲]

مرویات کی تعداد | حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی مرویات کی تعداد سات سو (۷۰۰) ہے، جس مین ۱۷ بخاری اور مسلم دونون مین ہین، ان متفق علیہ حدیثون کے علاوہ ۸ بخاری مین ہین اور ۲۰ مسلم مین ہین[۳]

حلقۂ درس | حضرت عبداللہ بن عمروؓ کا حلقۂ درس نہایت وسیع تھا، لوگ دور دراز ممالک سے سفر کر کے تحصیلِ حدیث کے لیے ان کی خدمت مین حاضر ہوئے تھے، اور وہ جہان پہنچ جاتے تھے شائقینِ علم کا ایک مجمع ان کے گرد وپیش ہو جاتا تھا، ایک نخعی شیخ کا بیان ہے کہ ایکبار

---

[۱] مسند احمد ج ۲ ص ۱۷۶ [۲] اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۳۴ [۳] تہذیب ص ۳۰۵،

مین ایلیاء کی مسجد مین جماعت کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا کہ ایک شخص میرے پہلو مین آکر کھڑا ہوا، نماز کے بعد لوگ ہر طرف سے اس کے پاس سمٹ آئے، دریافت سے معلوم ہوا کہ عبداللہ بن عمرو بن العاص یہی ہین[1]،

وہ اپنے تلامذہ کے ساتھ نہایت محبت کے ساتھ پیش آتے تھے، ایک دفعہ ان کے گرد بہت بڑا مجمع تھا، ایک شخص اس کو چیرتا ہوا آگے بڑھا لوگون نے روکا تو فرمایا، "اسکو آنے دو" غرض وہ ان کے پاس آکر بیٹھا اور بولا کہ رسول اللہ صلعم کا کوئی فرمان یاد ہو تو بیان کیجئے، فرمایا "مین نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہے کہ مسلم وہ ہے کہ مسلمان اسکی زبان اور اس کے ہاتھ سے محفوظ رہین، اور مہاجر وہ ہے جو خدا کی منع کی ہوئی باتون کو چھوڑ دے[2]"

حضرت عبداللہ بن عمروؓ کے خرمنِ علم سے اہل بصرہ نے زیادہ خوشہ چینی کی کیونکہ ان کے حلقۂ درس مین نسبۃً بصرہ والون کا زیادہ ہجوم رہتا تھا[3]،

ارباب علم کی قدر شناسی وہ اپنے ذی علم معاصرین کی نہایت عزت کرتے تھے، ایک مرتبہ ان کے سامنے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا تذکرہ کیا گیا تو بولے "تم لوگون نے ایک ایسے شخص کا تذکرہ کیا جس کو مین اس دن سے بہت دوست رکھتا ہون جس دن رسولِ خدا صلعم نے فرمایا کہ قرآن چار آدمیون سے حاصل کرو اور سب سے پہلے عبداللہ بن مسعودؓ کا نام لیا[4]"

اخلاق حضرت عبداللہ بن عمروؓ اپنے زہد، تقویٰ اور کثرتِ عبادت کے لحاظ سے خاص شہرت رکھتے تھے طبیعت فطرۃً رہبانیت کی طرف مائل تھی، دن عموماً روزون مین بسر ہوتا اور رات عبادت مین گذر جاتی تھی، آنحضرت صلعم کو اطلاع ہوئی تو آپ نے بلا کر فرمایا، "عبداللہ! مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے عہد کیا ہے کہ تمام عمر دن کو روزے رکھو گے اور رات عبادت مین بسر کرو گے"

[1] مسند احمد ج ۲ ص ۱۹۵ [2] ایضاً ص ۱۹۲ [3] تذکرۃ الحفاظ ص ۳۶ [4] مسلم باب مناقب عبداللہ بن مسعودؓ،

بولے "ہان! یارسول اللہ (بابی انت وامی) فرمایا کہ تم اسکی طاقت نہین رکھتے، روزہ رکھو اور افطار کرو، نمازین پڑھو اور آرام کرو، مہینہ مین صرف تین روزے رکھا کرو کیونکہ ہر نیکی کا معاوضہ دس گنا ہوتا ہے، لیکن اس کا ثواب تمام عمر روزہ رکھنے کے برابر ہے" عرض کی "یارسول اللہ! مین اس سے زیادہ طاقت رکھتا ہون" ارشاد ہوا کہ "ایک دن روزہ رکھو اور دو دن افطار کرو" بولے "مین اس سے بھی زیادہ رہ سکتا ہون" حکم ہوا کہ "ایک دن روزہ اور ایک دن افطار، داؤد (علیہ السلام) کا یہی طریقہ تھا اور یہ روزون کی بہترین صورت ہے" عرض کی "مین اس سے بھی بہتر روزے رکھ سکتا ہون" ارشاد ہوا کہ "اس سے بہتر کوئی روزہ نہین"[1]

اسلام کا مطمح نظر رہبانیت نہین، بلکہ انسان کے تمام فطری تعلقات کو خوشگوار بنانا ہے، اس بنا پر آنحضرت صلعم کبھی کبھی عبداللہ بن عمرو بن العاص رض کے پاس تشریف لیجاتے اور ان کو تاکید فرماتے کہ شوقِ عبادت مین حقوقِ عباد کو بھول نہ جائین، فرماتے ہین کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلعم نے میرے گھر پر تشریف لاکر فرمایا کہ "روزے رکھو اور افطار کرو، نمازین پڑھو اور آرام کرو، کیونکہ تمھارے جسم کا، تمھاری آنکھون کا، تمھارے اہل وعیال کا اور تمھارے دوستون کا تم پر حق ہے" مین نے عرض کی "داؤد (علیہ السلام) کا روزہ کیا ہے؟" ارشاد ہوا کہ "نصف عمر"[2]

غرض انھون نے تمام عمر روزون مین حضرت داؤد علیہ السلام کی پیروی کی، اور رات کا اکثر حصہ عبادت مین بسر کیا، تلاوت کا اس قدر شوق تھا کہ ہر تیسرے روز قرآن ختم کر لیتے تھے، لیکن اخیر عمر مین جبکہ قویٰ مضمحل ہوگئے تو اس قدر سخت ریاضت دشوار گذرنے لگی، فرمایا

[1] بخاری باب صوم الدہر [2] ایضاً باب حق الجسم فی الصوم،

کرتے تھے، کاش! مین رسول اللہ صلعم کی اجازت کو قبول کر لیتا۔[1]

ذریعۂ معاش — حضرت عبداللہ بن عمروؓ کو اپنے والد سے وراثت مین بہت بڑی دولت اور بہت سے خدم وحشم ملے تھے، طائف مین وہط کے نام سے ان کی ایک جاگیر تھی جسکی قیمت کا سرسری تخمینہ دس لاکھ درہم تھا،[2] حضرت عبداللہ بن عمروؓ کی طرف سے یہان زراعت ہوتی تھی،[3] ایک مرتبہ عنبسہ بن ابی سفیان سے اس کے متعلق کچھ جھگڑا پیدا ہو گیا تھا، یہانتک کہ دونون طرف سے کشت وخون کی تیاریان ہو گئی تھین، خالد بن العاص حضرت عبداللہؓ کو سمجھانے کے لیے آئے تو انھون نے جواب دیا "کیا تمھین معلوم نہین کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ جو اپنے مال کی حفاظت مین قتل کیا جائے وہ شہید ہے"[4]

حضرت صہیب بن سنانؓ

نام نسب — صہیب نام، ابویحیٰی کنیت، والد کا نام سنان اور والدہ کا نام سلمیٰ بنت قعید تھا، پورا سلسلۂ نسب یہ ہے، صہیب بن سنان بن مالک بن عبد عمرو بن عقیل بن عامر بن جندلہ بن جذیمہ بن کعب بن سعد بن اسلم بن اوس مناۃ بن النمری بن قاسط بن ہنب بن افصی بن دعمی بن جدیلہ بن اسد بن ربیعہ بن نزار الربعی النمری،[5]

ابتدائی حالات — حضرت صہیبؓ کا اصلی وطن ایک قریہ تھا جو باختلاف روایات موصل کے قریب لب دجلہ یا الجزیرہ مین واقع تھا، ان کے والد اور چچا کسریٰ کی طرف سے اُبُلّہ کے عامل تھے، انھون نے ابھی دنیا کی صرف چند بہارین دیکھی تھین کہ رومی فوجون نے ابلہ پر چڑھائی کی،

[1] بخاری باب حق الجسم فی الصوم [2] تذکرۃ الحفاظ صفحہ ۳۶ [3] اسد الغابہ ج ۳ صفحہ ۲۳۴،
[4] مسند احمد ج ۲ صفحہ ۲۰۶، [5] اسد الغابہ ج ۳ صفحہ ۳۰

اور دوسرے مال واسباب کے ساتھ اس نونہال کو بھی ساتھ لے گئے، سنان کے چمن زار پر اس گل سرسبد کے فقدان سے خزان آگئی، ان کی بہن امیمہ اور چچا لبید نے ان کی تلاش وجستجو مین دنیا کی خاک چھان ڈالی، تمام مجامع میلون اور موسمی بازارون کا جائزہ لیا لیکن اس یوسف گم گشتہ کا کہین سراغ نہ لگا،[۱]

وہ رومیون ہی مین پرورش پاکر جوان ہوئے، بنی کلب نے ان کو خرید کر مکہ پہنچایا اور ان سے عبداللہ بن الجدعان نے لے کر آزاد کر دیا[۲] لیکن ایک دوسری روایت ہے کہ وہ خود بھاگ کر آئے تھے، اور عبداللہ سے صرف حلیفانہ تعلق تھا، غرض وہ مکہ مین اس کی زندگی تک اسکے ساتھ رہے،[۳]

اسلام

مکہ مین اسلام کا غلغلہ بلند ہوا تو تفتیش وتحقیق کے خیال سے آستانۂ نبوت پر حاضر ہوئے، اتفاق سے حضرت عمارؓ بھی اسی خیال سے آرہے تھے، انھون نے ان کو دیکھکر پوچھا "تم کس ارادہ سے آئے ہو؟" بولے "پہلے تم اپنا مقصد ظاہر کرو" انھون نے کہا "مین محمدؐ سے ملکر اونکی گفتگو سننا چاہتا ہون" بولے "میرا بھی یہی مقصد ہے" غرض دونون ایک ساتھ حاضرِ خدمت ہوکر مشرف باسلام ہوئے[۴]۔ حضرت صہیبؓ پہلے رومی تھے جنھون نے صدائے توحید کو لبیک کہا، رسول اللہ صلعم فرمایا کرتے تھے کہ صہیب روم کا پہلا پھل ہے، آپ اس وقت ارقم بن ابی ارقمؓ کے مکان مین پناہ گزین تھے، اور تیس سے زیادہ صحابۂ کرامؓ اس دائرہ مین داخل ہو چکے تھے، جنمین سے اکثرون نے مشرکین کے خوف سے اسکو ظاہر نہین کیا تھا،[۵]

ابتلاء واستقامت

حضرت صہیبؓ گو غریب الوطن تھے اور اس سرزمینِ کفر مین ان کا کوئی حامی و معاون نہ تھا، تاہم غیرتِ ایمان نے چھپ کر رہنا پسند نہ کیا، انھون نے ابتدا ہی مین اپنے تبدیلِ

---

[۱] اصابہ ج ۳ تذکرہ صہیب بن سنان [۲] مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۳۹۷ [۳] طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث صفحہ ۱۶۲ [۴] اسد الغابہ ج ۴ تذکرہ عمار بن یاسر [۵] طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث صفحہ ۱۶۲،

مذہب کا حال ظاہر کر دیا اور راہِ خدا مین گوناگون مصائب و مظالم برداشت کئے لیکن استقامت، صبر اور تحمل کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹا۔[1]

ہجرت حضرت صہیبؓ سب سے آخری مہاجر تھے انھون نے رختِ سفر درست کر کے ہجرت کا قصد فرمایا، تو مشرکینِ قریش نہایت سختی کے ساتھ سدِّ راہ ہوئے اور بولے "تم ہمارے یہان مفلس و محتاج آئے تھے، مکہ مین رہ کر دولت و ثروت جمع کی، اور اب یہ تمام سرمایہ اپنے ساتھ لیے جاتے ہو، خدا کی قسم ایسا نہ ہوگا" حضرت صہیبؓ نے اپنا ترکش دکھا کر کہا، "اے گروہِ قریش! تم جانتے ہو کہ مین تم لوگون مین سب سے زیادہ صحیح نشانہ باز ہون، خدا کی قسم جب تک اس مین ایک تیر بھی ہے تم میرے قریب نہین آسکتے، اس کے بعد پھر اپنی تلوار سے مقابلہ کرونگا ہان اگر مال و دولت چاہتے ہو تو کیا اس کو لے کر میرا راستہ چھوڑ دو گے؟" مشرکین نے اس پر رضامندی ظاہر کی، اور حضرت صہیبؓ اپنے تمام مال و منال کے عوض متاعِ ایمان کا سودا خرید کر مدینہ پہنچے[2] حضرت خیر الانام صلعم قبا مین حضرت کلثوم بن ہدمؓ کے مہمان تھے حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمرؓ بھی حاضرِ دربار تھے، کھجورون کا نقل ہو رہا تھا کہ حضرت صہیبؓ پہنچے اور بھوک کی شدت سے بیتاب ہو کر اس پر ٹوٹ پڑے، چونکہ سفر مین ان کی ایک آنکھ آشوب کر آئی تھی، اس لیے حضرت عمرؓ نے تعجب سے کہا، "یارسول اللہ! آپ صہیب کو ملاحظہ نہین فرماتے کہ آشوبِ چشم کے باوجود کھجورین کھا رہے ہین" آپ نے فرمایا، "صہیب! تمھاری آنکھ جوش کر آئی ہے اور تم کھجورین کھاتے ہو؟" مزاج نہایت ہی بذلہ سنج تھا، بولے "مین صرف اپنی ایک تندرست آنکھ سے کھاتا ہون" اس حاضر جوابی سے رسول اللہ صلعم بے اختیار ہنس پڑے[3] جب بھوک کی شدت کسی قدر دفع ہوئی تو شکوہ و شکایت کا دفتر کھلا، حضرت ابوبکرؓ

---

[1] طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث ص ١٦٢ [2] ایضاً صفحہ ١٦٣، [3] مستدرک حاکم جلد ٣ ص ٣٩٩،

سے کہنے لگے کہ آپ نے باوجود وعدہ مجھے شریک سفر نہ فرمایا، حضرت رسالتمآب صلعم سے عرض کی یا رسول اللہ! آپ نے بھی خیال نہ فرمایا، قریش نے مجھے تنہا دیکھکر روک رکھا، بالآخر تمام دولت وثروت کے عوض اپنی جان خرید کر حاضر ہوا[۱] ارشاد ہوا "ابو یحییٰ! تمھاری تجارت پُر منفعت رہی[۲] اس کے بعد ہی قرآن پاک نے اس عظیم الشان قربانی کی ان الفاظ مین داد دی

ومن الناس من یشری نفسه ابتغاء مرضات اللہ، (بقرہ) — لوگون مین کچھ ایسے بھی ہین جو خدا کی رضا جوئی کے لیے اپنی جانین بیچ دیتے ہین۔

حضرت صہیبؓ مدینہ مین حضرت سعد بن خیثمہؓ کے مہمان ہوئے اور حضرت حارث بن الصمہ انصاریؓ سے مواخات ہوئی[۳]

غزوات — تیراندازی مین کمال رکھتے تھے، غزوۂ بدر، احد، خندق اور تمام دوسرے معرکون مین رسول اللہ صلعم کے ہمرکاب رہے، عالم پیری مین وہ لوگون کو جمع کرکے نہایت لطف کے ساتھ اپنے جنگی کارنامون کی دلچسپ داستان سنایا کرتے تھے،

سہ روزہ خلافت — حضرت عمرؓ ان سے نہایت حسن ظن رکھتے تھے اور خاص لطف ومحبت کیساتھ پیش آتے تھے، انھون نے وفات کے وقت وصیت فرمائی کہ حضرت صہیبؓ ہی ان کے جنازہ کی نماز پڑھائین اور اہل شوریٰ جب تک مسئلۂ خلافت کا فیصلہ نہ کرین، وہ امامت کا فرض انجام دین، چنانچہ انھون نے تین دن تک نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ اس فرض کو انجام دیا[۴]

وفات — ۳۸ھ مین پیمانۂ حیات لبریز ہوگیا، ۷۰ برس کی عمر مین وفات پائی اور بقیع کے گور غریبان مین مدفون ہوئے[۵]

---

[۱] طبقات ابن سعد قسم اول جزو ۳ ص ۱۶۳ [۲] ایضاً مستدرک حاکم ج ۳ ص ۳۹۸ [۳] طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث ص ۱۶۳ [۴] اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۳ [۵] ایضاً،

اخلاق حضرت صہیبؓ سرچشمۂ اخلاق سے بہت زیادہ مستفیض ہوئے تھے، فرماتے ہین کہ نزول وحی سے پہلے ہی مجھے رسول اللہ صلعم کی مصاحبت کا فخر حاصل تھا[۱] اس بنا پر ان مین تمام اوصاف حسنہ مجتمع ہوگئے تھے، حسن خلق، فضل وکمال کے ساتھ حاضر جوابی، بذلہ سنجی اور لطیفہ گوئی نے ان کی صحبت کو نہایت پُرلطف بنادیا تھا[۲]

مہمان نوازی، سخاوت وغربا پروری مین نہایت کشادہ دست تھے، یہان تک کہ لوگون کو اسراف کا دھوکا ہوتا تھا، ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا، صہیب! تمھاری باتین مجھے ناپسند ہین، اول یہ کہ تمنے ابویحییٰ اپنی کنیت قرار دی، جو ایک پیغمبر کا نام ہے اور اس نام کی تمھاری کوئی اولاد نہین، دوسرے اسراف کرتے ہو اور تیسرے یہ کہ اپنے کو عرب کہتے ہو" بولے "یہ کنیت میری نہین بلکہ رسول اللہ صلعم کی تجویز کردہ ہے، رہا اسراف تو اس مین میرا اساس عمل رسول اللہ صلعم کا یہ فرمان ہے خیارکم من اطعم الطعام ورد السلام (یعنی تم لوگون مین سب سے بہتر وہ ہے جو لوگون کو کھانا کھلائے اور سلام کا جواب دے) امر سوم کا جواب یہ ہے کہ مین درحقیقت عرب ہون چونکہ رومیون نے بچپن ہی مین مجھے غلام بنا کر اہل وعیال سے جدا کر دیا اس لیے مین اپنے خاندان اور قوم کو بھول گیا[۳]

حلیہ حضرت صہیبؓ کا حلیہ یہ تھا قد میانہ بلکہ ایک حد تک کوتاہ، چہرہ نہایت سرخ، سر کے بال گھنے، زمانۂ پیری مین مہندی کا خضاب کرتے تھے[۴] زبان مین لکنت تھی، ایک دفعہ وہ اپنے ایک باغ مین یحنس غلام کو یناس، یناس کہکر پکار رہے تھے، حضرت عمرؓ نے سنا تو تعجب سے پوچھا کہ ان کو کیا ہوگیا ہے جو لوگون کو پکار رہے ہین، حضرت ام سلمہؓ نے عرض کی "وہ لوگون کو نہین پکارتے بلکہ اپنے غلام یحنس کو پکار رہے ہین، لیکن لکنت کی وجہ سے اس نام کو ادا نہین کرسکتے"[۵]

---

[۱] استیعاب تذکرہ صہیب [۲] اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۲ [۳] مسند احمد بن حنبل ج ۶ ص ۱۶ [۴] طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث ص ۱۶۴ [۵] اسد الغابہ جلد ۳ ص ۳۲

حضرت مصعب بن عمیرؓ

نام ونسب | مصعب نام، ابو محمد کنیت، والد کا نام عمیر اور والدہ کا نام خناس بنت مالک تھا، پورا سلسلۂ نسب یہ ہے: مصعب بن عمیر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبد الدار بن قصی القرشی[۱]،

ابتدائی حالات | حضرت مصعبؓ مکہ کے ایک نہایت حسین وخوشرو نوجوان تھے، ان کے والدین ان سے نہایت شدید محبت رکھتے تھے خصوصاً ان کی والدہ خناس بنت مالک نے مالدار ہونے کی وجہ سے اپنے لختِ جگر کو نہایت ناز ونعم سے پالا تھا، چنانچہ وہ عمدہ سے عمدہ پوشاک اور لطیف سے لطیف خوشبو جو اس زمانہ مین میسر آسکتی تھی استعمال فرماتے تھے، آنحضرت صلعم کبھی ان کا تذکرہ کرتے تو فرماتے "مکہ مین مصعب سے زیادہ کوئی حسین، خوش پوشاک اور پروردۂ نعمت نہین ہے"[۲]

اسلام | خدائے پاک نے حسن ظاہری، سلامتِ ذوق اور طبع لطیف کے ساتھ آئینۂ دل کو بھی نہایت شفاف بنایا تھا، صرف ایک عکس کی دیر تھی کہ توحید کے دلربا خط وخال نے شرک سے متنفر کر دیا اور آستانۂ نبوت پر حاضر ہو کر اس کے شیدائیون مین داخل ہو گئے، یہ وہ زمانہ تھا کہ آنحضرت صلعم ارقم بن ارقمؓ کے مکان مین پناہ گزین تھے اور مسلمانون پر مکہ کی سرزمین تنگ ہو رہی تھی، اس بنا پر حضرت مصعبؓ نے ایک عرصہ تک اپنے اسلام کو پوشیدہ رکھا اور چھپ چھپکر آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوتے رہے، لیکن ایک روز اتفاقاً عثمان بن طلحہ نے نماز پڑھتے دیکھ لیا اور ان کی مان اور خاندان والون کو خبر کر دی، انھون نے سنا تو محبت نفرت سے

---

[۱] اسد الغابہ تذکرۂ مصعب بن عمیرؓ [۲] طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث ص۸۲،

مبدل ہو گئی اور مجرمِ توحید کے لیے شرک کی عدالت نے قیدِ تنہائی کا فیصلہ سنایا[1]،

ہجرتِ حبشہ

حضرت مصعب رضی اللہ عنہ ایک عرصہ تک قید کے مصائب برداشت کرتے رہے لیکن زندان خانہ کی تلخ زندگی نے بالآخر ترکِ وطن پر مجبور کر دیا، اور متلاشیانِ امن و سکون کیساتھ سرزمینِ حبش کی راہ لی، اس نازپروردہ نوجوان کو اب نہ تو نرم و نازک کپڑوں کی حاجت تھی، نہ نشاط افزا عطریات کا شوق اور نہ دنیاوی عیش و تنعم کی فکر تھی، صرف جلوۂ توحید کے ایک نظارہ نے تمام فانی ساز و سامان سے بے نیاز کر دیا، غرض ایک مدت کے بعد حبش سے پھر مکہ واپس آئے، ہجرت کے مصائب سے وہ رنگ روپ باقی نہ رہا تھا، تو خود ان کی ماں کو اپنے نورِ نظر کی پریشان حالی پر رحم آگیا اور مظالم کے اعادہ سے باز آگئی[2]،

تعلیمِ دین و اشاعتِ اسلام

اس اثنا میں خورشیدِ اسلام کی ضیا پاش شعاعیں کوہِ فاران کی چوٹیوں سے گذر کر وادیِ یثرب تک پہنچ چکی تھیں اور مدینہ منورہ کے ایک معزز طبقہ نے اسلام قبول کر لیا تھا، انھوں نے دربارِ نبوت میں درخواست بھیجی کہ ہماری تعلیم و تلقین پر کسی کو مامور فرمایا جائے، حضرت سرورِ کائنات صلعم کی نگاہِ جوہر شناس نے اس خدمت کے لیے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو منتخب کیا اور چند زرین نصائح کے بعد مدینہ منورہ کی طرف روانہ فرمایا[3]،

حضرت مصعب رضی اللہ عنہ مدینہ پہنچکر حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے مکان پر فروکش ہوئے اور گھر گھر پھر کر تعلیمِ قرآن و اشاعتِ اسلام کی خدمت انجام دینے لگے، اس طرح رفتہ رفتہ جب کلمہ گویوں کی ایک جماعت پیدا ہو گئی تو نماز و تلاوتِ قرآن کے لیے کبھی حضرت اسعد رضی اللہ عنہ کے مکان پر اور کبھی بنی ظفر کے گھر پر سب کو جمع کیا کرتے تھے، ایک روز حضرت مصعب رضی اللہ عنہ حسب معمول بنی ظفر کے گھر میں چند مسلمانوں کو تعلیم دے رہے تھے کہ قبیلۂ عبدالاشہل کے سردار (حضرت) سعد بن

[1] اسد الغابہ تذکرہ مصعب بن عمیر [2] طبقات ابن سعد قسم اوّل جزو ثالث صفحہ ۸۲ [3] ایضاً صفحہ ۸۳،

معاذ نے اپنے رفیق (حضرت) اُسید بن حضیرؓ سے کہا " اس داعیِ اسلام کو اپنے محلہ سے نکال دُو
جو یہان آکر ہمارے ضعیف الاعتقاد اشخاص کو گمراہ کرتا ہے، اگر اسعد (میزبانِ حضرت مصعبؓ)
سے مجھکو رشتہ داری کا تعلق نہ ہوتا تو مین تم کو اسکی تکلیف نہ دیتا " یہ سنکر حضرت اسیدؓ نے نیزہ
اٹھایا اور حضرت مصعبؓ و اسعدؓ کے پاس آکر خشم آلود لہجہ مین کہا " تمھین یہان کسنے بلایا ہے کہ
ضعیف رائے والون کو گمراہ کرو؟ اگر تم کو اپنی جانین عزیز ہین تو بہتر ہے کہ ابھی یہان سے
چلے جاؤ " حضرت مصعبؓ نے نرمی سے جواب دیا " بیٹھ کر ہماری باتین سنو، اگر پسند آئے،
قبول کرو ورنہ ہم خود چلے جائین گے " حضرت اُسیدؓ نیزہ گاڑ کر بیٹھ گئے اور غور سے سننے لگے حضرت
مصعبؓ نے چند آیات کریمہ تلاوت کرکے اس خوبی کے ساتھ عقائد و محاسنِ اسلام بیان فرمائے
کہ تھوڑی ہی دیر مین حضرت اسیدؓ کا دل نورِ ایمان سے چمک اٹھا اور بیتاب ہو کر بولے
" کیسا اچھا مذہب ہے! کیسی بہتر ہدایت ہے!! اس مذہب مین داخل ہونے کا کیا طریقہ ہے؟
حضرت مصعبؓ نے فرمایا پہلے نہا دھو کر پاک کپڑے پہنو پھر صدق دل سے لا الہ الا اللہ محمد
رسول اللہ کا اقرار کرو، انھون نے فوراً اس ہدایت کی تعمیل کی اور کلمہ پڑھکر کہا " میرے بعد
ایک اور شخص ہے جس کو ایمان پر لانا ہوگا، اگر وہ اس دائرہ مین داخل ہوگیا تو تمام قبیلہ عبدالاشہل
اس کی پیروی کرے گا، مین ابھی اس کو آپکے پاس بھیجتا ہون "

حضرت اُسیدؓ غیظ و غضب کے عوض عشق و محبت کا سودا خرید کر اپنے قبیلہ مین واپس آئے
تو حضرت سعد بن معاذؓ نے دور ہی سے دیکھکر کہا " خدا کی قسم اس شخص کی حالت مین ضرور کچھ
انقلاب ہوگیا ہے " اور جب قریب آئے تو پوچھا " کہو کیا کر آئے؟ " بولے " خدا کی قسم وہ
دونون ذرا بھی خوفزدہ نہ ہوئے، مین نے ان کو منع کیا تو وہ بولے کہ ہم وہی کرین گے جو
تم پسند کروگے، لیکن مجھ سے بیان کیا گیا ہے کہ بنی حارثہ اس وجہ سے اسعد بن زرارہ کو قتل

کرنے نکلے ہین کہ وہ تمھارا خالہ زاد بھائی ہے تاکہ اس طرح تمھاری تذلیل ہو، چونکہ بنی حارثہ اور عبدالاشہل مین دیرینہ عداوت تھی اسلئے حضرت اسیدؓ کا افسون کارگر ہو گیا، حضرت سعد بن معاذؓ جوش غضب سے اٹھ کھڑے ہوئے اور تخالف مذہبی کے باوجود اسعد کی مدد کے لیے دوڑے لیکن جب یہان پہنچکر بالکل سکون و اطمینان دیکھا تو سمجھ گئے کہ اسید نے ان دونون سے بالمشافہ گفتگو کرنے کے لیے محض اشتعال دلایا ہے، غرض نسبی ترحم فوراً مذہبی تعصب سے مبدل ہو گیا اور خشمگین لہجہ مین بولے "ابو امامہ خدا کی قسم اگر رشتہ داری کا پاس نہ ہوتا تو مین تمھارے ساتھ نہایت سختی کے ساتھ پیش آتا، تمھین کیونکر ہمارے محلہ مین علانیہ ایسے عقائد پھیلانے کی ہمت ہوئی جس کو ہم سخت ناپسند کرتے ہین؟" حضرت مصعبؓ نے نرمی سے جواب دیا کہ پہلے ہماری باتین سنو اگر پسند آئین تو قبول کرو ورنہ ہم خود تم سے کنارہ کش ہو جائین گے، حضرت سعدؓ نے اس کو منظور کر لیا تو انھون نے ان کے سامنے بھی اس خوبی سے اسلام کا نقشہ پیش کیا کہ حضرت سعدؓ کا چہرہ نور ایمان سے چمک اوٹھا، اسی وقت مسلمان ہوئے اور جوش مین بھرے ہوئے اپنے قبیلہ والون کے پاس آئے اور بآنگ بلند سوال کیا "اے بنی اشہل! بتاؤ مین تمھارا کون ہون" انھون نے کہا "تم ہمارے سردار اور ہم سب سے زیادہ عاقل اور عالی نسب ہو" بولے خدا کی قسم تمھارے مردون اور تمھاری عورتون سے گفتگو کرنا مجھ پر حرام ہے جبتک تم خدا اور اس کے رسول پر ایمان نہ لاؤ" اس طرح عبدالاشہل کا تمام قبیلہ حضرت سعد بن معاذؓ کے اثر سے اسلام کا حلقہ بگوش ہو گیا۔[1]

حضرت مصعبؓ ایک عرصہ تک حضرت اسعد بن زرارہؓ کے مہمان رہے لیکن جب بنی نجار نے ان پر تشدد شروع کیا تو حضرت سعد بن معاذؓ کے مکان پر اٹھ آئے اور یہین سے اسلام

[1] سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۲۳۹، وخلاصۃ الوفا ص ۹۰

کی روشنی پھیلاتے رہے یہان تک کہ خطمہ، وائل اور واقف کے چند مکانات کے سوا عوالی اور مدینہ کے تمام گھر روشن ہو گئے۔[1]

مدینہ مین جمعہ قائم کرنا مدینہ منورہ مین جب کلمہ گویون کی ایک معتد بہ جماعت پیدا ہو گئی تو حضرت مصعب رضؓ نے دربارِ نبوت سے اجازت حاصل کر کے حضرت سعد بن خثیمہؓ کے مکان مین جماعت کے ساتھ نمازِ جمعہ کی بنا ڈالی، پہلے کھڑے ہو کر ایک نہایت مؤثر خطبہ دیا، پھر خشوع و خضوع کے ساتھ نماز پڑھائی اور بعد نماز حاضرین کی ضیافت کے لیے ایک بکری ذبح کی گئی، اس طرح وہ شعار اسلامی جو عبادت الٰہی کے علاوہ ہفتہ مین ایک دفعہ برادران اسلام کو باہم بغلگیر ہونے کا موقع دیتا ہے، خاص حضرت مصعب بن عمیرؓ کی تحریک سے قائم کیا گیا۔[2]

بیعت عقبۂ ثانیہ عقبہ کی پہلی بیعت مین صرف بارہ انصار شریک تھے، لیکن حضرت مصعبؓ نے ایک ہی سال مین تمام اہل یثرب کو اسلام کا فدائی بنا دیا، چنانچہ دوسرے سال تہتر[۷۳] اکابر و اعیان کی پُر عظمت جماعت اپنی قوم کی طرف سے تجدیدِ بیعت اور رسول اللہ صلعم کو مدینہ مین مدعو کرنے کے لیے روانہ ہوئی، ان کے معلمِ دین حضرت مصعب بن عمیر بھی ساتھ تھے، انھون نے مکہ پہنچتے ہی سب سے پہلے آستانۂ نبوت پر حاضر ہو کر اپنی حیرت انگیز کامیابی کی مفصل داستان عرض کی، آنحضرت صلعم نے نہایت دلچسپی کے ساتھ تمام واقعات سنے اور ان کی محنت و جانفشانی سے بیحد محظوظ ہوئے۔[3]

حضرت مصعبؓ کی مان نے بیٹے کے آنے کی خبر سنی تو کہلا بھیجا، "اسے نافرمان فرزند کیا تو ایسے شہر مین آئے گا جس مین مین موجود ہون اور تو پہلے مجھ سے ملنے نہ آئے؟" انھون نے جواب دیا "مین رسولِ خدا صلعم سے پہلے کسی سے ملنے نہین جاؤنگا" حضرت مصعبؓ جب

---

[1] سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۲۳۹، خلاصۃ الوفا ص ۹۱ [2] طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث ص ۸۳، [3] ایضاً،

رسول اللہ صلعم سے شرفِ ملازمت حاصل کر چکے تو اپنی مان کے پاس گئے، اس نے کہا "مین سمجھتی ہون کہ تو اب تک ہمارے مذہب سے برگشتہ ہے" بولے "مین رسول اللہ صلعم کے دین برحق اور اس اسلام کا پیرو ہون جسکو خدا نے خود اپنے لیے اور اپنے رسول کے لیے پسند کیا ہے" مان نے کہا "کیا تم اس مصیبت کو بھول گئے جو تم کو ایک دفعہ سرزمینِ حبش مین برداشت کرنا پڑی اور اب یثرب مین سہنا پڑتی ہے؟ افسوس دونون دفعہ تم نے میری غمخواری کا کچھ شکریہ ادا نہ کیا، حضرت مصعب رضؓ سمجھ گئے کہ شاید پھر مجھکو قید کرنے کی فکر مین ہے، چلا کر بولے "کیا تو جبراً کسی کو اس کے مذہب سے پھیر سکتی ہے؟ اگر تیرا منشا ہے کہ پھر مجھے قید کر دے تو پہلا شخص جو میری طرف بڑھیگا اس کو یقیناً قتل کر ڈالونگا" مان نے یہ تیور دیکھے تو کہا "بس تو میرے سامنے سے چلا جا" اور یہ کہکر رونے لگی، حضرت مصعب رضؓ اس کیفیت سے متأثر ہوئے اور کہنے لگے "اے میری مان! مین تجھے خیر خواہی و محبت سے مشورہ دیتا ہون کہ تو گواہی دے کہ خدا ایک ہے اور محمد صلعم اس کے بندہ اور رسول برحق ہین" اس نے کہا "چمکتے ہوئے تارون کی قسم! مین اس مذہب مین داخل ہو کر اپنے آپ کو احمق نہ بناؤنگی، جا مین تجھ سے اور تیری باتون سے ہاتھ دھوتی ہون اور اپنے مذہب سے وابستہ رہونگی"[1]

ہجرت مدینہ حضرت مصعب رضؓ نے مکہ آنے کے بعد ذی الحجہ، محرم اور صفر کے مہینے آنحضرت صلعم ہی کی خدمت مین بسر کئے اور پہلی ربیع الاول کو سرورِ کائنات صلعم سے بارہ دن پہلے مستقل طور پر ہجرت کر کے مدینہ کی راہ لی[2]

غزوات سنہ ۲ھ سے حق و باطل مین خونریز معرکون کا سلسلہ شروع ہوا، حضرت مصعب بن عمیر رضؓ میدانِ فصاحت کی طرح عرصۂ وغا مین بھی نمایان رہے، غزوۂ بدر مین جماعتِ مہاجرین کا

[1] طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث ص ۸۳ [2] ایضاً ص ۸۴ ۔

سب سے بڑا علم ان کے ہاتھ مین تھا، غزوۂ احد مین بھی علمبرداری کا تمغائے شرف انہین کو ملا،

شہادت | اس جنگ مین ایک اتفاقی غلطی نے جب فتح و شکست کا پانسہ پلٹ دیا اور فاتح مسلمان ناگہانی طور سے مغلوب ہو کر منتشر ہو گئے تو اس وقت بھی یہ علمبردار اسلام یکہ و تنہا مشرکین کے نرغہ مین ثابت قدم رہا، کیونکہ لوائ توحید کو پیچھے کی طرف جنبش دینا اس فدائی ملت کے لیے سخت عار تھا غرض اسی حالت مین مشرکین کے شہسوار ابن قمئہ نے بڑھکر تلوار کا وار کیا جس سے داہنا ہاتھ شہید ہو گیا، لیکن بائین ہاتھ نے فوراً علم کو پکڑ لیا، اس وقت ان کی زبان پر یہ آیت جاری تھی،

ما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل، (آل عمران ع ۱۵) | اور محمد صرف رسول ہین، ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گذر چکے ہین،

ابن قمئہ نے دوسرا وار کیا تو بایان ہاتھ بھی قلم تھا، لیکن اس دفعہ دونون بازؤن نے حلقہ کر کے علم کو سینہ سے چمٹا لیا، اس نے جھنجھلا کر تلوار پھینک دی اور اس زور سے نیزہ تاک کر مارا کہ اس کی انی ٹوٹ کر سینہ مین رہ گئی اور اسلام کا سچا فدائی اسی آیت کا اعادہ کرتے ہوئے فرش خاک پر دائمی راحت کی نیند سو رہا، لیکن اسلامی پھریرا سرنگون ہونے کے لیے نہین آیا تھا، ان کے بھائی ابو الروم بن عمیرؓ نے بڑھ کر اس کو سنبھالا اور آخر وقت تک شجاعانہ مدافعت کرتے رہے[1]

تجہیز و تکفین | لڑائی کے خاتمہ پر آنحضرت صلعم حضرت مصعب بن عمیرؓ کی لاش کے قریب کھڑے ہوئے اور یہ آیت تلاوت فرمائی،

من المؤمنین رجال صدقوا ما عاهدوا الله | مومنین مین سے چند آدمی ایسے ہین جنھون نے خدا سے جو کچھ

---

[1] طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث ص۸۵،

علیہ الآیۃ ... عہد کیا تھا اس کو سچا کر دکھایا،

پھر لاش سے مخاطب ہوکر" فرمایا" میں نے تم کو مکہ میں دیکھا تھا جہاں تمہارے جیسا حسین وخوش پوشاک کوئی نہ تھا، لیکن آج دیکھتا ہوں کہ تمہارے بال الجھے ہوئے ہیں اور جسم پر صرف ایک چادر ہے" پھر ارشاد ہوا" بیشک خدا کا رسول گواہی دیتا ہے کہ تم لوگ قیامت کے دن بارگاہِ خداوندی میں حاضر رہو گے" اس کے بعد غازیانِ دین کو حکم ہوا کہ کشتگانِ راہِ خدا کی آخری زیارت کرکے سلام بھیجیں اور فرمایا" قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ روزِ قیامت تک جو کوئی ان پر سلام بھیجیگا وہ اس کا جواب دینگے"[۱]

اس زمانہ میں غربت وافلاس کے باعث شہیدانِ ملت کو کفن تک نصیب نہ ہوا حضرت مصعب بن عمیرؓ کی لاش پر صرف ایک چادر تھی کہ جس سے سر چھپایا جاتا تو پاؤں برہنہ ہوجاتے اور پاؤں چھپائے جاتے تو سر کھل جاتا بالآخر چادر سے چہرہ چھپایا گیا، پاؤں پر اذخر کی گھانس ڈالی گئی[۲] اور ان کے بھائی حضرت ابوالروم بن عمیرؓ نے حضرت عامر بن ربیعہؓ اور حضرت سویبط بن سعدؓ کی مدد سے سپردِ خاک کیا انا للہ وانا الیہ راجعون[۳]

فضل وکمال حضرت مصعبؓ نہایت ذہین، طباع اور خوش بیان تھے، یثرب میں جس سرعت کے ساتھ اسلام پھیلا اس سے ان کے ان اوصاف کا اندازہ ہوسکتا ہے، قرآن شریف جس قدر نازل ہوچکا تھا اس کے حافظ تھے، مدینہ میں نمازِ جمعہ کی ابتداء انہی کی تحریک سے ہوئی اور یہی سب سے پہلے امام مقرر ہوئے[۴]

اخلاق اخلاقی پایہ نہایت بلند تھا ظلم کے مکتب نے مزاج میں صرف متانت ہی پیدا نہ کی تھی بلکہ مصائب برداشت کرنے کا خوگر بنادیا تھا، خصوصاً ملک حبش کی صحرانوردیوں نے جفاکشی، استقلال

---

[۱] طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث ص۸۵ [۲] بخاری باب غزوۂ احد ص۵۸۴ [۳] طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث ص۸۲ [۴] ایضاً ص۸۳

واستقامت کے نہایت زرین اسباق دیئے تھے اور اچھی طرح سے سکھا دیا تھا کہ دشمنون مین رہ کر کس طرح اپنا مقصد حاصل کیا جا سکتا ہے، یہی وجہ ہے کہ رسولِ خدا صلعم نے نومسلمون کی تعلیم و تربیت اور اشاعتِ اسلام جیسے اہم خدمات پر ان کو مامور فرمایا تھا،

مزاج قدرۃً نہایت لطافت پسند تھا، اسلام قبول کرنے سے پہلے عمدہ سے عمدہ پوشاک اور بہتر سے بہتر عطریات استعمال فرماتے، حضرمی جوتا جو اس زمانہ مین صرف امرا کے لیے مخصوص تھا وہ ان کے روز مرہ کے کام مین آتا، غرض ان کے وقت کا اکثر حصہ آرائش، زیبائش، اور زلف مشکین کے سوارنے مین بسر ہوتا تھا، لیکن جب اسلام لائے تو شرابِ توحید نے کچھ ایسا مست کر دیا کہ تمام تکلفات بھول گئے، ایک روز دربارِ نبوت مین اس شان سے حاضر ہوئے کہ جسم پر ستر پوشی کے لیے صرف ایک کھال کا ٹکڑا[1] تھا جسمین جابجا سے پیوند لگے ہوئے تھے، صحابۂ کرام نے دیکھا تو سب نے عبرت سے گردنین جھکالین، آنحضرت صلعم نے فرمایا، الحمدللہ! اب دنیا اور تمام اہل دنیا کی حالت بدل جانا چاہیئے، یہ وہ نوجوان ہے جس سے زیادہ مکہ مین کوئی نازپروردہ نہ تھا لیکن نیکوکاری کی رغبت اور خدا و رسول کی محبت نے اس کو تمام چیزون سے بے نیاز کر دیا[1]،

حلیہ | حلیہ یہ تھا قد میانہ، چہرہ حسین، نرم و نازک اور زلفین نہایت خوبصورت تھین[2]،

اہل وعیال | حضرت مصعبؓ کی بیوی کا نام حمنہ بنت حجش تھا جس سے زینب نام ایک لڑکی یادگار چھوڑی[3]،

---

[1] طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث صفحہ ، [2] ایضاً صفحہ ۸۶

[3] ایضاً صفحہ ۸۱

حضرت عثمان بن مظعونؓ

نام، نسب

عثمان نام، ابو السائب کنیت، والد کا نام مظعون اور والدہ کا نام سخیلہ بنت العنبس تھا، پورا سلسلۂ نسب یہ ہے، عثمان بن مظعون بن حبیب بن وہب بن حذافہ بن جمح بن عمرو بن ہصیص بن کعب بن لوئی بن غالب القرشی الجمحی[1]

قبل اسلام

حضرت عثمانؓ فطرۃً سلیم الطبع، نیک نفس وپاکباز تھے، ایام جاہلیت میں عرب کا ہر بچہ مستِ خرابات تھا، لیکن ان کی زبان اس وقت بھی بادۂ ارغوانی کے ذائقہ سے ناآشنا تھی، اور فرمایا کرتے تھے کہ ایسی چیز پینے سے کیا فائدہ جس سے انسان کی عقل میں فتور آجائے، ذلیل وکم رتبہ آدمی اس کو مضحکہ بنائیں اور نشہ کی حالت میں ماں بہن کی تمیز بھی جاتی رہے[2]

اسلام

اس فطری پاکبازی کے باعث ان کا لوحِ دل بالکل صاف تھا، رسول اللہ صلعم کی تبلیغ وتلقین نے بہت جلد توحید کا نقش ثبت کردیا، اربابِ سیر کا بیان ہے کہ اس وقت تک صرف تیرہ صحابہؓ ایمان لائے تھے[3]، ابن سعد کی ایک روایت ہے کہ حضرت عثمان بن مظعونؓ حضرت عبیدہ بن الحارثؓ، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ، حضرت ابو سلمہ بن عبدالاسدؓ اور حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ آنحضرت صلعم نے ارقم بن ابی ارقمؓ کے مکان میں پناہ گزین ہونے سے پہلے ایک ساتھ مشرف باسلام ہوئے تھے[4]

---

[1] اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۸۵ [2] طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث ص ۲۸۶ [3] اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۸۵،

[4] طبقات ابن سعد قسم اوّل جزو ثالث ص ۲۸۶۔

ہجرتِ حبشہ و معاودت | ۵ نبوی مین بلاکشانِ اسلام کی ایک جماعت نے رسول اللہ صلعم کی اجازت سے ملک حبش کی راہ لی، حضرت عثمان بن مظعونؓ اس بے خانمان گروہ کے امیر تھے[۱] ایک عرصہ تک وہان مقیم رہنے کے بعد اس غلط افواہ کی بنا پر کہ تمام قریش نے اسلام قبول کر لیا ہے، پھر واپس تشریف لائے لیکن جب مکہ کے قریب پہنچکر خبر بے بنیاد نکلی تو سخت پریشان ہوئے کیونکہ دوبارہ اتنی دور لوٹ جانا بھی دشوار تھا، اور دوسری طرف مکہ مین داخل ہونے سے مشرکین کا خوف دامنگیر ہوتا تھا، غرض اسی حیص بیص مین جہانتک پہنچے تھے وہین رک گئے اور جب ان کے تمام ساتھی ایک ایک کر کے اپنے مشرک اعزہ واحباب کی پناہ مین مکہ پہنچ گئے تو وہ بھی ولید بن مغیرہ کی حمایت حاصل کر کے مکہ مین داخل ہوئے[۲]۔

ولید بن مغیرہ کے اثر نے گو حضرت عثمانؓ کو اذیتون سے محفوظ کر دیا تھا تاہم وہ خود رسول اللہ صلعم کی ذات اقدس اور دوسرے صحابۂ کرامؓ کو مبتلاے مصیبت دیکھکر اس ذاتی راحت واطمینان کو گوارا نہ کرسکے اور ایک روز خود بخود اپنے نفس کو ان الفاظ مین ملامت فرمائی "افسوس! میرے احباب اور خاندان والے راہِ خدا مین طرح طرح کے مصائب برداشت کر رہے ہین اور مین ایک مشرک کی حمایت مین اس چین اور اطمینان کے ساتھ زندگی بسر کر رہا ہون!! خدا کی قسم یہ میرے نفس کی بہت بڑی کمزوری ہے"، اس خیال نے بیتاب کر دیا اسی وقت ولید بن مغیرہ کے پاس پہنچے اور فرمایا "اے ابو عبد شمس! تمھاری ذمہ داری پوری ہو چکی، اس وقت تک مین تمھاری پناہ مین تھا لیکن اب خدا اور اس کے رسول کی حمایت مین رہنا پسند کرتا ہون، میرے لیے رسولِ خدا صلعم اور ان کے اصحاب کا نمونہ بس ہے"۔ ولید نے کہا، شاید تمھین کسی نے اذیت پہنچائی؟ بولے "نہین اصل یہ ہے کہ اب مجھے خدا کے سوا اور کسی کی حمایت درکار نہین، تم ابھی میرے ساتھ

---

[۱] سیرت ابن ہشام ج ۱ باب الہجرۃ الی الحبشہ [۲] اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۸۵،

خانہ کعبہ چلو اور جس طرح تم نے میری حمایت کا اعلان کیا تھا اسی طرح اس کو واپس لینے کا اعلان کر دو" غرض ولید نے اصرار سے مجبور ہو کر ان کی خواہش کو مجمع عام مین بیان کیا، حضرت عثمان بن مظعونؓ نے کھڑے ہو کر اس کی تصدیق کی، اور فرمایا "صاحبو! مین نے ولید کو نہایت ہی باوفا اور مہربان پایا، لیکن چونکہ اب مجھے خدا کے سوا اور کسی کی حمایت پسند نہین ہے اس لیے مین خود ہی اس بارِ احسان سے سبکدوش ہوتا ہون،

حضرت عثمان بن مظعونؓ اس اعلان کے بعد لبید بن ربیعہ کے ساتھ قریش کی ایک مجلس مین تشریف لائے، لبید چونکہ اس زمانہ کا مشہور شاعر تھا اس لیے اس کے پہنچتے ہی شعر و شاعری شروع ہو گئی، اس نے جب اپنا قصیدہ سناتے ہوئے یہ مصرعہ پڑھا "الا کل شی ما خلی اللہ باطل" (یعنی خدا کے سوا تمام چیزین باطل ہین) تو حضرت عثمانؓ نے بے اختیار داد دی کہ "تم نے سچ کہا" لیکن جب اس نے دوسرا مصرعہ پڑھا "کل نعیم لا محالۃ زائل" (یعنی تمام نعمتین یقیناً زائل ہو جائینگی) تو بول اوٹھے "جھوٹ کہتے ہو" اس پر ایک دفعہ تمام مجمع نے ان کی طرف نگاہ غضب اوٹھا کر لبید سے اس شعر کو مکرر پڑھنے کی فرمائش کی، اوسنے اعادہ کیا، تو حضرت عثمانؓ نے پھر پہلے مصرعہ کی تصدیق اور دوسرے کی تکذیب کر کے فرمایا "تم جھوٹ کہتے ہو، جنت کی نعمتین کبھی زائل نہ ہون گی" لبید نے خفیف ہو کر کہا "گروہ قریش! خدا کی قسم تمھاری مجلسون کا یہ حال نہ تھا" اس اشتعال انگیز جملہ سے تمام مجمع مین برہمی پھیل گئی، اور ایک بد کردار نے حضرت عثمانؓ کی طرف بڑھ کر اس زور سے طمانچہ مارا کہ ایک آنکھ زرد پڑ گئی، لوگون نے کہا "عثمان! خدا کی قسم تم ولید کی حمایت مین نہایت معزز تھے اور تمھاری آنکھ اس صدمہ سے محفوظ تھی" بولے "خدا کی حمایت سب سے زیادہ با امن و ذی عزت ہے، اور جو میری آنکھ صحیح و تندرست ہے وہ بھی اپنے رفیق کے صدمہ مین شریک ہونے کی متمنی ہے" ولید نے کہا "کیا اب بھی تم میری پناہ مین آنا قبول کرتے ہو؟" فرمایا "میرے لیے شرف

خدا کی پناہ بس ہے"۔[1]

ہجرت مدینہ | حضرت عثمانؓ ایک عرصہ تک مکہ مین صبر وسکون کے ساتھ مظالم برداشت کرتے رہے یہان تک کہ جب آنحضرت صلعم نے عموماً تمام صحابۂ کرامؓ کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا تو وہ اپنے خاندان کیساتھ جسمین ان کے دونون بھائی حضرت قدامہ بن مظعونؓ، حضرت عبداللہ بن مظعونؓ اوران کے صاحبزادہ حضرت سائب بن عثمانؓ شامل تھے اس سرزمینِ امن مین پہنچکر حضرت عبداللہ بن سلمہ عجلانیؓ کے مکان پر فروکش ہوئے، حضرت عثمانؓ نے اپنے اعزہ سے اس طرح مکہ کو خالی کردیا تھا کہ ان کے خاندان کا ایک ممبر بھی وہان رہنے نہ پایا اور تمام مکانات بند کردیئے گئے۔[2]

مواخات | آنحضرت صلعم نے مدینہ پہنچکر حضرت عثمانؓ اوران کے بھائیون کو مستقل سکونت کے لیے وسیع قطعاتِ زمین مرحمت فرمائے اور حضرت ابوالہیثم بن التیہانؓ سے بھائی چارہ کرادیا۔

غزوۂ بدر اور وفات | حق وباطل کی اول کشمکش یعنی معرکۂ بدر مین شریک تھے، میدانِ جنگ سے واپس آکر اسی سال بیمار ہوئے، انصاری بھائی اوران کی بیوی بچون نے دلسوزی کے ساتھ تیمار داری کی لیکن موت کا ازالہ ممکن نہ تھا، ہجرت کے ۳۰ ماہ بعد یعنی ۲؁ھ کے اخیر مین وفات پائی۔

حضرت ام العلاء انصاریہؓ (جنکے گھر مین انھون نے وفات پائی) فرماتی ہین کہ جب تجہیز وتکفین کے بعد جنازہ تیار ہوا تو آنحضرت صلعم تشریف لائے، مین نے کہا "ابوالسائب! تم پر خدا کی رحمت ہو مین گواہی دیتی ہون کہ خدا نے تم کو معزز کیا" ارشاد ہوا "تمھین کس طرح معلوم ہوا کہ خدا نے معزز کیا؟ مین نے عرض کی میرا باپ آپ پر فدا ہو یا رسول اللہ پھر خدا کس کو معزز کریگا؟ فرمایا "عثمان کو درجۂ یقین حاصل تھا اور مین اس کے لیے بہتری کی امید رکھتا ہون، لیکن خدا

[1] اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۸۵ و ۳۸۶

[2] طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث ص ۲۸۸ [3] ایضاً [4] ایضاً

کی قسم میں رسولِ خدا ہو کر بھی نہیں جانتا کہ میرا کیا انجام ہوگا"[1]

رسول اللہ صلعم کا حزن و ملال

آنحضرت صلعم کو حضرت عثمان بن مظعونؓ کی مفارقت کا شدید غم تھا، آپ نے تین دفعہ جھک کر ان کی پیشانی کو بوسہ دیا اور اس قدر چشم پُرنم ہوئے کہ اشکِ مبارک سے حضرت عثمانؓ کے رخسارے تر ہوگئے[2] پھر سرِ مبارک اٹھا کر بھرّائی ہوئی آواز میں فرمایا "ابو السائب! میں تم سے جدا ہوتا ہوں، تم دنیا سے اس طرح نکل گئے کہ تمہارا دامن ذرا بھی اس سے ملوث نہ ہوا[3]"

قبر

اس وقت تک مدینہ میں مسلمانوں کا کوئی خاص قبرستان نہ تھا، حضرت عثمانؓ کی وفات کے بعد آنحضرت صلعم نے مقام بقیع کو اس کے لیے منتخب فرمایا، چنانچہ وہ پہلے صحابی تھے جو اس گورِ غریباں میں مدفون ہوئے[4] آپ نے خود جنازہ کی نماز پڑھائی، قبر کے کنارے کھڑے ہو کر اپنے اہتمام سے دفن کرایا، اور قبر کے سرے پر کوئی چیز بطور علامت نصب کرا کے فرمایا "اب جو مریگا وہ اسی کے آس پاس مدفون ہوگا"[5]

اخلاق

حضرت عثمانؓ کا اخلاقی پایہ نہایت ارفع تھا، شراب سے ایامِ جاہلیت ہی میں متنفر تھے، صبر، تحمل اور اسلامی حمیت کے نمونے پہلے گذر چکے ہیں، مزاج میں شرم و حیا کا عنصر غالب تھا، ایک روز بارگاہِ نبوت میں عرض کی "یا رسول اللہ میں اپنی بیوی کو بھی اپنا سترِ عورت دکھانا پسند نہیں کرتا، ارشاد ہوا "کیوں؟" "عرض کی حیا دامنگیر ہوتی ہے، فرمایا "خدا نے اس کو تمہارے لیے اور تم کو اسکے لیے بے پردہ بنایا ہے" وہ جب کچھ دیر کے بعد دربار سے چلے گئے تو آپ نے فرمایا "عثمان بن مظعون نہایت ہی باحیا، و پردہ پوش ہے"[6]

رہبانیت کی طرف میلانِ طبع

تبتل و رہبانیت کی طرف شدید میلان تھا، ایک دفعہ انہوں نے چاہا کہ قوائے شہوانیہ کو فنا کر کے صحرا نوردی اختیار کریں، لیکن آنحضرت صلعم نے باز رکھا اور فرمایا "کیا میری

---

[1] بخاری کتاب الجنائز ج ۱ ص ۱۶۶ [2] طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث ص ۲۸۸ [3] اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۸۷ [4] طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث ص ۲۸۹ [5] ایضاً ص ۲۹۱ [6] ایضاً ص ۲۸۷۔

ذات تمہارے لئے اسوۂ حسنہ نہین ہے؟ مین اپنی بیویون سے ملتا ہون، گوشت کھاتا ہون، روزے رکھتا ہون اور افطار کرتا ہون، بیشک میری امت کا خصی ہونا صرف روزے رکھنا ہے، اسلیے جو شخص خصی کریگا یا خصی بنے گا وہ میری امت سے نہین ہے[1]"

عبادت

عبادت وشب زندہ داری حضرت عثمانؓ کا نہایت ہی پر لطف مشغلہ تھا، رات رات بھر نمازین پڑھتے، دن کو عموماً روزے رکھتے، انھون نے اپنے گھر مین عبادت کے لیے ایک حجرہ مخصوص کر دیا تھا جس مین رات دن معتکف رہتے تھے، ایک روز آنحضرت صلعم اس حجرہ کے پاس تشریف لائے اور اس کی چوکھٹ پکڑ کر دو یا تین مرتبہ فرمایا "عثمان! خدا نے مجھے رہبانیت کے لیے مبعوث نہین کیا ہے، سہل اور آسان دین حنیفی خدا کے نزدیک تمام ادیان سے بہتر ہے[2]"

شوقِ عبادت نے بیوی بچون سے بالکل بے نیاز کر دیا تھا، ایک روز ان کی زوجۂ محترمہ حرم نبوی مین آئین، امہات المومنینؓ نے انکو خراب حالت مین دیکھکر پوچھا۔ تم نے ایسی ہیئت کیون بنا رکھی ہے؟ تمہارے شوہر سے زیادہ تو قریش مین کوئی دولتمند نہین؟ بولین "مجھے ان سے کیا سروکار؟ وہ رات رات بھر نمازین پڑھتے ہین، دن کو روزے رکھتے ہین" امہات المومنینؓ نے آنحضرت صلعم سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ اسی وقت حضرت عثمان بن مظعونؓ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا "عثمان بن مظعون! کیا میری ذات تمہارے لیے نمونہ نہین ہے؟" بولے "میرے باپ مان آپ پر فدا ہون کیا بات ہوئی؟" ارشاد ہوا "تم رات بھر عبادت کرتے ہو، دن کو ہمیشہ روزہ رکھتے ہو؟" عرض کی "ہان" ایسا کرتا ہون۔ حکم ہوا "ایسا نہ کرو، تمہاری آنکھ کا، تمہارے جسم کا اور تمہارے اہل وعیال کا تم پر حق ہے، نمازین بھی پڑھو، اور آرام بھی کرو، روزے بھی رکھو اور افطار بھی کرو، غرض اس فہمایش کے بعد ان کی بیوی پھر امہات المومنینؓ کی خدمت مین حاضر ہوئین،

[1] طبقات ابن سعد ق ۱ ج ۳ ص ۲۸۷ و صحیح بخاری کتاب الصوم و کتاب النکاح [2] طبقات ابن سعد جزو ۳ ص ۲۸۹

تو ایک دولہن کی طرح معطر تھیں[1]،

اہل وعیال حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نے اپنی زوجۂ محترمہ حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا سے دو لڑکے عبدالرحمن اور سائب یادگار چھوڑے[2]،

حضرت ارقم رضی اللہ عنہ بن ابی الارقم

نام ونسب ارقم نام، ابوعبداللہ کنیت، والد کا نام عبد مناف، ابوالارقم کنیت اور والدہ کا نام امیمہ تھا، شجرۂ نسب یہ ہے: ارقم بن ابی الارقم بن اسد بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم،

حضرت ارقم کا خاندان ایامِ جاہلیت مین مخصوص عزت واقتدار کا مالک تھا، ان کے دادا ابوجندب اسد بن عبداللہ اپنے زمانہ مین مکہ کے ایک نہایت سربرآوردہ رئیس تھے،

اسلام حضرت ارقم رضی اللہ عنہ گیارہ یا بارہ اصحاب کے بعد ایمان لائے، اس وقت آنحضرت صلعم اور تمام کلمہ گویون کی زندگی نہایت خطرہ مین تھی، مشرکینِ قریش چاہتے تھے کہ اس تحریک کو بااثر ہونے سے پہلے معدوم کردین، لیکن اسلام فنا ہونے کے لیے نہین آیا تھا، حضرت ارقم نے مہبطِ وحی والہام[3] اور تمام مسلمانون کو اپنے مکان مین چھپایا، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اسی گھر مین اسلام لے آئے، ان کے اسلام لانے کے وقت کم وبیش چالیس آدمی شرفِ اسلام سے مشرف ہوچکے تھے، آپ کے اسلام لانے سے مسلمانون مین قوت پیدا ہوگئی، اس وقت اس خطیرۂ قدس کو چھوڑا[4]،

ہجرت بعثت کے تیرھوین سال ہجرت کا حکم ہوا، تو حضرت ارقم رضی اللہ عنہ بھی دوسرے صحابۂ کرام کے ساتھ مدینہ پہنچے، یہان حضرت ابوطلحہ زید بن سہل سے مواخات ہوئی اور آنحضرت صلعم نے مستقل سکونت کے لیے بنی زریق کے محلہ مین ایک قطعۂ زمین عطا فرمایا[5]،

[1] طبقات ابن سعد جزو ۳ صفحہ ۲۸۷ [2] ایضاً ق اول صفحہ ۲۸۶ [3] اسد الغابہ ج ۱ صفحہ ۶۰ واصابہ تذکرۂ ارقم [4] طبقات ابن سعد ق اول حصہ ۳ صفحہ ۱۶۴

غزوات | حق و باطل کی اول کشمکش یعنی غزوۂ بدر مین شریک کارزار تھے، اس جنگ مین حضرت سرورِ کائنات صلعم نے ان کو ایک تلوار مرحمت فرمائی تھی، احد، خندق، خیبر اور تمام دوسرے اہم معرکون مین بھی پامردی و شجاعت سے لڑے[1]،

عہدہ | زمانۂ رسالت مین تحصیلِ زکوٰۃ کی خدمت پر مامور تھے[2]،

وفات | ۸۳ برس کی عمر پاکر ۵۳ھ مین رحلت گزین عالم جاودان ہوئے، انھون نے وصیت فرمائی تھی کہ حضرت سعد بن ابی وقاص جنازہ کی نماز پڑھائین، لیکن وہ مدینہ سے کچھ فاصلہ پر مقام عقیق مین تھے، ان کے آنے مین دیر ہوئی تو مروان بن حکم والی مدینہ نے کہا کہ ایک شخص کے انتظار مین جنازہ کب تک پڑا رہیگا؟ اور چاہا کہ خود بڑھکر امامت کرے لیکن عبید اللہ بن ارقم نے اجازت نہ دی اور قبیلۂ بنی مخزوم ان کی حمایت پر تیار ہوگیا، غرض بات بڑھ چلی تھی کہ اسی اثنا مین حضرت سعد بن وقاص تشریف لے آئے اور انھون نے نماز پڑھاکر بقیع کے گورستان مین دفن کیا[3] انا للہ وانا الیہ راجعون،

اخلاق | تقویٰ، تدین، زہد و راستبازی حضرت ارقم کے نمایان اوصاف تھے، عبادت و شب زندہ داری سے بیحد شوق تھا، ایک دفعہ انھون نے بیت المقدس کا قصد کیا اور رخت سفر درست کرکے رسول اللہ صلعم سے رخصت ہونے آئے، آپ نے پوچھا کہ تجارت کے خیال سے جاتے ہو یا کوئی خاص ضرورت ہے؟ بولے "میرے باپ مان آپ پر فدا ہون یا رسول اللہ! کوئی ضرورت نہین ہے، صرف بیت المقدس مین نماز پڑھنا چاہتا ہون" ارشاد ہوا کہ میری اس مسجد کی ایک نماز مسجد حرام کے سوا تمام مساجد کی ہزار نمازون سے بہتر ہے، حضرت ارقم یہ سنتے ہی بیٹھ گئے اور ارادہ فسخ ہوگیا[4]،

---

[1] اسد الغابہ ج ا ص ۶۰ [2] ایضاً [3] طبقات ابن سعد ج ۳ قسم ا ص ۱۷۲ [4] مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۵۰۴،

ذریعۂ معاش | مختلف جاگیرون کے علاوہ اصلی ذریعۂ معاش تجارت تھی،

مکہ کا تاریخی مکان | ہجرت کے بعد مدینہ وطن ہو گیا تھا، اس لیے انھون نے مکہ کے مکان کو جو اپنی تاریخی عظمت کے لحاظ سے مرجعِ زائرین تھا، وقف علی الاولاد کر دیا، تاکہ بیع و وراثت کے جھگڑون سے محفوظ رہے[1]

یہ مکان کوہِ صفا کے نیچے ایسے موقع پر تھا کہ جو لوگ حج مین صفا و مروہ کے درمیان سعی کرتے تھے، وہ ٹھیک اس کے دروازے پر سے ہو کر گذرتے تھے، سنہ ۱۴۰ھ خلیفہ منصور عباسی کے عہد تک وہ بجنسہ اپنی حالت پر موجود تھا، لیکن اسی سال محمد بن عبداللہ بن حسن نے مدینہ مین خروج کیا، چونکہ حضرت ارقمؓ کے پوتے عبداللہ بن عثمان ان کے معاونین مین تھے، اس لیے منصور نے والی مدینہ کو لکھکر ان کو گرفتار کرایا اور اپنے ایک معتمد خاص شہاب بن عبد رب کو بھیجکر اس مکان کو فروخت کرنے کی ترغیب دی، عبداللہ بن عثمان نے پہلے انکار کیا، لیکن پھر قید سے مخلصی پانے کی بشارت، اور گرانقدر معاوضہ کے طمع نے بیچنے پر راضی کر دیا، غرض منصور نے سترہ ہزار دینار پر ان کا حصہ خرید لیا، رفتہ رفتہ دوسرے شرکا بھی راضی ہو گئے، لیکن ان کا زرِ معاوضہ اس کے علاوہ تھا،

ابو جعفر منصور کے بعد خلیفہ مہدی نے اپنی جاریہ خیزران کو دیدیا جس نے منہدم کر کے نئے سرے سے ایک محل تعمیر کرایا، پھر گردشِ ایام نے اس مین گوناگون تغیرات پیدا کیے، اور اس طرح آغازِ اسلام کی وہ پرعظمت یادگار جو عرصہ تک مطلعِ انوار الٰہی و مہبطِ ملائکۂ آسمانی رہی تھی صفحۂ ہستی سے معدوم ہو گئی[2]

اولاد | حضرت ارقمؓ نے دو لڑکے عبیداللہ، عثمان اور تین لڑکیان امیہ، مریم اور صفیہ یادگار چھوڑین[3]

[1] مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۵۰۴، [2] طبقات ابن سعد ق ا ج ۳ صفحہ ۱۷۳ و تاریخ یعقوبی ج ۲ [3] ایضاً صفحہ ۱۷۳۔

حضرت مقداد بن عمرو رضہ

نام ونسب | مقداد نام، ابوالاسود کنیت، عمرو کندی کے لخت جگر تھے، پورا سلسلہ نسب یہ ہے:-

مقداد بن عمرو بن ثعلبہ بن مالک بن ربیعہ بن ثمامہ بن مطرود البہرانی،

حضرت مقداد رض دراصل بہراء کے رہنے والے تھے، چونکہ ان کے خاندان کے ایک ممبر نے کسی ہمسایہ قبیلہ میں خونریزی کی تھی اس لیے انتقام کے خوف سے کندہ چلے آئے تھے لیکن یہاں بھی یہی مصیبت پیش آئی بالآخر مکہ آکر آباد ہوئے اور اسود بن عبد یغوث کے خاندان سے حلیفانہ تعلق پیدا کرلیا جس نے فرط محبت سے ان کو اپنا متبنیٰ کرلیا تھا، چنانچہ وہ عمرو کے بجائے اسود ہی کے انتساب سے مشہور ہوئے[1]

اسلام | وہ مکہ میں ابھی اچھی طرح توطن گزین بھی نہ ہونے پائے تھے کہ صدائے توحید کانون میں آئی اور رسالتمآب صلعم کی دعوت وتبلیغ نے ان کو اسلام کا شیدائی بنادیا، یہ وہ پرآشوب زمانہ تھا کہ علانیہ ایک کو ایک کہنا قلمرو شرک میں شدید ترین جرم خیال کیا جاتا تھا، لیکن حضرت مقداد رضہ نے اپنی بےبسی وغریب الوطنی کے باوجود اخفای حق گوارا نہ کیا، چنانچہ وہ ان سات بزرگوں کی صف میں نظر آتے ہیں جنھوں نے ابتداہی میں اپنے حلقہ بگوش اسلام ہونے کا اعلان کردیا تھا،[2]

ہجرت | اس حق پسندی کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ وہ طرح طرح کے مصائب اور گوناگون مظالم کا نشانہ بنالیے گئے، یہان تک کہ پیمانہ صبر وتحمل لبریز ہوگیا اور مکہ چھوڑکر عازم حبش ہوئے،[3] کچھ دنون کے بعد سرزمین حبش سے واپس آئے تو مدینہ کی طرف ہجرت کی تیاریان ہو رہی

[1] اسد الغابہ تذکرہ مقداد بن عمرو [2] ایضاً [3] طبقات ابن سعد ق ۱ ج ۳ ص ۱۱۴

تھین، لیکن وہ ایک عرصہ تک اپنی بعض دشواریون کے باعث مدینہ جانے سے مجبور رہے، یہان تک کہ جب رسول اللہ صلعم بھی تشریف لے گئے اور کفر و اسلام مین فوجی چھیڑ چھاڑ کا آغاز ہوا تو یہ اور حضرت عتبہ بن غزوانؓ ایک قریشی متجسس دستۂ فوج کے ہمراہ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے، عکرمہ بن ابی جہل اس کا امیرِ عسکر تھا، راہ مین مجاہدینِ اسلام کی ایک جماعت سے مٹ بھیڑ ہوئی، حضرت عبیدہ بن الحارثؓ اس کے افسر تھے، یہ دونون موقع پاکر مسلمانون سے مل گئے اور مدینہ پہنچکر حضرت کلثوم بن ہدمؓ کے مہمان ہوئے[۱]

رسول اللہ صلعم نے ان کو بنی حدیلہ کے محلہ مین مستقل سکونت کے لیے زمین مرحمت فرمائی، کیونکہ حضرت ابی بن کعبؓ کی دعوت پر انھون اسی حصہ مین رہنا پسند کیا تھا[۲]

غزوات | سنہ ۲ھ سے شرک و توحید مین باقاعدہ معرکہ آرائیون کا سلسلہ شروع ہوا اور مشرکینِ قریش کا ایک خوفناک سیلاب میدانِ بدر کی طرف امنڈ آیا، چونکہ جان نثارانِ رسول کیلئے یہ اولین آزمایش تھی، اس لئے رسول اللہ صلعم نے پہلے مشورہ طلب کرکے اس قلیل لیکن اولوالعزم جماعت کا امتحان لینا چاہا، چنانچہ سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنی صداقت شعاری کا جوہر دکھایا، پھر ان کے بعد حضرت عمرؓ نے ایک تقریر مین اپنے خلوص و وفاشعاری کا اظہار کیا، لیکن حضرت مقدادؓ نے جس جوش و وارفتگی کے ساتھ اپنی فدویت و جان نثاری کا ثبوت دیا، اس نے یکایک تمام فدائیون کے جذبۂ سرفروشی مین ہیجان پیدا کر دیا، انھون نے عرض کی، "ہم قومِ موسیٰ کی طرح یہ نہین کہین گے کہ، تو اور تیرا خدا جا کر لڑے" بلکہ ہم آپ کے داہنے، بائین، آگے اور پیچھے اپنی جان بازی کے جوہر دکھائین گے[۳] قسم ہے اس ذات کی جس نے آپکو دینِ حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے اگر آپ ہم کو برک غماد تک لے چلینگے تو ہم آپ کے ساتھ جاکر

---

[۱] اسد الغابہ تذکرہ مقداد بن عمرو [۲] طبقات ابن سعد ق ا ج ۳ ص ۱۱۶ [۳] بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ بدر،

لڑ دیگے[1]. اس سادہ لیکن پرجوش اظہارِ فدویت سے آنحضرت صلعم اس قدر خوش ہوئے کہ فرطِ انبساط سے چہرۂ مبارک چمک اٹھا[1]

حضرت مقدادؓ تیر اندازی، نیزہ بازی اور شہسواری مین کمال رکھتے تھے، جنگِ بدر مین صرف یہی یکہ و تنہا شہسوار تھے جو اپنے سبحہ صبار فتار کو مہمیز کر رہے تھے، محدثین و اصحاب سیر کا عام طور پر اتفاق ہے کہ اس جنگ مین ان کے سوا اور کسی کے پاس گھوڑا نہ تھا، غزوۂ بدر کے علاوہ احد، خندق اور تمام دوسرے مشہور معرکون مین پامردی و جانبازی کے ساتھ شریکِ کارزار تھے[3]

فتحِ مصر سنہ ۲۰ھ مین جب مصر پر فوج کشی ہوئی اور حضرت عمرو بن العاصؓ امیرِ عسکر نے دربارِ خلافت سے مزید کمک طلب کی تو حضرت عمرؓ نے دس ہزار سپاہی اور چار افسر جنمین سے ایک حضرت مقدادؓ بھی تھے ان کی مدد کے لیے روانہ فرمایا اور لکھا کہ ان افسرون مین سے ہر ایک، دشمن کے ایک ہزار سپاہیون کے برابر ہے، چنانچہ درحقیقت اس کمک کے پہنچتے ہی جنگ کی حالت بدل گئی اور نہایت قلیل عرصہ مین تمام سرزمینِ فراعنہ فرزندانِ توحید کا ورثہ بنگئی[4]،

وفات حضرت مقدادؓ عظیم البطن تھے، ایامِ پیری مین یہ مرض زیادہ تکلیف دہ ثابت ہوا تو ان کے ایک رومی غلام نے اس پر عملِ جراحی کیا، جو غلطی سے ناکام رہا، بالآخر وہ خوف و ندامت کے باعث روپوش ہو گیا اور انھون نے اسی حالت مین مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر مقام جرف مین داعیٔ جنت کو لبیک کہا، یہ سنہ ۳۳ھ خلیفۂ ثالث کا عہد تھا، خود امیر المومنینؓ نے جنازہ کی نماز پڑھائی، اور لاش مدینہ لاکر بقیع کے گورِ غریبان مین دفن کیگئی، انھون نے کم و بیش ستر برس کی عمر پائی[5]،

اخلاق حضرت مقدادؓ گوناگون محاسنِ اخلاق کے مظہر اتم تھے، انھون نے غزوۂ بدر کے موقع

---

[1] سیرت ابن ہشام ج اول ص ۳۵۲ [2] بخاری باب غزوہ بدر، [3] مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۳۴۸،

[4] مقریزی ج ۱ ص ۲۹۶، [5] اصابہ ج ۳ ص ۴۵۵،

پر جس جوشِ فدویت کا اظہار کیا وہ تمام صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم کے لیے باعثِ رشک تھا، حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرمایا کرتے تھے "کاش! مین اُس وقت جنگ مین شریک ہونے کے لائق ہوتا، اور یہ جملے میری زبان سے ادا ہوتے"، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہین کہ مین جنگِ بدر مین مقداد بن اسودؓ کے ساتھ تھا، حقیقت یہ ہے کہ مجھے اس جنگ مین ان کے ساتھ ہونا اس قدر محبوب ہے کہ تمام دنیا اس کے آگے ہیچ ہے[1]۔

سپاہیانہ سادگی، صاف گوئی اور ملنساری کے ساتھ زندلی اور حاضر جوابی نے ان کی صحبت کو نہایت دلچسپ بنا دیا تھا، ایک دفعہ وہ کسی صراف کی دکان پر بیٹھے تھے کہ ایک شخص نے ان کے بلغمی تن و توش پر طعنہ زن ہو کر کہا "ابو الاسود! خدا نے تم کو جہاد مین شریک ہونے سے معاف کر دیا ہے"، برجستہ بولے "نہین! انفروا خفافا و ثقالا کا حکم اس سے منکر ہے[1]"۔

وہ نہایت صاف گو اور سادہ مزاج تھے، ایک دفعہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے ان سے کہا کہ تم شادی کیون نہین کرتے؟ سادگی کے ساتھ بولے "تم اپنی لڑکی سے بیاہ دو"۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ اس بیباکی و صاف گوئی پر سخت برہم ہوئے اور برا بھلا کہنے لگے، حضرت مقدادؓ نے ان کی اس برہمی کی شکایت دربارِ نبوت مین پیش کی تو ارشاد ہوا، اگر کسی کو انکار ہے تو ہونے دو مین تم کو اپنی بنت عم سے بیاہ دونگا، چنانچہ اس کے بعد ہی حضرت ضباعہ بنت زبیرؓ بن عبدالمطلب ان کے عقدِ نکاح مین آئین[3]۔

آغازِ اسلام کی عسرت و ناداری نے ان کو صد درجہ جفاکش و قانع بنا دیا تھا، فرماتے ہین کہ جب مین ہجرت کر کے مدینہ آیا، تو یہان میرے رہنے سہنے اور کھانے پینے کا کوئی سہارا نہ تھا، بھوک سے حالت تباہ تھی، بالآخر رسول اللہ صلعم نے مجھکو اور میرے دونون ساتھیون کو

[1] بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ بدر، [2] طبقات ابن سعد ق اج ۳ ص ۱۱۵، [3] اصابہ ج ۶ ص ۱۳۵۔

اپنے میزبان کلثوم بن ہدمؓ کے گھر مین جگہ دی، آپ کے پاس اس وقت صرف چار بکریان تھین جنکے دودھ پر ہم لوگون کا گذارا تھا، ایک دفعہ رات کے وقت آپ باہر تشریف لے گئے اور دیر تک تشریف نہ لائے، مین نے خیال کیا کہ آج کسی انصاری نے دعوت دی ہوگی اور آپ آسودہ ہو کر تشریف لائین گے، اس خیال کے آتے ہی مین نے اٹھ کر آنحضرت صلعم کے حصہ کا دودھ بھی پی لیا، لیکن پھر خیال آیا کہ اگر یہ قیاس غلط ثابت ہوا تو بڑی ندامت ہوگی، غرض مین اسی شش و پنج مین تھا، کہ آنحضرت صلعم تشریف لائے اور دودھ کی طرف بڑھے، دیکھا تو پیالہ خالی تھا، مجھے اپنی غلطی پر سخت ندامت ہوئی خصوصاً جبکہ آپ نے کچھ کہنے کیلئے دونون ہاتھ اٹھائے تو میرے خوف و ہراس کی کوئی انتہا نہ تھی اور اندیشہ ہوا کہ عنقریب آنحضرت صلعم کی بدعا سے ہماری دنیا و آخرت تباہ ہوجائیگی، لیکن آپنے فرمایا "اللھم اطعم من اطعمنی واسق من سقانی یعنی" خدایا جو مجھے کھلائے اس کو کھلا اور جو مجھے سیراب کرے اسکو سیراب کر" اس دعا سے کچھ ہمت بڑھی، اٹھ کر بکریون کے پاس گیا کہ شاید کچھ دودھ نکل آئے، لیکن خدا کی قدرت جس تھن پر ہاتھ پڑا وہ دودھ سے لبریز نظر آیا، غرض کافی مقدار مین دوھکر خدمت بابرکت مین پیش کیا، آپ نے پوچھا "کیا تم لوگ پی چکے ہو؟" عرض کی یا رسول اللہ آپ پہلے نوش فرمالین تو پھر مفصل واقعہ عرض کرون" آنحضرت صلعم نے خوب سیر ہو کر نوش فرمالیا تو مجھے اپنی گذشتہ غلطی و ندامت پر بے اختیار ہنسی آگئی، آپ نے پوچھا "ابوالاسود یہ کیا ہے؟" مین نے تمام واقعہ بیان کیا تو ارشاد ہوا "یہ خدا کی رحمت تھی تم نے اپنے دونون ساتھیون کو کیون بیدار نہ کردیا کہ وہ بھی اس سے مستفیض ہوتے"[1]

خوشامدانہ مداحی سے سخت متنفر تھے، ایک مرتبہ حضرت عثمانؓ کے دربار مین چند آدمیون نے

[1] مسند احمد بن حنبل ج ۶ ص۴

ان کے روبرو تعریف وتوصیف شروع کی، حضرت مقدادؓ اس تملق اور چاپلوسی پر اس قدر برہم ہوئے کہ ان کے منھ پر خاک ڈالنے لگے، حضرت عثمانؓ نے فرمایا "مقداد! یہ کیا ہے"! بولے "رسول اللہ صلعم نے ہم کو حکم دیا ہے کہ خوشامدیون کے منھ مین خاک بھر دو"[1]

ایک دفعہ ایک تابعی نے ان کے پاس آکر کہا "مبارک ہین آپکی آنکھین جنھون نے رسول اللہ صلعم کی زیارت کی ہے، کاش! مین بھی اس زمانہ مین ہوتا" حضرت مقدادؓ ان پر سخت برہم ہوئے، لوگون نے تعجب سے پوچھا کہ یہ برہمی کی کیا بات تھی؟ بولے "حاضر کو چھوڑ کر غائب کی تمنا عبث ہے، جن لوگون نے رسول اللہ صلعم کا زمانہ پایا ہے ان مین بہت سے ایسے ہین جنکو ایمان نہ لانے کے باعث خدا نے جہنم واصل کردیا، اس کو کیا معلوم کہ وہ اس وقت کس گروہ مین ہوتا؟ تم لوگون کو خدا کا شکر کرنا چاہیئے کہ بغیر امتحان وآزمایش رسول اللہ صلعم کی تعلیم سے مستفیض ہوئے"[2]

کسی شخص کے متعلق اچھی یا بری رائے قائم کرنے مین نہایت محتاط تھے، فرمایا کرتے تھے کہ مین صرف نتائج پر نظر رکھتا ہون خصوصاً جب سے رسول اللہ صلعم نے یہ فرمایا ہے کہ انسان کا دل نہایت تغیر پذیر ہے"[3]

جاگیر و ذریعۂ معاش تجارت اصلی ذریعۂ معاش تھی، رسول اللہ صلعم نے ان کو خیبر مین جاگیر بھی مرحمت فرمائی تھی، جسکو حضرت امیر معاویہؓ نے اپنے عہد حکومت مین ان کے ورثہ سے ایک لاکھ درہم مین خرید لیا تھا[4]

حلیہ حضرت مقدادؓ طویل القامت، عظیم البطن وفربہ اندام تھے، سر کے بال گھنے، ابرو پیوستہ اور داڑھی نہایت موزون وخوبصورت تھی[5]

اولاد حضرت ضباعہ بنت زبیرؓ سے ایک لڑکی کریمہ نام یادگار چھوڑی[6]

---

[1] مسند احمد بن حنبل ج ۶ ص ۵ [2] ایضاً [3] ایضاً [4] طبقات ابن سعد ق ۱ ج ۳ ص ۱۱۵ [5] ایضاً [6] ایضاً

حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر الصدیقؓ

نام و نسب عبدالرحمن نام، ابو عبداللہ کنیت، خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادہ تھے، والدہ کا نام ام رومان تھا، ام المومنین حضرت عائشہؓ اور یہ دونون حقیقی بھائی بہن تھے

ابتدائی حالات حضرت ابوبکر صدیقؓ کا تمام خاندان ابتداہی مین حلقہ بگوش اسلام ہوا، لیکن حضرت عبدالرحمنؓ اس سے مستثنیٰ تھے، وہ عرصہ تک اپنے قدیم مذہب کے حامی رہے، غزوۂ بدر مین مشرکین قریش کے ساتھ تھے، اثنائے جنگ مین انھون نے آگے بڑھکر "ھل من مبارز" کا نعرہ لگایا، تو حضرت ابوبکر صدیقؓ کی آنکھون مین خون اُتر آیا، انھون نے خود بڑھکر مقابلہ کرنا چاہا، لیکن آنحضرت صلعم نے ان کو اجازت نہ دی[1]

غزوۂ احد مین بھی وہ مشرکین مکہ کے ساتھ تھے،

اسلام حضرت عبدالرحمنؓ صلح حدیبیہ کے موقع پر ایمان لائے اور مدینہ پہنچکر اپنے والد کیساتھ رہنے لگے، حضرت ابوبکر صدیقؓ کے نجی کے تمام کام اور ذاتی کاروبار زیادہ تر یہی انجام دیتے تھے اور نہایت اطاعت شعاری کے ساتھ ان کے غیظ و غضب کو برداشت کرتے تھے، ایک مرتبہ شب کے وقت چند اصحابِ صفہ حضرت ابوبکرؓ کے یہان مہمان تھے، انھون نے حضرت عبدالرحمنؓ کو ہدایت فرمائی کہ "مین آنحضرت صلعم کی خدمت مین جاتا ہون تم میرے واپس آنے سے پہلے ان کی مہمان نوازی سے فارغ ہوجانا" حضرت عبدالرحمنؓ نے حسب ہدایت وقت پر مہمانون کے سامنے ماحضر پیش کیا لیکن انھون نے صاحب خانہ کی غیر موجودگی مین

[1] مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۴۷۶،

کھانے سے انکار کر دیا، اتفاق سے حضرت ابوبکر صدیقؓ بہت دیر کے بعد تشریف لائے اور یہ معلوم کر کے کہ مہمان اب تک بھوکے بیٹھے ہین، حضرت عبدالرحمنؓ پر نہایت برہم ہوئے اور گالی دے کر کہا "خدا کی قسم! اس کو کھانے مین شریک نہین کرونگا" حضرت عبدالرحمنؓ ڈر سے مکان کے ایک گوشہ مین چھپ رہے تھے، وہ کسی قدر جرأت کر کے سامنے آئے اور بولے "آپ مہمانون سے پوچھ لیجئے کہ مین نے کھانے کے لیے اصرار کیا تھا" انھون نے تصدیق کی اور کہا "واللہ! جب تک آپ عبدالرحمنؓ کو نہ کھلائین گے ہم لوگ بھی نہ کھائین گے" غرض اس طرح ان کا غصہ فرو ہوا، اور دسترخوان بچھایا گیا، حضرت عبدالرحمنؓ فرماتے ہین کہ اس روز کھانے مین اس قدر برکت ہوئی کہ ہم لوگ کھاتے جاتے تھے، لیکن وہ کسی طرح ختم نہین ہوتا تھا، یہانتک کہ مین اس مین سے کچھ آنحضرت صلعم کی خدمت مین بھی لے کر حاضر ہوا جس کو آپ اور ان کے بہت سے اصحاب نے تناول فرمایا۔[1]

غزوات | حضرت عبدالرحمنؓ فطرۃً نہایت شجاع وبہادر تھے خصوصاً تیراندازی مین کمال رکھتے تھے واقعہ حدیبیہ کے بعد عہد نبوت مین جسقدر معرکے پیش آئے وہ ان مین سے اکثر مین جانبازی وپامردی کے ساتھ سرگرم کارزار تھے،

جنگ یمامہ | یمامہ کی خونریز جنگ مین حضرت عبدالرحمنؓ نے اپنی قادراندازی کا غیر معمولی کمال دکھایا، انھون نے اس جنگ مین غنیم کے سات بڑے بڑے جانباز افسرون کو نشانہ بنا کر واصل جہنم کیا،

قلعہ یمامہ کی دیوار ایک جگہ سے شق ہو گئی تھی، مسلمان اس راستہ سے اندر گھسنا چاہتے تھے، لیکن دشمن کا ایک سردار محکم بن طفیل نہایت جانبازی کے ساتھ اس جگہ اڑا ہوا تھا، حضرت

---

[1] بخاری ج ۲ صفحہ ۹۰۶،

عبدالرحمن رضؓ نے تاک کر اس کے سینہ پر ایک ایسا تیر مارا کہ وہین تڑپ کر ڈھیر ہو گیا، اور مسلمان اس کے ساتھیون کو ریلتے ہوئے اندر گھس گئے۔[1]

یزید کی بیعت سے انکار

امیر معاویہ رضؓ نے یزید کی جانشینی کے لیے اپنی زندگی ہی مین کوشش شروع کر دی تھی، ایک دفعہ ان کی ایماء سے مروان بن حکم والیِ مدینہ نے مسجد نبوی مین لوگون کو جمع کر کے یزید کے لیے بیعت لینا چاہا، اس وقت چند لوگون نے اس کی مخالفت مین صدا بلند کی ان مین ایک حضرت عبدالرحمن رضؓ بھی تھے، انھون نے مروان سے غضب آلود لہجہ مین کہا "کیا تم لوگ خلافت کو موروثی بادشاہت بنا دینا چاہتے ہو" مروان نے برہم ہو کر کہا "صاحبو! یہ وہی ہے جس کی نسبت قرآن مین آیا ہے" والذی قال لوالدیه اف لکما (یعنی والدین کی اطاعت نہ کرنے پر خدا نے قرآن مین ان کی مذمت کی ہے) ام المومنین حضرت عائشہ رضؓ اپنے حجرہ سے یہ گفتگو سن رہی تھین وہ غضبناک ہو کر بے اختیار بول اٹھین "نہین! واللہ نہین! عبدالرحمن کے متعلق نہین ہے، اگر چاہو تو مین اس کا نام لے سکتی ہون جس کی نسبت یہ آیت نازل ہوئی تھی"۔[2]

امیر معاویہ رضؓ کو حضرت عبدالرحمن رضؓ کی مخالفت کا حال معلوم ہوا تو انھون نے ان کو خوش کرنے کے لیے ان کے پاس ایک لاکھ درہم کے توڑے بھیج دیے، لیکن حضرت عبدالرحمن رضؓ نے غایت بے نیازی کے ساتھ واپس کر دیا اور فرمایا، "واللہ! مین دین کو دنیا کے عوض فروخت نہین کر سکتا"۔[3]

وفات

حضرت عبدالرحمن رضؓ اس واقعہ کے بعد مدینہ چھوڑ کر مکہ چلے آئے، اور شہر سے تقریباً ۱۰ میل کے فاصلہ پر "حبشی" نام ایک مکان مین اقامت پذیر ہوئے، یہان تک کہ ۵۳ھ مین ایک

---

[1] اصابہ ج ۴ ص ۱۷۸ [2] اسد الغابہ ج ۳ یہ واقعہ بخاری مین بھی مذکور ہے۔ [3] استیعاب ج ۲ ص ۴۰۵

روز ناگہانی طور پر اسی گوشۂ عزلت میں واصل بحق ہوئے، بیان کیا جاتا ہے کہ پہلے سے ان کو اپنی صحت کے متعلق کسی قسم کی کوئی شکایت نہ تھی، وفات کے دن حسب معمول سوئے مگر ایسی نیند سوئے کہ پھر نہ اٹھے، حضرت عائشہؓ کے دل میں اس ناگہانی حادثہ کے باعث شبہ ہوا کہ کسی نے زہر وغیرہ دیکر مار ڈالا، لیکن کچھ دنوں کے بعد ایک عورت حضرت عائشہؓ کے گھر آئی، بظاہر توانا و تندرست تھی، ایک مرتبہ سجدہ کیا اور ایسا سجدہ کہ پھر اس سے سر نہ اٹھایا، اس واقعہ کے بعد سے ان کا شک جاتا رہا[1]،

ام المومنین حضرت عائشہؓ کو ان کے انتقال کی خبر ملی تو وہ حج کی نیت سے مکہ آئیں اور بھائی کی قبر پر کھڑی ہو کر بے اختیار روئیں، اس وقت ان کی زبان پر یہ اشعار تھے،

وکنا کندمانی جذیمۃ حقبۃ — من الدھر حتی قیل لن یتصدعا

فلما تفرقنا کانی ومالکا — لطول اجتماع لم نبت لیلۃ معا

پھر مرحوم بھائی کی روح سے مخاطب ہو کر بولیں "بخدا! اگر میں تمہاری وفات کے وقت موجود ہوتی تو اس قدر نہ روتی اور تم کو اسی جگہ دفن کرتی جہاں تم نے وفات پائی تھی[2]"۔

حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ

نام، نسب حاطب نام، ابو محمد یا ابو عبداللہ کنیت اور والد کا نام ابو بلتعہ تھا، سلسلۂ نسب میں اختلاف ہے، بعض قحطانی النسل قرار دیتے ہیں اور بعض بنو لخم بن عدی کا ایک ممبر بتاتے ہیں جو ایام جاہلیت میں قبیلۂ بنو اسد کے حلیف تھے، تاہم اصحاب سیر کا عام رجحان یہ ہے کہ ان کا آبائی وطن ملک یمن تھا، مکہ میں غلامی یا حلیفانہ تعلق کے باعث سکونت پذیر تھے[3]۔

---

[1] مستدرک ج ۳ ص ۴۷۶ [2] ایضاً [3] اسد الغابہ تذکرہ حاطب بن ابی بلتعہ،

قبل از اسلام | ایام جاہلیت مین شاعری وشہسواری کے لحاظ سے مخصوص شہرت کے مالک[1] تھے،

اسلام | قبل از ہجرت ایمان لائے اور جب مدینہ اسلام کا مرکز قرار پایا تو وہ بھی اپنے غلام حضرت سعدؓ کے ساتھ وارد یثرب ہوئے، یہان حضرت منذر بن محمد انصاریؓ نے ان کو اپنا مہمان بنایا، اور حضرت خالد بن رخیلہؓ سے مواخات ہوئی[2]،

غزوات | غزوۂ بدر، احد، خندق اور تمام مشہور معرکون مین رسول اللہ صلعم کے ہمرکاب تھے[3]،

دربار مصر مین تبلیغ اسلام | غزوۂ حدیبیہ سے واپس آکر سنہ ۶ھ مین رسول اللہ صلعم نے ان کو مقوقس والیِ مصر کے پاس مبلغِ اسلام بناکر بھیجا، رقعۂ دعوت کا مضمون یہ تھا،

امابعد فانی ادعوك بدعایة الاسلامُ	مین تم کو دعوتِ اسلام کی طرف بلاتا ہون، اسلام قبول کروگے
اسلم تسلم واسلم یؤتك اللہ اجرك	توتم محفوظ رہوگے اور خدا تم کو دونا اجر عطا فرمائے گا،
مرتین فان تولیت فانّ علیك	اور اگر روگردانی کروگے تو تمام قبطیون کا گناہ تم پر عائد
اثم اهل القبط یا اهل الکتاب تولوا	ہوگا، اے اہل کتاب! تم ایسے کلمہ کی طرف آؤ جو ہم مین
الی کلمة سواء بیننا وبینکم ان لا	اور تم مین باہم مساوی ہے یعنی ہم لوگ صرف ایک خدا کی
نعبد الا اللہ ولا نشرك به شیئاً	پرستش کرین، کسی چیز کو اس کا شریک نہ بنائین اور ہم مین سے
ولا یتخذ بعضنا بعضاً اربابا من	بعض اپنے بعض کو خدا کے آگے پروردگار نہ بنائے،
دون اللہ[4]	

حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ نے مصر پہنچکر مقوقس کے دربار مین نامۂ مبارک پیش فرمایا اور حسب ذیل مکالمہ سے اس کو اسلام کی ترغیب دی،

حضرت حاطبؓ۔ تم سے پہلے یہان ایک ایسا فرمان روا گذرا ہے جو بزعم خود اپنے آپکو

---

[1] اصابہ ج ۱ ص۳۱۲ [2] طبقات ابن سعد ق ا ج ۳ ص۸۰ [3] ایضاً [4] زاد المعاد ج ۲ صفحہ ۵۶،

خدائے برتر سمجھتا تھا، لیکن حق سبحانہ نے اس کو دنیا وآخرت کے عذاب مین گرفتار کر کے عبرتناک انتقام لیا، تم کو غیرون سے عبرت حاصل کرنا چاہیئے، ایسا نہ ہو کہ تم خود مرقع عبرت بنجاؤ،

مقوقس؛ ہم ایک مذہب کے پابند ہین جسکو اس وقت تک نہین چھوڑ سکتے جب تک کوئی دوسرا مذہب اس سے بہتر ثابت نہ ہو جائے،

حضرت حاطب رض؛ ہم تمکو دینِ اسلام کی دعوت دیتے ہین جو تمام مذاہب مین سب سے زیادہ مکمل ہے، اس نبی نے جب لوگون کو اس کی دعوت دی تو قریش نے سخت مخالفت کی، اس طرح یہودیون نے سب سے زیادہ عداوت ظاہر کی، لیکن نصاریٰ نسبۃً قریب تر تھے، قسم ہو کہ موسیٰ نے جس طرح عیسیٰ کی بشارت دی اسی طرح عیسیٰ نے محمدؐ کی بشارت دی ہے، اور جس طرح تم یہودیون کو انجیل کی طرف بلاتے ہو، اسی طرح ہم تمکو قرآن کی دعوت دیتے ہین، انبیاءؑ کے زمانۂ بعثت مین جو قوم موجود ہوتی ہے وہ ان کی امت ہوتی ہے اور اُسپر ان کی اطاعت فرض ہے، چونکہ تم نے ایک نبی کا زمانہ پایا ہے، اس لیے اس پر ایمان لانا ضروری ہے، ہم تمکو دینِ مسیح سے پھیرتے نہین، بلکہ اسی راہ پر لے جانا چاہتے ہین،[1]

مقوقس۔ کیا درحقیقت محمد نبی ہین؟

حضرت حاطبؓ؛ کیون نہین!

مقوقس،، قریش نے جب ان کو اپنے شہر سے نکالدیا، تو انھون نے بددعا کیون نہ کی؟

حضرت حاطب رض؛ کیا تم گواہی دیتے ہو کہ عیسیٰ بن مریم رسولِ خدا ہین؟ اگر ایسا ہے تو انھون نے صلیب پر کیون نہین اپنی قوم کے لیے بددعا، فرمائی!

اس دلنشین جواب پر مقوقس نے بے اختیار صدائے تحسین وآفرین بلند کی اور بولا

[1] زاد المعاد ج ۲ صـ۷۵،

"بیشک تم حکیم ہو اور ایک حکیم کی طرف سے آئے ہو، مین نے جہانتک غور کیا ہے، یہ نبی کسی لغو کام کا حکم نہین دیتا اور نہ پسندیدہ امور سے باز رکھتا ہے، مین اس کو نہ تو گمراہ جادوگر کہہ سکتا ہون، اور نہ جھوٹا کاہن، اس مین نبوت کی بہت سی نشانیان ہین، مین عنقریب اس پر غور کرون گا" اس کے بعد اس نے آنحضرت صلعم کا نامۂ مبارک لے کر ہاتھی دانت کے ایک ڈبہ مین بند کیا، اور مہر لگا کر اپنی پیش خدمت کنیز کی حفاظت مین دیا،

مقوقس نے حضرت حاطبؓ کو نہایت عزت و احترام سے رخصت کیا، اور آنحضرت صلعم کے لیے گرانقدر تحائف ساتھ کر دیئے جنمین ماریہ و سیرین دو لونڈیان، دلدل نام ایک خچر اور بہت سے قیمتی کپڑے تھے[1]،

غزوۂ فتح مکہ ۸ھ مین فتح مکہ کی تیاریان ہوئین اور غنیم کو بے خبر رکھنے کے لیے تمام احتیاطی تدبیرین عمل مین لائی گئین، حضرت حاطبؓ گو مکہ کے رہنے والے نہ تھے، تاہم ایام جاہلیت مین قریش سے جو تعلقات پیدا ہو گئے تھے اس نے ان کو احباب قدیم کی مواسات پر برانگیختہ کیا، انھون نے ان تیاریون کے متعلق خط لکھکر ایک عورت کی معرفت مکہ کی طرف روانہ فرمایا، لیکن کشاف غیب نے قبل از وقت اس راز کو طشت از بام کر دیا، آنحضرت صلعم نے حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت مقدادؓ کو حکم دیا کہ روضۂ خاخ کے پاس جا کر اس عورت سے خط چھین لائین، غرض خط گرفتار ہو کر آیا اور پڑھا گیا تو آپ نے تعجب سے فرمایا، "حاطب! یہ کیا ہے؟" عرض کی یا رسول اللہ میرے معاملہ مین عجلت نہ فرمائیے، مین قریشی نہین ہون تاہم ایام جاہلیت مین ان سے تعلقات پیدا ہو گئے تھے، چونکہ تمام مہاجرین اپنے مکی اعزہ و اقارب کی حمایت و مساعدت کرتے رہتے ہین، اس لیے مین نے بھی چاہا کہ اگر نسبی تعلق نہین ہے تو کم سے کم اس احسان کا

---

[1] اسد الغابہ تذکرہ حاطب بن ابی بلتعہ [2] زاد المعاد ج ۲ ص ۵۷،

معاوضہ ادا کردوں جو قریش میرے رشتہ داروں کے ساتھ مرعی رکھتے ہیں ہیں نے یہ کام مذہب سے مرتد ہو کر یا کفر کو اسلام پر ترجیح دے کر نہیں کیا ہے[1]۔

رسول اللہ صلعم نے حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ جو کچھ سچی بات تھی اس نے ظاہر کردی، اس لیے اس کو کوئی برا نہ کہے، حضرت عمرؓ نے عرض کی یا رسول اللہ! یہ خدا اور رسول اور مسلمانوں کی خیانت کا مرتکب ہوا ہے، اجازت دیجئے کہ اس منافق کی گردن اڑا دوں، ارشاد ہوا "کیا وہ معرکۂ بدر میں شریک نہ تھا؟ خدا نے تمام اہل بدر کو اجازت دیدی ہے کہ تم جو چاہو کرو، تمہارے لیے جنت واجب ہو چکی ہے" رحمۃ للعالمین کی اس شانِ درگذر پر حضرت عمرؓ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے[2]۔

اسی واقعہ کے بعد اعدائے اسلام سے الفت و مودت کی ممانعت کیگئی اور قرآن پاک میں یہ آیت نازل ہوئی[3]۔

يا ايها الذين امنوا لا تتخذوا عدوی وعدوكم اولياء تلقون اليهم بالمودة وقد كفروا بما جاءكم من الحق

(ممتحنہ ع ۱)

اے وہ لوگ جو کہ ایمان لائے ہو میرے دشمن اور اپنے دشمن کو دوست نہ بناؤ، تم ان کی طرف محبت سے پیش آتے ہو حالانکہ تمہارے پاس جو (مذہب) حق آیا ہے اس کا انہوں نے انکار کیا ہے،

مصر کی سفارت آنحضرت صلعم کے بعد خلیفۂ اولؓ نے ان کو دوبارہ مقوقس کے دربار میں بھیجکر انکی وساطت سے ایک معاہدہ ترتیب دیا جو حضرت عمرو بن العاصؓ کے حملۂ مصر تک طرفین کا معمول بہ تھا[4]۔

وفات ۶۵ برس کی عمر پاکر ۳۰ھ میں رہ گزینِ عالم جاودان ہوئے، حضرت عثمانؓ نے

---

[1] بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ فتح [2] بخاری باب فضل من شہد بدرا [3] بخاری کتاب التفسیر باب تفسیر سورۃ الممتحنہ [4] استیعاب ج ۱ ص ۱۳۵

جنازہ کی نماز پڑھائی، اور مسلمانون کے ایک بڑے مجمع نے سپرد خاک کیا،[1] انا للہ وانا الیہ راجعون،

اخلاق وفاشعاری، احسان پذیری اور صاف گوئی ان کے مخصوص اوصاف ہین، احباب اور رشتہ دارون کا بیحد خیال رکھتے تھے، فتح مکہ کے موقع مین انھون نے مشرکین کو جو خط لکھا وہ درحقیقت انھین جذبات پر مبنی تھا، چنانچہ رسول اللہ صلعم نے بھی اسی نیت خیر و صاف گوئی کو ملحوظ رکھکر ان سے درگذر فرمایا،

مزاج مین ذرا سختی تھی، چنانچہ وہ اپنے غلامون کے ساتھ نہایت سختی سے پیش آتے تھے، آنحضرت صلعم اور خلفاے وقت ان کی اصلاح کرکے دباتے تھے، ایک دفعہ ان کے ایک غلام نے دربارِ نبوت مین تشدد کی شکایت پیش کرکے کہا "یارسول اللہ! حاطب یقیناً جہنم مین جائے گا" ارشاد ہوا "تو جھوٹ کہتا ہے، جو شخص بدر و حدیبیہ مین شریک ہوا ہے وہ جہنم مین نہین جاسکتا"[2]

حضرت عمرؓ کے عہد خلافت مین بھی بارہا غلامون کے ساتھ ان کے تشدد کی شکایتین سنی گئین، ایک دفعہ ان کے ایک غلام نے قبیلۂ مزینہ کے ایک شخص کا اونٹ ذبح کر دیا، تو انھون نے اس کی پاداش مین نہایت سخت سزا مقرر کی، یہان تک کہ خود خلیفۂ وقت نے ان سے بلاکر کہا "معلوم ہوا ہے کہ تم اپنے غلامون کو بھوکا رکھتے ہو" اور تنبیہ و تادیب کے خیال سے ان کے معاوضہ مین دوچند قیمت پیش کی[3]

ذریعۂ معاش تجارت اصلی ذریعۂ معاش تھی، انھون نے کھانے کی ایک دکان (اسٹورانٹ) سے[4] نہایت کثیر نفع حاصل کیا، چنانچہ وفات کے وقت چار ہزار دینار نقد اور بہت سے مکانات چھوڑے[5]

حلیہ یہ تھا، موزون اندام، چہرہ خوبصورت، انگلیان موٹی اور قد کسی قدر چھوٹا تھا[6]

---

[1] استیعاب ج ۱ ص ۱۳۵ [2] ایضاً [3] ایضاً [4] طبقات ابن سعد ق ۱ ج ۳ صفحہ [5] ایضاً [6] ایضاً

حضرت عبداللہ بن سہیلؓ

نام ،نسب | عبداللہ نام، ابو سہیل کنیت، والد کا نام سہیل اور والدہ کا نام فاختہ بنت عامر تھا، شجرۂ نسب یہ ہے:- عبداللہ بن سہیل بن عمرو بن عبد شمس بن عبدود بن نصر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوی،

اسلام | مکہ مین ایمان لائے اور سرزمین حبش کی دوسری ہجرت مین شریک ہوئے[1]، حبش سے واپس آئے تو ان کے والد نے پکڑ کر مقید کر لیا اور سخت اذیت پہنچائی بالآخر حضرت عبداللہؓ ان جفاکاریون سے تنگ آکر جمالِ توحید کو شرک کے پردہ مین چھپانے پر مجبور ہو گئے، یہان تک کہ ان کے والدین اور مشرکین قریش نے ان کی ظاہری حالت سے یقین کر لیا کہ وہ بندگانِ توحید کے دائرہ سے باطل پرستون کے حلقہ مین پھر واپس آگئے اور غزوۂ بدر مین شرک کی حمایت پر اپنے ساتھ لے گئے، لیکن انھین کیا خبر تھی کہ جو دل نورِ ایمان سے ایک دفعہ روشن ہو چکا ہے وہ کبھی تاریک نہین ہو سکتا؛ غرض میدانِ بدر مین جب حق و باطل کے فدائی ایک دوسرے کے مقابل صف آرا ہوئے تو حضرت عبداللہؓ شرک کا ظاہری جامہ چاک کر کے آغازِ جنگ سے پہلے لوائے توحید کے نیچے آکھڑے ہوئے،

غزوات | اس واقعہ پر ان کے والد کو سخت غصہ آیا اور جنگ شروع ہونے پر غیظ و غضب کیساتھ حملہ آور ہوئے، لیکن اب وہ آزاد تھے، اخوانِ ملت کی پشت پناہی اور ہادیِ دین کے سایۂ عاطفت نے دل بڑھا دیا تھا، نہایت بہادری و شجاعت سے لڑے، یہان تک کہ

---

[1] استیعاب ج ۱ صفحہ ۳۹۴،

مسلمانون کی فتح پر جنگ کا خاتمہ ہوا۱،

غزوۂ بدر کے علاوہ تمام مشہور معرکون مین جانبازی و پامردی کے ساتھ رسول اللہ صلعم کے ہمرکاب تھے، مکہ فتح ہوا تو انھون نے دربار نبوت مین اپنے والد کے لیے امان طلب کی، آپنے امان دیکر حاضرین سے فرمایا سہیل بن عمرو کو کوئی نگاہ حقارت سے نہ دیکھے، قسم ہے کہ وہ نہایت ذی عزت و دانشمند ہے، ایسا شخص محاسن اسلام سے ناواقف نہین ہو سکتا، اور اب تو اس نے دیکھ لیا ہے کہ وہ جسکا حامی تھا اس مین کوئی منفعت نہین"

حضرت عبداللہؓ نے اپنے والد کے پاس آکر رسول اللہ صلعم کا فرمان سنایا اور امان کی بشارت دی تو ان کا دل اپنے صاحبزادہ کی سعادتمندی پر تشکر آمیز شفقت سے لبریز ہو گیا بولے، خدا کی قسم یہ بچپن ہی سے سعادتمند و نیکوکار ہے۲،

شہادت | حضرت عبداللہؓ تقریباً ۳۸ برس کی عمر پاکر سنہ ۱۲ھ یمامہ کی جنگ مین شہید ہوئے۳،

انا للہ وانا الیہ راجعون،

حضرت ابوبکرؓ حج کے لیے مکہ آئے تو ان کے والد سہیل کے پاس تعزیت کے لیے گئے، صابر و شاکر باپ نے کہا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہو کہ شہید اپنے ۷۰ اہل خاندان کی شفاعت کریگا، مجھکو امید ہے کہ میرا لڑکا اس وقت مجھکو فراموش نکریگا۱،

حضرت عتبہ بن غزوانؓ

نام و نسب | عتبہ نام، ابو عبداللہ کنیت، غزوان بن جابر کے لخت جگر تھے پورا سلسلۂ نسب

۱؎ طبقات ابن سعد ق ا ج ۳ ص ۲۹۵ ۲؎ استیعاب جلد ا ص ۲۹۵، ۳؎ ایضاً

۱؎ ابن سعد ج ۳ قسم اول ص ۲۹۶،

یہ ہے، عتبہ بن غزوان بن جابر بن وہب بن نسیب بن زید بن مالک بن الحارث بن مازن بن منصور بن عکرمہ بن خصفہ بن قیس بن عیلان بن مضر، ایام جاہلیت مین انکا خاندان بنی نوفل بن عبد مناف کا حلیف تھا[۱]

اسلام حضرت عتبہؓ ان بزرگون مین ہین جنھون نے ابتداہی مین داعیِ توحید کو لبیک کہا تھا[۲]، چنانچہ ایک دفعہ اُنھون نے اثنائے تقریر مین دعویٰ کیا تھا کہ سابقینِ اسلام مین ان کا ساتوان نمبر ہے[۳]، لیکن صحیح یہ ہے کہ اس وقت تک صحابۂ کرامؓ کا حلقہ اس سے زیادہ وسیع ہوچکا تھا،

ہجرت کفارِ مکہ کی ستم آرائیون سے تنگ آکر ملک حبش کی دوسری ہجرت مین شریک ہوئے، لیکن کچھ عرصہ کے بعد پھر واپس چلے آئے، آنحضرت صلعم اس وقت تک مکہ مین موجود تھے[۴]، رسول اللہ صلعم نے جب مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی اور کفر و اسلام مین باہم فوجی چھیڑ چھاڑ کا آغاز ہوا تو یہ اور حضرت مقدادؓ ایک قریشی متجسس دستۂ فوج کے ہمراہ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے، عکرمہ بن ابی جہل اسکا امیرِ عسکر تھا، راہ مین مجاہدینِ اسلام کی ایک جماعت سے مٹ بھیڑ ہوئی، حضرت عبیدہ بن الحارثؓ اس کے افسر تھے، یہ دونون موقع پاکر مسلمانون سے مل گئے[۵] اور مدینہ پہنچکر حضرت عبداللہ بن سلمہ عجلانیؓ کے مہمان ہوئے، یہان حضرت عتبہؓ اور حضرت ابودجانہ انصاریؓ مین باہم مواخات ہوئی[۶]،

غزوات تیراندازی کے لحاظ سے ان کا شمار کاملینِ فن مین تھا[۷]، بدر، احد اور ان تمام معرکون مین جنمین رسول اللہ صلعم نے خود بنفسِ نفیس حصہ لیا، شجاعت و پامردی کے ساتھ سرگرم کارزار تھے[۸]

---

[۱] اسد الغابہ ج ۳ صفحہ ۳۶۴ [۲] مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۲۶۱ [۳] اسد الغابہ ج ۳ صفحہ ۳۶۴ [۴] ایضاً۔ [۵] ایضاً [۶] طبقات ابن سعد قسم اوّل جزء ثالث ص ۶۹، [۷] مستدرک جلد ۳ صفحہ ۲۶۰، [۸] اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۶۴،

سنہ۱۴ھ مین خلیفۂ دوم رضؓ نے ان کو بندرگاہ ابلہ میسان اور اس کے ملحقہ مقامات کی فتح پر مامور فرمایا، فرمان کے الفاظ یہ تھے،

"خدا کی نوازش و برکت پر اعتماد کرکے عرب کے انتہائی حدود اور مملکت عجم کے قریب ترین حصہ کی طرف اپنے ساتھیون کو لیکر روانہ ہوجاؤ، جہان تک ممکن ہو تقویٰ کو اپنا شعار بناؤ، اور خیال رکھو کہ تم دشمن کی سرزمین مین جا رہے ہو، مجھے امید ہے کہ خدا تمھاری مدد فرمائیگا، مین نے علاء بن الحضرمی کو لکھا ہے کہ عرفجہ بن ہرثمہ کو بھیجکر تمھاری مدد کرین، وہ دشمن کے مقابلہ مین ایک نہایت سرگرم مجاہد اور صاحب تدبیر شخص ہین، تم ان کو اپنا مشیر بناؤ اور اہل عجم کو خدا کی دعوت دو، جو قبول کرے اس کو پناہ دو اور جو اس سے انکار کرے وہ محکومانہ عاجزی کے ساتھ جزیہ دے، ورنہ تلوار سے فیصلہ کرو، راہ مین جن عربی قبائل سے گذرو ان کو جہاد اور دشمن سے لڑنے پر برانگیختہ کرو اور ہر حال مین خدا سے ڈرتے رہو"[1]

حضرت عتبہ رضؓ نے حسب فرمان اس مہم کو نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیا یعنی دریاے دجلہ کا تمام ساحلی علاقہ جو ابلہ، ابرقباذ اور میسان وغیرہ جیسے اہم مقامات پر مشتمل تھا، اسلام کا زیرنگین کردیا[2]

تعمیر بصرہ اسی سال ان کو بندرگاہ ابلہ کے قریب جہان خلیج فارس کے ذریعہ سے ہندوستان وفارس کے جہازات لنگر کرتے تھے، ایک شہر بسانے کا حکم دیا گیا، حضرت عتبہ رضؓ آٹھ سو آدمیون کے ساتھ اس کفدست میدان مین تشریف لائے اور شہر کی داغ بیل ڈالی، ہر قبیلہ کیلیے ایک ایک محلہ مخصوص کردیا[3]، اور حضرت محجن بن الادرع رضؓ کو جامع مسجد کی تعمیر پر مامور فرمایا، عمارتین اولاً گھانس پھوس سے چھائی گئی تھین، چنانچہ جامع مسجد کی عمارت بھی بانس اور پھوس

[1] اسد الغابہ ج ۳ صفحہ ۳۶۳ [2] یعقوبی ج ۲ صفحہ ۱۶۳ [3] فتوح البلدان بلاذری ذکر تعمیر البصرہ،

سے بنائی گئی تھی[1]

ولایت حضرت عتبہؓ اس نئے شہر کے سب سے پہلے والی مقرر ہوئے اور چھ مہینے تک نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ فرائض منصبی انجام دیتے رہے[2] لیکن زہد و بے نیازی نے اس سے کنارہ کش ہونے پر آمادہ کر دیا، ۱۵ھ مین حضرت مجاشع بن مسعودؓ کو جانشین بنا کر فرات کی طرف فوجکشی کا حکم دیدیا اور حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کو امامت کی خدمت سپرد کر کے حج کے خیال سے مکہ معظمہ تشریف لائے، یہان امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ موجود تھے انکی خدمت مین اپنا استعفا پیش کیا، لیکن انھون نے اس کے قبول کرنے سے انکار فرمایا، اور بصرہ واپس جانے کی ہدایت کی[3]

وفات حضرت عتبہؓ دل سے کنارہ کشی کے متمنی تھے، خلیفۂ وقت کے حکم سے مجبور ہو کر بصرہ کی طرف رہ نورد ہوئے، تو ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی "خدایا تو مجھے بصرہ نہ پہنچا" دعا مقبول ہوئی اتفاقاً راہ مین اونٹ سے گر کر واصل بحق ہوئے اور ۵۷ برس کی مفارقت کے بعد خاک کا پتلا خاک سے مل گیا[4] انا للہ وانا الیہ راجعون"

اخلاق ان کا چمن اخلاق گلہائے رنگارنگ سے آراستہ ہے، تقویٰ، زہد، جفاکشی اور خاکساری اس باغ کے سب سے خوش آیند پھول ہین، فرماتے ہین کہ مین نے اس وقت رسول خدا صلعم کو لبیک کہا تھا جبکہ صرف چھ آدمیون کو اس کی توفیق عطا ہوئی تھی، اور عسرت و ناداری کے باعث درخت کے پتون پر گذارہ کرنا پڑتا تھا جس سے آنتون مین زخم پڑ جاتے تھے[5]

---

[1] اسد الغابہ ج ۳ صفحہ ۳۶۲ [2] طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث صفحہ ۶۹ [3] اسد الغابہ ج ۳ صفحہ ۳۶۲،

[4] ایضاً [5] مسند احمد بن حنبل ج ۴ صفحہ ۱۷۴،

زہد و بے نیازی نے منصبِ امارت جیسے پر فخر اعزاز سے متنفر کر دیا تھا، تکبر و غرور سے قطعی نفرت تھی، فرمایا کرتے تھے" مین خدا سے پناہ مانگتا ہون کہ لوگون کی نظرون مین حقیر رہنے کے باوجود اپنے آپ کو بڑا سمجھون[1] " انھون نے بصرہ کی جامع مسجد مین ایک خطبہ دیا تھا، یہان اس کے چند فقرے نقل کئے جاتے ہین ان سے ان کے خوفِ قیامت، زہد اور خاکساری کا اندازہ ہوگا،

"صاحبو! دنیا رفتنی و گذشتنی ہے، اس کا بڑا حصہ گذر چکا ہے اور اب صرف ریزش باقی ہے جس طرح کسی ظرف کا پانی پھینکدینے کے بعد آخر مین کچھ دیر تک تقاطر کا سلسلہ قائم رہتا ہے، ہان! تم یقیناً اس دنیا سے ایک ایسی جگہ منتقل ہونے والے ہو جس کو کبھی زوال نہین تو پھر کیون نہین بہتر سے بہتر تحائف اپنے ساتھ لے جاتے ہو؟ مجھ سے بیان کیا گیا ہے کہ اگر پتھر کا کوئی ٹکڑا جہنم کے کنارہ سے لڑھکایا جائے تو ستر برس مین بھی وہ اسکی گہرائی کو طے نہین کر سکتا، لیکن خدا کی قسم تم اس کو بھر دوگے، کیا تم اس پر تعجب کرتے ہو؟ خدا کی قسم مجھ سے بیان کیا گیا ہے، کہ جنت کے دروازے اس قدر وسیع ہونگے کہ چالیس سال مین اسکی مسافت طے ہو سکتی ہے، لیکن ایک دن ایسا بھی آئے گا، جبکہ ان پر سخت اژدحام ہوگا، مین جب ایمان لایا تو رسول اللہ صلعم کے ساتھ صرف چھ آدمی تھے، عسرت و ناداری کی یہ حالت تھی کہ درخت کے پتون پر گذارہ تھا، جس سے آنتون مین زخم پڑ جاتے تھے، مجھے ایک دفعہ ایک چادر پڑی مل گئی جس کو چاک کر کے مین نے اور سعد نے تہ بند بنایا لیکن ایک دن وہ بھی آیا جب ہم مین سے ہر ایک کسی نہ کسی شہر کا امیر ہے، مین خدا سے پناہ مانگتا ہون کہ خدا کے نزدیک حقیر ہونے کے باوجود اپنے آپ کو بڑا سمجھون، نبوت

[1] اسد الغابہ ج ۳ صفحہ ۳۶۵ ،

ختم ہوچکی ہے، انجام کار بادشاہت قائم ہوگی اور تم عنقریب ہمارے بعد امیرون کو آزماؤ گے[1]

حلیہ | یہ تھا قد طویل مجموعی حیثیت سے حسین و خوبرو تھے

حضرت عامر بن فہیرہؓ

نام، نسب | عامر نام، ابو عمرو کینت، والد کا نام فہیرہ تھا، یہ طفیل بن عبداللہ کے غلام تھے جو حضرت عائشہؓ کے اخیافی بھائی اور قبیلۂ ازد کے ایک ممبر تھے[2]

اسلام | حضرت عامرؓ نے ابتدا ہی مین دعوت توحید کو آویزۂ گوش ہوش بنایا تھا، آنحضرت صلعم اس وقت تک ارقم بن ابی الارقمؓ کے مکان مین پناہ گزین نہین ہوئے تھے، غلامانہ بیکسی کے ساتھ اس حق پسندی نے قدرۃً ان کو سخت سے سخت مصائب مین مبتلا کیا، طرح طرح کی اذیتین پہنچائی گئین، لیکن آخر وقت تک استقامت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹا، یہانتک کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے دست کرم نے قید غلامی سے نجات دلائی[2]

ہجرت | ہجرت کے موقع پر جب آنحضرت صلعم اور حضرت ابو بکر صدیقؓ غار ثور مین پوشیدہ ہوئے تو حضرت عامر بن فہیرہؓ کے متعلق یہ خدمت تھی کہ وہ دن بھر مکہ کی چراگاہ مین حضرت ابو بکرؓ کی بکریان چراتے، شام کو غار کے پاس لے آتے، یہان ان کا دودھ دوہ کر استعمال کیا جاتا، صبح کے وقت حضرت عبداللہ بن ابی بکرؓ (جو عموماً شب کے وقت حاضر ہو کر مکہ کی سرگذشت سنایا کرتے تھے) واپس جاتے تو بکریون کو ان کے نشان قدم پر لے چلتے کہ مشرکین کو کچھ شبہہ نہ ہو[3] غرض جب یہ قافلہ غار ثور سے آگے بڑھا تو حضرت ابو بکرؓ نے ان کو اپنے

---

[1] مسند ابن حنبل ج ۴ صفحہ ۱۷۰ [2] طبقات ابن سعد قسم اوّل جز ثالث ص۱۶۹ [3] کتاب المغازی باب غزوۃ الرجیع الخ [4] اسد الغابہ ج ۳ ص۱۹۰ [5] بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الرجیع،

پیچھے بٹھالیا، مدینہ پہنچکر وہ حضرت سعد بن خثیمہؓ کے مہمان ہوئے، اور حضرت حارث بن اوسؓ ان کے اسلامی بھائی بنائے گئے[۱]

ابتداءً مدینہ کی آب و ہوا جن لوگون کو راس نہ آئی ان مین سے ایک حضرت عامر بن فہیرہؓ بھی تھے، یہ اسقدر سخت بیمار ہوئے کہ زندگی سے یاس ہوگئی، شدت بحران کے وقت یہ اشعار ورد زبان ہوتے تھے[۲]

انی وجدت الموت قبل ذوقہ	ان الجبان حتفہ من فوقہ
مین نے موت سے پہلے اس کا مزہ چکھ لیا	بیشک بزدل کی موت اوپر ہی سے ہے
کل امرء مجاھد بطوقہ	کالثور یحمی انفہ بروقہ
ہر شخص اپنی طاقت سے کوشش کرتا ہے،	جس طرح بیل اپنی ناک کو سینگ سے محفوظ رکھتا ہے،

آنحضرت صلعم کو جب مہاجرین کرامؓ کی علالت کی خبر ملی تو آپ نے دعا فرمائی "اے خدا تو مدینہ کو مکہ کی طرح یا اُس سے بھی زیادہ ہمارے لیے پسندیدہ بنا اور اس کو بیماریون سے پاک کر" دعا مقبول ہوئی اور حضرت عامر بن فہیرہؓ بستر علالت سے اٹھ کھڑے ہوئے[۳]

غزوات | غزوۂ بدر و احد مین شریک تھے، سنہ ۴ھ مین رسول اللہ صلعم نے ستر قاریون کی ایک جماعت کو مشرکین بیر معونہ کی تبلیغ و تلقین پر مامور فرمایا، حضرت عامر بن فہیرہؓ بھی اسمین شامل تھے، قبائل رعل و ذکوان وغیرہ نے غداری کے ساتھ اس تمام جماعت کو شہید کر دیا، صرف حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ زندہ گرفتار ہوئے، عامر بن طفیل نے ان سے ایک لاش کی طرف اشارہ کرکے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ بولے "عامر بن فہیرہؓ" اس نے کہا کہ مین نے ان کو مقتول ہونے کے بعد دیکھا کہ آسمان کی طرف اٹھا لیے گئے یہان تک کہ آسمان زمین

---

[۱] طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث ص۱۶۲ [۲] اصابہ تذکرہ عامر بن فہیرہ [۳] بخاری باب ہجرۃ النبی واصحابہ الی المدینہ،

کے درمیان بالکل معلق نظر آئے پھر زمین پر رکھدیئے گئے[1]

تعجب انگیز شہادت | حضرت عامر بن فہیرہؓ کے سینہ سے جس وقت جبار بن سلمی کا نیزہ پار ہوا تو بیساختہ ان کی زبان سے نکلا "خدا کی قسم مین کامیاب ہوگیا" لاش تڑپ کر آسمان کی طرف بلند ہوئی، ملائکہ نے تجہیز و تکفین کی، اور روح اقدس کے لیے اعلیٰ علیین کے دروازے کھول دیئے گئے،

جبار بن سلمی کو اس کرشمۂ قدرت نے سخت متعجب کیا اور وہ متاثر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے[2]،

اخلاق | حضرت عامر بن فہیرہؓ صورت ظاہری کے لحاظ سے گو سیاہ فام حبشی تھے، ذاتی وجاہت کا یہ حال تھا کہ ۴۰ سالہ زندگی کا بڑا حصہ ستم پیشہ آقاؤن کی غلامی مین بسر ہوا، لیکن فطری جوہر اخلاق ان ظاہر فریب آرائشون کا محتاج نہین، وہ حلۂ شہی و خرقۂ گدائی مین یکسان اپنی چمک دکھاتا ہے، انھون نے گوناگون مصائب و مظالم کے مقابلہ مین جسطرح استقلال و استقامت کا اظہار فرمایا وہ یقیناً ان کے دستارِ فضل کا ایک نہایت خوشنما طرہ ہے، رازداری کا یہ حال ہے کہ خود رسولِ خدا صلعم نے نازک سے نازک موقع پر ان کو اپنا معتمد علیہ بنایا، شوقِ شہادت نے ان کو دنیا سے بے نیاز کر دیا تھا، چنانچہ غزوۂ بیر معونہ مین جب برچھی جگر سے پار ہو گئی تو یہ کلمہ زبان پر تھا، فزت واللہ یعنی خدا کی قسم مین کامیاب ہوگیا[3]،

حضرت ابو سلمہؓ بن عبد الاسد

نام، نسب | عبد اللہ نام، ابو سلمہ کنیت، والد کا نام عبد الاسد اور والدہ کا نام برہ بنت عبد المطلب تھا، پورا سلسلۂ نسب یہ ہے:۔ عبد اللہ بن عبد الاسد بن ہلال بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم القرشی المخزومی[4]،

[1] بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الرجیع [2] طبقات ابن سعد حصہ مغازی ص ۳۷ [3] ایضاً [4] اسد الغابہ ج ۵ ص ۲۱۸ ،

ان کی والدہ حضرت برّہ آنحضرت صلعم کی پھوپھی تھین اس لحاظ سے وہ آپ کے پھوپھی زاد بھائی نیز بروایتِ صحیحین رضاعی بھائی تھے،

اسلام | آنحضرت صلعم کے ارقم بن ابی ارقمؓ کے مکان مین پناہ گزین ہونے سے پہلے حلقۂ مومنین مین داخل ہوئے، ان کی بیوی حضرت ام سلمہؓ نے بھی ان کا ساتھ دیا، حضرت ابو سلمہؓ، حضرت عبیدہ بن حارثؓ، حضرت ارقم بن ابی الارقمؓ اور حضرت عثمان بن مظعونؓ ایک ساتھ ایمان لائے تھے[1]

ہجرت | حضرت ابو سلمہؓ سرزمینِ حبش کی دونون ہجرتون مین شریک تھے ان کی بیوی حضرت ام سلمہ بھی رفیقِ سفر تھین، پھر حبش سے واپس آکر عازمِ مدینہ ہوئے، بخاری کی ایک روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ سب سے پہلے مہاجر تھے جو وارِدِ یثرب ہوئے، لیکن دوسری روایت مین اولیت کا سہرا حضرت مصعب بن عمیرؓ کے سر باندھا گیا ہے، علامہ ابن حجر ان دونون مین تطبیق دیتے ہوئے فرماتے ہین "(حضرت) ابو سلمہؓ جب حبش سے مکہ واپس آئے تو مشرکین نے پھر ان کو ہدفِ اذیت بنایا، اس بناپر ان کا مدینہ آنا مشرکین کے خوف سے تھا، مستقل ہجرت کا ارادہ نہ تھا، برخلاف اس کے (حضرت) مصعب بن عمیرؓ اوس وقت پہنچے جب کہ مستقل ہجرت کا حکم ہوچکا تھا، اس لیے ان دونون روایتون مین باہم تخالف نہین ہے"[2] بہر حال حضرت ابو سلمہؓ سب سے پہلے مدینہ پہنچے، یہ محرم کی دسوین تاریخ تھی، خاندان عمرو بن عوف نے انکو کامل دو ماہ یعنی آنحضرت صلعم کی تشریف آوری تک اپنا مہمان رکھا،[3]

مواخات | آنحضرت صلعم نے حضرت سعد بن خثیمہ انصاریؓ سے مواخات کرادی اور مستقل سکونت کے لیے ایک قطعہ زمین مرحمت فرمایا،[4]

غزوات | غزوۂ بدر و اُحد مین سرگرم پیکار تھے، معرکۂ اُحد مین ابو اسامہ جُشمی کے ایک تیر سے انکا

[1] اسد الغابہ ج ۵ ص ۲۱۸ [2] فتح الباری ج ۷ ص ۲۰۳ [3] طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث ص ۱۷۱ [4] ایضاً،

بازو زخمی کردیا جو کامل ایک ماہ تک زیر علاج رہنے کے بعد بظاہر مندمل ہوگیا، لیکن غیر محسوس طریقہ پر اندر ہی اندر زہر پھیلاتا رہا[1]، اسی اثنا مین وہ سریہ قطن پر مامور ہوئے جس کی تفصیل یہ ہے،

سریہ قطن — فید کے اطراف مین قطن ایک پہاڑ کا نام ہے جسکا دامن بنو اسد بن خزیمہ کا مسکن تھا، آنحضرت صلعم کو خبر ملی کہ طلیحہ اور اسد بن خویلد یہان اپنی قوم اور دوسرے زیر اثر قبائل کو جنگ کے لیے ابھار رہے ہین، اس بنا پر اوائل محرم ۴ھ مین حضرت ابو سلمہؓ کے زیر سیادت تقریباً ڈیڑھ سو مجاہدین کی ایک جماعت جسمین مہاجرین وانصار دونون شریک تھے قبل از وقت اس فتنہ انگیز تحریک کو دبانے پر مامور ہوئی، آنحضرت صلعم نے حضرت ابو سلمہؓ کو علم دے کر فرمایا" روانہ ہوجاؤ یہانتک کہ بنو اسد کی سرزمین مین پہنچکر ان کی جمعیت کے فراہم ہونے سے پہلے ان کا شیرازہ منتشر کردو"

حضرت ابو سلمہؓ غیر معروف راستہ سے یلغار کرتے ہوئے یکایک بنو اسد پر جا پڑے، وہ اس ناگہانی حملہ سے بدحواس ہوکر بھاگ کھڑے ہوئے تو انھون نے اپنی جماعت کو تین دستون پر منقسم کرکے ان کے تعاقب پر مامور فرمایا چنانچہ وہ دشمن کو دور تک بھگا کر نہایت کثرت کے ساتھ اونٹ اور بھیڑ بکریان جھین لائے جنکو حضرت ابو سلمہؓ نے مدینہ پہنچکر بطور مال غنیمت دربار نبوت مین پیش کیا[2]،

وفات — حضرت ابو سلمہؓ اس مہم سے واپس آئے تو زخم پھر عود کر آیا اور ایک عرصہ تک بیمار رہ کر ۸ جمادی الآخر ۴ھ مین واصل بحق ہوئے، اتفاق سے آنحضرت صلعم عین حالت نزع مین عیادت کے لیے تشریف لائے تھے، روح دیدار جمال کی منتظر تھی، ادھر آپ تشریف لائے اور ادھر روح نے جسم کا ساتھ چھوڑا، آپ نے دست مبارک سے ان کی دونون آنکھین بند کرکے فرمایا" انسان کی روح جس وقت اٹھائی جاتی ہے تو اس کی آنکھین اس کے دیکھنے کے لیے کھلی رہجاتی ہین"[3]

[1] طبقات ابن سعد قسم اول جز ثالث ص۱۷۱ [2] طبقات ابن سعد حصہ مغازی سریۂ ابو سلمہ [3] طبقات ابن سعد قسم اول جز ثالث ص۱۷۲،

ایک طرف پردہ کے پیچھے گھر کی عورتین مصروفِ ماتم تھین، آنحضرت صلعم نے ان کو اس سے روک کر فرمایا کہ یہ دعاے خیر کا وقت ہے کیونکہ ملائکۂ آسمانی جو میت کے پاس موجود ہوتے ہین وہ دعا گویون کی دعا پر آمین کہتے ہین، پھر خود اس طرح دست بدعا ہوئے "خدایا! اس کی قبر کو کشادہ و روشن کر، اس کو پر نور بنا، اس کے گناہون کو بخشدے اور ہدایت یاب جماعت مین اس کا درجہ بلند فرما۔"[1]

تجہیز و تکفین حضرت ابو سلمہؓ نے مدینہ کے قریب مقام عالیہ مین وفات پائی کیونکہ وہ قبا سے منتقل ہوئے تو یہین آکر سکونت پذیر ہوئے تھے، بنی امیہ بن زید کے کنوئین یسیرہ[2] کے پانی نے غسل دیا اور مدینہ کی خاک پاک نے اپنے دامن مین چھپا لیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون،

فضائل و محاسن حضرت ابو سلمہؓ کا پایۂ فضل و کمال نہایت بلند ہے، وہ بیمار ہوئے تو آنحضرت صلعم اکثر ان کی عیادت فرمایا کرتے تھے،[3]

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہین کہ ایک روز ابو سلمہ دربارِ نبوت سے خوش خوش گھر واپس آئے، اور کہنے لگے کہ آج مجھے رسولِ خدا صلعم کے ایک ارشاد نے بیحد محظوظ کیا، آپ نے فرمایا ہے کہ جو مصیبت زدہ مسلمان اپنی مصیبت مین خدا کی طرف رجوع کرکے کہتا ہے "اے خدا! اس مصیبت مین میری مدد کر اور بہتر نعم البدل عطا فرما" تو خدا اسکی دعا قبول فرماتا ہے، چنانچہ ابو سلمہ کی وفات نے جب مجھے صدمہ پہنچایا تو مین نے خدا کی طرف رجوع کرکے کہا "اے خدا! میری مدد کر اور تلافی بالخیر فرما" لیکن پھر یہ خیال گذرا کہ میرے لیے ابو سلمہ کا نعم البدل کون ہو سکتا ہے؟ عدت گذرنے کے بعد جب خود رسول اللہ صلعم نے نکاح کا پیام بھیجا تو مجھے معلوم ہوگیا کہ خدا نے تلافی بالخیر کی صورت پیدا کردی،[4]

---

[1] طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث صفحہ ۱۷۲ [2] ایام جاہلیت مین یہ کنوان بیر عبیر کے نام سے مشہور تھا، آنحضرت صلعم نے اسکو بدل کر بیر یسیرہ نام رکھا تھا (ایضاً صفحہ ۱۷۲) [3] ایضاً صفحہ ۱۷۱ [4] اصابہ تذکرۂ ابو سلمہ [5] مسند احمد بن حنبل ج ۴ صفحہ ۲۷

اولاد | حضرت ابوسلمہؓ نے دولڑکے سلمہ وعمر اور دو لڑکیاں زینب اور دُرہ یادگار چھوڑین انکی تمام اولاد حضرت ام سلمہؓ ہند بنت ابی امیہ سے ہوئی تھی جو ان کے بعد امہات المومنین ؓ مین داخل کی گئین،[1]

حضرت عبداللہ بن حجشؓ

نام نسب | عبداللہ نام، ابو محمد کنیت، والد کا نام حجش اور والدہ کا نام امیمہ تھا، پورا سلسلۂ نسب یہ ہے عبداللہ بن حجش بن رباب بن یعمر بن صبرہ بن مرہ بن کثیر بن غنم بن دودان بن اسد بن خزیمہ اسدی،

حضرت عبداللہؓ کی والدہ امیمہ عبدالمطلب کی صاحبزادی اور آنحضرت صلعم کی پھوپھی تھین، ایام جاہلیت مین وہ حرب بن امیہ کے حلیف تھے، بعضون نے قبیلۂ بنی عبد شمس کو ان کا حلیف لکھا ہے، لیکن ان دونون روایتون مین باہم کوئی تضاد نہین ہے، کیونکہ حرب بن امیہ اسی قبیلہ کا ایک ممبر تھا،[2]

اسلام | حضرت عبداللہ بن حجشؓ نے ابتدا ہی مین داعیِ اسلامؑ کو لبیک کہا تھا اس وقت تک آنحضرت صلعم ارقم بن ابی ارقمؓ کے مکان مین پناہ گزین نہین ہوئے تھے،[3]

ہجرت | مشرکین قریش کے دستِ ظلم سے یہ خاندان بھی محفوظ نہ تھا انھون نے دو دفعہ سرزمینِ حبش کی طرف ہجرت فرمائی، آخری سفر مین تمام خاندان یعنی دو بھائی ابو احمد، عبیداللہ اور تین بہنین زینب، ام حبیبہ، حمنہ بنت حجش نیز عبیداللہ کی بیوی ام حبیبہ بنت ابی سفیان ساتھ تھین،

[1] طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث صہ ۱۷۱ [2] اسد الغابہ ج ۳ صہ ۱۳۱،

[3] طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث صہ ۶۲

عبید اللہ نے حبش مین نصرانیت اختیار کر لی اور وہین پیوند خاک ہوا، حضرت عبد اللہ بن جحش رض اپنے بقیہ خاندان کو پھر مکہ واپس لائے، اور یہان سے اپنے قبیلہ یعنی بنی غنم بن دودان کے تمام ممبرون کو جو سب کے سب دائرۂ اسلام مین داخل ہو گئے تھے ساتھ لے کر مدینہ پہنچے، انھون نے اپنے رشتہ دارون سے اس طرح مکہ کو خالی کر دیا تھا کہ محلہ کا محلہ بے رونق ہو گیا، اور بہت سے مکانات مقفل ہو گئے[1]،

مدینہ مین حضرت عاصم بن ثابت بن ابی الافلح انصاری رض نے ان کے تمام قبیلہ کو اپنا مہمان بنایا، آنحضرت صلعم نے ان دونون مین باہم بھائی چارہ کرا دیا تھا[2]،

غزوات | ماہ رجب ۲ھ مین رسول اللہ صلعم نے ان کو ایک جمعیت کی امارت سپرد کی اور سربمہر فرمان دے کر حکم دیا کہ دو روز سفر کرنے کے بعد کھول کر پڑھین اور اس کی ہدایتون کو اپنا طرز عمل بنائین، حضرت عبد اللہ رض نے حسب ارشاد دو منزلون کے بعد کھول کر پڑھا، اس مین حکم دیا گیا تھا کہ مکہ اور طائف کے درمیان جو نخلستان ہے وہان پہنچکر قریش کی نقل و حرکت اور دوسرے ضروری حالات کا پتہ چلائین، انھون نے نہایت ادب کے ساتھ اس حکم پر سمعاً وطاعةً کہا اور اپنے ساتھیون سے مخاطب ہو کر بولے، صاحبو مین رسول اللہ صلعم کے اس فرمان کو پورا کر کے رہونگا، تم لوگون مین سے جو شہادت کا آرزومند ہو ساتھ چلے اور جو اس کو ناپسند کرتا ہو وہ لوٹ جائے مین کسی کو مجبور نہین کرتا، اس تقریر پر سب نے جوش کیساتھ رفاقت وجانثاری کی ہامی بھری اور نخلستان پہنچکر قریش کے تجسس مین مصروف ہوئے، اتفاقاً اس طرف سے ایک تجارتی قافلہ گذرا، گو ماہ رجب مین مراسم جاہلیت کے مطابق قتل و خونریزی ناجائز تھی تاہم مسلمانون نے اس پر حملہ آور ہونے کی رائے قائم کر لی، اور یکایک ٹوٹ پڑے

[1] طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث صفحہ ۶۲ و ۶۳، [2] ایضاً صفحہ ۶۲،

عمرو بن حضرمی جو اس قافلہ کا سرگروہ تھا مارا گیا، عثمان بن عبداللہ اور حکیم بن کیسان گرفتار ہوئے بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا حضرت عبداللہ بن جحش رضؓ نے اس مین سے ایک خمس نکال کر باقی بہ حصہ مساوی تمام شرکاے جنگ مین تقسیم فرمایا، اس وقت تک تقسیم غنیمت کے متعلق کوئی قانون وضع نہین ہوا تھا، لیکن حضرت عبداللہؓ کا اجتہاد صحیح ثابت ہوا، اور قرآن مین اسی کے مطابق خمس کی آیت نازل ہوئی،

حضرت عبداللہ بن جحشؓ مال غنیمت کا خمس لیکر دربار نبوت مین حاضر ہوئے تو آپ نے اس کے لینے مین پس و پیش کیا اور فرمایا کہ مین نے تم کو ماہ حرام مین خونریزی کا حکم نہین دیا تھا، مسلمانون نے بھی اس جسارت پر ملامت کی، قریش نے اس واقعہ کو زیادہ شہرت دی اور کہنے لگے کہ محمدؐ اور ان کے اصحاب نے ماہ محرم کو حلال کر لیا، اور قتل و خونریزی کر کے اس کی بے حرمتی کی لیکن وحی الٰہی نے ان کو اور ان کے ساتھیون کو ان جگر دوز طعنون سے بری کر دیا[1]

یسئلونك عن الشهر الحرام قتال فيه	لوگ تم سے ماہ حرام کی نسبت پوچھتے ہین کہ اس مین لڑنا (جائز)
قل قتال فيه كبير وصد عن سبيل الله	ہے، کہدو کہ اس مین لڑنا بڑا گناہ ہے اور خدا کی راہ سے
وكفر به والمسجد الحرام واخراج	روکنا اور اس کا نہ ماننا اور مسجد حرام سے (باز رکھنا) اور
اهله منه اكبر عند الله والفتنة	اس کے اہل کو اس سے نکالنا خدا کے نزدیک اس سے
اكبر من القتل، (بقرہ ع ۲۷)	(بھی) بڑھ کر ہے اور فساد کشت و خون سے زیادہ برا ہے

حضرت عبداللہ بن جحشؓ غزوۂ بدر و احد مین شریک تھے، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہین کہ جنگ احد کے ایک روز پہلے مین نے اور عبداللہ نے ایک ساتھ دعا مانگی تھی، میرے الفاظ یہ تھے، "اے خدا! کل جو دشمن میرے مقابلہ مین آئے، وہ نہایت بہادر اور غضبناک ہو تاکہ

[1] سیرۃ ابن ہشام ج ۱ ص ۳۴۲ تا ۳۴۵

مین تیری راہ مین اس کو قتل کرون"، عبداللہ نے آمین کہا پھر دست بدعا ہوئے "خدایا! مجھے ایسا مقابل عطا کر جو نہایت شجاع اور سریع الغضب ہو، مین تیری راہ مین اوس سے معرکہ آرا ہون یہان تک کہ وہ مجھے قتل کرکے ناک کان کاٹ ڈالے، جب مین تجھ سے ملون گا اور تو فرمائیگا اے عبداللہ! تیرے کان، ناک کیون کاٹے گئے؟ تو عرض کرونگا تیرے لئے اور تیرے رسول کے لیے" ان کو اپنی یہ تمنا اس قدر متوقع الحصول نظر آتی تھی کہ قسم کھا کھا کر کہتے تھے "خدایا! مین تیری قسم کھاتا ہون کہ مین دشمن سے لڑونگا، یہان تک کہ وہ مجھے قتل کرکے میرا مثلہ کرلیگا"[1]

شہادت | غرض ۷، شوال ۳ھ سنیچر کے روز معرکۂ کارزار گرم ہوا حضرت عبداللہ بن جحش رضہ اس جوش سے لڑے کہ تلوار ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی، آنحضرت صلعم نے ان کو کھجور کی چھڑی مرحمت فرمائی جس نے ان کے ہاتھ مین تلوار کا کام دیا، دیر تک لڑتے رہے[2] بالآخر اسی حالت مین ابوالحکم بن اخنس ثقفی کے وار نے شہادت کی تمنا پوری کر دی، مشرکین نے مثلہ کیا اور ان کے ناک، کان کاٹ کر دھاگے مین پرو دئے، حضرت سعد رضہ نے دیکھا تو بولے "خدا کی قسم عبداللہ کی دعا میری دعا سے بہتر تھی"[3]

چالیس برس سے کچھ زیادہ عمر پائی، اپنے ماموں سید الشہداء حضرت امیر حمزہ رضہ کے ساتھ ایک ہی قبر مین مدفون ہوئے[4]، انا للہ وانا الیہ راجعون؛

اخلاق | گذشتہ واقعات سے ان کے مذہبی جوش و وارفتگی کا اندازہ ہوا ہوگا، جفاکشی اونکی فطرت مین داخل تھی، چنانچہ نخلستان کی مہم پر مامور کئے گئے تو آنحضرت صلعم نے ان کے ساتھیون سے فرمایا تھا، "گو عبداللہ بن جحش تم لوگون مین سب سے بہتر نہین ہے تاہم بھوک پیاس کی سختیون کو زیادہ برداشت کرسکتا ہے"[5]، خدا اور رسول کی محبت نے ان کو تمام دنیا سے بے نیاز کر دیا تھا

---

[1] اسد الغابہ ج ۳ صفحہ ۱۳۱ [2] ایضاً صفحہ ۱۳۱ [3] ایضاً صفحہ ۱۳۲ [4] اصابہ تذکرہ عبداللہ بن جحش ۔

انھین اگر کوئی تمنا تھی تو صرف یہ کہ جان عزیز کسی طرح راہِ خدا مین نثار ہو جائے، چنانچہ یہ آرزو پوری ہوئی اور المجدع فی اللہ یعنی گوش بریدۂ راہِ خدا ان کے نام کا فصل امتیازی ہو گیا[۱]

حلیہ حلیہ یہ تھا قد میانہ، سر کے بال نہایت گھنے[۲]

اولاد حضرت عبداللہؓ کے ازواج و اولاد کی تفصیل معلوم نہین، غالباً ایک لڑکا تھا آنحضرت صلعم اس کے ولی تھے اور آپ نے اس کے لیے خیبر مین جائداد بھی خرید فرمائی تھی[۳]

حضرت عکاشہ بن محصن رضؓ

نام نسب عکاشہ نام، ابو محصن کنیت، محصن بن حرثان کے نورِ نظر تھے، پورا سلسلۂ نسب یہ ہے، عکاشہ بن محصن بن حرثان بن قیس بن مرہ بن کبیر بن غنم بن دودان بن اسد بن خزیمۃ الاسدی ایامِ جاہلیت مین بنی عبد شمس کے حلیف تھے[۴]

اسلام و ہجرت مکہ مین قبل ہجرت بادۂ ایمان سے مخمور ہوئے، ساقیِ اسلامؐ نے جب یثرب کا رخ کیا تو یہ بھی قدح خوارانِ توحید کے ساتھ مدینہ پہنچے[۵]

غزوات غزوۂ بدر مین غیر معمولی جانبازی و شجاعت کے ساتھ سرگرم کارزار تھے، ان کی تیغ دودم ریزے ریزے ہو کر اڑ گئی تو آنحضرت صلعم نے ان کو کھجور کی ایک چھڑی مرحمت فرمائی، جس نے خنجر خارا شگاف بنکر دشمن کا صفایا کر دیا، وہ آخر وقت تک اس سے لڑتے رہے، یہانتک کہ حق نے فتح پائی اور باطل مغلوب ہوا[۶]

اس معرکہ کے علاوہ احد، خندق اور تمام دوسری مشہور جنگون مین جوش و پامردی کیسا[تھ]

---

[۱] اسد الغابہ ج ۳ صفحہ ۱۳۲ [۲] طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث صفحہ ۶۵ [۳] ایضاً، [۴] اسد الغابہ ج ۴ صفحہ ۲،
[۵] ایضاً صفحہ ۳ [۶] استیعاب تذکرۂ عکاشہ،

برد آزما تھے، ماہ ربیع الاول ۶ھ ہجری میں چالیس آدمیوں کی ایک جمعیت کے ساتھ بنو اسد
کی سرکوبی پر مامور ہوئے جو مدینہ کی راہ میں چشمۂ غمر پر خیمہ افگن تھے، حضرت عکاشہؓ نہایت تیزی
کے ساتھ یلغار کرتے ہوئے موقع پر جا پہنچے لیکن وہ خائف ہو کر پہلے ہی بھاگ گئے تھے اسلیے
کوئی جنگ پیش نہ آئی، صرف دو سو اونٹ اور بھیڑ بکریاں گرفتار کرکے لے آئے[1]

شہادت | ۱۲ھ میں خلیفۂ اولؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو طلیحہ کی بیخ کنی پر مامور فرمایا جس نے
آنحضرت صلعم کے بعد علم نبوت بلند کیا تھا، حضرت عکاشہؓ اپنے رہوار رزام اور حضرت ثابت بن اقرمؓ
اپنے گھوڑے محبر پر سوار ہو کر اس فوج کے آگے آگے طلیعہ کی خدمت انجام دے رہے تھے،
اتفاقاً راہ میں غنیم کے سواروں سے مڈبھیڑ ہو گئی جسمیں خود طلیحہ اور اس کا بھائی سلمہ بن خویلد شامل
تھا، طلیحہ نے حضرت عکاشہؓ پر حملہ کیا اور سلمہ حضرت ثابت بن اقرمؓ پر جا پڑا، وہ شہید ہوئے تو طلیحہ
نے پکار کر کہا "سلمہ! جلدی میری مدد کو آؤ، یہ مجھے قتل کئے ڈالتا ہے" وہ فارغ ہو چکا تھا اسلیے
یکایک ٹوٹ پڑا اور دونوں نے اس شیر کو نرغہ میں لے کر شہید کر دیا[2]

تجہیز و تکفین | اسلامی فوج ظفر موج جب ان دونوں شہیدانِ ملت کے قریب پہنچی تو ایسے
جواہر پاروں کے فقدان کا سب کو نہایت شدید قلق ہوا، حضرت عکاشہؓ کے جسم پر نہایت
خوفناک زخم تھے اور تمام بدن چھلنی ہو گیا تھا، حضرت خالد بن ولیدؓ امیر عسکر گھوڑے سے اتر پڑے
اور تمام فوج کو روک کر اسی خون آلودہ پیرہن کے ساتھ زیر زمین نہاں کیا[3] انا للہ وانا الیہ راجعون

فضل و کمال | فضل و منقبت کے لحاظ سے اکابر و سادات صحابہؓ میں شمار تھا، صاحب اسد الغابہ لکھتے
ہیں، کان من سادات الصحابۃ وفضلائھم[4] ایک مرتبہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ ستر ہزار
آدمی بغیر حساب کتاب بخشدیئے جائیں گے، انھوں نے معصومانہ سادگی کے ساتھ عرض کی یا رسول اللہ!

---

[1] طبقات ابن سعد حصۂ مغازی صفحہ ۶۱ [2] ایضاً صفحہ ۶۵ [3] ایضاً [4] اسد الغابہ ج ۴ ص ۳

مین" فرمایا" تم بھی انھین مین ہو"! اس پر ایک دوسرے شخص نے اپنی نسبت پوچھا تو ارشاد ہوا "عکاشہ تیر سبقت لے گیا"! اس واقعہ کے بعد سے یہ جملہ ضرب المثل ہوگیا، اور جب کوئی کسی پر سبقت لے جاتا تو کہتے "فلان عکاشہ کی طرح سبقت لے گیا"[۵]

حضرت ابو حذیفہ رضہ

نام نسب | ہشیم نام، ابو حذیفہ کنیت، والد کا نام عتبہ اور والدہ کا نام ام صفوان تھا، پورا سلسلۂ نسب یہ ہے، ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی القرشی[۲]

اسلام | حضرت ابو حذیفہ رضہ کے والد عتبہ ان ذی اثر رؤسائے قریش مین تھے جنھون نے اسلام کی مخالفت مین اپنی پوری طاقت صرف کردی تھی لیکن ارادۂ خداوندی مین کون مانع ہوسکتا ہے؟ خود عتبہ کے لخت جگر حضرت ابو حذیفہ رضہ نے اس وقت داعی اسلام کو لبیک کہا جبکہ بظاہر اس دعوت کے کامیاب ہونے کی کوئی صورت نہ تھی اور فرزندان توحید کی ایک نہایت مختصر جماعت کس مپرسی کے ساتھ اسیر پنجۂ ظلم وجفا تھی، آنحضرت صلعم اس وقت تک ارقم بن ابی الارقم رضہ کے مکان مین پناہ گزین نہین ہوئے تھے[۳]

ہجرت | حضرت ابو حذیفہ رضہ سرزمین حبش کی دونون ہجرتون مین شریک تھے ان کی بیوی حضرت سہلہ بنت سہیل رضہ بھی رفیق سفر تھین، چنانچہ محمد بن ابی حذیفہ رضہ حبش ہی مین پیدا ہوئے تھے[۴]

حبش سے مکہ واپس تو آئے یہان ہجرت مدینہ کی تیاریان ہو رہی تھین، اس بنا پر اپنے غلام حضرت سالم رضہ کو ساتھ لے کر مدینہ پہنچے اور حضرت عباد بن بشر رضہ کے مہمان ہوئے[۵]، آنحضرت صلعم نے

[۱] بخاری [۲] اسد الغابہ ج ۵ صفحہ ۱۷۰ [۳] طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث صفحہ ۵۹ [۴] اسد الغابہ ج ۵ صفحہ ۱۷۱ [۵] طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث صفحہ ۵۹،

ان دونون مین باہم مواخات کرادی[1]

غزوات | عہد نبوی کے تمام اہم مشہور معرکون مین جوش و پامردی کے ساتھ سرگرم کارزار تھے[2] خصوصاً

غزوۂ بدر مین کیا عبرت انگیز منظر تھا جب کہ ایک طرف سے ان کے والد اور دوسری طرف سے

یہ جوہر شجاعت دکھا رہے تھے، حقانیت کے جوش نے خویش و بیگانہ کی تمیز اٹھا دی تھی، انھون

نے اپنے والد کو مقابلہ کے لیے للکارا، اس پر ان کی بہن ہند بنت عتبہ نے اشعار ذیل مین ملامت کی[3]

الاحول الاثعل المشئوم طائرہ | ابی حذیفۃ شر الناس فی الدین

احول بڑے دانت والا جس کا طائر بخت شوم ہے | یعنی ابو حذیفہ جو مذہب مین نہایت برا ہے،

اما شکرت ابا رباک من صغر | حتی شببت شبابا غیر محجوب

کیا تو اپنے باپ کا شکور نہیں ہے جس نے بچپن سے تیری پرورش | کی یہان تک کہ تو نے بے داغ جوانی پائی

معرکۂ بدر مین عتبہ بن ربیعہ اور اکثر رؤسائے قریش تہ تیغ ہوئے اور ایک غار مین ڈالدیئے

گئے تھے، آنحضرت صلعم نے فرداً فرداً نام لے کر فرمایا "اے عتبہ! اے شیبہ! اے امیہ بن خلف!

اے ابوجہل!! کیا تم نے وعدۂ الٰہی کو حق پایا؟ مجھ سے تو جو کچھ وعدہ ہوا تھا وہ سچ ثابت ہوا[4]" ابن

اسحاق کی روایت ہے کہ اس وقت حضرت ابو حذیفہؓ کا چہرہ نہایت اوداس تھا، آپ نے غمگین دیکھ کر

پوچھا "ابو حذیفہ! شاید تم کو اپنے باپ کا کچھ افسوس ہے" عرض کی "خدا کی قسم نہیں! مجھے اس کے

مقتول ہونے کا صدمہ نہیں ہے لیکن میرا خیال تھا کہ وہ ایک ذی عقل، پختہ کار و صاحب رائے

شخص ہے اس بنا پر امید تھی کہ وہ دولت ایمان سے متمتع ہوگا، لیکن جبکہ حضور نے حالت کفر پر اس کے

مرنے کا یقین دلا دیا تو مجھے اپنے غلط توقع پر سخت افسوس ہوا[5]"

---

[1] استیعاب تذکرۂ ابو حذیفہ، [2] طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث صہ ۵۹

[3] بخاری ج ۲ صہ ۵۶۶ [4] سیرت ابن ہشام ج ۱ صہ ۳۶۹

شہادت | آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد عہد صدیقی میں مسیلمہ کذاب نے یمامہ میں علم نبوت بلند کیا، دار الخلافت سے جو فوج اس کی سرکوبی کے لیے روانہ ہوئی اس میں شریک ہوئے اور دادِ شجاعت دے کر ۵۴ برس کی عمر میں واصل بحق ہوئے۔[1] انا للہ وانا الیہ راجعون،

اخلاق | حضرت ابو حذیفہؓ اپنی اخلاقی بلندی کے لحاظ سے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم کی صف میں نہایت ممتاز نظر آتے ہیں، حق پسندی، جفاکشی و جوشِ ایمان کا اندازہ گذشتہ واقعات سے ہوا ہوگا، غلاموں کے ساتھ نہایت شفقت سے کے ساتھ پیش آتے تھے، حضرت سالمؓ ان کی بیوی حضرت ثبیتہ انصاریہؓ کے غلام تھے انھوں نے ان کو آزاد کردیا تو حضرت ابو حذیفہؓ نے اپنا متبنّٰی بنا لیا، چنانچہ وہ عموماً سالم بن ابی حذیفہ کے نام سے مشہور تھے۔[2]

حضرت ابو حذیفہؓ نہایت غیور تھے، قرآن پاک نے جب اس کی تصریح کردی کہ منہ بولا بیٹا محرم نہیں ہوتا تو ان کو حضرت سالمؓ کا زنانخانہ میں آنا جانا ناگوار گذرنے لگا، چنانچہ ان کی زوجہ محترمہ حضرت سہلہ بنت سہیلؓ نے دربارِ نبوت میں حاضر ہوکر عرض کی "یا رسول اللہ! سالم اپنے لڑکے کی طرح گھر میں آتا جاتا تھا، لیکن اب ابو حذیفہ کو ناگوار گذرتا ہے" ارشاد ہوا کہ اس کو دودھ پلادو تو تمہارا محرم ہوجائیگا۔[3] غرض اس طرح متبنّٰی ہونے کے ساتھ وہ رضاعی فرزند بھی ہوگئے،

حلیہ | یہ تھا قد بلند و بالا، چہرہ خوبصورت چشم احول، سامنے کی طرف ایک دانت زیادہ،

ازواج | حضرت ابو حذیفہؓ نے متعدد شادیاں کیں، بیویوں کے نام یہ ہیں، سہلہ بنت سہیل، آمنہ بنت عمرو، ثبیتہ بنت یعار انصاریہ،[4]

اولاد | محمد بن ابی حذیفہ حضرت سہلہؓ کے بطن سے حبش میں پیدا ہوئے، حضرت عثمانؓ کی مخالفت میں پیش پیش تھے، طرفدارانِ امیر معاویہؓ کے ہاتھ سے مصر میں مقتول ہوئے، عاصم بن ابی حذیفہؓ

[1] طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث ص۵۸ [2] طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث ص۶۰ [3] بخاری [4] طبقات ابن سعد ص۵۹

حضرت آمنہ بنت عمرو رضؓ سے پیدا ہوئے، چونکہ یہ دونون لاولد فوت ہوئے اس لیے حضرت ابوحذیفہؓ کا سلسلۂ نسل منقطع ہو گیا۔[1]

حضرت سالم مولی ابی حذیفہ رضؓ

نام ونسب سالم نام، ابوعبداللہ کنیت، والد کے نام مین اختلاف ہے، بعض عبید بن ربیعہ اور بعض معقل لکھتے ہین، یہ ایرانی الاصل ہین، اصطخر ان کا آبائی مسکن تھا، حضرت ثبیتہ بنت یعار انصاریہؓ کی غلامی مین مدینہ پہنچے، انھون نے آزاد کر دیا، تو حضرت ابو حذیفہؓ نے ان کو اپنا متبنی کر لیا، اس لحاظ سے ان مین انصار و مہاجر کی دونون حیثیتین مجتمع ہین۔[2]

وہ عموماً سالم بن ابی حذیفہ کے نام سے مشہور تھے، حضرت ابوحذیفہؓ بھی ان کو اپنے لڑکے کی طرح سمجھتے تھے اور اپنی بھتیجی فاطمہ بنت ولید سے بیاہ دیا تھا، لیکن جب قرآن مین یہ آیت نازل ہوئی "ادعوھم لآبائھم" یعنی لوگون کو اپنے نسبی آباء کے انتساب سے پکارا کرو، تو حضرت سالمؓ بھی ابن کے بجائے مولی ابی حذیفہ کے لقب سے مشہور ہوئے۔

حضرت سالمؓ جوان ہوئے، اور قرآن نے خود ساختہ ابوت و بنوت کے تعلق کو کالعدم کر دیا تو حضرت ابوحذیفہؓ کو ان کا زنانخانہ مین آنا جانا ناگوار ہونے لگا، چنانچہ ان کی بیوی حضرت سہلہ بنت سہیل رضؓ نے بارگاہِ نبوت مین حاضر ہو کر عرض کی "یا رسول اللہ! سالم کو ہم اپنا لڑکا سمجھتے تھے اور وہ ہمیشہ گھر مین آتا جاتا تھا، لیکن اب ابو حذیفہ کو ناگوار گذرتا ہے"، ارشاد ہوا کہ اس کو دودھ پلا دو تو وہ تمھارا محرم ہو جائے گا، غرض اس طرح وہ حضرت ابوحذیفہؓ کے رضاعی فرزند ہو گئے، لیکن ام المومنین حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہین کہ یہ سالم کے لیے مخصوص اجازت تھی، ورنہ جوانی کی حالت مین رضاعت

[1] طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث ص ۵۹ [2] اسد الغابہ ج ۲ ص ۲۴۵ [3] ابوداؤد کتاب النکاح باب فی من حرم به۔

ثابت نہین ہوتی[۱]

اسلام وہجرت حضرت سالمؓ غالباً مکہ مین حضرت ابو حذیفہؓ کے ساتھ مسکن گزین تھے، دعوتِ اسلام کا غلغلہ بلند ہوا تو انھون نے ابتداہی مین لبیک کہا، آنحضرت صلعم نے حضرت عبیدہ بن الجراحؓ سے مواخات کرادی[۲]،

ہجرت کے موقع مین حضرت ابو حذیفہؓ کے ہمراہ تھے، مدینہ پہنچکر حضرت عبّاد بن بشرؓ کے مہمان ہوئے اور حضرت معاذ بن ماعص انصاریؓ سے مواخات ہوئی[۳]،

غزوات غزوۂ بدر، احد، خندق، اور عہد نبوی کی تمام اہم جنگون مین معرکہ آرا تھے، عہد صدیقی مین یمامہ کی مہم پر بھیجے گئے، مہاجرین کا علم ان کے ہاتھ مین تھا، ایک شخص نے اس پر نکتہ چینی کی اور کہا ہمکو تمھاری طرف سے اندیشہ ہے اس لیے ہم کسی دوسرے کو علمبردار بنائین گے، بولے، اگر مین بزدلی دکھاؤن تو مین سب سے زیادہ بدبخت حاملِ قرآن ہون" یہ کہکر نہایت جوش کے ساتھ حملہ آور ہوئے اور درحقیقت انھون نے اپنے کو بہترین حاملِ قرآن ثابت کیا، اثنائے جنگ مین داہنا ہاتھ قلم ہوا تو بائین ہاتھ نے قائم مقامی کی، وہ بھی شہید ہوا تو دونون بازوؤن نے حلقہ مین لیکر لوائے توحید کو سینہ سے چمٹا دیا، زبان پر یہ فقرہ جاری تھا[۴]

وما محمد الا رسول وکاین من نبی قتل معہ ربیون کثیر (آل عمران ع ۱۵)	محمد صرف ایک رسول ہین، اور کتنے انبیاء ایسے ہین جن کے ساتھ بہت سے اللہ والون نے جہاد کیا ہے،

شہادت زخمون سے چور ہو کر گرے تو پوچھا "ابو حذیفہ نے کیا کیا؟" لوگون نے کہا "شہید ہوئے" بولے "اس شخص نے کیا کیا جس نے مجھ سے اندیشہ ظاہر کیا تھا؟" جواب دیا گیا کہ وہ بھی شہید ہوئے، فرمایا "مجھے ان دونون کے درمیان دفن کرنا[۵]"

---

[۱] ابو داؤد کتاب النکاح باب فیمن حرم بہ [۲] طبقات ابن سعد قسم اوّل جزء ثالث ص ۶۱ [۳] ایضاً [۴] اسد الغابہ ج ۲ ص ۲۴۶ [۵] ایضاً

ابن سعد کی روایت ہے کہ جنگ یمامہ کے موقع پر جب مسلمانون کے پاؤن پیچھے پڑنے لگے تو حضرت سالمؓ نے کہا" افسوس! رسول اللہ صلعم کے ساتھ تو ہمارا یہ حال نہ تھا" وہ اپنے لیے ایک گڑہا کھود کر اس مین کھڑے ہو گئے اور علم سنبھالے ہوئے آخری لمحۂ حیات تک جانبازانہ شجاعت کے جوہر دکھاتے رہے، اختتام جنگ کے بعد دیکھا گیا تو اس شہید ملت کا سر اپنے منھ بولے باپ (حضرت) ابو حذیفہؓ کے پاؤن پر تھا[1] انا للہ وانا الیہ راجعون،

فضل وکمال | حضرت سالمؓ ان بزرگون مین تھے جو طبقۂ صحابہؓ مین فن قرأت کے امام سمجھے جاتے تھے[2] آنحضرت صلعم فرمایا کرتے تھے کہ قرآن چار آدمیون سے حاصل کرو یعنی ابن مسعود، سالم مولی ابی حذیفہ ابی بن کعب اور معاذ بن جبل سے، خدائے پاک نے خوش گلو اس قدر بنایا تھا کہ جب آیات قرآنی تلاوت فرماتے تو لوگون پر ایک عام محویت طاری ہو جاتی اور راہ گیر ٹھٹک کر سننے لگتے، ایک دفعہ ام المومنین حضرت عائشہؓ کو رسول اللہ صلعم کے پاس حاضر ہونے مین دیر ہو گئی، آپ نے توقف کی وجہ پوچھی تو بولین کہ ایک قاری تلاوت کر رہا تھا اس کے سننے مین دیر ہو گئی اور خوش الحانی کی اس قدر تعریف کی کہ آنحضرت صلعم خود چادر سنبھالے ہوئے باہر تشریف لے آئے، دیکھا تو سالم مولی ابی حذیفہ ہین، آپ نے خوش ہو کر فرمایا "خدا کا شکر ہے کہ اس نے تمھارے جیسے شخص کو میری امت مین بنایا"

حضرت سالمؓ اپنی خوش الحانی وحفظ قرآن کے باعث صحابۂ کرامؓ مین نہایت عزت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے، حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلعم کی تشریف آوری سے پہلے جس قدر مہاجرین مدینہ پہنچے تھے، (حضرت) سالمؓ مسجد قبا مین انکی امامت کرتے تھے[3] وہ مسجد قبا کے امام تھے، مہاجرین اولین جنہین حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمرؓ بھی شامل تھے،

---

[1] طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث صفحہ ۶۱ [2] بخاری ۳۵ اصابہ تذکرہ سالم [3] بخاری کتاب الصلوٰۃ باب امامۃ العبد والمولی،

اکثر ان کے پیچھے نماز ین پڑھتے تھے[۱]، غرض قرآن کریم کی برکت اور علم وفضل نے ان کو غیر معمولی عظمت و شرف کا مالک بنا دیا تھا،

حضرت عمر فاروق رضؓ ان کی بے حد تعریف فرمایا کرتے تھے، یہانتک کہ جب دم واپسین کے وقت انھون نے منصب خلافت کے متعلق وصیت فرمائی تو کہا،" اگر سالم موجود ہوتے تو مین اس مسئلہ کو مجلس شوریٰ مین پیش ہونے نہ دیتا" یعنی وہ ان کو اپنا جانشین بناتے[۲]،

اخلاق — حضرت سالم رضؓ کے قبائے فضل پر محاسنِ اخلاق کا طغرہ نہایت خوشنما ہے، گذشتہ واقعات سے ان کی استقامت وفاشعاری و پارسائی کا اندازہ ہوا ہوگا، اہل حاجت کے لیے دستِ کرم کشادہ تھا، چونکہ کوئی اولاد نہ تھی، اس لیے انھون نے اپنے متروکہ مال و اسباب مین سے ایک ایک ثلث مختلف اسلامی ضروریات اور غلامون کی گلو خلاصی کے لیے اور ایک ثلث اپنے سابق آقاؤن کے لیے وصیت فرمائی تھی، حضرت ابوبکر رضؓ نے ان کی سابق مالکہ حضرت ثبیتہ بنت یعار رضؓ کے پاس ان کا حصہ بھیجا تو انھون نے لینے سے انکار کیا اور بولین کہ مین نے بغیر امید صلہ آزاد کیا تھا، اس لیے حضرت عمر رضؓ نے اپنے عہد خلافت مین اس حصہ کو بیت المال مین داخل فرمایا[۳]۔

حضرت عبیدؓ بن الحارث رضؓ

نام، نسب — عبیدہ نام، ابو الحارث یا ابو معاویہ کنیت، والد کا نام حارث اور والدہ کا نام سخیلہ تھا، سلسلۂ نسب یہ ہے، عبیدہ بن الحارث بن المطلب بن عبد مناف بن قصی القرشی[۴]،

اسلام — حضرت عبیدہ رضؓ، حضرت ابو سلمہ بن اسد رضؓ، حضرت عبد اللہ بن ارقم رضؓ اور حضرت عثمان بن مظعون رضؓ

---

[۱] بخاری کتاب الاحکام [۲] اسد الغابہ ج ۲ ص ۲۴۶، [۳] استیعاب تذکرہ سالم مولیٰ ابی حذیفہ،

[۴] اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۵۶،

ایک ساتھ ایمان لائے تھے، آنحضرت صلعم اس وقت تک ارقم بن ابی الارقم رضؓ کے مکان مین پناہ
گزین نہین ہوئے تھے[1]، مکہ مین حضرت بلال رضؓ ان کے اسلامی بھائی قرار پائے[2]،

ہجرت مدینہ کی طرف ہجرت کا حکم ہوا تو حضرت عبیدہؓ اور ان کے دونون بھائی حضرت طفیل رضؓ حضرت
حصین رضؓ اور حضرت مسطح بن اثاثہ رضؓ ایک ساتھ روانہ ہوئے، اتفاقاً راہ مین حضرت مسطح رضؓ کو بچھو نے
ڈنک مارا اس لیے وہ پیچھے چھوٹ گئے لیکن دوسرے روز خبر ملی کہ وہ نقل و حرکت سے بالکل
مجبور ہین تو پھر واپس آئے اور ان کو اٹھا کر مدینہ لائے، یہان حضرت عبد الرحمٰن بن سلمہ
عجلانی رضؓ نے خوش آمدید کہا اور لطف و محبت کے ساتھ میزبانی کا حق ادا کیا، آنحضرت صلعم نے تشریف
لانے کے بعد حضرت عمیر بن حمام انصاری رضؓ سے مواخات کرادی اور مستقل سکونت کے لیے ایک
قطعۂ زمین مرحمت فرمایا جس مین ان کا تمام خاندان آباد ہوا[3]،

غزوات ہجرت کے آٹھ مہینے بعد ماہ شوال مین ساٹھ مہاجرین کے ایک دستہ پر افسر مقرر ہو کر
مشرکین قریش کی دیدبانی کے لیے وادیِ رابغ کی طرف بھیجے گئے، تاریخِ اسلام مین یہ دوسرا
لواے امارت تھا جو حضرت عبیدہ رضؓ کو عطا ہوا،

وہ رابغ کے قریب پہنچے تو ابو سفیان کی زیر امارت دوسو مشرکین کی ایک جمعیت سے
مٹ بھیڑ ہوئی لیکن جنگ و خونریزی کی نوبت نہ آئی صرف معمولی طور سے چند تیرون کا تبادلہ ہوا[4]

غزوۂ بدر اس مہم کے بعد حق و باطل کی پہلی کشمکش یعنی غزوۂ بدر مین شریک ہوئے، صف آرائی
کے بعد مشرکین کی طرف سے عتبہ، شیبہ اور ولید نے میدان مین نکلکر ھل من مبارز کا نعرہ
بلند کیا، لشکرِ اسلام سے چند انصاری نوجوان مقابلہ کے لیے بڑھے، تو انھون نے پکار کر کہا کہ
"محمدؐ، ہم ناجنسون سے نہین لڑسکتے، ہمارے مقابل والون کو بھیجو"، آنحضرت صلعم نے حضرت علی رضؓ

---

[1] اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۵۶، [2] طبقات ابن سعد قسم اول جز ثالث ص ۳۵، [3] ایضاً، [4] ایضاً،

حضرت حمزہؓ اور حضرت عبیدہؓ کو آگے بڑھنے کا حکم دیا، جنبشِ لب کی دیر تھی کہ یہ تینون نبرد آزما بہادر نیزے ہلاتے ہوئے اپنے اپنے حریف کے سامنے جا کھڑے ہوئے، حضرت عبیدہؓ اور ولید مین دیر تک کشمکش جاری رہی یہان تک کہ دونون زخمی ہوگئے[1] چونکہ حضرت علیؓ اور حضرت حمزہؓ اپنے دشمنون سے فارغ ہو چکے تھے، اس لیے وہ ایک ساتھ ولید پر ٹوٹ پڑے اور اس کو تہ تیغ کرکے حضرت عبیدہؓ کو میدانِ جنگ سے اٹھا لائے[2]،

حضرت عبیدہؓ کا ایک پاؤن شہید ہوگیا تھا اور تمام بدن زخمون سے چور تھا، آنحضرت صلعم نے تسکین خاطر کیلئے اون کے زانو پر سر مبارک رکھدیا، انھون نے عرض کی "یا رسول اللہ! اگر ابو طالب مجھے دیکھتے تو انھین یقین ہو جاتا کہ مین ان سے زیادہ ان کے اس قول کا مستحق ہون[3]،

ونسلمہ حتی نصرع حولہ ونذھل عن ابنائنا والحلائل

ہم محمدؐ کی حفاظت کرین گے یہان تک کہ ان کے ارد گرد مارے جائین گے اور اپنے بچون اور بیویون سے غافل ہوجائینگے،

اختتامِ جنگ کے بعد آنحضرت صلعم کے ساتھ بدر سے واپس آئے لیکن زخم ایسے کاری تھے کہ جان بر نہ ہو سکے، ترسٹھ برس کی عمر مین داعیِ جنت کو لبیک کہا اور مقام صفراء کی خاک پاک نے ان کو اپنے دامن مین چھپا لیا[3]، انا للہ وانا الیہ راجعون،

فضل و کمال ان کو دربارِ نبوت مین غیر معمولی رفعت حاصل تھی آنحضرت صلعم ان کی نہایت قدر فرماتے تھے، ایک دفعہ آپ مقام صفراء مین خیمہ افگن ہوئے، صحابہ کرامؓ نے عرض کی "یا رسول اللہ یہان مشک کی لپٹ آتی ہے" فرمایا، یہان ابو معاویہ کی قبر موجود ہوتے ہوئے تمھین اس پر تعجب کیون ہے؟[4]

حلیہ یہ تھا قد میانہ، رنگ گندم گون اور چہرہ خوبصورت[5]،

[1] ابوداؤد کتاب الجہاد باب المبارزہ [2] اسد الغابہ ج ۳ صـ ۳۵۷ [3] ایضاً صـ ۳۵۷ [4] استیعاب تذکرہ عبیدہؓ بن الحارثؓ

[5] طبقات ابن سعد قسم اول جز ثالث صـ ۳۵

اولاد | حضرت عبیدہؓ نے متعدد بیویوں سے حسب ذیل لڑکے اور لڑکیاں یادگار چھوڑیں[1]

معاویہ، عون، منقذ، حارث، محمد، ابراہیم، ریطہ، خدیجہ، سخیلہ، صفیہ

حضرت شماس بن عثمانؓ

نام نسب | شماس نام، والد کا نام عثمان، اور والدہ کا نام صفیہ تھا، پورا سلسلۂ نسب یہ ہے:-
شماس بن عثمان بن الشرید بن ہرمی بن عامر بن مخزوم القرشی المخزومی،

ہشام کلبی کی روایت ہے کہ ان کا اصلی نام عثمان تھا، شماس اس لیے نام پڑا کہ ایکدفعہ ایام جاہلیت میں ایک نہایت حسین و جمیل نصرانی جسکا چہرہ آفتاب کی طرح چمکتا تھا، مکہ آیا، لوگ اس کے غیر معمولی حسن و جمال پر سخت متعجب تھے، عتبہ بن ربیعہ نے (جو حضرت شماسؓ کا ماموں تھا) دعوی کیا کہ اس کے پاس اس سے زیادہ بہتر شماس یعنی رخ تاباں موجود ہے، اور مقابلہ میں حضرت ابن عثمانؓ کو پیش کیا، چنانچہ اس دن سے ان کا نام ہی شماس ہوگیا[2]

اسلام | حضرت شماسؓ اور ان کی والدہ حضرت صفیہ بنت ربیعہؓ نے ابتدا ہی میں دعوت توحید پر صدائے لبیک بلند کیا تھا[3]

ہجرت | مشرکین کے ظلم سے مجبور ہو کر راہی حبش ہوئے، حضرت صفیہؓ بھی ہمراہ تھیں، وہاں سے واپس آکر پھر مدینہ کی راہ لی، اور حضرت مبشر بن عبد المنذرؓ کے مہمان ہوئے یہاں حضرت حنظلہ بن ابی عامر انصاریؓ سے مواخات ہوئی[4]

غزوات | غزوۂ بدر و اُحد میں جانبازی و پامردی کے ساتھ سرگرم کارزار تھے، معرکۂ احد میں جبکہ اتفاقاً جنگ کا پانسہ پلٹ گیا، غازیان اسلام کی فتح شکست سے مبدل ہوگئی اور صرف چند جاں نثار

[1] طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث ص۳۰۵ [2] اسد الغابہ ج ۳ ص۳۷۵ [3] استیعاب تذکرۂ شماس [4] طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث ص۱۷۵

میدان مین رہ گئے تو حضرت شماس رضؓ بھی انھی پروانون مین تھے جو شمع نبوت کے اردگرد فداکاری کے جوہر دکھا رہے تھے، انحضرت صلعم فرمایا کرتے تھے کہ مین شماس کے لیے "سپر" کے سوا کوئی تشبیہ نہین پاتا، آپ چپ وراست جس طرف دیکھتے حضرت شماس رضؓ ہی سربکف نظر آتے، غرض انھون نے اپنے آپ کو مہبطِ وحی والہام ؐ کے لیے سپر بنا دیا یہان تک کہ زخمون سے چور ہو کر گر گئے، اختتام جنگ کے بعد دیکھا گیا تو دم واپسین کے چند انفاس باقی تھے، انحضرت صلعم کے حکم سے مدینہ اٹھا کر لائے گئے، حضرت ام سلمہ رضؓ ان کی تیمارداری پر مامور ہوئین، لیکن اس فدائے ملت کا فرض پورا ہو چکا تھا، دربار خداوندی سے حصولِ انعام کی دعوت آچکی تھی، ایک شبانہ روز توقف کے بعد انھون نے داعیِ حق کو لبیک کہا، انا للہ وانا الیہ راجعون، انحضرت صلعم نے ان کو اسی خونین پیرہن کے ساتھ بغیر نماز جنازہ احد کے گورِ شہیدان مین دفن کرنیکا حکم دیا[1]، غرض چونتیس برس کی عمر مین سپرد خاک ہوئے[2]، انا للہ وانا الیہ راجعون،

حلیہ حضرت شماس رضؓ نہایت حسین وخوبرو تھے چنانچہ اسی تابانی رخ نے ان کو شماس کے نام سے مشہور کیا[3]،

اولاد ایک لڑکا عبد اللہ اور ایک لڑکی ام حبیب یادگار چھوڑی، لیکن یہ دونون لاولد فوت ہوئے، اس لیے سلسلۂ نسل منقطع ہو گیا[4]،

حضرت شجاع بن وہب رضؓ

نام ونسب شجاع نام، ابو وہب کنیت، والد کا نام وہب تھا، پورا سلسلۂ نسب یہ ہے، شجاع بن وہب بن ربیعہ بن اسد بن صہیب بن مالک بن کبیر بن غنم بن دودان بن خزیمہ، ایام جاہلیت

[1] اسد الغابہ ج ۳ ص ۴ [2] طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث ص ۱۷۶ [3] ایضاً ص ۱۷۵ [4] ایضاً

مین ان کا خاندان بنو عبد شمس کا حلیف تھا[۱]،

اسلام و ہجرت

حضرت شجاع ان بزرگون مین ہین جنھون نے ابتدا ہی مین داعی توحید کو لبیک کہا تھا، اور مشرکین کے دستِ تظلم سے مجبور ہو کر سرزمینِ حبش کی دوسری ہجرت مین شریک ہوئے تھے[۲]، حبش مین جب یہ افواہ پھیلی کہ تمام قریشِ مکہ نے آنحضرت صلعم کے سامنے گردن اطاعت خم کر دی ہے تو وطن کی محبت ان کو پھر مکہ کھینچ لائی، لیکن یہان پہنچکر افواہ غلط ثابت ہوئی، اسلیے چندروز قیام کے بعد متلاشیانِ امن کے ساتھ مدینہ پہنچے، یہان حضرت اوس بن خولی رض سے مواخات ہوئی[۳]،

غزوات

بدر، احد اور تمام دوسرے مشہور غزوات مین شریک تھے[۴]، ماہ ربیع الاول ۸ھ مین بنو ہوازن کی ایک جماعت کی سرکوبی پر مامور ہوئے جو مدینہ سے پانچ دن کی مسافت پر مقام رُسّی مین خیمہ افگن تھی، حضرت شجاع اپنے ساتھ چوبیس جانباز مجاہدین کی ایک جمعیت لے کر دن کو چھپتے ہوئے اور رات کو یلغار کرتے ہوئے یکایک ان پر جا پڑے اور شکست دیکر بہت سے اونٹ اور بھیڑ بکریان چھین لائے، مالِ غنیمت کی کثرت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ہر ایک سپاہی کو پندرہ پندرہ اونٹ ملے تھے دیگر اسباب و سامان اس کے علاوہ تھا[۵]،

سفارت

غزوۂ حدیبیہ سے واپس آنے کے بعد آنحضرت صلعم نے اکثر سلاطینِ عالم کے پاس دعوتِ اسلام کے خطوط روانہ فرمائے، اسی سلسلہ مین حضرت شجاع بن وہب رض بھی حارث بن ابی شمر غسانی کے پاس (جو دمشق کے قریب مقام غوطہ کا رئیس تھا) سفیر بنا کر بھیجے گئے خط کے ابتدائی فقرے یہ تھے[۶]،

---

[۱] اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۸۶ [۲] اصابہ ج ۳ ص ۱۳۹ [۳] استیعاب تذکرۂ شجاع [۴] ایضاً [۵] طبقات ابن سعد حصہ مغازی ص ۹۲ [۶] زاد المعاد ج ۲ ص ۵۹،

بسم الله الرحمن الرحيم	نام خدا کے ساتھ جو بڑا مہربان و رحیم ہے، محمد رسول خدا کی
من محمد رسول الله الی الحارث بن	طرف سے حارث بن ابی شمر کو سلام ہے اس پر جو ہدایت
ابی شمر سلام علی من اتبع الهدی	کی پیروی کرے، ایمان لائے اور تصدیق کرے، بیشک
وآمن به وصدق وانی ادعوك	مین تم کو اس خدا پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہون جو
الی ان تؤمن بالله وحده لا شریك	ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہین (اسی صورت مین)
له یبقی لك ملكك،	تمھاری سلطنت باقی رکھی جائے گی،

حارث کو خدا نے اس دعوت پر لبیک کہنے کی توفیق نہ دی لیکن اس کے وزیر "مری" نے اسلام قبول کیا اور حضرت نجاشیؓ کی معرفت بارگاہِ نبوت مین پیام و سلام بھیجکر پوشیدہ طور سے دین حنیف پر قائم رہنے کی خبر دی[1]،

شہادت چالیس برس سے کچھ زیادہ عمر پاکر جنگِ یمامہ مین شہید ہوئے، انا للہ وانا الیہ راجعون[2]

حلیہ یہ تھا طویل القامت، لاغر اندام اور بال نہایت گھنے[3]

حضرت محرز بن نضلہؓ

نام و نسب محرز نام اور ابو نضلہ کنیت ہے، لیکن عموماً اخرم اسدی کے لقب سے مشہور تھے، پورا سلسلۂ نسب یہ ہے، محرز بن نضلہ بن عبداللہ بن مرہ بن کبیر بن غنم بن دودان بن اسد بن خزیمہ اسدی، یہ ایامِ جاہلیت مین بنو عبد شمس کے حلیف تھے[4]

اسلام و ہجرت قبولِ اسلام کا زمانہ متعین نہین تاہم مومنین سابقین مین ہین، مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو انصار کے قبیلۂ عبد الاشہل نے ان کو اپنا حلیف بنا لیا اور حضرت عمارہ بن حزمؓ سے

[1] طبقات ابن سعد قسم اول جز ثالث ص ۲۶، [2] ایضاً [3] ایضاً [4] اسد الغابہ ج ۴ ص ۳۰۰،

اسلامی بھائی چارہ ہوا[1]،

غزوات — غزوۂ بدر، احد اور خندق مین جانبازی وشجاعت کے ساتھ سرگرم کارزار تھے، غزوۂ ذی قرد کی معرکہ آرائی ان کا سب سے شاندار اور آخری کارنامہ ہے[2]، اسکی تفصیل یہ ہے،

شہادت — سنہ ۶ھ مین بنو فزارہ نے مدینہ کی چراگاہ مین آنحضرت صلعم کے اونٹون پر چھاپہ مارا اور گلہ بان کو قتل کرکے اونٹون کو اپنے ساتھ لے چلے، حضرت سلمہ بن الاکوع رضؓ موقع واردات کے قریب موجود تھے، انھون نے آنحضرت صلعم کے غلام حضرت رباح رضؓ کو گھوڑے پر سوار کرکے اطلاع کے لئے مدینہ بھیجا اور خود پہاڑ پر چڑھکر یا صباحاہ کا نعرہ بلند کیا اور دیر تک تنہا تیرون اور پتھرون سے ان غارتگرون کا مقابلہ کرتے رہے اسی اثنا مین درختون کے جھنڈ سے آنحضرت صلعم کے سوار نکلتے ہوئے نظر آئے سب سے آگے حضرت اخرم اسدی رضؓ یعنی محرز بن نضلہ اور ان کے پیچھے حضرت ابو قتادہ انصاری رضؓ اور حضرت مقداد بن اسود رضؓ تھے، حضرت سلمہ رضؓ نے حضرت اخرم رضؓ کے گھوڑے کی باگ پکڑکر کہا "اخرم! آگے نہ بڑھو، مجھے ڈر ہے کہ غنیم تم کو گھیر کر آنحضرت صلعم اور ان کے اصحاب سے ملنے نہ دیگا" بولے "سلمہ! اگر تم خدا اور قیامت پر ایمان رکھتے ہو تو میری شہادت مین حائل نہ ہو" یہ جملہ کچھ اس جوش سے ادا ہوا تھا کہ حضرت سلمہ رضؓ نے باگ چھوڑ دی اور وہ گھوڑا اڑاتے ہوئے عبدالرحمن فزاری کے سامنے جاکھڑے ہوئے، انھون نے ایک ایسا وار کیا کہ عبدالرحمن کا گھوڑا کٹ کر ڈھیر ہوگیا، لیکن اس کا نیزہ بھی خالی نہ گیا، حضرت محرز رضؓ شہید ہوکر فرش خاک پر آئے، اور وہ اچھل کر ان کے گھوڑے پر سوار ہوگیا، تاہم حضرت ابو قتادہ رضؓ پیچھے موجود تھے انھون نے اس کو واصل جہنم کرکے ان کا انتقام لیا[3]،

شہادت کے وقت حضرت محرز بن نضلہ رضؓ کی عمر تقریبًا، ۳ یا ۳۸ سال تھی[4]،

---

[1] طبقات ابن سعد ق ۱ ج ۳ ص ۷۰ [2] ایضاً [3] مسلم ج ۲ باب غزوۂ ذی قرد [4] اسد الغابہ ج ۴ ص ۳۰۷۔

فضل وکمال | گذشتہ واقعہ سے ان کے غیر متزلزل ایمان وشوقِ شہادت کا اندازہ ہوا ہوگا، شہادت سے چند دن پہلے انھون نے خواب مین دیکھا تھا کہ آسمان کے دروازے ان کے لیے کھول دیئے گئے اور وہ عالمِ بالا کی سیر کرتے ہوئے ساتوین آسمان اور سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچ گئے ہین، یہان ان سے کہا گیا کہ یہی تمھارا مسکن ہے،

دوسرے روز انھون نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جو تعبیرِ رویا مین کمال رکھتے تھے اس خواب کو بیان کیا، انھون نے فرمایا "احزم! تمھین شہادت کی بشارت ہو" چنانچہ چند ہی دنون کے بعد اس بشارت نے واقعہ کی صورت اختیار کی اور غزوہ ذی قرد کی شہادت نے ان کو سدرۃ المنتہیٰ کے دائمی مسکن مین پہنچا دیا[1]

حلیہ | رنگ سپید اور مجموعی حیثیت سے حسین وخوبصورت تھے[2]

حضرت شقران صالحؓ

نام ونسب | صالح نام، شقران لقب اور والد کا نام عدی تھا، یہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے حبشی نژاد غلام تھے، لیکن اس غلامی مین بھی سیادت مقدر تھی، رسولِ خدا صلعم نے ان کو اپنی خدمتگذاری کے لیے پسند فرمایا اور حضرت عبدالرحمٰنؓ کو قیمت دے کر خرید لیا، بعض روایتون سے ظاہر ہوتا ہے کہ انھون نے بلا معاوضہ نذر کیا تھا[3]

غزوات مین عموماً مالِ غنیمت اور قیدیون کی حفاظت پر مامور ہوتے تھے اور غنیمت مین حصہ پانے کے بجائے جنگی قیدیون کی نگرانی کرتے تھے وہ بطور خود معاوضہ دیتے تھے، چنانچہ غزوۂ بدر مین ان کو اس قدر معاوضہ ملا کہ مالِ غنیمت مین حصہ پانے والون سے بھی زیادہ نفع مین رہے[4]

---

[1] طبقات ابن سعد ق ۱ ج ۴ ص ۲۶ [2] ایضاً [3] اصابہ ج ۲ ص ۱۵۳ [4] طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث ص ۳۴،

غزوۂ بدر مین انھون نے اس احتیاط و مستعدی کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیئے کہ آنحضرت صلعم نے خوش ہو کر آزاد فرما دیا،

غزوۂ مریسیع مین شکست خوردہ غنیم کے مال و اسباب سامانِ جنگ بھیڑ بکریان اور ان کے ذریات کو جمع کرنے پر مامور ہوئے[۱]

آنحضرت صلعم ان کے خدمات سے اس قدر خوش تھے کہ وفات کے وقت آپ نے مخصوص طور سے ان کے ساتھ حسنِ سلوک کی وصیت فرمائی، حضرت شقران حضرت خیر الانام صلعم کی تجہیز و تکفین مین اہل بیت کے ساتھ شریک تھے[۲] غرض یہ آخری خدمت تھی جو اس غلام جان نثار نے اپنے شفیق آقا کے لیئے انجام دی،

اس مین اختلاف ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد حضرت شقران نے مدینہ مین سکونت اختیار کی یا بصرہ مین توطن گزین ہوئے، کیونکہ ان کا ایک مکان بصرہ مین بھی تھا[۳]، اسی طرح جاے وفات اور زمانہ بھی متعین نہین،

حضرت عمیر بن ابی وقاص

نام و نسب عمیر نام، والد کا نام ابو وقاص اور والدہ کا نام حمنہ بنت سفیان تھا، یہ حضرت سعد بن ابی وقاص فاتحِ ایران کے حقیقی بھائی تھے، پورا سلسلۂ نسب یہ ہے:۔ عمیر بن ابی وقاص بن وہیب بن سفیان بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی القرشی[۴]

اسلام حضرت عمیر کے برادر اکبر حضرت سعد بن ابی وقاص ان روشنضمیر بزرگون مین تھے جنھون نے ابتدا ہی مین داعیِ اسلام کو لبیک کہا تھا، اس زمانہ مین حضرت عمیر گو نہایت کمسن تھے تاہم

---

۱ طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث ص ۳۴ ۲ اسد الغابہ ج ۳ ص ۱ ۳ اصابہ ج ۲ ص ۱۵۳ ۴ اسد الغابہ تذکرہ عمیر بن ابی وقاص،

فطری سلامتِ طبع و خردِ حق شناس عمر کی قید و بند سے آزاد ہوتی ہے، انھوں نے اس عہدِ طفولیت مین بھائی کا ساتھ دیا اور ساقیِ اسلام صلعم کے ایک ہی جام نے ان کو نشۂ توحید سے مخمور کر دیا[1]،

ہجرت ۱۴ برس کا سن تھا کہ عام بلاکشانِ اسلام کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ پہنچے، آنحضرت صلعم نے ان کی دلبستگی کیلئے حضرت سعد بن معاذ رضؓ رئیس قبیلہ عبد الاشہل کے چھوٹے بھائی حضرت عمرو بن معاذ رضؓ سے بھائی چارہ کرا دیا، یہ دونون تقریبًا ہم سن تھے[2]،

غزوۂ بدر سنہ ۲ھ مین مجاہدینِ اسلام غزوۂ بدر کے خیال سے علم نبوی کے نیچے جمع ہوئے تو یہ بھی اس مجمع مین پہنچ گئے، ان کے بھائی حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ نے یہ دیکھکر کہ وہ مضطرب و بیقرار ادھر ادھر چھپتے پھرتے ہین، پوچھا "جان برادر یہ کیا ہے؟" بولے "بھائی جان، مین بھی اس جنگ مین شریک ہونا چاہتا ہون، شاید خدا شہادت نصیب کرے، لیکن خوف ہے کہ رسول خدا صلعم مجھے چھوٹا سمجھکر واپس فرما دینگے[3]،

آنحضرت صلعم کے سامنے جب تمام جان نثار یکے بادیگرے معائنہ کے لیے پیش ہوئے تو حضرت عمیر رضؓ کا خوف در حقیقت نہایت صحیح ثابت ہوا، کیونکہ آپ نے ان کی صغر سنی کا خیال کر کے فرمایا "تم واپس جاؤ" حضرت عمیر رضؓ یہ سنکر بے اختیار رونے لگے اس طفلانہ گریہ و بکا کے ساتھ ان کے وفورِ جوش اور شوقِ شہادت نے حضورِ انور صلعم کے دل پر خاص اثر کیا اور جنگ مین شریک ہونے کی اجازت مل گئی، اور آنحضرت صلعم نے خود اپنے دست مبارک سے انکے تلوار باندھی[4]،

شہادت حضرت عمیر رضؓ کی عمر اس وقت صرف ۱۶ سال کی تھی، اچھی طرح اسلحہ سے آراستہ ہونا بھی نہ جانتے تھے، بھائی نے میان مین تلوار باندھ دی، اور وفورِ جوش نے کفار کے نرغہ مین گھسا دیا،

[1] اسد الغابہ تذکرۂ عمیر بن ابی وقاص [2] طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث صفحہ ۱۰۶ [3] ایضاً [4] مستدرک جلد ۳ صفحہ ۱۸۸

دیر تک شجاعانہ لڑتے رہے، بالآخر اسی حالت میں خورشید تمنا جلوہ گر ہوا، یعنی عمرو بن عبدود کی تلوار نے شہادت کی آرزو پوری کردی، انا للہ وانا الیہ راجعون[۱]۔

حضرت عامر بن ربیعہ رضؓ

نام ونسب — عامر نام، ابو عبداللہ کنیت اور والدہ کا نام ربیعہ تھا، پورا سلسلۂ نسب یہ ہے: عامر بن ربیعہ بن کعب بن مالک بن ربیعہ بن عامر بن سعد بن عبداللہ بن الحارث بن رفیدہ بن عنز بن وائل، ان کے سلسلۂ نسب میں سخت اختلاف ہے تاہم ارباب سیر عام طور پر ان کو عنزی لکھتے ہیں عنز وائل کے لڑکے اور بکر و تغلب کے بھائی تھے جنکی خونریز معرکہ آرائیاں اب تک زبان زد خاص وعام ہیں[۲]۔

ان کا خاندان حضرت عمرؓ کے والد خطاب کا حلیف تھا جنھوں نے فرط محبت سے حضرت عامرؓ کو متبنّٰی کرلیا تھا، یہی وجہ ہے کہ وہ پہلے عامر بن الخطاب کے نام سے مشہور تھے لیکن جب قرآن شریف نے ہر ایک کو اپنے اصلی آباء واجداد کی طرف انتساب کا حکم دیا تو اس زمانہ سے حضرت عامرؓ بھی خطاب کے بجائے اپنے نسبی والد ربیعہ کی نسبت سے زبان زد ہوئے[۳]۔

اس حلیفانہ تعلق کے باعث حضرت عامرؓ اور حضرت عمر فاروقؓ میں بھی آخر وقت تک نہایت دوستانہ تعلقات قائم رہے، حضرت عمرؓ نے بیت المقدس کا سفر کیا تو یہ ہمرکاب تھے، اسی طرح جس سال حضرت عثمانؓ کو جانشین کرکے حج کے لیے تشریف لے گئے تو اس سفر میں بھی ان کو اپنا رفیق بنایا[۴]۔

اسلام — حضرت عامر بن ربیعہؓ ان خوش نصیب بزرگوں میں ہیں جنھوں نے ابتدا ہی میں داعیِ توحید

۱؎ مستدرک جلد ۳ ص ۱۸۸ ۲؎ اسد الغابہ ج ۳ ص ۸۰ ۳؎ طبقات ابن سعد قسم اول جزو ثالث ص ۲۸۱ ۴؎ اصابہ ج ۲ ص ۲۴۶

کو لبیک کہا تھا، اس وقت تک آنحضرت صلعم ارقم بن ابی الارقم رضؓ کے مکان میں پناہ گزین نہیں ہوئے تھے[1]،

ہجرت | شرک و توحید کی کشاکش اور کفار کے دستِ تظلم نے ان کو بھی مکہ میں چین سے رہنے نہ دیا،

دو دفعہ اپنی زوجۂ محترمہ حضرت لیلیٰ بنت ابی حثمہ رضؓ کو ساتھ لے کر امن و اطمینان کی تلاش میں ملک

حبش تشریف لے گئے، پھر وہاں سے واپس آکر سرزمینِ یثرب کی راہ لی، ان کا بیان ہے کہ اس

وقت تک صرف حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسدؓ مدینہ پہنچے تھے، لیکن صحیح یہ ہے کہ ان سے پہلے چند اور

حضرات بھی پہنچ چکے تھے، البتہ ان کی بیوی حضرت لیلیٰ بنت حثمہ رضؓ کو عورتوں میں اولیت کا شرف

حاصل ہے[2]،

غزوات | بدر، احد، خندق اور تمام دوسرے غزوات میں رسول اللہ صلعم کے ہمرکاب تھے، اس کے

علاوہ چھوٹے چھوٹے مہمات میں بھی شریک ہوئے، اور نہایت جفاکشی و جانکاہی سے اعلاءِ

کلمۃ اللہ کا فرض انجام دیا، اپنے صاحبزادہ حضرت عبداللہ بن عامرؓ سے اکثر فخر و مباہات کے ساتھ ان

شاندار کارناموں کا تذکرہ فرمایا کرتے تھے، ایک روز اثنائے گفتگو میں بولے کہ رسول اللہ صلعم ہم لوگوں

کو مہمات پر بھیجتے تھے اور عسرت و ناداری کے باعث سامانِ رسد میں صرف تھوڑی سی کھجوریں ساتھ

کر دیتے تھے جو پہلے ایک ایک مٹھی سب کو ملتی تھیں، اس کے بعد کم ہوتے ہوتے صرف ایک

ایک کھجور کی نوبت آجاتی تھی، حضرت عبداللہؓ نے متعجب ہو کر پوچھا، ایک ایک کھجور سے کس

طرح کام چلتا ہوگا؟ فرمایا جانِ پدر! ایسا نہ کہو بسا اوقات جب کھجوریں ختم ہو جاتی تھیں تو ہم لوگ

اس ایک کھجور کے لیے بھی ترس جاتے تھے[3]،

شورش سے کنارہ کشی اور وفات | حضرت عثمانؓ کے آخری عہدِ خلافت میں جب فتنہ و فساد کا بازار گرم ہوا تو

حضرت عامر بن ربیعہؓ نے غایتِ تقویٰ کے باعث عزلت نشینی اختیار کر لی،

---

[1] طبقات ابن سعد قسم اول جز ۳ ص ۲۸۱ [2] ایضاً ص ۲۸۲ [3] مسند ابن حنبل ج ۳ ص ۴۴۶

دن، رات روزہ، نماز اور درود وظائف مین مشغول رہتے، ایک رات دیر تک مصروفِ عبادت کر رہے، یہان تک کہ اسی حالت مین آنکھ لگ گئی تو خواب مین بشارت ہوئی "اٹھ! خدا سے دعا کر وہ تجھے اس فتنہ سے بچائے جس سے اس نے اپنے دوسرے نیک بندون کو محفوظ رکھا ہے" حضرت عامرؓ اسی وقت اٹھ بیٹھے اور دوگانہ ادا کرکے نہایت خشوع وخضوع سے بارگاہِ رب الحاجات مین دست بدعا ہوئے، غرض اس بشارت غیبی نے ان کی گوشہ نشینی کو پہلے سے زیادہ سخت کر دیا اور اس کے بعد ان کو کسی نے گھر سے باہر نکلتے بھی نہ دیکھا، یہان تک کہ اسی حالت مین بیمار ہوئے اور حضرت عثمانؓ کی شہادت کے چند دنون بعد وفات پائی، عزلت نشینی کے باعث لوگون کو یہ بھی نہ معلوم ہو سکا کہ کب بیمار ہوئے؟ اور کب وفات پائی، یکا یک جنازہ پر نظر پڑی تو سب متحیر رہ گئے۔[1]

اخلاق قدامتِ ایمان اور رسولِ خدا صلعم کے شرفِ صحبت نے ان کو اخلاق کریمانہ سے آراستہ کر دیا تھا، گذشتہ بالا مختصر واقعات سے ان کی جفاکشی، تقویٰ اور زہد کا اندازہ ہوا ہوگا،

---

[1] طبقات ابن سعد جز ۳ قسم اول ص ۲۸۲

سیرۃ عائشہ رضؓ

(طبع دوم)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حالاتِ زندگی اور ان کے مناقب و فضائل و اخلاق اور انکے علمی کارنامے اور انکے اجتہادات اور صنف نسوانی پر انکے احسانات اور اسلام کے متعلق انکی نکتہ سنجیان اور معترضین کے جوابات، قیمت عہ

الفاروق

(حضرت فاروق اعظمؓ کی لائف اور طرزِ حکومت) اگرچہ مسخ شدہ صورت مین معمولی کاغذ پر اس گران پایہ کتاب کے بیسون ایڈیشن فروخت ہو رہے ہین، مگر اہل نظر کو ہمیشہ اس کے اعلیٰ ایڈیشن کی تلاش تھی، مطبع معارف نے نہایت اہتمام اور سعی بلیغ سے اس کا نیا ایڈیشن تیار کرایا ہے جو حرف بحرف نامی پریس کانپور کی نقل ہی، نہایت عمدہ کتابت، اعلیٰ چھپائی، عمدہ کاغذ دنیاے اسلام کا رنگین نفیس نقشہ، مطلا ٹائٹل، ضخامت ۳۱۲ صفحے، قیمت للعہ

خطبات مدراس

مولانا سید سلیمان ندوی نے پچھلے سال مدراس مین سیرۃ نبویؐ کے مختلف پہلوؤن پر جو آٹھ خطبے (لکچر) دیے تھے، وہ نہایت اہتمام سے عمدہ کاغذ پر چھپکر تیار ہین چھپنے سے پہلے اس کے نصف آڈر آچکے ہین، یہ اس لایق ہین کہ مسلمانون کے علاوہ غیر مسلمون مین ہدیۃً تقسیم کئے جائین، ضخامت ۱۶۰ صفحے قیمت عہ ۴ر

خلفاے راشدینؓ

سیر المہاجرین کا حصہ اوّل یہ چارون خلفاء کے ذاتی حالات و فضائل اور مذہبی و سیاسی کارنامون اور فتوحات کا آئینہ ہے، حجم ۳۷۵ صفحے،

قیمت ۸ ؎

سیرۃ النبی صلعم

رسول اللہ صلعم کے حالات، غزوات، اور اخلاق و عادات کے متعلق بہت سے رطب و یابس واقعات تاریخ و سیر کی کتابون مین مذکور ہین، لیکن اس کتاب کی اصلی خصوصیت یہ ہے کہ اس مین اس قسم کی تمام روایتون سے قطع نظر کر لیگئی ہے، اور صرف وہ واقعات بیان کئے گئے ہین جو قرآن مجید اور احادیث مین مذکور ہین، اور جنکی صحت مین کسی قسم کے شک و شبہہ کی گنجایش نہین، تاریخ و سیر سے بھی وہی واقعات لیے گئے ہین جنکی صحت پر عقلی و نقلی حیثیت سے کوئی اعتراض وارد نہ ہو،

اب تک اس کتاب کے تین حصے شائع ہو چکے ہین، اور تین حصے اور باقی ہین، پہلے حصے مین ولادت سے لیکر فتح مکہ تک کے حالات ہین، اور ابتدا مین ایک نہایت مفصل مقدمہ لکھا گیا ہے، جسمین سیرت کی کتابون پر تنقید کیگئی ہے، اور انکی خصوصیات بتائی گئی ہین، اسی مقدمہ مین آپکی سوانح کے متعلق اور بھی چند اہم اور اصولی مباحث مذکور ہین، دوسرے حصہ مین آپ کی وفات، آپکے اخلاق و عادات اور اعمال و عبادات وغیرہ کا مفصل بیان ہے، اور یہ حصہ تمامتر قرآن و حدیث سے ماخوذ ہے،

تیسرے حصہ مین آپکے معجزات و خصائص نبوت پر بحث ہے، اسمین سب سے پہلے عقلی حیثیت سے معجزات پر متعدد اصولی بحثین کیگئی ہین، پھر ان معجزات کی تفصیل ہے جو بروایت صحیحہ ثابت ہین، اس کے بعد ان معجزات کے متعلق غلط روایات کی تنقید و تفصیل کیگئی ہے، قیمت باختلاف کاغذ حصہ اول تقطیع خورد ۶ روپے، [illegible] حصہ دوم تقطیع کلان ۱۲ حصہ دوم تقطیع خورد ۵ روپے، حصہ سوم تقطیع کلان ۶ روپے،

منیجر دار المصنفین اعظم گڈھ